كتابُ الكفالہ والنّفقات

یعنی

اسلام کا نظام کفالت: ایک تحقیقی جائزہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی
مشیر مذہبی امور جامعہ کراچی

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب الکفالہ والنفقات

یعنی

اسلام کا نظامِ کفالت: ایک تحقیقی جائزہ

22286

DATA ENTERED

مولانا ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی
مشیر مذہبی امور جامعہ کراچی

DATA ENTERED

دارالاشاعت
اردو بازار، ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
طباعت : ۲۰۰۳ء احمد پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : ۴۳۲ صفحات

ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیب روڈ لسبیلہ کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Institute of Islamic Studies LIBRARY
22281

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر

☆ ...... انتساب ۱۷

☆ ...... اظہارِ تشکر ۱۹

☆ ...... تقریظ: مولانا حافظ ابرار الحق کلیانوی ۲۱

☆ ...... تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید ۲۲

☆ ...... تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد ۲۳

☆ ...... عرضِ مؤلف ۲۵

☆ ...... مقدمہ ۲۷

☆ ...... مبادیات ۴۱

☆ ...... باب اول: قرآن کریم میں کفالت کی تعلیم ۴۵

☆ ...... قرآن میں انفاق کی تعریف ۴۶

☆ ...... اہل قرابت واهل حاجت کی کفالت ۴۷

☆ ...... عدم انفاق پر قرآنی وعیدیں ۵۲

باب دوم: حدیث شریف میں کفالت کی تعلیم ۵۶

فصل اول: نبی کریم ﷺ کی ''کفالت'' کے میدان میں قولی تعلیمات ۵۶

☆ لڑکیوں کی کفالت پر خصوصی اجر ۶۰

☆ بیوہ اور مسکین کی کفالت پر اجر ۶۲

☆ مالداروں کے ذمہ مساکین کی کفالت کی وجہ ۶۴

☆ یتیم کی کفالت ۶۵

☆ پڑوسیوں کی کفالت ۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ مہمان کی کفالت ۶۷
☆ سرکاری ملازمین کی کفالت ۶۹
☆ حکمراں کی کفالتی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر وعید ۷۰
☆ عمومی کفالت سے متعلق ارشادات ۷۱
فصل دوم: نبی کریم ﷺ کا کفالت کے میدان میں عملی کردار ۷۵
☆ معاشی کفالت کا باضابطہ آغاز ۷۷
☆ عہد نبوی کا مالیاتی نظام ۷۷
☆ عہد نبوی کا بیت المال ۷۸
☆ عہد رسالتؐ میں پہلی تقسیم دولت ۷۹
☆ خمس کی تقسیم ۸۰
☆ مال فئ سے غرباء، یتامیٰ، بیوہ، غیر شادی شدہ، مقروضوں کی کفالت ۸۱
☆ صدقات نافلہ اور ہنگامی چندوں کے ذریعے کفالت ۸۲
☆ پانی کا سرکاری انتظام ۸۳
☆ اضافی مال میں غریب کی کفالت ۸۳
☆ بوقت ضرورت طعام مشترکہ کے ذریعے کفالت ۸۴
☆ کفالت مساکین کے لیے ہنگامی چندہ ۸۴
☆ مجاہد کی کفالت ۸۵
☆ نبی اکرم ﷺ کے معاشی کفالت کے مختلف واقعات ۸۶
☆ نبی اکرم ﷺ کی مہمان نوازی اور کفالت ۸۷
☆ اپنے اقرباء پر غیروں کو ترجیح ۸۹
☆ حیرت انگیز ایثار ۹۰
☆ وقتِ رحلت نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیم ۹۲
☆ نتائج ۹۳
☆ خلاصہ ۹۵
باب سوم: صحابہ کرامؓ کا مواخاۃ میں بے مثال ایثار ۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ ۹۶
☆ مہاجرین کی سرکاری کفالت کا انتظام ۹۷
☆ انصارؓ مدینہ کا ایثار اور مہاجرینؓ کی خودداری ۱۰۱
☆ مہاجرین کی رہائش کا انتظام ۱۰۳
باب چہارم: عہد خلفائے راشدینؓ میں نظام کفالت کا فروغ ۱۰۴
فصل اول: نظام کفالت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ۱۰۴
☆ خلافت کا مفہوم ۱۰۴
☆ خلیفہ کے القاب ۱۰۵
☆ خلافتِ راشدہ کا ارتقاء و پس منظر ۱۰۵
☆ خلافت کی ابتداء ۱۰۶
☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات ۱۰۸
☆ عہد صدیقی میں ملکی نظم و نسق ۱۰۹
☆ حضرت ابوبکرؓ کی خشیت اور تقویٰ ۱۰۹
☆ دنیا سے بے رغبتی ۱۱۰
☆ خلافت کے بعد آپؓ کا مشاہرہ ۱۱۰
☆ حضرت ابوبکرؓ کی وصیت ۱۱۱
☆ عہد صدیقیؓ کا نظام کفالت ۱۱۲
☆ بیت المال کا قیام ۱۱۳
☆ لوگوں کی کفالت کے لیے صدیقی کاوشیں ۱۱۴
☆ عہد صدیقی کی پہلی تقسیم غنیمت ۱۱۵
☆ بیٹے کی دولت میں بقدر ضرورت باپ کا نفقہ ۱۱۶
☆ غیر مسلموں کی عہد صدیقی میں کفالت ۱۱۶
☆ فتنہ مانعین زکوٰۃ اور عزم صدیقی ۱۱۸
☆ عہد صدیقی میں زکوٰۃ کی وصولی کا طریقہ کار ۱۱۹
☆ وقتِ رحلت صدیق اکبرؓ کی معاشی تعلیمات ۱۲۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ صدیق اکبرؓ کا وقتِ رحلت ۱۲۱

فصل دوم: نظام کفالت حضرت عمرؓ کے عہد میں ۱۲۲

☆ سوانح فاروق اعظمؓ ۱۲۲

☆ مسند خلافت پر تقرر ۱۲۳

☆ عہد فاروقی کا آغاز ۱۲۴

☆ فاروق اعظمؓ کی اہلیت ۱۲۴

☆ فاروق اعظمؓ کے عظیم کارنامے ۱۲۵

☆ فاروق اعظمؓ کی صوبائی تقسیم ۱۲۶

☆ فاروق اعظمؓ کی معاشی زندگی ۱۲۷

☆ فاروق اعظمؓ کا حیوانات کی کفالت کے لیے فکرمند ہونا ۱۲۹

☆ فاروق اعظمؓ کی رعایا کے ساتھ کھانے میں مساوات ۱۳۰

☆ امرائے شام کی معاشی اصلاح ۱۳۱

☆ عہد فاروقی کے نظام کفالت عامہ کا جائزہ ۱۳۴

☆ عامۃ المسلمین کی املاک کا تحفظ اور ان کی مساویانہ تقسیم ۱۳۴

☆ نو واردین اور مہمان و مسافر کی سرکاری کفالت ۱۳۷

☆ قحط سالی میں لوگوں کی کفالت کا انتظام ۱۳۸

☆ اپاہج، نادار، مفلوج و معذور کی کفالت ۱۳۹

☆ لباس کی تقسیم اور سڑکوں، مکانوں کی تعمیرات ۱۴۰

☆ غیر مسلموں کی کفالت ۱۴۱

☆ شیر خوار بچوں کی سرکاری کفالت ۱۴۳

☆ لاوارث بچوں کی کفالت ۱۴۳

☆ اہل قادسیہ کے بچوں کی کفالت ۱۴۴

☆ خواتین اسلام کی کفالت ۱۴۴

☆ امام، مؤذن، معلم کی سرکاری کفالت ۱۴۵

☆ شادی شدہ کے لئے دگنا وظیفہ ۱۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ صحابہؓ کی رشتہ داروں کی کفالت ۱۴۶
☆ عہد فاروقی کا غروب آفتاب ۱۴۷
☆ سانحہ شہادت ۱۴۹
☆ سفر آخرت کی تیاری ۱۵۰
☆ آخری خواہش ۱۵۰
☆ فاروق اعظمؓ کی شہادت ۱۵۰
☆ حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت پر جن وانس کے تاثرات ۱۵۲
فصل سوم: نظام کفالت حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ۱۵۳
☆ تعارف ۱۵۴
☆ خصوصیات ۱۵۵
☆ حلیہ مبارک ۱۵۵
☆ حضرت عثمان غنیؓ کا سرکاری مشاہرہ ۱۵۶
☆ حضرت عثمان غنیؓ کی مالی قربانیاں ۱۵۷
☆ عہد عثمانیؓ کا نظام کفالت ۱۶۰
☆ عہد عثمانیؓ میں وظائف کی تقسیم ۱۶۲
☆ ایک خستہ حال خاتون کی کفالت ۱۶۲
☆ ملازمین کی کفالت ۱۶۳
☆ رعایا کی عیال داری کے تناسب سے کفالت ۱۶۳
☆ نومولود کی کفالت ۱۶۳
☆ حضرت عثمانؓ کی انفرادیت ۱۶۴
☆ شہادت حضرت عثمان غنیؓ ۱۶۵
☆ ترکہ عثمانیؓ ۱۶۵
فصل چہارم: نظام کفالت حضرت علیؓ کے عہد میں ۱۶۶
☆ مختصر تعارف ۱۶۶
☆ حضرت علیؓ حضورؐ کی کفالت میں ۱۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ فضیلت حضرت علیؓ ۱۶۷
☆ حضرت علیؓ کے ہاں دعوت طعام ۱۶۷
☆ مسند خلافت ۱۶۸
☆ حضرت علیؓ کا نظام خلافت ۱۶۹
☆ تقسیم دولت میں حضرت علیؓ کا فتویٰ ۱۶۹
☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۷۰
☆ حضرت علیؓ کی مالیاتی پالیسی ۱۷۱
☆ نومولود کا وظیفہ ۱۷۱
☆ حضرت علیؓ کے عہد میں تقسیم دولت ۱۷۲
☆ حضرت علیؓ کا ذاتی استغناء ۱۷۳
☆ تجزیہ ۱۷۵
☆ حضرت علیؓ کا معاشی انصاف ۱۷۵
☆ تجزیہ ۱۷۶
☆ شیر خدا کی شہادت ۱۷۶
☆ قاتل کی کفالت ۱۷۸
☆ چند وصیتیں ۱۷۸
باب پنجم: مستحق مردوں کے لیے اسلامی نظام کفالت کا دائرہ کار ۱۸۰
فصل اول: استحقاق کفالت کے اسباب وحالات ۱۸۰
☆ حاجت مندی ۱۸۰
☆ حاجت مند مستحقین کے درجات ۱۸۲
☆ قرابت داری ۱۸۲
☆ قرابت داروں کے درجات ۱۸۲
☆ اختیاری کی تعریف ۱۸۳
☆ اجباری کی تعریف ۱۸۳
☆ استحقاق کفالت اور کفیل کی ذمہ داری ۱۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اہم نکتہ ۱۸۵
☆ مفادات یا فوائد کا تبادلہ ۱۸۵
فصل دوم: مستحق مردوں کے لیے کفالت کی صورتیں ۱۸۶
☆ اختیاری ۱۸۶
☆ اجباری ۱۸۶
☆ اخلاقی کفالت ۱۸۷
☆ والدین کی کفالت ۱۸۸
☆ کفالت والدین کی مختلف صورتیں ۱۹۰
☆ خلاصہ بحث ۱۹۴
☆ اعزہ واقارب کی کفالت ۱۹۴
☆ حضور اکرمؐ کی ایک مثال ۱۹۵
☆ ائمہ ثلاثہ ودیگر کا کفالت اقارب کے متعلق نقطۂ نظر ۱۹۶
☆ امام شافعیؒ کی تعلیمات ۱۹۷
☆ امام مالکؒ کی تعلیماتِ کفالت ۱۹۹
☆ امام شافعیؒ کی دیگر تعلیماتِ کفالت ۱۹۹
☆ اجتماعِ اقارب کے وقت وجوب نفقہ، فقہ شافعی میں ۲۰۱
☆ متعدد رشتہ داروں کی کفالت فرد واحد کے ذمے ۲۰۲
☆ نفقہ اقارب کا معیار ۲۰۳
☆ سقوط نفقہ کی شرط ۲۰۳
☆ امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیماتِ کفالت ۲۰۴
☆ فقہ حنبلی کی مختلف تعلیماتِ کفالت ۲۰۴
☆ وجوب نفقہ کی شرائط ۲۰۵
☆ اجتماعِ اقارب کے وقت نفقہ، فقہ حنبلی میں ۲۰۶
☆ ترتیب نفقہ ۲۰۷
☆ نفقہ ذوی الارحام ۲۰۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ فقہ حنفیہ کی تعلیماتِ کفالت کی اہمیت ۲۰۹
☆ وجوب کفالت کے اسباب ۲۱۰
☆ اجتماع اقارب کے وقت وجوب نفقہ ۲۱۲
☆ کس چیز پر کفالت کی جائے گی ۲۱۲
☆ کفیل کی مالداری کا نصاب ۲۱۵
☆ مانع نفقات کی سزا ۲۱۹
☆ غلام اور باندی کے نفقہ کے احکام و مسائل ۲۲۰
☆ غلامی اور تاریخ عالم ۲۲۰
☆ غلاموں کے حقوق کا انقلابی اعلان ۲۲۲
☆ غیر مسلم دانشوروں کا اعتراف ۲۲۴
☆ خلاصہ بحث ۲۲۵
☆ غلام، لونڈی کی کفالت ۲۲۶
☆ تسویہ بین الطعام والکسوۃ کی تحقیق ۲۲۸
☆ غلام کی نوعیت ۲۲۹
☆ لاوارث افراد کی کفالت اور حکومت کی ذمہ داری ۲۲۹
باب ششم: خواتین اور بچوں کے لیے اسلامی نظام کفالت کا دائرہ کار ۲۳۶
فصل اول: خواتین عہد جاہلیت میں ۲۳۶
☆ عہد جاہلیت میں لڑکیوں کی رضاکارانہ کفالت ۲۳۷
☆ دیگر اقوام و مذاہب میں عورت کی معاشی حیثیت ۲۴۱
☆ دیگر مذاہب میں خواتین کی معاشی حیثیت ۲۴۱
☆ غیر الہامی مذاہب اور خواتین کے معاشی حقوق ۲۴۲
☆ ہندومت ۲۴۲
☆ بدھ مت ۲۴۲
☆ اسلام کے احسانات خواتین پر ۲۴۳
☆ غیر مسلم مفکرین کا اعتراف حقیقت ۲۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اسلام اور خواتین کی معاشی کفالت ۲۴۴
☆ عورت کے بارے میں گورباچوف کا نظریہ ۲۴۹
☆ خواتین اور تعلیماتِ نبویؐ ۲۵۰
☆ کنجوس شوہر کے مال سے بیوی کا نفقہ ۲۵۱
☆ بیوہ بیٹی کی کفالت کا اجر ۲۵۳
☆ بیوی کے نفقہ کے فقہی احکامات ۲۵۳
☆ وجوب نفقہ کا سبب ۲۵۴
☆ ادائے نفقہ کی دو صورتیں ۲۵۴
☆ نفقہ کی مقدار اور معیار ۲۵۵
☆ ناشزہ کا نفقہ ۲۵۷
☆ سقوط نفقہ کی صورت ۲۵۷
☆ بیوی کا علاج اور اس کی اجرت ۲۵۷
☆ ملازمت پیشہ بیوی کا نفقہ ۲۵۹
☆ حکم زوجہ متعنت ۲۶۰
☆ زوجہ متعنت کے لیے تفریق کی صورت ۲۶۱
☆ حکم زوج غائب غیر مفقود ۲۶۲
☆ صورت تفریق ۲۶۲
☆ میکہ میں رہنے کا نفقہ ۲۶۳
☆ معتدہ موت کا نفقہ وسکنٰی ۲۶۴
☆ مطلقہ کی اجرتِ ارضاع واجرت حضانت ۲۶۵
☆ عورت کے لیے حق مہر ۲۶۶
☆ مہر کی مقدار ۲۶۶
تجزیہ: ایشیائی خواتین کی حالت زار ۲۷۰
☆ پاکستانی خواتین اور معاشی ترقی ۲۷۲
فصل دوم: بچوں کے حقوق کفالت کا اسلامی دائرہ کار ۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ بچوں کے لیے قرآن کا معاشی نقطہ نظر ۲۷۷

☆ فیملی پلاننگ والوں کی تحریف ۲۷۹

☆ بچوں کے لیے حدیث کا معاشی نقطہ نظر ۲۷۹

☆ حدیث میں ماں کی ماںتا کی تعریف و تمثیل ۲۸۰

☆ اولاد میں عطایا کی مساوات ۲۸۱

☆ اولاد کی ابتدائی پرورش ۲۸۲

☆ مدت رضاعت میں فقہاء کا اختلاف ۲۸۴

☆ دو سال کے بعد بچے کا نفقہ ۲۸۷

☆ اولاد کے لیے میراث ۲۸۸

☆ یتیم پوتے کی دادا کے ترکہ میں میراث ۲۸۹

☆ لاوارث بچوں کی کفالت ۲۹۱

فصل سوم: حیوانات کے حقوق کفالت کا اسلامی نقطۂ نظر ۲۹۴

☆ حیوانات کا معاشی تکافل ۲۹۴

☆ آزاد جانوروں کے نفقہ کا ثواب ۲۹۵

☆ کفالت حیوانات اور ائمہ فقہ ۲۹۷

☆ حیوانات سے متعلق دیگر تعلیمات ۲۹۹

☆ پرندوں کو قید کرنا ۳۰۰

باب ہفتم: اسلامی نظام کفالت کے ذرائع ۳۰۲

فصل اول: اموال ظاہرہ، اموال باطنہ، اموال فاضلہ، زکوٰۃ ۳۰۲

☆ اموال فاضلہ ۳۰۵

☆ زکوٰۃ ۳۰۶

☆ وصولی زکوٰۃ اور حکومت کا دائرہ اختیار ۳۰۷

☆ حکومت پاکستان کا موجودہ نظام زکوٰۃ وعشر اور اس کی شرعی حیثیت ۳۱۲

☆ نصاب زکوٰۃ ۳۱۲

☆ سال گزرنے کا مسئلہ ۳۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ قرضوں کا مسئلہ ۳۱۵
☆ دیگر تجاویز ۳۱۶
☆ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ ۳۱۷
☆ عشر ۳۱۷
☆ سبزی پر عشر ۳۱۸
☆ عشری زمین ۳۱۹
☆ نصاب ۳۲۰
☆ باغوں کی پیداوار کا عشر ۳۲۰
☆ شہد پر عشر ۳۲۱
☆ مویشیوں کی زکوٰۃ ۳۲۲
☆ اونٹوں کی زکوٰۃ ۳۲۴
☆ بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ ۳۲۵
☆ گھوڑوں کی زکوٰۃ ۳۲۵
☆ گائے بھینسوں کی زکوٰۃ ۳۲۶
☆ اختلاط مویشی کی صورت میں زکوٰۃ ۳۲۶
☆ مشترکہ ملکیت والے مویشیوں کی زکوٰۃ ۳۲۷
☆ اموال باطنہ اور زکوٰۃ ۳۲۹
☆ زکوٰۃ کی حقیقت اور مفہوم ۳۲۹
☆ زکوٰۃ ٹیکس ہے یا عبادت؟ ۳۲۹
☆ زکوٰۃ کا آغاز اور تدریجی ارتقاء ۳۳۰
☆ نصاب زکوٰۃ ۳۳۱
☆ نصاب ۳۳۲
☆ دراہم و دنانیر کا معتبر وزن ۳۳۳
☆ سونے چاندی کے نصاب میں تفاوت کی وجہ ۳۳۴
☆ کاغذی نوٹ سے ادائیگی زکوٰۃ ۳۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ کمپنی پر زکوٰۃ کا مسئلہ ۳۳۵

☆ نصاب ۳۳۸

☆ مال یتیم کی زکوٰۃ ۳۳۸

☆ زکوٰۃ کے چند اہم پہلو ۳۴۰

☆ نصاب زکوٰۃ پر سال گزرنے کا مسئلہ ۳۴۱

☆ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ۳۴۱

☆ اموال فاضلہ ۳۴۲

فصل دوم:

☆ ذرائع آمدنی کی دیگر مدات ۳۴۳

☆ کفارات۔صدقات۔اوقاف۔وصیت ۳۴۳

میراث، ودیعت، ہبہ، قرضِ حسنہ، بیع بالاقساط ۳۴۳

☆ کفارات ۳۴۳

☆ نقضِ صوم کا کفارہ ۳۴۴

☆ فدیہ کی مقدار ۳۴۵

☆ قسم کا کفارہ ۳۴۵

☆ ایلاء کا کفارہ ۳۴۶

☆ حاجی کے شکار کرنے کا کفارہ ۳۴۷

☆ صدقۃ الفطر ۳۴۷

☆ صدقاتِ نافلہ ۳۴۸

☆ اوقاف ۳۵۰

☆ وصیت ۳۵۱

☆ میراث ۳۵۲

☆ ودیعت ۳۵۳

☆ عاریت ۳۵۴

☆ قرضِ حسنہ ۳۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ بیع بالاقساط ۳۵۶
☆ خلاصہ بحث ۳۵۸
باب ہشتم: منتخب ادیان و مذاہب کے نظام کفالت کا تحقیقی تجزیہ ۳۵۹
فصل اول: الہامی مذاہب اور ان کا تعارف و تقابل ۳۵۹
☆ الہامی کتب اور تحریفات ۳۶۰
☆ یہودیت اور عیسائیت کا نظام کفالت ۳۶۱
☆ ذات پات، بھائی چارہ ۳۶۷
☆ نوکروں، غلاموں کے ساتھ برتاؤ ۳۶۹
☆ یورپی دنیا میں غلامی کے اعداد و شمار کا جائزہ ۳۷۰
☆ عورت کے حقوق اور عیسائیت ۳۷۱
☆ خواتین کے حقوق اور یہودیت ۳۷۲
☆ یہودیت اور غلاموں کے حقوق ۳۷۳
☆ یہودیوں کا معاشی تکبر ۳۷۴
☆ اشیاء سے عدم افادیت ۳۷۵
فصل دوم: غیر الہامی مذاہب کا نظام کفالت ۳۷۷
☆ ہندومت ۳۷۸
☆ طبقاتی تقسیم اور ہندومت کی مذہبی تعلیمات ۳۷۸
☆ عورت اور ہندوستانی تہذیب ۳۸۰
☆ ہندومت کی مختلف معاشی تعلیمات ۳۸۱
☆ بدھ مت ۳۸۲
☆ زرتشت ۳۸۳
☆ آغا خانیت ۳۸۴
☆ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام ۳۸۵
☆ اشتراکیت ۳۸۶
☆ نظام انشورنس ۳۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ شرائط بیمہ ۳۸۸

☆ بیمہ کی شرعی حیثیت ۳۹۰

☆ جدید یورپین اقوام ۳۹۱

☆ مغرب اور اولڈ ہومز ۳۹۳

فصل سوم: مذاہب منتخبہ کی تعلیمات کا اسلامی تعلیمات سے تقابل ۳۹۵

☆ طبقہ فقراء کی اصلاح ۳۹۷

☆ اسلام اور اجتماعی معاشی اصلاحات ۳۹۹

☆ سوشلزم اور معاشی مساوات ۴۰۱

☆ مساوات اسلامی ۴۰۲

☆ مذہبی آزادی کا حق ۴۰۳

☆ کفالت الاقارب اور اسلام ۴۰۵

☆ غلاموں پر اسلام کا احسان ۴۰۶

☆ اسلام اور مغربی دنیا میں غلامی کا تقابلی جائزہ ۴۰۷

☆ خواتین کی حالت زار اور تقابل ادیان ۴۰۸

☆ اسلام کے نظام وراثت کا دیگر نظاموں سے تقابل ۴۰۹

☆ غیر مسلموں کا اعتراف ۴۱۲

☆ اختتامیہ ۴۱۴

☆ کتابیات ۴۱۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انتساب"

خلیفۂ ثانی حضرت فاروقِ اعظم، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام

جن کی ہر بات دل کو پانی کر کے آنکھوں سے بہا دیتی ہے
جن کی خواہش پر لوحِ محفوظ بھی قرآنی آیات اتار دیتی ہے
جن کے فیصلہ کی تائید عرش سے فرش پر نازل ہوتی ہے
جن کے اسلام لانے سے اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوتی ہے
جنھوں نے قیصر و کسریٰ کی قوتوں کو اسلام کے قدموں تلے روند دیا
جنھوں نے جوتے کی نوک پر رکھ کر یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے باہر کیا
ان کے تدبر و تفکر سے دنیا نے جینے کے سلیقے سیکھے
ان کے عدل و انصاف کے چشمِ فلک نے عجب نظارے دیکھے
جو انسانوں کی خدمت سے بھی بڑھ کر جانوروں کی خدمت کو ترجیح دیتے تھے
جو بیت المال کے اونٹوں کی خود مالش کیا کرتے تھے
انہوں نے معاشی نظام کا مضبوط ڈھانچہ بنایا
انہوں نے اسلامی سیاست کا مستحکم خاکہ بنایا
آج جس معاشی نظام کو مغرب نے اپنایا ہے
ربّ کعبہ کی قسم سو فیصد فاروقِ اعظمؓ سے چرایا ہے
آپ کی آخری خواہش پر دفن ہوئے روضۂ اطہر میں
وہیں سے انشاء اللہ اٹھیں گے روزِ محشر میں

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

پہلو میں مصطفیٰ ﷺ کے بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

(ڈاکٹر مفتی) عمران الحق کلیانوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہارِ تشکر

میں ہزار بار شکر بجالاتا ہوں اپنے خالق و مالک کا کہ جس نے احقر کو یہ مقالہ لکھنے کی ہمت وصلاحیت عطا فرمائی اور توفیق شاملِ حال فرمائی۔

اور ساتھ ہی دل کی گہرائیوں سے احسان مند ہوں محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ کا جنہوں نے قدم قدم پر تعاون فرما کر مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ جس کی بدولت میں اس مقالہ کی تکمیل کر سکا۔

اور اس کے ساتھ ہی اپنے مشرف محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب صدر شعبہ القرآن والسنہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ جنہوں نے شبانہ روز میری راہنمائی فرمائی اور مقالے کی تحقیق میں بھرپور توجہ فرما کر احقر کو اعزاز عطا فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور امتِ مسلمہ کی راہنمائی کا ذریعہ بنائے اور احقر و جملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنائے۔ (آمین)

مفتی عمران الحق کلیانوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

ناصح الامت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب کلیانوی دامت برکاتہم

خلیفۂ مجاز

عارف باللہ حضرت جناب ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ

الحمدُللّٰہِ و کفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ، امّا بعد:

الحمدُللّٰہ کہ برخوردار ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی سلمہٗ نے کراچی یونیورسٹی سے اس سال پی ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کرلی ہے، ان کی یہ دیرینہ خواہش تھی، اس کے لیے انہیں کافی جدوجہد بھی کرنی پڑی، ان تمام مراحل پرانہیں جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب، رئیس کلّیہ معارفِ اسلامیہ اور جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب صدر شعبہ القرآن والسنہ کا بھرپور تعاون حاصل رہا، جس کے لیے یہ مذکورہ دونوں حضرات ہماری طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے۔ مقالہ کا موضوع چونکہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، اس لیے اس کی طباعت کے لیے دارالاشاعت نے ذمہ داری قبول کی اور جناب خلیل اشرف صاحب عثمانی سلمہٗ نے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں اس کو طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے، اللہ پاک ان کی مساعی جمیلہ کو بھی شرفِ قبولیت عطاء فرمائے اور اس مقالہ کو لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے، اس کے ذریعہ سے اسلام کا بول بالا فرمائے اور ہماری اور ہمارے جملہ متعلقین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، اور برخوردار کو ہمیشہ علمی اور عملی ترقی سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

فقط دعا گو

بندہ ابرار الحق عفا اللہ عنہ

۷/ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ

۱۸/ اگست ۲۰۰۲ء بروز اتوار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب
رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ جامعہ کراچی، کراچی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد:

وطنِ عزیز کے دینی مدارس اور وہاں کے فاضل علماء جامعہ کراچی کے لیے نہایت قابلِ قدر ہیں۔ کلیہ معارفِ اسلامیہ نے ان علمائے کرام کو تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کے لیے حوصلہ افزا موقع فراہم کیے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلیہ معارفِ اسلامیہ سے ڈاکٹریٹ کرنے والوں میں جید علماء شامل ہو گئے اور ملک کے اہم اداروں خصوصاً اسلامی بنکوں میں اعلیٰ عہدوں پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اسی سلسلہ کا ایک نام جناب ڈاکٹر مفتی عمران الحق صاحب کلیانوی کا ہے، جو جامعہ بنوری ٹاؤن کے جید فاضل ہیں، آپ نے فقہ میں تخصص کرنے کے بعد کلیہ معارفِ اسلامیہ میں بحیثیت ریسرچ اسکالر داخلہ لیا اور نہایت گیرائی و گہرائی کے ساتھ بلند پایہ تحقیقی مقالہ بعنوان "اسلام و دیگر منتخب ادیان و مذاہب کے نظامِ کفالت کا تقابلی و تحقیقی مطالعہ" (کتاب الکفالہ والنفقات) تحریر کیا۔ اس مقالہ میں اسلام کے نظامِ کفالت ونفقات اور مکمل معاشی نظام کی بھرپور تحقیق اور اس کی بالادستی اور غیر مسلم مذاہب کی کفالت ونفقات اور معاشی نظام کی تعلیم اور ان کا اسلامی تعلیمات سے تقابل پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیق و تقابل نے مقالہ کو انفرادیت بخشی اور جامعہ کراچی نے آپ کو Ph.D کی ڈگری عطا کی۔

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ مقالہ اردو اور انگریزی میں زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے، جس سے علمی و تحقیقی حلقے بھرپور استفادہ کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ اس تحقیقی کام کو خواص و عوام میں شرفِ قبولیت بخشے اور مولانا ڈاکٹر عمران الحق صاحب کلیانوی کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

(عبدالرشید)
۱/ستمبر ۲۰۰۲ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب
چیئرمین شعبہ القرآن والسنہ کراچی یونیورسٹی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد: دنیا تحقیق کے میدان میں روز بروز آگے بڑھ رہی ہے، نت نئی تحقیقات نے لوگوں کی بھرپور توجہ حاصل کرلی ہے، اسلامی تعلیمات کے تمام موضوعات بھی ہمارے زمانے میں جدید تحقیق کا تقاضہ کرتے ہیں، جامعہ کراچی کا کلیہ معارفِ اسلامیہ اس تقاضے کو پورا کرنے میں رات دن مصروفِ عمل ہے، اس کے ذریعے ملک کے مختلف ریسرچ اسکالرز جدید تحقیقات دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

رئیس کلیہ معارفِ اسلامیہ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کے دور میں تو ملک کے ہر صوبے اور ہر مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے محققین کو خوش آمدید کہا گیا ہے، جس کی بدولت بے شمار اہم موضوعات پر بڑی تیزی سے تحقیق کا عمل جاری ہے، اسی سلسلے کی ایک کڑی جناب ڈاکٹر مفتی عمران الحق صاحب کلیانوی کا بعنوان ''اسلام ودیگر منتخب ادیان ومذاہب کے نظامِ کفالت کا تقابلی وتحقیقی مطالعہ (کتاب الکفالہ والنفقات)'' پی، ایچ، ڈی کا وہ اہم تحقیقی مقالہ ہے جس میں کہ اسلام کے نظامِ کفالت ونفقات اور معاشی نظام کی عمیق تحقیق اور اس کا دیگر مذاہب سے تقابل پیش کیا گیا ہے، یہ نہ صرف یہ کہ ایک نہایت شاندار معیاری تحقیقی مقالہ ہے بلکہ موضوع کے اعتبار سے یہ عصرِ حاضر کی ایک اہم ضرورت بھی ہے، مزید برآں یہ علومِ اسلامی میں ایک مستند اضافہ بھی ہے۔ فاضل محقق نے نہایت محققانہ طرز پر یہ مقالہ لکھا ہے، یہ ایک ایسی تحقیق ہے کہ میرے علم کے مطابق اب تک اس موضوع پر اردو زبان میں اتنا جامع اور تحقیقی مقالہ نہیں لکھا گیا۔

تحقیق کے ہر موڑ پر میں اپنی استطاعت کے مطابق ان کی رہنمائی کرتا رہا، اس مقالہ کو تمام داخلی اور خارجی ممتحنین کی جانب سے بھی بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ جس کے لیے میں مقالہ نگار کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں اسی طرح امت کے لیے جدید تحقیقات پیش کرنے کی مزید توفیق مرحمت فرمائے اور ان کا یہ مقالہ جو اردو وانگریزی میں طبع ہوکر آرہا ہے، اس سے مسلم محققین اور مستشرقین، مفکرین کو بھرپور مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

فضل احمد ۲۱/ اگست ۲۰۰۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

الحمدللہ، ربّ العزت کا بے حد احسان ہے کہ اس نے میری دیرینہ خواہش پوری فرمائی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا فرمائی، اس پورے تعلیمی و تحقیقی سفر میں مجھے خصوصی تعاون حاصل رہا، جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب کا جو کہ رئیس ہیں کلیہ معارفِ اسلامیہ کے، درحقیقت میں آپ کے تعاون ہی کے سبب اس منزل تک پہنچ سکا ہوں، میں دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکر گزار ہوں، جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب چیئرمین شعبہ القرآن والسنہ کی زیرِ نگرانی تحقیق کا مجھے شرف حاصل رہا اور میں نے ان سے بھرپور استفادہ کیا، (فجزاھم اللہ) اور جناب ڈاکٹر جلال الدین نوری صاحب چیئرمین کلیہ معارفِ اسلامیہ کا بھی بے حد ممنون ہوں کیونکہ دفتری کارروائی کے لیے ہر قدم پر ان کا تعاون حاصل رہا۔ ایک نام کا میں خصوصیت سے ذکر کروں گا جناب ضیاء الدین احمد صاحب جن کی وساطت سے مجھے کلیہ میں ریسرچ کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور بھی جن احباب نے اس سلسلہ میں کسی عنوان سے تعاون کیا، اللہ پاک ان سب کو بہتر جزاء عطا فرمائے، جناب خلیل اشرف صاحب عثمانی مالک دارالاشاعت اس مقالہ کو اردو اور انگریزی میں اپنے ادارے سے طبع کرا رہے ہیں، اللہ پاک شرفِ قبولیت عطا فرمائے، میرے والدین حفظہما اللہ کو سلامتی وعافیت کے ساتھ میرے سر پر قائم ودائم رکھے اور مجھے ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، قلم عفو بر گناہم کش۔

ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی

۲۰۰۲/۰۸/۲۹

مشیر مذہبی امور، جامعہ کراچی

رہائش: C-50 جامعہ کراچی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"مقدمہ"

آج کی متمدن دنیا جس طرح معاشی زبوں حالی کا شکار ہے، ہر قوم باوجود ترقی کے مضطرب اور بے چین نظر آرہی ہے، غریب کی غربت میں اور مالدار کی دولت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور اسباب معاشی کی غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ تقسیم سے جو تشویشناک صورت حال پیدا ہو رہی ہے اس کی بنیادی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاشی نظام کو چند انسانوں کے خود اختراعی نظام کے ماتحت چلا کر معاشی ترقی کرنا چاہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ

"مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی"۔

بنظر غائر اگر جائزہ لیا جائے تو آج کی معاشی ناہمواریاں سو فی صد مغربی اصول معاشیات، سرمایہ داری، جاگیرداری، سودی نظام اور اشتراکیت کے تصادم و کشمکش کے نتائج ہیں۔

کسی قوم کی معاشی حالت کو بہتر اس وقت کہا جا سکتا ہے جب اس کے تمام افراد کو زندگی کی تمام ضروریات فارغ البالی اور سکون و اطمینان کے ساتھ میسر ہوں، ملک کی پیداوار اور آمدنی اگر زیادہ ہو تو ملک کے تمام باشندے اس کی برکات سے مستفید ہوں اور کسی کو تقسیم دولت کے معاملے میں کسی ناانصافی کی جائز شکایت نہ ہو۔ اس کے برخلاف اگر ملک کی ساری دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے اور قوم کی اکثریت بھوک اور افلاس کا رونا رو رہی ہو، امیروں کے خزانے میں دولت کے انبار پر انبار لگتے چلے جائیں اور محنت کش عوام کی جیب سے ان کے پسینے کی کمائی کا ایک ایک پیسہ سرک کر ختم ہو جائے تو خواہ ملک کی زمینیں سونا اگل رہی ہوں، یا مشینوں سے لعل و جواہر برآمد ہو رہے ہوں اسے ملک کی معاشی ترقی نہیں کہا جا سکتا، یہ وہ اجتماعی دیوالیہ پن ہے جس کی موجودگی میں کسی قوم کے پنپنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج کل ہر حکمران اپنی رعایا سے یہی وعدہ کرتا ہے کہ ان کی مملکت میں کوئی فرد و بشر بھی بنیادی ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے گا اور اس کے لیے اجتماعی بین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاقوامی کوششوں اور کاوشوں پر زور دیا گیا اور اسکیموں کی داغ بیل ڈالی گئیں، اس کے لیے باقاعدہ سماجی تحفظ اسکیم (Social Security Scheme) کا آغاز ۲۰ ویں صدی میں کیا گیا اور یورپ کو ناز ہے اس بات پر کہ اس نے کفالت عامہ (Social Security) کا تصور پیش کر کے عاجز اور درماندہ اور محتاج انسانوں پر احسان عظیم کیا ہے اور اس کار خیر کا ہیرو وہ برطانیہ کے وزیر بیوروج (Beverdge) کو گردانتے ہیں کہ اس نے ۱۹۴۲ء میں بیورو رپورٹ (Beverdge Report) دنیا کے سامنے پیش کی جس کے ذریعے اہل حاجت کی مدد کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔

اہل یورپ کے سامنے محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کا دنیا میں یہ پہلا اقدام ہے۔
ہم بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ۱۹۴۲ء میں بیورج کا یہ اقدام محتاجوں کی کفالت کے میدان میں پہلا کارنامہ ہے مگر اس وضاحت کے ساتھ کہ اہل یورپ کا یہ پہلا کارنامہ اہل یورپ کے لیے تو ہوسکتا ہے لیکن اہل اسلام کے لیے ہرگز نہیں۔ کیوں کہ اہل اسلام کا شفیق پیغمبر، رحمۃ للعالمین، محسنِ انسانیت، بیکسوں کا آسرا، غریبوں کا مشفق، بے بسوں کا مددگار و معاون، ضعیفوں کا سہارا، زیردستوں کا ماوئی اور حق پرستوں کا محسن اس کائنات میں اقامت گزیں ہر مخلوق کے لیے خواہ وہ مسلم ہو یا کافر انسان ہو یا حیوان اپنا ہو یا پرایا۔ گورا ہو یا کالا، عرب ہو یا عجم ایسی ہمدردی اور معاشی تعاون کی تعلیم ''۱۴۰۰'' سو برس پہلے دے کر اور نہ صرف تعلیم دے کر بلکہ اپنے سامنے ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر دنیا میں نافذ کر کے ''گنبد خضراء'' میں قیامت تک کے لیے آسودہ فراش ہوگیا، کہ اب تا قیام قیامت جو بھی ''انسانی کفالت'' کے میدان میں کچھ کرنا چاہے تو پہلے اس کو شاہِ مدینہ کے در دولت پر کشکول لے کر کھڑا ہونا پڑے گا۔ یورپ کا مشہور دانشور رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اس صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو اور اس کی ایسی نمایاں یادگاریں نہ ہوں جنہوں نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔'' (۱)

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے جگن ناتھ آزاد آپ ﷺ کی شان میں کہتا ہے:

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس فخر دوراں پر

☆☆

(1) Robert Briffault. The making of Humanity P.190

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بے کسوں کا آسرا، مشفق غریبوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا، زیر دستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا
سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر
پیام دوست لے کر، صادق الوعدو امیں بن کر
سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا
سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لیے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں
سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مئے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
بڑے چھوٹوں میں جس نے اخوت کی بنا ڈالی
زمانہ سے تمیز بندہ و آقا مٹا ڈالی
سلام اس پر فقیری میں پنہاں تھی جس کی سلطانی
رہی زیر قدم جس کے شکوہ و شان خاقانی
سلام اس پر جو ہے آسودہ زیر گنبد خضراء
زمانہ آج بھی ہے جس کے در پہ ناصیہ فرسا
سلام اس پر کہ جس نے ظلم سہہ سہہ کر دعائیں دیں
وہ جس نے کھائے پتھر گالیاں اس پر دعائیں دیں
سلام اس ذات اقدس پر حیات جاودانی کا
سلام آزاد کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا (۲)

☆☆

(۲) ماخوذ محسن انسانیت اور انسانی حقوق: محمد ثانی، کراچی "دارالاشاعت" ۱۹۹۹ء ص ۲۳۔ جگن ناتھ آزاد، ماہر اقبالیات صدر شعبہ اردو جموں یونیورسٹی، جموں کشمیر، انڈیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج مغربی دنیا کی طرف سے حقوق انسانی کے بھی بلند بانگ دعوے کیے جا رہے ہیں اور اسلام اور اسلامی دنیا حتیٰ کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات والا صفات کو انسانی حقوق کے حوالے سے ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ عہد حاضر میں مغربی علمبرداروں اور انسانی حقوق کے نام نہاد ترجمانوں کی جدوجہد اور تحریک کا آغاز خود ان کی اپنی تاریخی شہادتوں کی روشنی میں میگنا کارٹا (Magna Carta) (مجریہ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء جسے والٹیر ''منشور آزادی'' اور مغربی دنیا ''منشور اعظم'' قرار دیتی ہے) سے ہوا۔ مغربی دنیا کی اس تحریک کا نکتہ اختتام اور منتہائے ارتقاء اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق مجریہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو قرار دیا جاتا ہے۔

حقوق انسانیت کے ان نام نہاد علمبرداروں نے انسان دوستی، ہمدردی اور انصاف کے نام پر جو کردار ادا کیا ہے اسے انسانیت پر جنگ عظیم اول و دوم، جنگ خلیج، بوسنیا، روانڈا اور چیچنیا، اسی طرح دیگر خطوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان ممالک میں انہوں نے انسانیت کے خلاف ایسے جرائم کی تاریخ رقم کی جس کی مثال تاریخ عالم کے تاریک سے تاریک دور میں بھی ملنا مشکل ہے۔ یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے جو قومیں عہد حاضر میں حقوقِ انسانی کے پرفریب اور بلند بانگ دعوے کر رہی ہیں وہی انسانیت کا خون چوسنے میں پیش پیش ہیں۔

عراق کی مثال سامنے ہے وہاں اقتصادی پابندی کے نتیجے میں کتنے معصوم بچے ادویات کی عدم فراہمی کے باعث تڑپ تڑپ کے جان دے رہے ہیں لیکن حقوق انسانی کے علمبردار خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں اور بدستور پابندی عائد ہے۔ صرف اس جرم میں کہ یہ انسانوں کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے بچے ہیں جب کہ رحمت عالم اور انسانیت کے محسن اعظم ﷺ نے کفار کے سامنے تین راستے کھول دیے۔ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے بھائی بن جائیں یا اسلامی ریاست کے مطیع بردار شہری بن کر رہیں اور جزیہ ادا کریں۔ اس صورت میں ان کفار کی تمام تر ذمہ داریاں مسلم حکومت پر ہوں گی، ان کی عزت و آبرو مال و جائیداد کی حفاظت، جان کا تحفظ اور ان کو مکمل معاشرتی اور معاشی تحفظ اور خبر گیری اور تیسری صورت میں کہ اگر یہ دونوں باتیں وہ قبول نہ کریں تو میدان کارزار میں کفر اور اسلام کا دوٹوک فیصلہ۔ لیکن اس میدان کارزار میں بھی تعلیمات نبوی ﷺ یہ تھیں کہ صرف جنگجو سپاہیوں کو قتل کیا جائے، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بہ حفاظت گرفتار کر لیا جائے اور ان کے ساتھ ہر قسم کا بہترین سلوک روا رکھا جائے اور ان کی معاشی کفالت سرکاری خزانے سے کی جائے اور ریاست کے ہر فرد کو باعزت زندگی گزارنے دی جائے۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کون سا ایسا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام وضع کیا جائے جس سے ہم بھرپور فوائد حاصل کر کے غریب کی غربت کو دور کر سکیں اور سرمایہ دار کی دولت میں گردش اور توازن پیدا کریں۔ چناں چہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے دنیا میں مختلف قوموں نے نت نئے تجربات کیے، کہیں اشتراکیت کو اس مسئلہ کا حل تجویز کیا گیا، کہیں سرمایہ دارانہ نظام کو اس مرض کی دوا تجویز کیا گیا، کہیں سودی نظام کے ذریعے خوش حالی کی نوید سنائی گئی، کبھی بیمہ پالیسی کو نجات دارین کا درجہ دیا گیا۔ غرض یہ کہ اقوام عالم نے کون سی ایسی تدبیر تھی جس کو روبہ کار لانے میں کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔ لیکن یہ تمام کوششیں محض چند انسانی دماغوں کی فکر کا نتیجہ تھیں جس کا انجام سوائے ناکامی کے اور کیا ہونا تھا۔ ان تمام نظاموں نے دنیا کو یہی کچھ دیا جس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر کی گئی تھیں کہ غریب کی غربت اور بڑھ گئی، عوام کی دولت سمٹ سمٹ کر سرمایہ داروں کی جیبوں میں بھر گئی۔ اب ہمیں یہ جاننا کوئی مشکل نہ رہا کہ درحقیقت دنیا میں کوئی قوم کوئی ملک کوئی مذہب اپنی غریب دنیا اور محتاج اور ضرورت مند لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد نہیں۔ ہر ایک نے اپنے نظام کے پیچھے ایک ایسا خفیہ جال بچھایا کہ اپنی غریب رعایا کا قطرہ قطرہ خون بھی چوس لیا اور عوام کے بہی خواہی کے ٹھیکیدار بھی بنے رہے۔

"دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو"

ان تمام افسوس ناک پہلوؤں کے برخلاف آج سے چودہ سو برس پہلے جب کہ دنیا اس وقت سے کہیں زیادہ غیر متمدن اور ظلمت و جہالت کا شکار تھی اور میدان معاش میں حد درجہ ناہمواریاں تھیں۔ اس وقت اس دنیائے ظلمت کدہ میں ایک مذہب ہدایت کی روشنی لے کر ابھرا جس کی کرنیں تیئس "۲۳" سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کے کونے کو منور کر گئیں جسے ہم اسلام کہتے ہیں۔ اس نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معیشت کے میدان میں بھی وہ ڈنکا بجایا کہ جس کی گونج آج بھی ہم سن رہے ہیں۔ اس نے دنیا کو ایک ایسا جامع نظام دیا کہ جس کے تحت ایک انسانی معاشرے میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس میں بلا کسی تخصیص و امتیاز، معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامان معاش ہر حال میں ضرور میسر ہو جس کے بغیر عام طور پر ایک انسان نہ اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ اپنے متعلقہ فرائض صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے جو مختلف حیثیات سے اس کے ذمہ عائد ہیں اور جن کی ادائیگی پر معاشرے کے اجتماعی توازن اور عمومی امن و سلامتی کا دارومدار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گو معمولی سے معمولی شکل اور ادنیٰ سے ادنیٰ معیار پر صحیح لیکن ہر ہر فرد کو کھانے پینے کے لیے غذا، پہننے کے لیے لباس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رہنے سہنے کے لیے گھر میسر ہو اور قومی وسائل دولت اور ملکی ذرائع آمدنی پر معاشرے کے چند لوگوں کی اجارہ داری اور بالادستی قائم نہ ہونے پائے کہ ان کی مرضی کے بغیر دوسرے لوگ ان سے استفادہ نہ کر سکیں۔ اسی طرح ملکی اور قومی دولت کی گردش کا دائرہ کار چند اغنیاء اور بڑے مالدار لوگوں کے درمیان محدود نہ ہونے پائے کہ دوسرے ان کے رحم و کرم کے محتاج ہو کر رہ جائیں بلکہ وہ معاشرے کے تمام افراد تک پھیلا ہوا ہو اور خصوصاً معاشرے کے ایسے افراد جو کسی عذر کی وجہ سے میدان معاش میں دیگر لوگوں کے ہم رکاب نہ ہو سکیں بلکہ انکے رحم و کرم کے محتاج ہوں تو اس کے لیے تو اور بھی خصوصیت کے ساتھ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ معاشرے کے وہ افراد جو مسکین محتاج اور نادار ہوں اور کسی طبعی عذر مثلاً بچپنے کی وجہ سے یا بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے مثلاً کوئی نابینا ہے یا مفلوج ہے یا ہاتھ پاؤں سے معذور ہے جس کی وجہ سے کوئی معاشی کام کرنے اور اپنے لیے خود روزی کمانے کے لائق نہ ہو یا مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے حالت ایسی ہوگئی ہو تو ایسے ضرورت مند افراد کی ''معاشی کفالت'' حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں شامل ہے اور اسی طرح جو ان کے عزیز و اقرباء ہیں ان کے ذمہ ان کی کفالت ہوگی اور معاشرے کے جو دیگر مالدار لوگ ہیں وہ صدقات، زکوٰۃ اور عطیات سے ایسے افراد کی کفالت کا انتظام کریں گے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام افراد معاشرہ کے درمیان جس معاشی مساوات کو پیدا کرنا چاہتا ہے وہ یہ نہیں کہ معاشرہ کے تمام افراد کے پاس مال و دولت یکساں اور برابر ہو۔ جتنا اور جیسا ایک فرد کے پاس ہو اتنا اور ویسا ہی ہر دوسرے فرد کے پاس بھی ہو، کیوں کہ ایسی معاشی مساوات خیالی دنیا میں تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت کی دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ اسلام جو معاشی مساوات چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ مال و دولت کی کمی و زیادتی کے باوجود افراد معاشرہ کے معیار زندگی اور مظاہر معیشت میں زیادہ سے زیادہ یکسانیت اور برابری موجود ہو۔

لہٰذا وہ غنی اور مالدار لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا زائد اور اضافی مال راہ خدا اور مصارف خیر میں خرچ کر کے اللہ کی رضا و خوشنودی اور روحانی عظمت اور اخلاقی برتری حاصل کریں۔

ان اجمالی گزارشات کے بعد یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ مغربی دنیا اور بعض مسلم دانشور بھی یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ''اسلام نے کوئی معاشی نظام'' نہیں دیا ان کے خیال میں اسلام صرف نماز، روزے، حج تک کی عبادات میں محدود ہے۔ اس لیے ان کا کہنا یہ ہے کہ معیشت کے میدان میں اسلام کی طرف رجوع کرنا ہی فضول ہے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے اسلام کے نظام معیشت کی طرف لانے سے روکا جاتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اسلام نے کوئی نظام معیشت نہیں دیا انتہائی مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ معیشت کا تعلق حصول رزق اور پیدائش دولت سے ہے۔ کھانے پینے، اور پہننے اور رہنے سہنے کے لیے انتظام کیا جانا انسانی تاریخ کا اتنا قدیم عنصر ہے جتنا کہ دنیا کی تاریخ، تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اسلام آنے کے بعد ہزار سال تک (جو کہ دنیا میں اسلام کے عروج کا دور ہے) لوگ ضروریات زندگی سے محروم تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ حضرات خلفائے راشدین کا مختصر دور ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ جو نظام محض ۳۲ سال میں انہوں نے پوری دنیا میں متعارف کرا کے رائج کیا اور ۳۲ سال تک اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ قائم رہا اس کے تباہ ہونے میں تقریباً ہزار سال لگے۔ یعنی یہ کہ جو فلسفہ حیات ساتویں صدی عیسوی میں لوگوں کو ملا وہ سترہویں صدی عیسوی تک مسخ شدہ حالت میں بھی قائم رہنے میں کامیاب ہو چکا اور آج بھی اس فلسفہ حیات کی افادیت کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ دنیا کی ایک بڑی آبادی اس فلسفہ کو اپنائے ہوئے ہے اور اس کو سوفی صد اپنانے کی کوشش کر رہی ہے تو ایسے نظام کو کس طرح فرسودہ ناکام نظام کہا جا سکتا ہے؟ اسلام کے نظام معاش کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کر کے حقیقت واضح کرتے ہیں:

(۱) قرآن کا معاشی نقطۂ نظر

تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔

وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (۳)

قرآن مجید کا معاشی نقطۂ نظر جو مذکورہ آیتوں سے واضح ہو جاتا ہے یہ ہے کہ رزق اور وسائل رزق میں تفاوت بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے جسے مٹانا اور مصنوعی طور پر ایک بے طبقات سوسائٹی پیدا کرنا کسی درجہ میں بھی مطلوب ہو۔ صحیح راہ عمل یہ ہے کہ سوسائٹی کے اخلاق واطوار اور قوانین عمل کو اس انداز پر ڈھال دیا جائے کہ معاشی تفاوت کسی ظلم اور بے انصافی کا موجب

☆☆

(۳) القرآن: ۱۷: ۳۰-۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بننے کے بجائے ان بے شمار اخلاقی، روحانی اور تمدنی فوائد و برکات کا ذریعہ بن جائے، جن کی خاطر ہی دراصل خالق کائنات نے اپنے بندوں کے درمیان یہ فرق و تفاوت رکھا ہے۔ کھانے والوں کو گھٹانے کی منفی کوشش کے بجائے افزائش رزق کی تعمیری کوششوں کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے اور تنبیہ کی گئی ہے کہ اے انسان، رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے۔ جس طرح پہلے آنے والے روزی پاتے رہے بعد کے آنے والوں کو بھی وہ دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا میں کھانے والی آبادی جتنی بڑھتی گئی اتنے ہی معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے۔

گردشِ دولت

''تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔'' (۴) آیت میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں ہی میں گھومتا رہے، یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتے چلے جائیں۔ اس مقصد کے لیے سود حرام کیا گیا، زکوٰۃ فرض کی گئی، مال غنیمت میں خمس مقرر کیا گیا، صدقات کی تلقین کی گئی، مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورت تجویز کی گئیں جن سے دولت کے بہاؤ کا رخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف پھر جائے۔ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔ اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابل مذمت اور فیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا۔ غرض وہ انتظامات کیے گئے کہ دولت کے ذرائع پر مالداروں اور بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ ہو اور دولت کا بہاؤ امیروں سے غریبوں کی طرف ہو جائے۔ (۵)

☆☆

(۴) القرآن: ۵۹: ۷۔

(۵) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: حافظ محمد ثانی، کراچی: ''دارالاشاعت'' ۱۹۹۹ء ص ۱۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) نبی کریم ﷺ کا معاشی نقطۂ نظر:

سخاوت اور فیاضی نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے دو ایسے پرتو ہیں جن کی چمک سے افلاس اور محتاجی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کے محتاج خانے بھی امید اور خوشحالی کے نور سے جگمگانے لگتے ہیں۔ سخاوت اور فیاضی کے ذریعے دولت اغنیاء کے خزانوں سے نکل کر محتاج فقیر کی جھونپڑی تک پہنچ جاتی ہے۔ جدید سرمایہ دارانہ معیشت کی کتاب کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس کے دامن میں سخاوت اور فیاضی کے تابدار موتی نہ آئے۔ لہٰذا! آپ جدید سرمایہ دارانہ نظام معاشیات کی کوئی کتاب پڑھ لیں آپ اس میں سخاوت وفیاضی کے عنوانات نہ پاسکیں گے جس کی وجہ یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کا خمیر ہی بخل اور امساک سے اٹھایا گیا ہے جب کہ سخاوت و فیاضی کریمانہ اخلاق کے وہ حصے ہیں جو اللہ کریم کی راہ میں خرچ کرنے سے فقراء ومساکین کی محبت اور دنیاداری کی حقارت سے غذا پاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے سخاوت وفیاضی کے اوصاف حمیدہ کے ذریعے اپنے مال ودولت میں اپنی امت کے غریبوں اور بے نواؤں کو شامل فرمایا اور یوں گردش دولت (Circulation of Wealth) کی راہیں کشادہ کردیں اور بخل و ارتکاز دولت کی عادات رزیلہ کے مضر اثرات کا علاج فرمادیا۔

آپ ﷺ کا ساری زندگی کا یہ عمل رہا کہ جو کچھ آیا اللہ کریم کی رضا کی خاطر اللہ کریم کے محتاج بندوں پر خرچ کردیا۔ آپ نے پڑھا ہوگا کہ جب آپ ﷺ کے سامنے پہلی مرتبہ فرشتہ جبریل علیہ السلام آئے تو آپ گھبرا گئے۔ گھر تشریف لائے اور اپنی محرم راز باوفا زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے دلجوئی کے لیے دریافت فرمایا کہ اللہ کریم مجھے اکیلا تو نہیں چھوڑ دیں گے؟ تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا ''ہرگز نہیں! اللہ کریم کی قسم! اللہ کریم آپ کو بھلا کیوں رسوا ہونے دیں گے، آپ ﷺ تو کمزوروں، بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں جن کا کوئی کمانے والا نہیں آپ ﷺ انہیں کما کر کھلاتے ہیں، ناتواؤں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔'' (۶)

یہ آپ کی نبوت کے سچا ہونے کی پہلی شہادت تھی جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے دی جو

☆☆

(۶) بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۲، ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل آپ کی سخاوت اور فیاضی کی شہادت ہے۔(۷) وگرنہ آپ کی پوری حیات طیبہ غریب پروری، ناداروں کی غمگساری سے عبارت ہے۔ ان تمام معاشی پہلوؤں پر ہم آئندہ صفحات میں مفصل تحقیق پیش کریں گے جن میں اسلام کی بہترین تعلیمات کفالت کو فروغ دیا گیا ہے۔
یہاں صرف اتنا ثابت کیا گیا ہے کہ مغربی دنیا کی طرف سے یہ بے بنیاد الزام کہ اسلام کوئی نظام معیشت نہیں دیتا محض ایک فریب کاری اور دھوکہ دہی ہے اور حقائق کو مسخ کرنے کی بدترین کوشش ہے۔ معروف دانشور اور صحافی ڈاکٹر صفدر محمود اپنے ایک مضمون ''مغربی میڈیا، انسانی حقوق، اسلامی بنیاد پرستی اور ہم'' میں اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''مغربی میڈیا وقتاً فوقتاً نئے نئے شوشے چھوڑتا رہتا ہے جن کا مقصد ہماری سوچ کو متاثر کرنا اور ہماری فکر کو ایک خاص رخ پر ڈالنا ہوتا ہے۔ یاد رکھیے یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں، ذہنی غلامی کا ہے، ماضی میں جب ضعیف قوموں کو غلام اور کمزور ملکوں کو تجارتی مقاصد کے لیے کالونی بنایا جاتا تھا تو مغربی ممالک نے پسماندہ اقوام کی ایک بڑی تعداد کو اپنا غلام بنا رکھا تھا اس دور میں انسانی حقوق کا کہیں ذکر نہیں تھا، کیوں کہ انسانی حقوق کا فلسفہ مغربی استعمار کے مفادات کے منافی تھا بلکہ حقوق کا فلسفہ استعمار کے مفادات کے منافی تھا، بلکہ مغربی استعمار کی نفی کرتا تھا۔ اس طرح مغربی ممالک صدیوں تک پسماندہ ممالک کو اپنی کالونیاں بنا کر ان کے وسائل کو اپنی صنعتی و تجارتی ترقی کے لیے استعمال کرتے رہے۔ جب ان استعماری قوتوں کو آزادی کی تحریکوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر غلام ممالک سے رخصت ہونا پڑا تو اس کے ساتھ انہیں جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کا خیال آیا۔ چناں چہ انسانی حقوق کے دفاع کے لیے عالمی سطح پر انجمنیں بنائی گئیں، کل تک انسانوں کو حیوانوں سے کمتر سمجھنے والے چند ہی برسوں میں انسانی حقوق کے ٹھیکیدار بن گئے گویا پرانا شکاری نیا جال لے کر آ گیا۔'' (۸)
آج اسلام اور اسلامی دنیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات بابرکت کو انسانی حقوق کے حوالے سے ہدف تنقید بنانے والے درحقیقت تاریخی صداقت اور ایک ناقابل تردید ابدی حقیقت کو جھٹلا کر انسانیت کے خلاف اپنے سیاہ کارناموں اور تاریخ مظالم کے سفاکانہ جرائم سے توجہ ہٹا کر اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

☆☆

(۷) نبی کریم کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، اسلام آباد، مکتبہ ابوذر غفاری، ۱۹۹۰ء، ص ۳۴۴۔۳۴۵۔
(۸) روزنامہ جنگ: لاہور، ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع تحقیق

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا کہ اسلام چوں کہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس نے آج سے چودہ سو برس قبل جب کہ پوری دنیا بشمول عرب اور یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی غیر تہذیب یافتہ اور غیر متمدن تھی اور ہلاکت کے دھانے پہنچ چکی تھی۔ اس وقت اسلام نے ہر شعبہ زندگی میں وہ ان مٹ تاریخ رقم کی اور تعلیمات کا وہ ذخیرہ چھوڑا کہ دنیا چکا چوند ہو گئی اور اس طرح ایک تاریخ ساز مثالی فلاحی معاشرے کی بنیاد قائم ہوئی جس کے نقوش تابندہ کی بدولت صدیوں بعد مغربی دنیا تہذیب و تمدن کی دولت سے ہمکنار اور مہذب ہونے کی اہل قرار پائی۔ اس حقیقت کا اعتراف مشہور مغربی مورخ جان ولیم ڈریپر (John William Draper) نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

"A History of the Intellectual Development of the Europe"

وہ لکھتا ہے:

۵۶۹ء میں جسٹی نین (Justinian) کی موت کے چار سال بعد سرزمین عرب کے شہر مکہ میں وہ شخص (پیغمبر اسلام ﷺ) پیدا ہوئے جنہوں نے نسل انسانی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ (۹)

تو جب اسلام ہی وہ مذہب ٹھہرا جس نے انسانی فلاح اور بہبود کے لیے ہر میدان میں اپنا سکہ منوایا تو کیوں نہ اس کی تعلیمات کو محققانہ انداز میں پیش کیا جائے خصوصاً اسلام کا ''نظام کفالت'' کہ جس کے تحت ہر ایک انسان کی زندگی وابستہ ہے اور اہل حقوق کے ذمہ ان کے حقوق کی ادائیگی ہے یہی وہ اسلام کی خوبی ہے جس نے ہمیں اس پہلو پر تحقیق کرنے کے لیے برانگیختہ کیا کیوں کہ اسلام ہی اب بھی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو ہر ایک شخص کو کسی نہ کسی کی

☆☆

(9) Draper, John William: A History of the intellectual Development of the Europe. London, 1879, Vol 1,P299.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"معاشی کفالت" کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور یہی گردش دولت کا بنیادی عنصر ہے۔

(۱) مثلاً باپ کے ذمہ نابالغ اولاد کا نان نفقہ سکنی علاج تعلیم و تربیت ان کی شادی بیاہ۔

(۲) شوہر کے ذمہ بیوی کا نان نفقہ، سکنی لباس پوشاک اور گھریلو کام کاج کے لیے خادم، نوکر۔

(۳) بالغ اور صاحب ثروت اولاد کے ذمہ نادار والدین کی مکمل کفالت خبر گیری۔

(۴) مالدار بھائی کے ذمہ نادار غریب یا معذور بھائی بہن کی کفالت۔

(۵) مالک حیوانات کے ذمہ اپنے مویشیوں کی مکمل کفالت، ان کی ضرورت کے مطابق ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا۔

یہ تو وہ مدات ہیں یا مصارف جو واجبی اور اجباری درجہ میں داخل ہیں، ان کے بارے میں کوتاہی کرنے والے کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے نان نفقہ دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور ان مصارف میں خرچ کرنے والا اپنی "کفالتی" ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے صدقات، خیرات، زکوٰۃ یا کفارات کی مد سے پیسہ فراہم نہیں کرے گا بلکہ پاکیزہ کمائی سے ان مصارف کو برداشت کرے گا جب کہ دیگر مدات غیر واجبی اور اختیاری ہیں۔

اغنیاء کے ذمہ معاشرے کے ضرورت مند افراد کی کفالت

یتیم کی کفالت، پڑوسی کی کفالت، مہمان کی کفالت

ویسے اصولاً ایسے ضرورت مند افراد کی کفالت حکومت کی ذمے داریوں میں شامل ہے کہ مسلمانوں کا "بیت المال" ہونا چاہیے جس میں سب مسلمان بخوشی برغبت اپنا مال جمع کراتے ہوں ان اموال سے معاشرہ کے تمام ازکار رفتہ مسلم اور غیر مسلم افراد کی کفالت کی جائے۔

میراث بھی ورثاء کا ایک مالی حق ہے کہ بغیر کسی محنت کے صرف قربت کی وجہ سے ان کو کثیر مال ملتا ہے۔

اس تحقیق کے ذریعے ہر ایک صاحب حق کا "حق کفالت" اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جائے گا تا کہ مالداروں کے اموال میں جو افراد استحقاق رکھتے ہیں تو ان تک ان کا حق پہنچ سکے اور معاشرے کو عدم توازن کا شکار ہونے سے بچایا جا سکے اور جو لوگ اپنی ضروریات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفالت کافی مقدار میں نہیں پاتے تو ان کو احساس کمتری سے نکالا جاسکے۔

اہمیت، غرض و غایت

عہد حاضر میں ''معاشی'' موضوع کی اہمیت اور ضرورت اہل علم و تحقیق پر مخفی نہیں۔ آج دنیا کا بنیادی موضوع بحث ''انسانی حقوق'' (Human Rights) ہے ان حالات میں انسانی حقوق کی علمبرداری اور ترجمانی کا فریضہ اور ذمے داری مغربی دنیا کی جاگیر تصور و باور کرائی جاتی ہے اور مغربی دنیا اپنے تئیں انسانی حقوق کی علمبردار اور ترجمان ظاہر کرتی ہے۔ اس حوالہ سے اقوام متحدہ کے نام نہاد منشور انسانی حقوق مجریہ دسمبر ۱۹۴۸ء کی تشہیر صبح و شام کی جارہی ہے۔ اس طرح عاجز و درماندہ محتاج انسانوں پر احسان کرنے کے لیے برطانوی وزیر بیورج نے (Beveridge) جو ۱۹۴۲ء میں بیورج رپورٹ پیش کر کے محتاجوں کو کچھ دینے کی اپیل کی تھی۔ اس کی تشہیر اور پروپیگنڈہ کے لیے تمام تر اشاعتی اور ابلاغی اور تشہیری ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے اس کی خوب خوب تشہیر کرائی گئی جب کہ اس کا نفاذ عملاً ناکام رہا۔ ان حالات کے پیش نظر جب کہ یورپ کو ناز ہے انسانی ہمدردی پر اور فخر ہے اپنے سرمایہ دارانہ نظام پر اور سودی پالیسیاں عام کرنے پر۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے اللہ رب العزت نے جو آسمانی ہدایات ہم تک پہنچائی ہیں ان کو محققانہ انداز میں یکجا کر کے ان کی اہمیت اور فوقیت دیگر مذاہب و نظاموں پر ثابت کردی جائے اور ان کو دنیا میں عملاً نافذ کرادیا جائے۔ چناں چہ ہم بہ بانگ دہل یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے جو انسانی ہمدردی کی تعلیم دی خصوصاً معاش جو کہ جینے کے لیے ہر ایک کا بنیادی حق ہے تو اس کے لیے جو یہ ''نظام کفالت'' قائم کیا آج بھی کوئی نظام، کوئی مذہب، کوئی قوم اس کے ''نظام کفالت'' کے مقابلے میں ایک عشر عشیر بھی پیش نہیں کرسکتا، نہ ماضی میں کیا اور نہ ہی مستقبل میں کرے گا۔ چناں چہ اس تحقیق کے ذریعے ہم نے دیگر نظاموں اور مذاہب کے ''نظام نفقات اور کفالت'' کی تحقیق کر کے ''اسلام کے نظام کفالت'' کے ساتھ تقابل کر کے تنقیدی تجزیہ پیش کیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ وہ بہی خواہان قوم جو انسانی ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کا خون چوس رہے ہیں اور انسانیت اپنی دولت ان کے قدموں میں ڈھیر کر رہی ہے تو اندر سے یہ سب کتنے کھوکھلے اور غدار ہیں اور اسلام جو تعلیم دیتا ہے وہ کتنی دور رس ہے، خدا ترسی کا جذبہ، غریب پروری کا درس، اخوت و ہمدردی کا نمونہ، یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اس کی تعلیم کے عنصر ہیں جن کی وجہ سے آج بھی اہل بصیرت کے سامنے ان حقائق اور تعلیمات کی اہمیت اور افادیت روز روشن کی طرح واضح ہے اور اس کی تمام تعلیمات افراط اور تفریط سے منزہ اور ایک دوسرے سے اس قدر مربوط اور منظم ہیں جس طرح کسی کل کے اجزاء مقصد کل کے تحت باہم دگر مربوط منظم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان تعلیمات کے مجموعے کو لفظ نظام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا معاشرت، معیشت اور سیاست سے متعلق اسلام کی جو عملی تعلیمات ہیں ان کا دوسری تعلیمات سے جو ایمانی عقائد اور دینی عبادات سے تعلق رکھتی ہیں ایسا تعلق ہے جیسا کسی عمارت کے اوپر کے حصے کا اس کی بنیادوں یا کسی درخت کے اوپر کے حصہ کا اس کی جڑوں سے ہوتا ہے۔

ترتیب وتحقیق

اس مقالہ کی تحقیق میں جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

ایک تو یہ مبسوط مقدمہ ہے اور مقالہ کے آخر میں اختتامیہ ہے، اس کے علاوہ یہ مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جن میں مختلف فصلیں بھی قائم کی گئی ہیں۔

باب اول میں قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں کفالت کی تحقیق کی گئی ہے۔

باب دوم میں نبی کریم ﷺ کے کفالت کے میدان میں قولی و عملی کردار کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

باب سوم میں صحابہ کرامؓ کا مواخات میں بے مثال کفالتی کردار پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم جو چار فصول پر مشتمل ہے اس میں عہد خلفائے راشدینؓ کے نظام کفالت کی تحقیق کی گئی ہے۔

باب پنجم میں مستحق مردوں کے لیے اسلام کے نظام کفالت کا تجزیہ اور تحقیق کی گئی ہے۔

باب ششم میں خواتین، بچوں اور حیوانات کے نظام کفالت کا تفصیلی جائزہ اور تحقیق کی گئی ہے۔

باب ہفتم میں اسلامی حکومت کے ذرائع آمدن جن کے ذریعے وہ اپنی رعایا کی کفالت کرے گی تو ان ذرائع آمدن یعنی محاصل کی تحقیق کی گئی ہے۔

باب ہشتم میں منتخب ادیان و مذاہب اور نظام ہائے معیشت کی تحقیق کر کے اسلام کے نظام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفالت سے اس کا تقابل کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کے نظام کفالت کے علمی اور عملی ذخیرہ کے سامنے دیگر تمام مذاہب کے نظام ہائے کفالت کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کے سامنے چراغ جلانا اور الحمدللہ آج بھی چودہ سو برس بعد اسلام کے نظام کفالت کی بالا دستی برقرار ہے اور تا قیام قیامت کوئی نظام اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

اب ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مسلم امہ اسلام کی تعلیم کفالت کو اپنے ممالک میں سرکاری سطح پر رواج دے اور اس نظام کفالت کا عملی نفاذ کرے تاکہ خلق خدا سکھ چین کی زندگی بسر کر کے اسلامی تعلیمات سے بھرپور مستفید ہو سکے۔

مبادیات

تعریف:

کسی بھی تحقیق کا نقطۂ آغاز اس علم کی لغوی اور اصطلاحی تعریفات کے ذریعے ہوتا ہے تاکہ اس فن یا علم میں کامل بصیرت حاصل ہو سکے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظام کفالت کی تحقیق میں جانے سے قبل لفظ کفالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کر دی جائے۔ علم فقہ کے اندر ضروریات انسانی کی تکمیل کے لیے عموماً تین الفاظ متقارب المعنی استعمال ہوتے ہیں۔

(۱) کفالت (۲) نفقات (۳) حوائج

کفالت

(۱) ک۔ فا۔ لت (ع۔ ا۔ مث) اس کے لغوی معنی آتے ہیں، ذمے داری، ضمانت، ضامنی، بار اٹھانا۔(۱۰)

علامہ شامیؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

هى لغة الضم قال تعالىٰ و كفلها زكريا اى ضمها الىٰ نفسه وقال عليه الصلوٰة والسلام "انا و كافل اليتيم كهاتين" اى ضام اليتيم الىٰ نفسه (۱۱)

☆☆

(۱۰) فیروز اللغات: فیروز الدین، کراچی، فیروز سنز، ص ۱۰۱۷۔

(۱۱) ردالمختار: محمد ابن عابدین، کراچی، "ایچ۔ ایم سعید کمپنی"۔ (س۔ن)، ص ۲۸۱، ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: لغت میں اس کے معنیٰ ملا لینے کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور زکریا نے اس کی کفالت کی یعنی اس کو اپنے ساتھ ملا لیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے میں اور یتیم کا کفیل ان دونوں (انگلیوں) کی طرح قریب ہوں گے تو معنیٰ یتیم کو اپنے ساتھ ملا لینے والا ہے۔''

اور اصطلاحی تعریف صاحب درمختار نے یہ بیان کی ہے:

وشرعاً (ضم ذمة) الكفيل (الیٰ ذمة) الا صيل (۱۲)

یعنی شرعاً کفالت اس کو کہتے ہیں کہ اصیل سے ہٹا کر کفیل کے ذمہ کوئی کام ڈال دینا۔ یا اصیل سے مطالبہ میں کسی اور کو بھی ذمہ دار ٹھہرا دینا۔''

ایک ہوتی ہے ''کفالت المال'' یعنی مال کی ذمے داری اٹھانا۔ یا ایسی دستاویز جس کے ذریعے سے کوئی شخص اقرار کرے کہ میں قانوناً ذمہ دار ہوں۔

دوسری ہوتی ہے ''کفالت خاص'' کسی شخص کا کسی چیز کے نہ دینے یا رکھ چھوڑنے کا اس بناء پر دعوے دار ہونا کہ اس مذکورہ چیز پر محنت یا روپیہ صرف کیا ہے۔

ضمانت کی دستاویز یا ضمانت نامہ کو ''کفالت نامہ'' بھی کہتے ہیں۔ (۱۳)

''تکفیل'' کے معنیٰ بھی پرورش کرنا، ضمانت دینا، کسی پر خرچ کرنا ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوئی کہ مکفول کی کفالت کیوں کہ ''کفیل'' کے ذمہ ہے اس لیے نان نفقہ پر بھی اسی کفالت کا اطلاق کیا جاتا ہے کیوں کہ کفیل اپنے زیر کفالت افراد کو کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر اخراجات میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور ان کی پرورش اور خبر گیری کرتا ہے۔

تو اس پرورش اور خبر گیری اور اپنے ساتھ ہر چیز میں ملا لینے کی وجہ سے یہ شخص ''کافل'' یا ''کفیل'' کہلائے گا۔ اور جن کی یہ کفالت کرتا ہے وہ ''مکفول'' کہلائیں گے اور یہ عمل ''کفالت'' کہلائے گا۔

☆☆

(۱۲) ردالمحتار: ابن عابدین شامی، محولہ سابقہ، ص ۲۸۱، ج ۵۔

(۱۳) فیروز اللغات: فیروز الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۰۱۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفقہ:

دوسری اصطلاح جو "کفالت" کے ہم معنیٰ استعمال ہوتی ہے وہ "نفقات" ہے اور عام طور پر فقہاء نے "کفالت" کے باب کو "باب النفقات" ہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ لغوی تعریف اس کی یہ ہے کہ ن۔ف۔ق۔ۃ، بمعنیٰ خرچ کرنا اپنے عیال پر۔

صاحب بحر ابن نجیمؒ نے اس کی لغوی تعریف اس طرح کی ہے:

ھی فی اللغة ما ینفق الانسان علیٰ عیالہ و نحو ذالک (۱۴)

ترجمہ: لغت میں (نفقہ) اسے کہتے ہیں جو کہ انسان اپنے اہل وعیال یا دیگر پر خرچ کرے۔"

صاحب بحرؒ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ "نفقہ" کا مادہ اشتقاق نفوق بمعنیٰ ہلاک اور نفق یا نفاق نہیں ہے بلکہ یہ اسم ہے اس شئی مخصوص کا جو کہ آدمی اپنے اہل خانہ پر خرچ کرے۔ اس کی جمع "نفقات" آتی ہے اور اس خرچ کرنے کے عمل کو "انفاق" کہا جاتا ہے۔

اصطلاح شرح میں "نفقہ" کا اطلاق ہوتا ہے۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کے انتظامات پر۔

چناں چہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

واما فی الشریعة فذکر فی الخلاصة قال ھشام سألت محمداً عن النفقة، قال النفقة ھی الطعام والکسوۃ والسکنیٰ (۱۵)

ترجمہ: "اور اصطلاح شریعت میں اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے صاحب خلاصہ نے یہ ذکر کیا کہ ہشام نے امام محمدؒ سے سوال کیا، "نفقۃ" کے بارے میں (کہ وہ کیا ہے) تو انہوں نے جواب دیا کہ "کھانا"، "کپڑا" اور "رہائش" یہ نفقہ ہے۔"

یعنی نفقہ کے اندر یہ تین اشیائے ضروریہ داخل ہیں۔ کیوں کہ یہ تینوں ایسی بنیادی ضروریات ہیں کہ اس کے بغیر کوئی بھی متنفس پرسکون زندگی گزارنے کا مجاز نہیں ہوسکتا۔

☆☆

(۱۴) البحر الرائق: شیخ زین الدین ابن نجیم، کوئٹہ، "مکتبہ رشیدیہ" (س۔ن) ص ۱۸۳۔ ج ۴۔

(۱۵) البحر الرائق: ابن نجیم، محولہ سابقہ، ص ۱۷۳، ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوائج:

تیسری ''کفالت'' کے ہم معنیٰ اصطلاح ''حوائج'' کی ہے۔ یہ ''حاجۃ'' کی جمع ہے، بمعنیٰ ضرورت۔

''علامہ قرطبیؒ نے لفظ حاجت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

کل مایجد الانسان فی صدرہ مما یحتاج الٰی ازالتہ فھو حاجۃ

ترجمہ: ''ہر وہ چیز جس کے ازالے کی ضرورت انسان اپنے دل میں محسوس کرتا ہو، حاجت ہے۔''(۱۶)

لغوی تعریف اس کی یہ ہے:

وھو یطلق علیٰ ما اکرہ علیہ وعلیٰ ماتدعو الحاجۃ الیہ دعاء قویا کالا کل عند المخمصۃ(۱۷)

ترجمہ: ''اور اس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جس پر انسان کو مجبور کر دیا جائے اور ہر اس حاجت پر جس کی طرف انسان کو شدید داعیہ ہو جیسے بھوک کی بیتابی میں کھانے کی ضرورت۔''

ان حوائج کی تعریف بھی معلوم ہونی چاہیے کہ آخر کون سی حوائج ناگزیر اور لابدی ہیں کہ جو ہر انسان کے لیے مہیا کی جائیں تو اس کی جامع اور مانع تعریف اصول التشریع الاسلامی میں یوں بیان کی گئی ہے:

المقاصد الضروریۃ وھی التی تتوقف علیھا حیاۃ الناس الدینیۃ والدنیویۃ بحیث لو فقدت اختلت الحیاۃ فی الدنیا(۱۸)

ترجمہ: ''مقاصد ضروریہ وہ ہیں جن پر لوگوں کی دینی اور دنیاوی زندگی کا انحصار ہو اور اس حیثیت سے کہ اگر وہ مقاصد فوت ہو جائیں تو انسان کی دنیاوی زندگی مختل ہو کر رہ جائے۔''

چوں کہ میرے مقالہ میں جو تحقیق ہوگی وہ انہیں تین شعبوں کے حصار میں رہ کر ہوگی۔ اس لیے ان تینوں متقارب المعنیٰ اصطلاحات کی لغوی اور شرعی تعریفات بیان کر دی گئیں۔

☆☆

---

(۱۶) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: حافظ محمد سعد اللہ لاہور، ''اقبال پبلشنگ کمپنی'' ۱۹۹۹ء ص ۲۱۔

(۱۷) اصول التشریع الاسلامی: علی حسب اللہ، کراچی، (س۔ن) ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامی، ص ۲۶۰

(۱۸) اصول التشریع الاسلامی: علی حسب اللہ، محولہ سابقہ، ص ۲۶۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ اوّل

قرآن کریم میں کفالت کی تعلیم

قرآن حکیم اللہ کی وہ آخری کتاب ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے اللہ نے مسلمانوں کو راہنمائی عطا فرمائی ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جس چیز پر انسانی حیات کا انحصار ہو اس سے کلام الٰہی ساکت رہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط وضبط، حقوق کی ادائیگی، ایک دوسرے پر مال خرچ کرنے اور اس پر مستحق اجر ہونے کی بشارات دی گئیں ہیں تاکہ معاشرہ کے افراد باہمی ہمدردی اور تعاون کے ذریعے خوشحال معاشی زندگی بسر کر سکیں اور ان تمام ترغیبات وتعلیمات کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا اسلامی اور انسانی معاشرہ قائم ہو جس کے ذریعے مملکت کے ہر فرد وبشر کو ممکنہ صورت میں اسباب معاش میسر ہوں جن کے بغیر عام طور پر انسان کی زندگی پرسکون گزارنا دشوار ہو کیوں کہ ایسی صورت میں وہ فرد اپنے متعلقہ فرائض صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا جس سے معاشرے کے اجتماعی توازن اور عمومی امن وسلامتی میں بڑا خلل واقع ہو سکتا ہے۔ لہٰذا معاشرے کے ہر ہر فرد کو خواہ انتہائی کفایت شعاری کے ساتھ ہی صحیح لیکن ایک جامع نظام کے تحت کھانے پینے کے لیے غذا، غلہ، اناج، پانی، تن ڈھانپنے کے لیے لباس پوشاک اور سر چھپانے کے لیے گھر میسر ہونا اشد ضروری ہے اور ایسا ناممکن ہے کہ ہر فرد دنیا میں وجود پاتے ہی ان تمام اسباب معاش کا بندوبست کرے۔ اس لیے اللہ نے یہ ذمے داریاں معاشرے کے مختلف افراد پر حسب ضرورت اور حسب مرتبہ تقسیم فرما دیں جس کو ہم ''کفالت'' کی ذمے داری کہتے ہیں۔

کہیں ماں باپ پر اولاد کی کفالت واجب فرمائی، کہیں اولاد پر ماں باپ کی ''کفالت''، کہیں یتیم کی کفالت، کہیں فقراء ومساکین، مسافرین ومجاہدین کی کفالت، کہیں معذورین کی کفالت، کہیں حکمران کے ذمہ اپنی رعایا کی کفالت۔ غرض یہ کہ قرآن کریم ''نظام کفالت'' کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم سے لبریز ہے اور جو فرد اپنی کفالتی ذمے داریاں پوری نہیں کرتا اس کے لیے شدید عذاب کی وعیدیں ہیں۔ آیئے قرآن کریم میں ''کفالت'' کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

قرآن کریم میں انفاق کی تعریف

قرآن کریم کی ابتدائی دوسری سورت اور اس کی بھی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۱۹)

ترجمہ: اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے وہ (اہل ایمان) خرچ کرتے ہیں، اس انفاق سے کوئی اپنی من مانی راہوں میں خرچ کرنا مراد نہیں لے سکتا۔ بلکہ مال کا استعمال یا انفاق خواہ اپنی ذات کے لیے ہو یا اہل وعیال پر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلامی انفاق اسی وقت قرار پائے گا جب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ و رضا کی نیت یعنی احکام شریعت کے مطابق اور فلاح آخرت کے مدنظر ہو۔ (۲۰) قرآن کریم کی اسی سورت میں آگے چل کر پورے دو رکوع میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور اس کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔

رکوع نمبر ۳۵ و نمبر ۳۶ قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ انفاق ایسی چیزوں کا نہ ہو جو خود کو پسند نہ ہوں جیسے پھٹے پرانے کپڑے، گلا سڑا اناج، باسی کھانا اگرچہ یہ چیزیں بھی اگر ضرورت سے فاضل ہوں اور کوئی حاجت مند ان چیزوں سے اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہو تو بجائے اس کے کہ ان چیزوں کو کچرے میں پھینک دے تو ان ضرورت مندوں کو دیدے لیکن رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو: اپنی کمائی میں سے عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

☆☆

(۱۹) القرآن: ۲:۳

(۲۰) تجدید معاشیات: عبدالباری ندوی، لاہور، ''مکتبہ اشرفیہ'' سن ندارد، ص ۱۲۳۔

(۲۱) القرآن: ۲:۲۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ قرابت واہلِ حاجت کی کفالت:

قرآن حکیم میں قرابت دار، فقراء، مساکین، مسافرین، سائلین اور قیدیوں پر خرچ کی تعلیمات بھی جابجا ملتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (۲۲)

ترجمہ: جو مال خرچ کرے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے میں۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ (۲۳)

ترجمہ: پس اے مخاطب تو قرابت دار کو اس کا حق ادا کر اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے، یہ چیزیں بہت بہتر ہیں اللہ کی رضا جوئی کرنے والوں کے لیے۔

مندرجہ بالا آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اہل حاجت پر انفاق بر سبیل استحقاق ہے۔اللہ نے اس کے مال میں ان لوگوں کا حق رکھا ہے جو انہیں دلوا رہے ہیں۔

چناں چہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (۲۴)

ترجمہ: اور جن کے مالوں میں ایک معلوم حق ہے جو کھلم کھلا اپنی حاجت کے لیے مانگنے والوں کے لیے بھی ہے اور جو حاجت مند تو ہیں لیکن کسی سے مانگتے نہیں ان کے لیے بھی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ غنی کے مال کا ایک متعین حصہ اہل حاجت کے لیے مخصوص ہے تو اس کا استحقاق بنتا ہے تا کہ اس کی بھی کفالتی ذمے داریاں پوری ہوسکیں۔

☆☆

(۲۲) القرآن:۲:۱۷۷۔

(۲۳) القرآن:۳۰:۳۸۔

(۲۴) القرآن:۷۰:۲۴-۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح قرابت بھی ایک وجہ استحقاق ہے اس میں بھی ایک دوسرے کے مال میں حسب ضرورت نفقہ کا حصہ صاحب حق کو ملنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۲۵)

ترجمہ: اور جس کا بیٹا ہے اس کے ذمے (یعنی والد کے ذمے) ان کی ماؤں کا کھانا کھلانا اور ان کے لباس کا بندوبست کرنا عام دستور کے موافق ہے۔ یعنی نومولود کی ماں کی کفالت، اس کا نفقہ، لباس پوشاک، نومولود کے باپ کے ذمے ضروری ہے اور رہائش کا بندوبست بھی شوہر پر ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ (۲۶)

ترجمہ: اپنی بیویوں کو سکونت دو اپنے ساتھ جہاں تم خود رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔

یہ دراصل ان بیویوں کا تذکرہ ہے جن کو شوہر طلاق دے کر فارغ کرنا چاہتے ہوں تو دوران عدت ان کا نفقہ سکنیٰ لباس پوشاک سب شوہر کے ذمے ہے تو جب عدت کے دوران ان کی ''کفالتی'' ذمے داریوں کا بوجھ شوہر کے کندھوں پر ہے تو عام زندگی میں تو بدرجہ اولیٰ بیوی ان تمام سہولیات کی مستحق ہے۔ اسی آیت کے آگے اللہ تعالیٰ نے مزید احکام کفالت جاری فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (۲۷)

ترجمہ: اور اگر تمہاری بیویاں (مطلقہ) حمل سے ہوں تو وضع حمل تک ان پر تم خرچ کرو یعنی ان کا نان نفقہ ادا کرتے رہو۔

اللہ پاک نے اس نفقہ سے متعلق ایک کلیہ بیان فرما دیا کہ ''کفالت'' کی ذمہ داری پوری کرنے والے پر اپنی حیثیت سے بڑھ کر یا گھٹ کر خرچ کرنا ضروری نہیں بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق کرنا چاہیے۔

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (۲۸)

☆☆

(۲۵) القرآن: ۲: ۲۳۳۔

(۲۶) القرآن: ۶۵۔۶۔

(۲۷) القرآن: ۶۵۔۶۔

(۲۸) القرآن: ۶۵۔۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: تاکہ فراخی والا فراخی سے خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ کردی گئی ہو اسے چاہیے کہ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ اس کے پاس ہو اسی میں سے خرچ کرے کسی بھی شخص کو اس کی حیثیت سے زیادہ مکلّف نہیں بنایا گیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ (۲۹)

ترجمہ: اور ان کو (مطلقہ بیویوں کو جو عدت میں ہوں) گزران کا سامان دو مالدار اپنے معیار کے مطابق اور تنگدست اپنے معیار کے مطابق۔

اس سے ''متعہ'' مراد ہے کہ طلاق کے بعد شوہر اپنی بیوی کو کپڑے کا ایک جوڑا اور کچھ مختصر سامان بطور احسان کے دیتا ہے اس کو ''متعہ'' کہتے ہیں۔ ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''کفالت'' کی ذمے داری پوری کرنے کے لیے معاشرے کے افراد کو مکلّف بنایا ہے اور ان ذمے داریوں کا پورا کرنا بطور احسان کے نہیں بلکہ اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہے۔

اور خصوصاً اللہ نے جو مرد کو عورت کے نفقہ کا کفیل بنایا ہے تو اسی کفالت کی وجہ سے مرد کو عورت پر برتری عطا فرمائی ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۳۰)

ترجمہ: مرد عورتوں پر حکمران ہیں بوجہ اللہ کی طرف سے جو بعض کو بعض پر برتری دی گئی ہے اور بوجہ اس کے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

یعنی شوہر اپنی بیوی کا نفقہ برداشت کرتا ہے اور اس پر خرچہ کرتا ہے اور مہر ادا کر کے اس سے شادی کرتا ہے تو ان بنیادی وجوہات کی بناء پر مرد عورت پر فضیلت کا حامل ہے اور مرد کی ذمے داری میں داخل ہے کہ وہ اپنی عورت پر اپنا مال خرچ کر کے اس کی تمام بنیادی ضروریات کا بندوبست کرے۔

والدین کا جہاں تک تعلق ہے تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اپنی عبادت کے ساتھ

☆☆

(۲۹) القرآن: ۲: ۲۳۶۔

(۳۰) القرآن: ۴: ۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدین پر احسان کا حکم یکجا صادر فرمایا ہے جس سے والدین کے مرتبہ کی قدر و قیمت اجاگر کرنا مقصود ہے اور حد تو یہ ہے کہ مشرک والدین کے ساتھ بھی دنیاوی معاملہ میں بھرپور احسان کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور احسان کی سب سے بڑی صورت یہی ہے کہ اب اس بڑھاپے میں وہ جب کہ خود کمانے کھانے کے قابل نہیں ہیں تو اس بے بسی کے زمانے میں ان کے کھانے پینے رہنے سہنے کا معقول بندوبست کیا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں کوئی کمی نہ کی جائے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْکِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلاً کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْراً (۳۱)

ترجمہ: تیرے پروردگار نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر بڑھاپے کی حالت میں ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تجھ تک پہنچیں تو تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ ہی ان کو جھڑکنا، اور ان کے ساتھ نرم گفتگو کرنا اور ہر وقت ان کے لیے اپنے بازو کو رحمت سے جھکائے رکھنا اور ان کے لیے یوں دعا گو رہنا، ''اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرمائیے جیسا کہ ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش فرمائی۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (۳۲)

ترجمہ: (اے انسان) میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ۔

اسی آیت میں آگے چل کر فرمایا:

وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفاً (۳۳)

ترجمہ: اور دنیا میں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

والدین کے ساتھ احسان اور نیک برتاؤ کی تشریح نظام النفقات میں اس طرح کی گئی ہے:

ومن الاحسان الی الوالدین ان یقوم الولد بما یحتاجان الیہ من نفقۃ

☆☆

(۳۱) القرآن ۱۷: ۲۳-۲۴۔

(۳۲) القرآن ۳۱: ۱۴۔

(۳۳) القرآن ۳۱-۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکسوۃ وسکنیٰ وسائر حاجات المعیشۃ ومن المصاحبۃ بالمعروف و مواساتھما والقیام بحاجتھما (۳۴)

ترجمہ: احسان یہ ہے کہ بیٹا والدین کے لیے تمام ان نفقات کا انتظام کرے جن کی والدین کو ضرورت ہے ان کا خرچہ اور لباس پوشاک اور رہائش اور تمام معاشی ضروریات کی کفالت کرے اور اچھے برتاؤ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرے اور ان کی تمام ضروریات کا بندوبست کرے۔

صاحب بحرؒ نے ''معروف'' کی تشریح یوں فرمائی ہے:

ولیس من المعروف ان الابن یعیش فی نعم اللّٰہ تعالیٰ ویتر کھما یموتان جوعاً (۳۵)

ترجمہ: اور نیکی یہ نہیں ہے کہ بیٹا تو اللہ کی نعمتوں میں زندگی بسر کر رہا ہو اور ماں باپ کو بھوکا مرتا ہوا چھوڑ دے۔

والدین کی ''کفالت'' کی یہ تعلیم صرف مسلمان والدین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مشرک اور کافر اور ظالم ماں باپ سب کا یہی حکم ہے۔ اس طرح دادا، دادی، درجہ بدرجہ اوپر تک اور نانا، نانی درجہ بدرجہ اوپر تک وہ سب بھی والدین کے حکم میں شامل ہیں۔ ان کی احتیاج کے وقت ان کی ''کفالت'' بھی اولاد کی اولاد پر واجب ہے اور ان کے ساتھ بھی والدین کی طرح نیکی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ (۳۶) اور انفاق نفلی میں ترجیح والدین کو حاصل ہے کہ اگر انسان اپنی اضافی دولت کو اچھی جگہ خرچ کرنا چاہے تو سب سے پہلا حق والدین کا ہے پھر دیگر اقرباء حسب مراتب انفاق کے مستحق ٹھہریں گے۔

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (۳۷)

ترجمہ: (مسلمان) لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ (نفلی طور پر) کیا (اور کہاں) خرچ کیا کریں آپ فرمادیجیے تم لوگ جو کچھ خرچ کرنا چاہو اپنے مال سے تو وہ حق ہے ماں باپ

☆☆

(۳۴) نظام النفقات فی الشریعۃ الاسلامیہ: احمد ابراہیم ابراہیم، قاہرہ، ''المطبعۃ السلفیۃ'' ۱۳۴۹ھ ص ۵۱۔

(۳۵) البحر الرائق: زین الدین ابن نجیم بحولہ سابقہ، ص ۲۰۵، ج ۴۔

(۳۶) بدائع الصنائع: علاؤالدین کاسانی، کراچی، ایچ۔ ایم سعید کمپنی ۱۴۰۰ھ، ص ۳۱، ج ۴۔

(۳۷) القرآن: ۲: ۲۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رشتہ داروں کا۔

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں واجبی انفاق کی صورت میں وہ افراد مستثنیٰ ہیں جن کی ''کفالت'' اس شخص پر واجب ہو، مثلاً والدین یا اولاد کو مدز کوٰۃ سے دینا جائز نہیں کیوں کہ یہ افراد اس کی زیر کفالت ہیں۔ صرف ان پر نفلی طور پر بطور احسان کے اپنے پاکیزہ مال سے خرچ کرسکتا ہے اور یہ تمام تعلیمات بھی اس وقت ہیں جب والدین یا بالغ اولاد نادار اور غریب ہوں اور تعاون کے محتاج ہوں اور جس کے ذمہ کفالت واجب ہے وہ بھی مالدار ہو، ورنہ اگر صورت حال برعکس ہو تو کفالت واجب نہیں ہے کیوں کہ جب ایک شخص خود امداد کا مستحق ہے تو دوسرے کی کیا کفالت کرے گا۔

عدمِ انفاق پر قرآنی وعیدیں

قرآن کریم میں جہاں انفاق فی سبیل پر مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے مختلف بشارتیں سنائی گئیں ہیں وہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کو سخت الفاظ میں وعیدات بھی سنائی گئی ہیں تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ مال خرچ کرنا یا نہ کرنا ہمارے اپنے اختیار میں ہے بلکہ ان کو اس بات کا احساس دلانا مقصود ہے کہ جو مال اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں دوسروں کا حصہ بھی ہے اگر تم وہ حصہ ادا نہیں کررہے تو گویا اہل حق کا حق غصب کررہے ہو جس کی سزا آخرت میں بھگتنی پڑے گی۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (۳۸)

ترجمہ: جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو خوشخبری سنا دیجیے ایک دردناک عذاب کی جس دن کہ ان کی (جمع پونجی) کو پہلے آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں (پہلوؤں) اور پشتوں کو داغا جائے گا اور (توبیخاً کہا جائے گا) یہ ہے وہ سب کچھ جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کرکے رکھا تھا سو اب تم اپنے جمع کیے ہوئے کا مزہ چکھو۔

☆☆

(۳۸) القرآن:۹: ۳۴۔۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (ط) وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (۳۹)

ترجمہ: جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی کا حکم کرتے ہیں اور اللہ نے جو دولت ان کو عطا فرمائی ہے اس کو چھپاتے ہیں (تاکہ کوئی ضرورت مند مانگ نہ لے) اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ان آیات میں اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے اظہار ناراضگی ہے جن کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا تاکہ یہ لوگ دوسرے حاجت مند افراد کی بھی ''کفالت'' کر سکیں لیکن ان لوگوں نے اس مال کو چھپا چھپا کر جمع کرنا شروع کر دیا تاکہ مال میں اضافہ ہی ہوتا رہے اور کمی واقع نہ ہو اور چھپایا اس لیے تاکہ کسی ضرورت مند کی ضرورت کے آڑے وقت میں ہم سے توقع نہ کی جائے کہ ہم اس کی امداد کریں کیوں کہ لوگوں کو تو معلوم ہی نہ ہوگا کہ اس کے پاس دولت ہے۔ لہٰذا ہماری دولت خرچ ہونے سے بچ جائے گی۔ قرآن حکیم میں ہی ان کے بخل کی ایک تاویل باطل بھی مذکور ہے کہ اپنے مال کو بچانے کے لیے کہتے تھے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ (۴۰)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خرچ کرو اس میں سے جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں اللہ اگر خود چاہتا تو کھلا سکتا تھا۔

اپنے مال کو کسی غریب کے نفقہ پر خرچ کرنے سے گریز کے لیے کافروں نے ایسی بھونڈی تاویل تلاش کی تھی اللہ نے ایسے لوگوں کے لیے فرمایا ہے:

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ (۴۱)

ترجمہ: اور ان پر کیا (گراں) تھا کہ کاش وہ ایمان لے آتے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور خرچ کرتے جو کچھ اللہ نے انہیں عطا کیا ہے۔ ان کے ساتھ ذلت آمیز سلوک بھی ایسا ہی کیا

☆☆

(۳۹) القرآن: ۴: ۳۷۔

(۴۰) القرآن: ۳۶: ۴۷۔

(۴۱) القرآن: ۴: ۳۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا ان کے بارے میں حکم ہوگا:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (۴۲)

ترجمہ: پکڑو اس (ظالم) کو اور اس کے گلے میں (ذلت کا) طوق پہنا دو پھر دوزخ کی آگ میں داخل کر دو پھر اس کو ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو بے شک یہ وہی ہے جو اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہ لایا تھا اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے پر برانگیختہ کرتا تھا۔

علامہ زمخشریؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

دليلان قويان على عظم الجرم في حرمان المسكين

احدها: عطفه على الكفر و جعله قرينة له

والثاني : ذكر الحض دون الفعل ليعلم ان تارك الحض بهذه المنزلة فكيف بتارك الفعل (۴۳)

ترجمہ: مسکین کو حق (کفالت) سے محروم رکھنے کے جرم کی بڑائی بیان کرنے میں دو مضبوط دلیلیں موجود ہیں:

پہلی دلیل: مسکین کے حق کو ایمان نہ لانے پر عطف کیا اور اس سے متصل ذکر کیا۔

دوسری دلیل: یہاں صرف مسکین کو کھانا کھلانے پر برانگیختہ نہ کرنے کا جرم ذکر کیا تا کہ معلوم ہو سکے کہ جب کسی دوسرے کو مسکین کے کھانا کھلانے پر برانگیختہ نہ کرنا اتنا بڑا جرم ہے تو مسکین کو خود کھانا نہ کھلانا کتنا بڑا جرم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں بھی تنگی معیشت کی ایک وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ تم لوگ یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو نہیں ابھارتے۔ (۴۴) اور آخرت میں جب کافروں کو داخل جہنم کر دیا جائے گا تو وہاں بھی جب مجرموں سے تبادلہ خیال ہوگا تو جنتی لوگ ان سے سوال کریں گے کہ بالآخر دوزخ میں تم کیوں کر ڈال دیے گئے تم نے کون سا ایسا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے آج یہ نوبت آئی ہے تو وہ منجملہ چند وجوہات کے ایک وجہ

☆☆

(۴۲) القرآن: ۶۹: ۳۰ تا ۳۴۔

(۴۳) تفسیر کشاف: علامہ زمخشری، کراچی، "کتب خانہ مظہری" بلا سن طباعت، ص ۵ تا ۶، ج ۴۔

(۴۴) القرآن: ۸۹: ۱۷۔ ۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بیان کریں گے:

وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ (۴۵)

ترجمہ: اور (ہمارا ایک جرم یہ بھی تھا کہ) ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

قرآنی تعلیمات کا نچوڑ یہی ہے کہ اللہ نے جس شخص کو مال کی نعمت سے نوازا ہے تو اس کے مال میں فقراء مساکین کا بھی حق ہے جو اس کو ادا کرنا چاہیے اور یہ ادائیگی اس کے حق میں ہی بہتر ہے ورنہ آخرت کا دائمی عذاب اس کا منتظر ہے جو اس کے لیے سراپا باعث ہلاکت ہے۔

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (۴۶)

ترجمہ: اور ہرگز بھی وہ لوگ گمان نہ کریں جو اللہ کے دیے ہوئے مال میں بخل کرتے ہیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے عنقریب یہ بخل کردہ مال ان کے گلے کا قیامت کے دن طوق بنے گا۔

☆☆

(۴۵) القرآن: ۸۴:۴۴۔

(۴۶) القرآن: ۳:۱۸۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث شریف میں کفالت کی تعلیم

فصلِ اوّل

نبی کریم ﷺ کی ''کفالت'' کے میدان میں قولی تعلیمات:

نبی کریم ﷺ جنہیں اللہ پاک نے ''رحمۃ للعالمین'' کے خطاب سے نوازا ہے اور عالم انسانیت نے آپ کو ''محسن انسانیت'' کا نام دے کر انسانوں پر آپؐ کے احسانات کا اعتراف کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی پوری حیات طیبہ انسانیت نوازی اور انسانی حقوق کی جدوجہد اور عملی نفاذ سے عبارت ہے۔ اس باب میں ہم نبی کریم ﷺ کے مقدس ارشادات کو کفالت کے حوالے سے تحقیقی انداز میں پیش کر کے اسلامی شریعت کے دوسرے ماخذ سے تائید حاصل کریں گے۔ چناں چہ ہم برکت کے لیے حدیث شریف کی مستند ترین کتاب جواصح الکتب بعد کتاب اللہ کی فضیلت کی حامل یعنی الجامع الصحیح البخاری کتاب النفقات کی پہلی حدیث سے اس بات کا آغاز کرتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اذا انفق المسلم نفقة علٰی اهله وهو يحتسبها كانت له صدقة (۴۷)

ترجمہ: ''جب کوئی مسلمان شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔''

علامہ علی قاریؒ ''اہل'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(علٰی اهله) ای : من الزوجة والاقارب (۴۸)

یعنی اہل سے مراد بیوی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہیں۔

☆☆

(۴۷) صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، کراچی ''قدیمی کتب خانہ'' ۱۹۶۱ء ص ۸۰۵، ج ۲۔

(۴۸) مرقاۃ المفاتیح: علامہ علی قاری، کوئٹہ ''مکتبہ رشیدیہ'' (س۔ن) ص ۴۲۳، ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس انفاق علی الاقارب کا عملی نفاذ بھی نبی کریم ﷺ نے کر کے دکھایا۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال لما نزلت هذه الآیة لن تنالوا لبر حتی تنفقو امما تحبون قال ابو طلحةؓ ای ربنا یسئلنا من اموالنا فاشهدک یا رسول اللہ انی قد جعلت ارضی بیر حاء للہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اجعلها فی قرابتک قال فجعلها فی حسان بن ثابتؓ وابی بن کعبؓ (۴۹)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری "لن تنالوا لبر حتی تنفقوا مماتحبون" تو ابوطلحہؓ کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار نے ہم سے ہمارے اموال کا سوال کیا ہے تو اللہ کے رسولؐ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا بیرحاء والا باغ اللہ کے لیے ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنے اقرباء میں تقسیم کردو۔ چناں چہ انہوں نے یہ باغ حضرت حسانؓ بن ثابت اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما میں تقسیم کر دیا۔"

دوسری احادیث میں تصریح ہے کہ "بیرحاء" یہ ان کا قیمتی ترین اثاثہ تھا اور مسجد نبوی کے بالمقابل تھا۔ حضور اکرم بھی یہاں تشریف لے جاتے تھے۔ چوں کہ یہاں کا پانی بہت اچھا تھا تو آپؐ نوش فرماتے تو ابوطلحہؓ نے راہ خدا میں اس کو خیرات کر دیا۔ دراصل اہل قرابت پر خرچ کرنے کے بارے میں لوگوں کا یہ گمان تھا کہ چوں کہ اس میں ایک قسم کی اپنی ذاتی منفعت وابستہ ہے شاید اس لیے اس خرچ پر ثواب کے حق دار نہ ہوں۔ لیکن اسلام نے اس نظریہ کی نہ صرف تردید کی بلکہ یہ باور کرایا کہ اقرباء پر خرچ کرنا دوہرے اجر کا باعث ہے۔ ایک ثواب تو انفاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

امام مسلمؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے خواتین اسلام کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو ان میں دو خواتین ایسی تھیں کہ ان کے شوہر ضرورت مند تھے۔ ان خواتین نے بعد میں دررسالت پر آ کر مسئلہ دریافت کیا کہ اگر ہم اپنے شوہروں پر خرچ کریں تو ثواب ہوگا تو آپؐ نے فرمایا:

لهما اجر ان اجر القرابة و اجر الصدقة (۵۰)

☆☆

(۴۹) الصحیح المسلم: امام ابوالحسن مسلم قشیری، کراچی، "قدیمی کتب خانہ" ۱۹۵۶ء، ص ۳۲۳۔ ج ا۔

(۵۰) صحیح مسلم: امام مسلم، باب فضل الصدقة علی الاقربین، محولہ سابقہ، ص ۳۲۳، ج ا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''ان دونوں کے لیے دو اجر ہیں، ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔''
امام بخاریؒ نے وجوب النفقة علی الاھل و العیال قائم فرمایا ہے۔ اس کی روایت ہے:
عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم:
افضل الصدقة ماترک غنی والید العلیا خیر من الید السّفلیٰ وابدأ بمن تعول (۵۱)
ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو مالداری کے برقرار رہتے ہوئے کیا جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال پر خرچ کرنے میں پہل کر۔''
والدین کے احسانات سب سے زیادہ اسلام نے تسلیم کیے ہیں اور ان کے حقوق بھی سب سے زیادہ ہیں تو ان حقوق کی ادائیگی کی ترتیب حدیث میں اس طرح منقول ہے کہ آپؐ سے نیکی کا برتاؤ کرنے کے لیے دریافت کیا گیا کہ کون سب سے زیادہ حق دار ہے تو آپؐ نے فرمایا:
امّک قال قلت ثم من؟ قال امّک قال قلت ثم من؟ قال امّک قال قلت ثم من؟ قال ثم اباک ثم الاقرب فالا قرب. (۵۲)
ترجمہ: ''تیری ماں حقدار ہے، راوی کہتا ہے میں نے پوچھا پھر کون ہے پھر آپؐ نے فرمایا تیری ماں، پھر میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کون ہے آپؐ نے فرمایا تیری ماں، میں نے پوچھا پھر کون ہے آپؐ نے فرمایا پھر تیرا باپ حقدار ہے اور اس کے بعد حسب مرتبہ رشتہ دار۔''
دراصل نفقات کا قانونی تصور بھی ایک عالمگیر نوعیت کا فطری اور معروف تصور ہے جو ہر انسانی معاشرہ اور قانونی نظام میں کسی نہ کسی طور ضرور پایا جاتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قانونی تصور کی بنیاد جن معاشرتی رشتوں پر قائم ہے وہ ہر معاشرے میں افراد کے مابین ضرور موجود ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض رشتے اختیاری ہیں جیسے شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواج کا رشتہ جو دونوں کے اختیار سے وجود میں آتا ہے اور بعض رشتے غیر اختیاری اور اضطراری ہیں جیسے اولاد اور والدین کے درمیان۔ ابوت اور بنوت

☆☆

(۵۱) بخاری: امام بخاری، باب وجوب النفقة علی الاھل والعیال، محولہ سابقہ، ص ۸۰۶، ج ۲۔
(۵۲) جامع الترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن سورہ الترمذی، کراچی، ''ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ابواب البر والصلۃ، ص ۱۱، ج ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رشتہ یا بہنوں اور بھائیوں کے مابین اخوت کا رشتہ یا کنبہ کے دوسرے قرابت داروں کے مابین قرابت کا رشتہ جو قدرتی عوامل کے تحت وجود میں آتے اور افراد معاشرہ کو مختلف خاندانوں، کنبوں اور قبیلوں کی شکل میں جوڑتے ہیں اور منظم کرتے ہیں۔

(۱) نکاح کے ذریعے شوہر اور بیوی کے مابین زوجیت کا جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ یعنی شوہر پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بنیادی معاشی ضروریات جیسے خوراک، پوشاک اور رہائش، اپنی مالی استطاعت اور حیثیت کے مطابق مناسب اور معروف طریقے سے مہیا کرتا رہے خواہ اس کی بیوی غنی و مالدار ہونے کی وجہ سے اس کی محتاج نہ ہو۔ (۵۳)

(۲) ولادت کے ذریعے آباؤ اجداد اور اولاد کے مابین جو رشتہ ابوت اور بنوت قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے آباؤ اجداد پر اولاد کا نفقہ اور اولاد پر آباؤ اجداد کا نفقہ واجب ہو جاتا ہے جب کہ وہ اس کے حقیقی طور پر محتاج و ضرورت مند ہوں اور نفقہ کے مکلف نفقہ کی استطاعت اور قدرت رکھتے ہوں۔ چوں کہ اس نفقہ کی بنیاد احتیاج اور ضرورت مندی ہے۔ لہٰذا جب اولاد غنی و مالدار ہو تو اس کے نفقہ کی ذمے داری باپ دادا پر عائد نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب والدین غنی اور مالدار ہوں اور اپنی معاشی کفالت خود کر سکتے ہوں تو کسی صورت میں ان کے نفقہ کی ذمے داری ان کی اولاد پر نہیں ہوتی اور شریعت ان کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتی اور اگر وہ احسان کے جذبے سے ایسا کرنا چاہیں تو ان کو اس سے روکتی بھی نہیں بلکہ مستحسن قرار دیتی ہے۔ (۵۴)

اوپر جو حدیث مبارکہ نقل کی گئی اس کا آخری جملہ "ثم الاقرب فالا قرب" اعزہ و اقارب پر خرچ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ رشتہ داروں کی کفالت بعض صورتوں میں فرض ہے اور بعض میں کار خیر ہے۔ ائمہ کرامؒ نے نبی اکرمؐ کی معاشی تعلیمات کی روشنی میں رشتہ داروں کی کفالت کی ذمہ داری فرد پر کہاں تک ہے، اس کا ایک دائرہ متعین کیا ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ صرف والدین کی کفالت کرنا فرد پر واجب قرار دیتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں فرد کو اس کے جس رشتہ دار کی وراثت سے جو مقدار وراثت میں ملے گی اس کی نسبت سے وہ اپنے اس رشتہ دار کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں رشتہ داروں کی کفالت

☆☆

(۵۳) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، کراچی، "مجلس علمی فاؤنڈیشن" ۱۹۹۷ء، ص ۲۰۸۔

(۵۴) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، بحوالہ سابقہ، ص ۲۰۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ذمہ داری کا تعلق وراثت سے نہیں بلکہ نسب اور قرابت سے ہے۔ ان آراء سے پتہ چلتا ہے کہ رشتہ داروں کی کفالت کے باب میں فقہ حنفیہ کا مسلک وسیع تر ہے اور مؤثر بھی ہے۔ (۵۵)

لڑکیوں کی کفالت پر خصوصی اجر:

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کے وجود کو چوں کہ منحوس سمجھا جاتا تھا اور معاشی تکافل کے حوالے سے باپ اس کو اپنے لیے ایک بوجھ سمجھتا تھا، یہاں تک کہ کبھی وہ اس بوجھ سے چھٹکارا پانے کے لیے اس کو زندہ در گور کر دینے سے بھی گریز نہ کرتا تھا بقول نامور فرانسیسی محقق اور مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان (Gustavelleban):

''لڑکیوں کا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کی جاتی تھی اور ان کو زندہ در گور کر دینے کی رسم بہت عام تھی۔ یہ زندہ دفن کر دینے کا حق اسی طرح حاصل تھا جیسے کتیا کے جھول کو پانی میں ڈبو دینے کا۔'' (۵۶)

علامہ محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ بعض عرب قبائل وہ تھے جو افلاس اور غربت کی وجہ سے اپنی اولاد بالخصوص بیٹیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، ایسا کرنے والے بیشتر ان قبائل سے تعلق رکھتے تھے جو غریب اور مفلوک الحال تھے۔ (۵۷)

اسلام نے سب سے پہلے اس رسم بد کا قلع قمع کیا اور قتل اولاد کو نہایت ہی قبیح گناہ شمار کیا اور دوسری جانب ان کے بارے میں ترغیبی انداز میں پرورش اور کفالت کے لیے ایسی تعلیمات دیں کہ جن کے اثرات سے مسلم اور عرب معاشرہ میں نہ صرف یہ کہ ان کا زندہ در گور کر دینا ممنوع قرار دیا گیا بلکہ ان کی کفالت کرنے والوں کو مختلف بشارتیں دی گئیں تا کہ معاشرے میں جو ان کے لیے حقارت آمیز رویہ تھا وہ ختم ہو سکے اور ایک باعزت انسان کی طرح وہ بھی دنیا میں سکھ چین کی زندگی بسر کر سکیں۔ چناں چہ اس بارے میں حضور اکرمؐ کے چند ارشادات ملاحظہ

☆☆

(۵۵) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، لاہور، ''مرکز تحقیق دیال سنگھ'' ۱۹۹۴ء ص ۳۵۳۔

(۵۶) تمدن عرب: گستاؤلی بان، مترجم سید علی بلگرامی، انڈیا، ''مفید عام آگرہ'' ۱۸۸۶ء ص ۳۷۴۔

(۵۷) بلوغ الارب فی احوال العرب: محمود شکری آلوسی، مترجم پیر محمد حسن، لاہور، ''مرکزی اردو بورڈ'' ۱۹۶۷ء ص ۵۲۶، ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں:

(١) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "مَنِ ابْتُلِیَ بِشیئٍ من البنات فصبر علیهنّ كن له حجاباً من النّار" (٥٨)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کو بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان پر استقامت کا مظاہرہ کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے ڈھال بن کر کام آئیں گی۔"

حدیث مذکور میں لڑکیوں کو "ابتلاء" سے تعبیر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام نوویؒ فرماتے ہیں:

انّما سمّی ابتلاء لانّ النّاس یکرھون البنات فجاء الشّرع بزجرھم عن ذالک و رغب فی ابقائھن وترک قتلھن بما ذکر من الثواب الموعود بہ من احسن الیھن وجاھد نفسہ فی الصبر علیھن (٥٩)

یعنی اس کو "ابتلاء" کا نام اس لیے دیا گیا کہ لوگ بچیوں کو ناپسند کرتے تھے۔ شریعت نے اس کو سخت ناپسند کیا اور ان کے قتل کے سدباب کا حکم دیا تا کہ معاشرہ میں وہ پروان چڑھ سکیں۔ اس لیے ان امتحانات میں کامیاب ہونے والوں کو یہ بشارتیں دیں تا کہ ان کی پرورش میں رغبت ہو۔

(٢) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كانت له ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی اللہ فیھن فله الجنّة (٦٠)

ترجمہ: "نبی کریمؐ نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا بہنیں ہوں پھر وہ ان کی اچھی تربیت کرے اور ان کے معاملے میں وہ اللہ سے ڈرے تو ایسے شخص کے لیے جنت ہے۔"

ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی موجود ہے "واطعمھنّ وسقاھن و کساھنّ" یعنی ان کو کھلایا پلایا اور پہنایا ہو اور ابن عباسؓ کی روایت میں جو طبرانی میں ہے یہ بھی اضافہ ہے

☆☆

(٥٨) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ باب ماجاء فی النفقة علی البنات بحوالہ سابقہ ص ١٣، ج ٢۔

(٥٩) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، بیروت، "دارالکتب العلمیہ" ١٩٩٠ء ص ٣٦، ج ٦۔

(٦٠) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ بحوالہ سابقہ ص ١٣، ج ٢۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فانفق علیھنّ و زوّجھنّ و احسن ادبھنّ" یعنی ان پر مال خرچ کیا ہو اور ان کی شادی کے اخراجات برداشت کیے ہوں اور ان کی اچھی تربیت کی ہو۔

اور ادب المفرد میں حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"یودبھن ویرحمھن ویکفلھن" یعنی ان کی تربیت کی ہو ان کے ساتھ شفقت کا رویہ روا رکھا ہو اور ان کی "کفالت" کی ہو۔(۶۱)

(۳) قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم : من عال جاریتین دخلت انا وھو الجنۃ کھاتین واشار باصبعہ (۶۲)

ترجمہ: "نبی اکرمؐ نے فرمایا جو شخص دو بچیوں کی عیالداری کرے تو میں اور وہ جنت میں ایسے قریب ہو کر داخل ہوں گے جیسے دو انگلیاں اور آپؐ نے انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔"

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا تو میرے پاس اس وقت سوائے ایک کھجور کے اور کچھ بھی نہ تھا چناں چہ میں نے وہی کھجور اس کو دیدی، اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیے اور خود کچھ نہ کھایا اور کھڑی ہو کر چلی گئی اس کے جانے کے بعد نبی اکرمؐ تشریف لائے تو میں نے یہ پورا قصہ نبی اکرمؐ کو سنایا تو نبی کریمؐ نے فرمایا:

من اُبتُلِیَ بشیئٍ من ھٰذہ البنات کنّ لہ ستراً من النّار (۶۳)

ترجمہ: "جو کوئی بھی ان لڑکیوں کی وجہ سے آزمایا جائے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے آگ سے بچاؤ کا سبب ہوں گی۔"

بیوہ اور مسکین کی کفالت پر اجر:

نبی اکرمؐ نے معاشرے کے پسماندہ افراد کے لیے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ان کی معاشی کفالت کا اہتمام کریں خصوصاً بیوہ عورت جس بے چاری کا شوہر دنیا سے رخصت ہو گیا تو

☆☆

(۶۱) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ بحوالہ سابقہ، ص ۳۴، ج ۶۔

(۶۲) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۳، ج ۲۔

(۶۳) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۳، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اب اسلام کہتا ہے کہ ان کی ''کفالت'' دیگر مسلمانوں کو مل کر کرنی چاہیے۔ چناں چہ آپؐ نے اس شخص کو شبانہ روز عبادت گزاری کے ثواب کی خوش خبری سنائی ہے جو بیوہ اور نادار افراد کی کفالت کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔

السّاعي علی الار ملة والمسکین کالمجاهد في سبیل الله او القائم اللّیل والصّائم النهار (۶۴)

ترجمہ: ''بیوہ اور مسکین کی کفالت کے لیے تگ ودو کرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے کی مانند ہے یا رات بھر تہجد میں قیام کرنے والے اور دن بھر روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔''

نبی کریمؐ کی یہ تعلیم بھی اس اعتبار سے بڑی اہم اور واجب العمل ہے کہ اس کے ذریعے معاشرے کے بعض افراد کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ ہوتا اور عدل اجتماعی کے قیام میں مدد ملتی ہے۔ بناء بریں یہ تعلیم ایک مستقل قانون کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے نفاذ اور تحفظ کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

اس تعلیم کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

''معاشرے کے جو افراد مسکین محتاج و نادار ہوں اور کسی عذر مثلاً بچپنے، بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے کوئی معاشی کام کاج کرنے اور اپنے لیے خود روزی کمانے کے قابل نہ ہوں یا کام کا موقع نہ ملنے اور بے روزگاری کی وجہ سے ان کی حالت ایسی ہوگئی ہو نیز ان کے قریبی رشتہ داروں میں کوئی ان کی معاشی کفالت کرنے والا نہ ہو یا نہ کرسکتا ہو تو شرعاً ایسے افراد کی معاشی کفالت کی ذمے داری معاشرے کے دوسرے غنی و مالدار افراد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ، صدقات اور عطیات سے مذکورہ افراد کے لیے بنیادی معاشی ضروریات کا بندوبست کریں۔ کیوں کہ یہ امر واقع ہے کہ ہمیشہ ہر معاشرے میں مذکورہ قسم کے مسکین ومحتاج افراد ضرور موجود رہتے ہیں۔'' (۶۵)

☆☆

(۶۴) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، ''کتاب النفقات'' محولہ سابقہ، ص ۸۰۵، ج ۲۔

(۶۵) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین محولہ سابقہ، ص ۱۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالداروں کے ذمہ مساکین کی کفالت کی وجہ

علامہ یوسف القرضاوی نے امام رازیؒ کے حوالے سے اغنیاء کے فاضل اموال میں فقراء کے حق کا کیا تعلق ہے اور کیوں ہے؟ کے بارے میں بڑا دلچسپ مضمون لکھا ہے:

لکھتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ کسی انسان کو اگر بقدر ضرورت مال مل جائے تو وہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ اسے اپنے قبضے میں رکھے کیوں کہ دوسرے ضرورت مندوں کی طرح اسے بھی مال کی ضرورت ہے اور اس صورت میں صاحب مال کا حق دوسروں پر مقدم ہے۔ البتہ جب مال اس کی ضرورت سے زائد ہو اور کوئی دوسرا حاجت مند انسان بھی موجود ہو تو یہاں دو اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ جہاں تک مال کے مالک کا تعلق ہے اس نے حصول مال میں چوں کہ محنت وکوشش کی ہے اس لیے اس کا اپنے مال کے ساتھ ایک دلی تعلق ہے اور جہاں تک غریب ومحتاج کا تعلق ہے، اسے چوں کہ مال کی ضرورت ہے اس لیے وہ بھی مال کے ساتھ ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ دو متضاد اسباب اکھٹے ہو جائیں تو پھر حکمت الٰہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان دونوں اسباب میں ہر سبب کا امکان بھر لحاظ رکھا جائے۔ چناں چہ کہا جائے گا کہ مالک کو چوں کہ اپنے مال پر حق اکتساب اور دلی تعلق کا حق حاصل ہے اور فقیر بے نوا کو صرف حق احتیاج، لہٰذا ہم مالک کے حق کو اس حد تک ترجیح دیں گے کہ اسے مال کے بیشتر حصے پر قابض رہنے دیں گے اور غریب کو اس میں سے ایک حصہ دلوائیں گے تا کہ دونوں کو تاحد امکان مطمئن کیا جاسکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مالدار اپنی اصلی ضروریات سے زیادہ مال کو روکے رکھے اور مال جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس سے پورا نہ کیا جائے تو ایک طرح سے اللہ کی حکمت تکوینی کو ظہور پزیر ہونے سے روکنے کی کوشش ہوگی جو بالکل جائز نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مال کا ایک حصہ غریبوں کی طرف لوٹا دیا جائے تا کہ یہ حکمت الٰہی معطل نہ ہو کر رہ جائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ فقراء و مساکین اللہ کا کنبہ ہیں اور امراء واغنیاء اللہ کے خزانچی ہیں کیوں کہ ان کے پاس جو مال ہے وہ سب اللہ کا ہے اور یہ بات قرین قیاس ہے کہ کوئی مالک اپنے خزانچی سے کہے کہ میرے خزانے میں سے کچھ مال میرے کنبے کے غرباء و مساکین کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیدے۔"(٦٦)

یتیم کی کفالت:

یتیم وہ معصوم جان ہے جس نے ابھی سن بلوغ میں قدم نہ رکھا ہو کہ اس سے قبل اس کے سر سے اس کے والد کا سایہ شفقت اٹھ جائے۔ ایسے یتیم بچے بھی ازحد قابل رحم ہوتے ہیں تا کہ معاشرے کے دوسرے بچوں کے سامنے یہ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ نبی کریم بھی چوں کہ "یتامت" کے مرحلے سے گزر کر آئے تھے تو آپؐ کے جذبات یتیموں کے لیے بہت پرسوز تھے۔ آپؐ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے لیے بشارت دی: انا و کافل الیتیم فی الجنة کھا تین واشار باصبعیه یعنی السبابة والوسطی۔ (٦٧)

ترجمہ: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح نزدیک ہوں گے اور آپؐ نے شہادت کی درمیانی انگلیوں سے اشارہ کر کے دکھایا۔"

قال فی النهایة : الکافل هو القائم بامر الیتیم المربی له

قال ابن بطال : حق علی من سمع هذا الحدیث ان یعمل به لیکون رفیق النبی صلی الله علیه وسلم فی الجنة ولا منزلة فی الآخرة افضل من ذالک (٦٨)

حدیث مذکور کی تشریح کرتے ہوئے صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ کافل سے مراد یتیم کا والی وارث اور تربیت کنندہ ہے اور ابن بطالؒ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے والے کا حق یہ ہے کہ اس پر ضرور عمل کرے تا کہ جنت میں حضور اکرم کا ساتھ نصیب ہو اور جنت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں ہو سکتا۔

(٢) من قبض یتیماً من بین المسلمین الی طعامه و شرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان یعمل ذنبا لا یغفر (٦٩)

☆☆

(٦٦) مشکلات الفقر وکیف عالجها الاسلام: یوسف قرضاوی، مترجم نجات اللہ صدیقی، لاہور، "البدر پبلیکیشنز" ص ٨٦۔

(٦٧) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ، باب ما جاء فی رحمة الیتیم وکفالته، محولہ سابقہ، ص ١٣، ج ٢۔

(٦٨) تحفة الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، محولہ سابقہ، ص ٣٩، ج ٦۔

(٦٩) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ١٣، ج ٢۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''جو شخص کسی مسلمان کے یتیم بچے کو لے کر اپنے کھانے پینے میں شریک کر لے تو اللہ پاک ضرور اس کو جنت میں داخل کریں گے الا یہ کہ کوئی ایسا گناہ (شرک) کر لے جس کی بخشش نہ ہو۔''

مذکورہ احادیث سے یتیم کی کفالت کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے تاکہ ایسے بچے محروم المعیشت ہونے کے سبب زمانہ کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ نبی اکرمؐ نے یتیموں کی دلجوئی کا خاص خیال فرمایا اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کرنے کی تعلیم دی۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ جس آدمی نے ازراہ شفقت کسی یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور محض اللہ کی رضا کے لیے پھیرا تو ہر بال جس پر اس کا ہاتھ گزرا ہے اس کے عوض اس کے لیے نیکیاں ہوں گی۔

اس ترغیب میں اس طرف اشارہ ہے کہ یتیم بچہ چوں کہ باپ کے پیار سے محروم ہو جاتا ہے تو بچے کی ایک فطرت ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ پیار کیا جائے اب جب اس کا باپ پیار کرنے والا موجود نہیں ہے تو کم از کم جب دیگر لوگ اس سے پیار کریں گے تو اس کے دل کا یہ احساس کافی حد تک تسکین پا لے گا۔

پڑوسیوں کی کفالت

نبی اکرمؐ نے پڑوس کے جتنے حقوق بیان فرمائے ہیں شاید ہی کسی اور کے ہوں اور آپ کو ان حقوق کی تاکید حضرت جبرائیلؑ اللہ کے حکم سے فرماتے تھے۔ یہاں تک تاکید کی گئی کہ آپ کو یہ خدشہ ہو چلا تھا کہ کہیں پڑوسیوں کو میراث میں حصہ دار نہ بنا دیا جائے۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره. (۷۰)

ترجمہ: ''جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو تو وہ پڑوسی کا اکرام کرے۔''

(۲) من اغلق بابه دون جاره مخافة على اهله وماله فليس ذالك بمؤمن (۷۱)

ترجمہ: ''جو اپنے پڑوس کے لیے اپنا دروازہ بند کر لے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے اور مال کی کمی کے ڈر سے تو ایسا شخص ایماندار نہیں ہے۔''

☆☆

(۷۰) کنز العمال: علی متقیؒ، لاہور، ''ادارہ تالیفات اشرفیہ''، ص ۱۸۴، ج ۹۔

(۷۱) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۸۵، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) عن عائشةؓ قالت: قلت یا رسول اللّٰہ انّ لی جارین فالیٰ ایّھما اھدی قال: الیٰ اقرب منک باباً (۷۲)

ترجمہ: ''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے کہا کہ میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس کو ہدیہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے دروازے کے قریب ہو۔''

(۴) یا ابا ذر اذا طبخت فاکثر المرق وتعاھد جیر انک (۷۳)

ترجمہ: ''ابوذر سالن کا شوربا بڑھا لیا کرو اور پڑوسی کو بھی اس میں شریک کر لیا کرو۔''

نبی کریم ﷺ نے معاشی کفالت کے لیے اتنا دائرہ وسیع فرما دیا کہ اگر ہر فرد ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنا لے تو کوئی بھی انسان بھوکا پیاسا نہ رہے۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی بستی میں کوئی شخص ایسی حالت میں رات گزارے کہ وہ بھوکا پیاسا ہو اور کسی نے اس کی خبر گیری بھی نہ کی ہو تو اس بستی کی ذمہ داری اللہ پر سے ہٹ جاتی ہے۔ (۷۴) اسی طرح اگر پڑوس میں رہتے ہوئے بھی کوئی شخص بھوکا پیاسا رات گزارے تو بھی وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ (۷۵) لیکن اس میں اتنی وضاحت ضروری ہے کہ کسی کو اس کے بارے میں علم بھی ہو اور دانستہ طور پر پڑوسی یا نووارد کی کفالت نہ کی جائے تو اس وقت یہ وعیدیں ہیں۔

مہمان کی کفالت:

دنیا میں ایک ناگزیر مسئلہ سفر کا بھی درپیش ہوتا ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک یا ایک شہر سے دوسرے شہر لوگ خوشی، غمی میں شرکت کے لیے آتے جاتے ہیں اور اپنے عزیز قریب کے ہاں قیام کرتے ہیں۔ تو مسئلہ فقط قیام ہی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ طعام بھی بنیادی ضرورت ہے۔ تو نبی کریمؐ نے اس بارے میں بھی ''کفالت'' کی تعلیم دی ہے تاکہ مسافر مہمان کسی پریشانی کا شکار نہ ہو لیکن ساتھ میں یہ بھی وضاحت کر دی کہ حق ضیافت کا وجوب تین یوم تک ہے اور اس

☆☆

(۷۲) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۸۵، ج ۹۔

(۷۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۸۶، ج ۹۔

(۷۴) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاریؒ محولہ سابقہ، ص ۳۴۰۔

(۷۵) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہؒ محولہ سابقہ، ص ۲۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد میزبان کی مرضی ہے اگر پھر بھی وہ میزبانی کرے تو یہ اس کے لیے باعث اجر ہوگا۔
ارشادِ نبویؐ ہے: (۱) من کان یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ یومہ ولیلتہ الضیافۃ ثلاثۃ ایّام وما بعد ذالک فھو صدقۃ ولا یحل لہ ان یثوٰی عندہ حتیٰ یحرجہ (۷۶)
ترجمہ: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو تو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور اس کو ہدایا تحائف دینے کا ایک دن اور ایک رات حق ہے اور مہمان داری تین دن تک ہوگی اس کے بعد اگر کوئی تبرع کرے تو یہ اس کے لیے باعث ثواب ہے اور مہمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اتنا قیام کرے جس کی وجہ سے میزبان پریشانی کا شکار ہو جائے۔

اس تعلیم کی بناء پر توازن اور اعتدال کو بھی قانونی شکل دی گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مہمان قصداً کسی پر معاشی بوجھ بن کر لد جائے اور میزبان کی اتنی حیثیت یا گنجائش نہ ہو کہ وہ مزید اخراجات برداشت کر سکے، لیکن محض شرما حضوری کی وجہ سے کہہ نہ سکتا ہو اور اس کی وجہ سے قرض کے بوجھ تلے دب جائے۔

(۲) ایّما رجل اضاف قوماً فاصبح الضیف محروماً فان نصرہ حق علیٰ کل مسلم حتیٰ یاخذ بقریٰ لیلۃ من زرعہ ومالہ (۷۷)
''یعنی کوئی شخص کسی بستی کا مہمان بنا اور رات کو کھانے پینے سے محروم رہا تو اس کا استحقاق ہے کہ یہ اس بستی والوں کی کھیتی اور مال سے اپنی اس رات کا حصہ وصول کرے۔''

لیکن یہ وصول کرنا اضطراری حالت پر محمول ہے۔ ایک روایت میں عقبہ بن عامرؓ کا استفسار منقول ہے کہ انہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ ہمیں مختلف مقامات پر بھیجتے ہیں کبھی ہمارا ٹھہراؤ ایسی قوموں میں ہوتا ہے کہ وہ مہمان داری نہیں کرتے تو اس صورت میں آپ کی ہمارے لیے کیا رائے ہے کہ ہم اس وقت کیا کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو تم مہمان دار کا جو حق بنتا ہے اس کے ادا کرنے کا حکم دیا کرو۔

(۳) فان لّم یفعلوا فخذوا منھم حق الضیف الّذی ینبغی لھم. (۷۸)

☆☆

(۷۶) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد، ملتان، ''مکتبہ امدادیہ'' ص ۱۷۰، ج ۲۔
(۷۷) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد سجستانی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۰، ج ۲۔
(۷۸) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۰۔ ۱۷۱، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''پھر بھی اگر وہ اس کا انتظام نہ کریں تو حق ضیف ان سے زبردستی وصول کرلیا کرو۔''
محدثین کی رائے یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں تو مہمان داری واجب تھی یہ جب کا حکم ہے اب یہ اضراری حالت پر محمول ہے۔ یا ذمیوں کی بستی کا اب بھی یہ حکم ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ اور علامہ طیبیؒ نے تصریح کی ہے۔
ایک حدیث مبارکہ میں آپؐ نے مہمان نوازی نہ کرنے والی قوم کی مذمت فرمائی ہے۔
(۴) بئس القوم قوم لاینزلون الضّیف (۷۹)
ترجمہ: بدترین قوم وہ ہے جو مہمان نوازی نہ کرے۔
(۵) انّ من السنّة ان یخرج الرجل مع ضیفه الیٰ باب الدار. (۸۰)
ترجمہ: ''مسنون یہ ہے کہ آدمی مہمان کے ساتھ دروازے تک نکل کر آئے۔''

سرکاری ملازمین کی کفالت

نبی کریمؐ نے حکومت کے کاموں میں ہاتھ بٹانے والے عملے کی کفالت کی ذمہ داری حکومت پر عائد فرمائی ہے تا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض بھی ادا کریں اور اہل خانہ کی معاشی کفالت میں نہ الجھیں۔
(۱) من استعملناہ علٰی عمل فرزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذالک فھو غلول (۸۱)
ترجمہ: ''جس کو ہم کسی کام پر مقرر کریں اس کا رزق (کفالت معاش) ہمارے ذمہ ہے اس کے علاوہ بھی اگر وہ کچھ (بلاضرورت) لے تو وہ خیانت ہے۔''
یعنی اس کی ضرورت کے مطابق تکافل کا انتظام بیت المال کرے گا۔ لیکن اس انتظام ہونے کے باوجود وہ بیت المال سے فضول خرچی کے لیے لے تو وہ بددیانتی او خیانت کے زمرے میں داخل ہوگا۔ پھر اس کی بھی وضاحت حدیث میں کردی گئی کہ کون سی اشیاء اس کی ضرورت میں داخل ہیں جن کا بندوبست سرکاری خرچہ پر کیا جانا چاہیے۔

☆☆

(۷۹) کنز العمال: علی متقیؒ محولہ سابقہ ص ۲۴۴، ج ۹۔

(۸۰) ایضاً: محولہ بالا ص ۲۴۸، ج ۹۔

(۸۱) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ محولہ سابقہ ص ۵۶، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) من كان لنا عاملاً فليكتسب زوجةً فان لّم يكن خادم فليكتسب خادماً وان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكناً. (۸۲)

ترجمہ: ”جو کوئی ہمارا (سرکاری) کارندہ ہو تو وہ (سرکاری خرچہ پر) شادی کر سکتا ہے اور اگر اس کے لیے خادم نہ ہو تو ایک خادم لے سکتا ہے اور اگر اس کی رہائش نہ ہو تو وہ گھر لے سکتا ہے۔“

حکمراں کی کفالتی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر وعید:

اسلامی ریاست کا سربراہ خاندان کے سربراہ کی مانند ہوتا ہے تو جس طرح گھر کا بڑا اپنے اہل خانہ کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح حاکم وقت بھی اپنی رعایا کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ چناں چہ نبی کریم کا ارشاد ہے:

(۱) فالا مام الّذى على النّاس راع وهو مسئول عن رعيته. (۸۳)

”پس وہ حکمراں جو لوگوں پر نگراں ہے تو وہ اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی خبر گیری نہ کرتا ہو تو دنیا میں بھی وہ قابل مواخذہ ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

(۲) مامن امام يغلق بابه دون ذوى الحاجة والخلة والمسكنة الاّ اغلق الله ابواب السّماء دون خلته وحاجته ومسكنته. (۸۴)

ترجمہ: ”جو حکمراں اپنا دروازہ ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین کے لیے بند رکھیں تو اللہ پاک بھی ان کی ضرورت وفقر اور مسکنت پر اپنا دروازہ بند رکھیں گے۔“

(۳) مامن عبديسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحة لم يجد رائحة الجنة (۸۵)

ترجمہ: ”جس شخص کو اللہ پاک نے کسی مخلوق کا حکمراں بنا دیا ہو پھر وہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کرتا ہو تو وہ جنت کی خوش بو تک نہ پائے گا۔“

(۴) مامن اميرىلى امرالمسلمين ثم لا يجهد وينصح لهم الا لم يدخل

☆☆

(۸۲) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ، محولہ سابقہ، ص ۵۳، ج ۲۔

(۸۳) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۰۵۷، ج ۲۔

(۸۴) جامع الترمذی: امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۴۸، ج ۱۔

(۸۵) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۰۵۸، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معهم الجنة (۸٦)

ترجمہ: ''جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا امیر بن کر ان کے لیے جدوجہد اور خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں بھی داخل نہ ہوگا۔''

مذکورہ احادیث مبارکہ میں حضور اکرمؐ نے مسلم حکمرانوں کو بھی سختی کے ساتھ اپنی رعایا کی ''کفالت'' کا احساس دلایا ہے تاکہ امارات اسلامیہ میں غربت وافلاس کم سے کم درجہ تک پہنچ سکے۔

عمومی کفالت سے متعلق ارشادات

ذیل میں ہم نبی کریمؐ کی ''کفالت'' سے متعلق مختلف ترغیبات وتعلیمات بلاتخصیص طبقہ پیش کرتے ہیں جن میں باہمی حقوق ''کفالت'' پر ایک دوسرے کو برانگیختہ کرنا مقصود ہے۔

(۱) عن عبداللهؓ (ابن مسعود) قال قلت یا رسول الله ایّ الذنب اعظم قال ان تجعل لله ندا وهو خلقک ثم قال ایّ، قال: ان تقتل ولدک خشية ان یاکل معک. (۸۷)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول کون سا گناہ بڑا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تو اللہ کا کسی کو شریک بنائے جب کہ اس نے تجھے پیدا کیا، انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کون سا تو فرمایا کہ اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گی۔''

(۲) انّ اطیب ما اکلتم من کسبکم وانّ اولادکم من کسبکم. (۸۸)

ترجمہ: ''تمہاری سب سے پاکیزہ غذا وہ ہے جو تم اپنی کمائی سے کھاؤ اور اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔''

(۳) ان یدا لوالد مبسوطة فی مال ولده یاخذ ماشاء

قال الشوکانیؒ: فیدل علیٰ انّ الرجل مشارک لولده فی ماله فیجوزله

☆☆

(۸٦) مسند ابی عوانہ: ابوعوانہ یعقوب ابن اسحٰقؒ، حیدر آباد، ''دائرۃ المعارف'' ۱۹٦۲ء ص ۳۲، ج ۱۔

(۸۷) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۸۷، ج ۲۔

(۸۸) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۵۲، ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأكل منه سواء اذن الولد اولم يأذن
وقد حكى فى البحر الا جماع على انه يجب على الولد المئوسر سرموئنة الابوين المعسرين (۸۹)

ترجمہ: ''آپؐ کا فرمان ہے باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں کامل دسترس حاصل ہے جو چاہے لے لے۔''

''قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کے مال میں شریک ہے اور اس کو اس میں سے بیٹے کی اجازت ہو یا نہ ہو بہر صورت کھانا جائز ہے۔''

اور صاحب بحرؒ نے اجماع نقل کیا ہے کہ مالدار اولاد پر تنگدست والدین کی اعانت واجب ہے۔

(۲) مامن مسلم غرس غرساً فاكل منه انسان اودابة الاكان له به صدقة (۹۰)

ترجمہ: ''کوئی مسلمان کسی بھی قسم کی کوئی کاشتکاری کرے۔ پھر اس سے کوئی انسان یا جانور کھائے تو وہ صدقہ ہے۔''

(۳) قالوا یارسول الله انّ فى البهائم اجراً فقال فى كل ذات كبدرطبة اجر (۹۱)

ترجمہ: ''صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کیا جانوروں کو کھلانے پلانے میں بھی ثواب ہے تو آپؐ نے فرمایا ہر جگر تر والے (ذی روح) کو کھلانے پر اجر ہے۔''

(۴) ایما مسلم کسیٰ مسلماً ثوباً علیٰ عری کساه الله من خضر الجنة وایما مسلم اطعم مسلماً علیٰ جوع اطعمه الله من ثمار الجنة و ایّما مسلم سقا مسلماً علیٰ ظماء سقاه الله عزو جل من الرحيم المختوم. (۹۲)

☆☆

(۸۹) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۹۴، ج ۴۔

(۹۰) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۸۹، ج ۲۔

(۹۱) ایضاً: محولہ بالا، ص ۸۸۹، ج ۲۔

(۹۲) سنن ابوداؤد: بجستانیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۴۴، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: "کوئی مسلمان کسی برہنہ مسلمان کو لباس پہنائے اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔ اور جو کوئی مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اللہ اس کو جنت کا پھل کھلائے گا۔ اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ اس کو رحیم مختوم سے سیراب فرمائے گا۔"

(۵) افضل دینار ینفقه الرجل دینار ینفقه علیٰ عیاله و دینار ینفقه الرجل علی دابته فی سبیل الله و دینار ینفق علیٰ اصحابه فی سبیل الله (۹۳)

ترجمہ: "سب سے افضل دینار وہ ہے جو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جو راہ خدا کے لیے اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ دینار جو خدا کے ساتھیوں پر خرچ کرے۔"

(۶) انّ مفاتیح الرزق متوجهة نحو العرش وینزل الله علی النّاس ارزاقهم علیٰ قدر نفقاتهم فمن کثر کثرله ومن قلل قلل له (۹۴)

ترجمہ: "رزق کی کنجیاں عرش کی جانب سے (لوگوں کی طرف) متوجہ ہوتی ہیں اور لوگوں کے خرچ کرنے کے مطابق ان کو دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو خرچ میں کثرت کرے تو اللہ بھی اس کو کثرت سے عطا فرماتے ہیں اور جو تنگی کرے تو اللہ بھی اس پر تنگی نازل فرماتے ہیں۔"

(۷) من تصدّق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل الله الاّ باالطیب فان الله عزو جل یقبلها بیمنه ثم یربیها لصاحبه کما یربی احد کم فلوه حتیٰ تکون مثل الجبل (۹۵)

ترجمہ: "جو کوئی پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خرچ کرے اور اللہ پاکیزہ ہی مال قبول کرتا ہے۔ تو اللہ پاک اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور اس کی پرورش اس طرح کرتا ہے جس طرح گوالہ بچھڑے کی۔ یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔"

(۸) ان العبد لیتصدق بالکسرة تربو عندالله حتیٰ تکون مثل احد. (۹۶)

ترجمہ: "جب کوئی آدمی روٹی کا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے تو اللہ کے ہاں وہ بڑھتے بڑھتے "احد" پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔"

☆☆

(۹۳) صحیح مسلم: امام مسلمؒ بحولہ سابقہ، ص ۳۲۲، ج ۱۔

(۹۴) کنز العمال: علی متقی ھندیؒ بحولہ سابقہ، ص ۳۵۰، ج ۶۔

(۹۵) کنز العمال: علی متقی ھندیؒ بحولہ سابقہ، ۳۵۲، ج ۶۔

(۹۶) ایضاً: بحولہ بالا، ۳۳۸، ج ۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) اذا اتاكم السائل فضعوا فی يده ولو ظلفاً محرقاً(۹۷)

ترجمہ: ''جب تمہارے پاس کوئی سائل آئے (اور دینے کے لیے کچھ نہ ہو) تو کم از کم جلا ہوا کھر ہی اس کے ہاتھ میں رکھ دو۔''

(۱۰) اتقوا النار ولو بشق تمرة(۹۸)

ترجمہ: ''آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔''

☆☆

(۹۷) ایضاً: محولہ بالا، ۳۳۹، ج۶۔

(۹۸) ایضاً: محولہ بالا، ۳۳۹، ج۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ دوم

نبی کریم ﷺ کا کفالت کے میدان میں عملی کردار

بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی کہ زبانی ہدایات لوگوں کو دے دی جائیں اور عمل کچھ نہ ہو، اسلام وہ واحد مذہب ہے جو گفتار سے زیادہ کردار پر زور دیتا ہے وگرنہ گفتار کے لیے تو صرف کتاب الٰہی کا نزول کافی تھا کہ آسمان سے طبع شدہ کتاب بندوں پر نازل کر دی جاتی کہ فلاں کام کرو فلاں نہ کرو، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ نزول کتاب بعد میں ہوا اور معلم کتاب کو پہلے بھیجا گیا تا کہ لوگ اس کے عمل سے راہ ہدایت پائیں۔ لہٰذا یہ ناممکن تھا کہ نبی کریم ﷺ دوسروں کو تو ''کفالت'' کی تعلیم دیں اور خود مستغنی رہیں۔ چناں چہ آپ کی قبل از نبوت اور بعد از نبوت دونوں زندگیاں غریب پروری سے لبریز ہیں۔ نبوت سے قبل ناداروں کی ''کفالت'' کی گواہی آپ کی وفادار جاں نثار زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دیتی ہیں۔ جب پہلی مرتبہ آپ پر وحی کا نزول ہوا تو آپ گھبرائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے اپنے لیے خوف محسوس ہو رہا ہے تو انہوں نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

كلاّ والله مايخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم وتحمل الكلّ وتكسب المعدوم وتقرى الضيف۔ (۹۹)

ترجمہ: ''قسم خدا کی ہرگز اللہ پاک آپ کو رسوا نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور ناداروں کے لیے کماتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔''

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ منصب نبوت پر فائز ہونے سے قبل ہی اللہ نے غریب لوگوں کی ''کفالت'' کا جذبہ آپ کے سینہ میں موجزن کر دیا تھا اور اس وقت بھی آپ کی تجارت کمائی اپنی

☆☆

(۹۹) صحیح بخاری: امام بخاری، محولہ سابقہ، ص ۲، ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذاتی عیش و عشرت کے لیے نہیں بلکہ معاشرے کے پسماندہ لوگوں کے لیے ہی سب کچھ تھا، جب کہ آپؐ خود تو غار حرا میں عبادت گزاری میں مصروف رہا کرتے تھے۔

پھر منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد تو اس جذبہ میں اور چار چاند لگ گئے اور خصوصیت کے ساتھ مومنین کے لیے تو آپ کا دل موم ہو گیا تھا۔ قرآن کریم آپؐ کی اس نرم دلی اور مومنین کی تکلیف پر مضطرب ہونے کی گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۱۰۰)

ترجمہ: ''تحقیق تمہارے پاس ایک رسول تم ہی میں سے آئے ہیں جن پر بہت گراں گزرتا ہے تمہارا کسی مشقت میں مبتلا ہونا وہ تمہاری بھلائی کے بہت زیادہ حریص (خواہش مند) ہیں، اہل ایمان کے ساتھ تو بہت ہی شفیق مہربان ہیں۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''وہ تمہارا دکھ برداشت نہیں کر سکتا تمہاری ہر تکلیف خواہ جسمانی ہو یا روحانی اس کے دل کا دردِ غم بن جاتی ہے وہ تمہاری بھلائی کی خواہش سے لبریز ہے وہ اس کے لیے ایسا مضطرب قلب رکھتا ہے کہ اگر اس کی بن پڑے تو ہدایت وسعادت کی ساری پاکیاں پہلے ہی دن گھونٹ بنا کر پلا دیتا۔ پھر اس کی محبت و شفقت تمہارے ہی لیے نہیں وہ تمام مومنوں کے لیے خواہ عرب کے یا عجم کے ''رؤف رحیم'' ہے، ''رؤف'' رائفت سے ہے اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کی کمزوری اور مصیبت پر جوش میں آئے پس ''رائفت'' رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور ''رحمت'' عام ہے دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت وتاثیر کے ساتھ واضح ہو گیا۔'' (۱۰۱)

☆☆

(۱۰۰) القرآن: ۹: ۱۲۸۔

(۱۰۱) رسول رحمتؐ: مقالات مولانا ابوالکلام آزاد، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر، لاہور، ''غلام علی اینڈ سنز'' (س۔ن)، ص ۱۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشی کفالت کا باضابطہ آغاز

نبی اکرمؐ قبل از نبوت جو غرباء و مساکین سے تعاون فرماتے تھے تو وہ سب کا سب آپؐ کے طبعی جذبہ کے تحت ہوتا ہے کیوں کہ خالق کائنات نے رقت قلبی آپؐ کی فطرت میں ودیعت کردی تھی۔ لیکن بعد از نبوت لوگوں کی ''معاشی کفالت'' کی آپ کو باقاعدہ سرکاری ذمہ داری اللہ کی طرف سے سونپی گئی۔ چناں چہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اس کا نکتہ آغاز بیان کرتے ہوئے مفسر کبیر صاحب روح المعانی علامہ آلوسی محمود بن عبداللہ الحسینی اپنی تفسیر روح المعانی میں اور امام قرطبیؒ الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۱۰۲)

ترجمہ: ''پیغمبر اسلام اہل ایمان سے زیادہ قریب تر ہیں ان کے اپنے آپ سے بھی''

اس آیت کے تحت امام بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کو بکثرت فتوحات میسر ہونے لگیں اور ''بیت المال'' میں مال غنیمت کی آمد شروع ہوگئی تو آپؐ نے اسی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اعلان عام فرمایا:

من مات و ترک مالاً فلیر ثه عصبته من کانوا فان ترک دیناً او ضیاعاً فلیاتنی فانا مولاہ (۱۰۳)

ترجمہ: ''جس کسی مومن کی موت واقع ہو اور وہ مال چھوڑ دے ترکہ میں تو وہ مال اس کے (حصہ دار) ورثاء کے لیے ہے جو بھی ورثاء ہوں اور اگر وہ اس حال میں مرا کہ اس کے ذمہ کوئی قرض ہے یا اس کے ناتواں بچے ہیں تو وہ قرض اور اس کے ناتواں بچے میرے ذمے (کفالت) میں ہیں پس میں ہی ان کا سرپرست ہوں۔''

عہد نبویؐ کا مالیاتی نظام

نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی رعایا کی ''کفالت'' کا بوجھ اٹھایا تو ظاہر ہے کہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ایک منظم طریقہ کار کی ضرورت تھی ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے

☆☆

(۱۰۲) القرآن: ۳۳:۶۔

(۱۰۳) روح المعانی: محمود بن عبداللہ الحسینی، قاہرہ، ''ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ''، (س۔ن)، ۱۵۱، ج۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ذرائع آمدن آپ کی ریاست میں پائے جاتے تھے وہ چند یہ تھے:
(۱) زکوٰۃ (۲) جزیہ (۳) غنائم کا خمس (۴) صدقات نافلہ اور ہنگامی چندہ (۵) قرض حسنہ (۶) اوقاف (۷) فیئ (۱۰۴)

عہد نبوی کا بیت المال

عام لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کوئی بیت المال نہ تھا بلکہ جو مال بھی آتا تھا فوراً خرچ کر دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اکثر نے خلیفہ اول کے عہد میں بھی اس شعبہ کے قیام کا انکار کیا ہے۔ چناں چہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

”لم یکن بیت المال معروفاً عند العرب فی عصر الجاهلیة او عصر رسول ﷺ وابی بکر (رضی الله عنه) حیث ان الدولة فی بدء تکوینها مع قلة الموارد و ضعف الایرادات وانّ سیاسة الرسول ﷺ کانت تقضی بتوزیع المال بفوره ان جاء غدوة لم ینتصف النهار اوعشیة لم یبت حتی یقسمه (۱۰۵)

ترجمہ: ”زمانہ جاہلیت میں اسی طرح عہد رسالت وعہد صدیقی میں ”بیت المال“ کے نام کا کوئی شعبہ متعارف نہیں تھا، کیوں کہ اسلامی حکومت کے نقطۂ آغاز میں وسائل دولت اور آمدن کم تھی جب کہ آپ کی مالی پالیسی یہ تھی کہ مال آتا اور فوری تقسیم کا اہتمام فرماتے اگر صبح مال آتا تو دوپہر سے قبل اور شام کو آتا تو رات گزرنے سے قبل اس کو تقسیم فرما دیتے۔“

یہی نظریہ بیشتر مورخین و محققین کا اب تک چلا آ رہا ہے اور کتابوں میں اکثر اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ لیکن معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ”بیت المال“ کا قیام عہد رسالت میں ہو گیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

”مسجد نبویؐ علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام کے متصل ایک کمرہ تھا جس کی کڑی نگرانی بھی کی جاتی تھی اس میں سرکاری اموال اور اجناس رکھے جاتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

☆☆

(۱۰۴) نبی کریمؐ کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، اسلام آباد ”مکتبہ ابوذر غفاری“ ۱۹۹۰ء، ص ۲۳۳۔

(۱۰۵) کتاب دول الاسلام فی التاریخ: شمس الدین ابی عبداللہ الذہبی، حیدرآباد ہند، ”دائرۃ المعارف النظامیہ“ ۱۳۳۷ھ، ص ۸ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی نگرانی کرتے تھے۔ یہ پہلا بیت المال تھا اور حضرت بلالؓ پہلے وزیر مالیات تھے۔(۱۰۶)
مذکورہ تحقیق کی تائید ابن القیم الجوزیؒ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

کان بلال علی نفقاته (۱۰۷)

ترجمہ: ''حضرت بلالؓ نظام نفقات کے نگراں تھے۔''

عہد رسالتؐ میں پہلی تقسیم دولت

عہد رسالتؐ میں سب سے پہلے مال غنیمت غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ آپؐ نے شرکاء بدر میں اس کو مساویانہ تقسیم فرمادیا۔ چناں چہ حضرت ابوامامۃ الباہلیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے آیت ''انفال'' (مال غنیمت) کی تفسیر دریافت کی انہوں نے کہا یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب مال غنیمت کے متعلق ہم میں سخت اختلاف ہوا اور تو تو میں میں تک نوبت پہنچی تو اللہ نے اسے ہم سے چھین کر رسول اللہ کو دے دیا اور آنحضرت ﷺ نے اسے تمام مسلمانوں میں مساویانہ طریقے سے تقسیم کردیا اور اس میں اللہ کا تقویٰ اس کے رسولؐ کی فرماں برداری اور آپس کے تعلقات کی اصلاح تھی۔(۱۰۸)
بدر کی جنگ کے بعد بنوقینقاع کے غزوے میں مسلمانوں کو غنیمت ملی، اسی غزوے میں سب سے پہلا ''خمس'' نکالا گیا۔
پھر ۳ھ میں غزوہ ذی قرد میں بڑی غنیمت ہاتھ آئی۔ چناں چہ بیس ہزار اس غنیمت کا خمس ہوا تھا جسے رسول اکرم ﷺ نے امت کے عام مفاد کے لیے لے لیا باقی چار حصے شرکاء پر تقسیم کردیے۔ ایک موقع پر لوگوں کی طرف سے مال غنیمت کی تقسیم کے مطالبہ پر فرمایا:
''بخدا! اگر میرے پاس اتنے اونٹ ہوتے جتنے تہامہ میں درخت ہیں تو میں ان سب کو تم میں تقسیم کردیتا تب شاید تم مجھے بخیل، بزدل اور جھوٹا نہ سمجھتے۔ اس کے بعد آپؐ اپنے اونٹ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے اس کے کوہان میں سے مٹھی بھر انگلیوں میں لے لیا اور ان کو لوگوں کو دکھا کر فرمایا، اے لوگو! بخدا تمہاری غنیمت اور اس پشم کے مٹھے میں میرا صرف پانچواں حصہ

☆☆

(۱۰۶) خطبات بہاولپور: محمد حمید اللہ، بہاولپور، ''جامعہ اسلامیہ بہاولپور'' ص ۱۸۳۔
(۱۰۷) زادالمعاد: ابن القیم الجوزیہ، بیروت، ''مطبعۃ الرسالۃ'' ۱۹۷۹ء، ص ۲۳ ج ا۔
(۱۰۸) تفسیر طبری: محمد بن جریر طبری، مصر، ''مکتبہ البابی حلبی'' (س۔ن)، ص ۱۰۹، ج ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور وہ میں تم کو دیے دیتا ہوں۔"

خمس کی تقسیم:

نبی کریم ﷺ کے لیے اعزازی طور پر مال غنیمت کا خمس 1/5 مخصوص تھا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (۱۰۹)

"اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ پاک اور پیغمبرؐ کے لیے ہے اور ان کے اقرباء اور یتیموں اور مسافرین کا اس میں حصہ ہے۔"

ابو العالیہ کہتے ہیں: رسول اکرمؐ کی خدمت میں جب مال غنیمت لایا جاتا تو پہلے اپنا ہاتھ اس پر رکھتے اور جو کچھ آپ کے ہاتھ کے نیچے آجاتا وہ آپ کعبہ کے خرچ کے لیے نکال دیتے۔ یہ بیت اللہ کا حصہ تھا۔ پھر باقی ماندہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیتے اس طرح ایک حصہ رسول اللہ کا ہوتا۔ ایک حصہ قرابت داروں کا۔ ایک حصہ یتیموں کا، ایک مسکینوں کا۔ ایک حصہ مسافروں کا۔ یہ وہ مہمان ہوتا تھا جو نادار مسافر مسلمانوں کے علاقے میں وارد ہوتا۔ (۱۱۰) اس کی کفالت اس رقم سے ہوتی۔ زمانہ جاہلیت میں حاکم وقت یا رئیس قبیلہ غنیمت کا چوتھائی لیتا تھا اور اس میں سے تمام قیمتی اشیاء وہ اپنے لیے چن لیتا اور جو تقسیم سے بچ جاتا یا بچا لیا جاتا وہ اس کے قبضہ میں آتا۔ مگر نبی اکرمؐ نے تقسیم غنیمت کے نظام میں اصلاحات فرمائیں جن کے دور رس و خوشگوار معاشی اثرات پڑے۔

دوسرے دور جہالت میں غنیمت کا مال صرف اسی کا حصہ تھا جو لوٹ لیتا تھا۔ آپؐ نے یہ حق ساری فوج کو دیا۔ (۱۱۱)

بیت المال کا خمس 1/5 نکال لینے کے بعد آپؐ بقیہ 4/5 غانمین اور مجاہدین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ گھڑ سوار مجاہدین کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا جاتا۔ جو سپاہی دشمن کے کپڑے

☆☆

(۱۰۹) القرآن: ۸: ۴۱۔

(۱۱۰) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، اسلام آباد، "ادارہ تحقیقات اسلامی" ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۔

(۱۱۱) نبی کریم کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۲۶۰۔۲۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسلحہ چھین کر لاتا وہ اسی کا ہوتا۔ البتہ اس سے بھی خمس کا مطالبہ کیا جاتا۔ صحابہ کرامؓ میں سے جن بزرگوں کو آپؐ کسی قومی خدمت (گورنری) نگرانی، نماز کی امامت وغیرہ کے لیے مقرر فرماتے وہ گو عملی طور پر لڑائی میں شریک نہ ہوتے مگر اموال غنیمت میں ان کا بھی حصہ ہوتا مگر یہ حصہ کتنی مقدار کا تھا اس کا تعین نہیں۔ (۱۱۲)

مالِ فیئ سے غرباء یتامیٰ، بیوہ، غیر شادی شدہ، مقروض کی کفالت

نبی اکرمؐ کے عہد مبارک میں اموال فیئ بیت المال کا ایک موثر مالی ذریعہ تھے جنہیں آپؐ مصالح عامہ کے لیے خرچ کرتے تھے۔

اموال فیئ ان اموال کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کو کفار اور مشرکین سے بغیر جنگ و جدال کے مل جاتے تھے۔ یا جنگ کے بعد ان کی زمینیں ایک مقررہ حصہ پر ان ہی کے قبضہ میں رہنے دی جاتیں یا ان پر خراج یا جزیہ مقرر کر دیا جائے۔ ان تمام صورتوں میں حاصل شدہ مال کو مال ''فیئ'' کہا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں اس بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۱۳)

ترجمہ: ''اور جو مال اللہ پاک نے ان کفار سے اپنے پیغمبر کے ہاتھ لگوا دیے جب کہ تم نے اس کے حصول کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ لیکن اللہ پاک جس پر چاہتا ہے اپنے پیغمبروں کو غلبہ دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یہ اموال بھی دراصل بڑا ذریعہ آمدن تھے اور اس کے ذریعے بھی کفالتی ضروریات پوری کی جاتی تھیں اور آپؐ کے حصہ کے نکالنے کے بعد یہ تمام اموال اسلامی مملکت کے ''بیت المال'' کے لیے خاص تھے۔ عہد نبوی میں اس کی مثال بنو نضیر کی موجود ہے ان کے اموال سے آپؐ اپنے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ایک سال کا نفقہ لے لیتے۔

عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ اموال فیئ اسی دن تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ شادی شدہ

☆☆

(۱۱۲) زاد المعاد: ابن القیم جوزی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۷ ج ۳۔

(۱۱۳) القرآن: ۵۹: ۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بال بچے دار کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ عنایت فرماتے تھے۔(۱۱۴) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُمت کے مصالح اور ضروریات کفالت کی وسعت کا اندازہ کرتے اور اتنی ضرورت کے مطابق ہی عنایت فرماتے سب کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکتے۔اسی طرح اموال فیئ میں سے غرباء کی کفالت، مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی، غیر شادی شدہ کی شادی کرانے اور یتامیٰ اور بیواؤں کی مالی اعانت میں خرچ فرمایا کرتے تھے۔(۱۱۵)

صدقاتِ نافلہ اور ہنگامی چندوں کے ذریعے کفالت

نبی اکرمؐ نے متعدد بار سرکاری خزانہ میں مال کی کمی واقع ہونے کی صورت میں فوری انتظام کی خاطر مال کی قلت کو ختم کرنے کے لیے اپنی مسلم رعایا سے ہنگامی چندے اور صدقات نافلہ بھی وصول فرمائے ہیں۔اسی طرح اگر ذمی رعایا کی شرح آمدن بہتر ہوتی تو آپؐ ان سے جزیہ قدرے اضافی شرح سے وصول کرتے۔اس کے برخلاف اگر مالی حالات ان کے مستحکم نہ ہوتے تو شرح جزیہ معمولی مقرر کی جاتی تھی۔(۱۱۶)

مقدار جزیہ کے گھٹنے بڑھنے میں بیت المال کی ضرورت اور اہل ذمہ کی مالی حالت کا بڑا خیال کیا جاتا تھا۔اگر مسلمانوں کی معاشی ضروریات زیادہ ہوتیں تو مقدار جزیہ میں اضافہ کر دیا جاتا۔ اور اگر مسلمانوں کی مالی حالت قدرے بہتر ہوتی تو مقدار جزیہ گھٹا دی جاتی۔(۱۱۷) عموماً صدقات نافلہ اور ہنگامی چندے چند محتاجوں اور مسافروں کی کفالت اور مصالح عامہ کے لیے ہی طلب کیے جاتے تھے اور جواب میں صحابہ کرامؓ نے اپنی تمام جمع پونجی آپؐ کے قدموں میں نچھاور کر ڈالی جس سے غرباء اور اہل حاجت کی کفالت کا بندوبست کر دیا گیا۔

☆☆

(۱۱۴) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ابن القیم جوزیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۲۰ ج ۳۔

(۱۱۵) ایضاً: محولہ بالا، ص ۲۲۲ ج ۳۔

(۱۱۶) النظام المالی الاسلامی المقارن: عبداللطیف بدوی عوض، المجلس الاعلیٰ للشئون قاہرہ، "مطبع مصطفیٰ حلبی"، ۱۳۹۶ء ص ۳۳۔

(۱۱۷) زاد المعاد: ابن القیم الجوزیہ محولہ سابقہ، ۲۲۴ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی کا سرکاری انتظام

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی دی۔ چناں چہ یہ وہ بنیادی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر انسان ایک دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے لیے یہ بڑا اہم مسئلہ تھا۔ پانی کی شدید قلت تھی۔ مدینہ میں ایک میٹھا کنواں "بئر رومہ" کے نام سے موجود تھا لیکن بدقسمتی سے یہ ایک متعصب یہودی کی ملک میں تھا اور وہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو پانی فروخت کر کے دولت کماتا تھا۔ نبی کریمؐ نے اس کے خریدنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس کنویں کو خرید کر جو بھی مسلمانوں کے لیے وقف کر دے گا تو جنت میں اس کو اس سے کہیں بہتر کنواں جزا میں دیا جائے گا۔(۱۱۸) چناں چہ یہ اتنی بڑی سعادت حضرت عثمانؓ کے نصیب میں مقدر تھی۔ تنہا انہوں نے اس کنویں کا نصف خرید کر وقف کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہودی نے نصف بقیہ بھی فروخت کرنے کی حامی بھر لی۔ آپؓ نے وہ نصف بھی خرید کر پورا کنواں مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔(۱۱۹)

اضافی مال میں غریب کی کفالت

نبی اکرمؐ کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ اگر کسی صاحب مال کے پاس ضرورت سے زائد مال موجود ہو اور کوئی حاجت مند موجود ہو تو اس کا تعاون کر دیا جائے اور مال کو چھپا چھپا کر نہ رکھا جائے۔ چناں چہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں تھے کہ اچانک سامنے سے ایک شخص اپنی سواری پر نمودار ہوا اور دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگا (غالباً وہ شخص انتہائی خستہ حال تھا) تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ ایسے شخص کو دے جو بغیر سواری کے ہو اور جس کے پاس زادِ راہ زائد ہو تو وہ ایسے شخص کو زادِ راہ دے جس کے پاس نہ ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ضروریات زندگی سے متعلق مختلف قسم کی چیزیں اسی طرح ذکر

☆☆

(۱۱۸) بخاری: امام بخاری، محولہ سابقہ، ص ۵۲۲، ج ۱۔

(۱۱۹) جامع الترمذی: ابو عیسیٰ ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۱۱ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیں۔

آپؐ کے اس طرزِ بیان سے ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا کہ ہمارے اضافی اموال میں ہمارا کوئی استحقاق ہے ہی نہیں۔ (۱۲۰)

بوقتِ ضرورت طعام مشترکہ کے ذریعے کفالت

گزشتہ حدیث میں صراحت موجود ہے کہ جس کے پاس توشہ ہو تو وہ سفر میں بغیر توشہ والے کی ''کفالت'' کرے اور اس کو توشہ فراہم کرے۔ اس کی ایک عملی تصویر ایک غزوہ میں دیکھنے میں آئی۔ چناں چہ ایاس بن سلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے اب سخت فاقے کی نوبت آنے لگی اور ایسا گمان تھا کہ اب ہمیں اپنی سواری کے جانور ذبح کر کے گزارا کرنا پڑے گا لیکن حضور اکرمؐ نے حکم دیا کہ سب اپنے توشے ایک دسترخوان پر جمع کر لیں۔ چناں چہ ہم نے ایسا ہی کیا سب نے اپنے توشے دسترخوان پر لا کر رکھ دیے جو ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا اور ہماری تعداد تقریباً چودہ سو کے لگ بھگ تھی۔

فاکلنا حتیٰ شبعنا جمیعاً ثم حشونا جرابنا. (۱۲۱)

ترجمہ: ''ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر اپنے توشے دان بھی بھر لیے۔''

چناں چہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس طرح مشترکہ طعام کی برکت سے بے توشے والے یا کم توشے والے بھی سیر ہو گئے اور قافلہ کی ضرورت پوری ہو گئی۔

کفالتِ مساکین کے لیے ہنگامی چندہ

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ خدمت عالیہ میں ایک ایسی جماعت کا ورود ہوا کہ جو برہنہ پا اور ننگے بدن تھے یعنی ناداری کے سبب انتہائی خستہ حال تھے چیتے کے گل کی طرح کا صوف یا عبا اوڑھ رکھا تھا، تلواریں لٹکا رکھی تھیں اکثریت ان کی قبیلہ مضر سے تعلق رکھتی تھی بلکہ سب ہی قبیلہ مضر کے افراد تھے (چہروں پر فاقہ کشی کے نمایاں آثار) دیکھ کر حضور اکرم کا چہرہ انور

☆☆

(۱۲۰) مسلم: امام مسلم بحولہ سابقہ، ص۸۱ ج۲۔

(۱۲۱) مسلم: امام مسلم بحولہ سابقہ، ص۸۱ ج۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرخ ہو گیا۔ حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال ؓ کو اذان کا حکم دیا۔ چناں چہ اذان واقامت کے بعد نماز ادا فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں سورۂ حشر کی آیت:

ترجمہ: ''اے لوگو: اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا'' یہ آخر تک تلاوت کی اور دوسری آیت بھی پڑھی۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو: اللہ سے ڈرو اور ہر نفس کو چاہیے کہ وہ جائزہ لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے۔''

آپ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات صحابہؓ کے لیے حرف آخر ہوتی تھی۔ لہٰذا آپ کی یہ پرتاثیر تقریر سن کر عاشقوں کی جماعت تڑپ گئی اور اپنی جمع پونجی آپؐ کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آن کی آن میں اناج اور کپڑوں کے دو انبار لگے ہوئے ہیں۔ ایک انصاری صحابیؓ نے ایک درہموں سے بھرا ہوا طباق پیش کیا جو اتنا وزنی تھا کہ ان سے اٹھایا نہ جاتا تھا۔ اس ترغیبی اور ہنگامی چندے سے حاصل شدہ مال کو دیکھ کر اور صحابہؓ کے ایثار سے خوش ہو کر نبی اکرمؐ کا چہرہ انور چمک رہا تھا۔ (۱۲۲) غرض یہ کہ اس طرح آپؐ نے چندہ جمع کر کے قبیلہ مضر والوں کی ''معاشی کفالت'' کا بہترین بندوبست فرمایا اور یہ تمام اشیاء ان کے درمیان تقسیم فرما دیں۔

مجاہدین کی کفالت

جہاد فی سبیل اللہ کے لیے آئے وقت مسلمانوں کو تیار رہنا پڑتا تھا لیکن عام مسلمانوں کے معاشی حالات اتنے بہتر نہ ہوتے تھے کہ ہر مجاہد اپنے لیے رخت سفر کا بندوبست کرے۔ چناں چہ غزوہ تبوک جو کہ ''جیش العسرۃ'' بھی کہلاتا ہے اس موقع پر نبی کریمؐ نے بڑے زور و شور کے ساتھ مالی معاونت کے لیے ترغیب دی۔ حضرت عثمانؓ نے اس آزمائش کی گھڑی میں نبی اکرمؐ کی ترغیب میں تین سو اونٹ اور ایک ہزار دینار آپؐ کی خدمت میں لا کر پیش کیے جس سے آپؐ نے اپنے قافلہ کی ضروریات کو پورا فرمایا۔ اس کار خیر پر زبانِ رسالتؐ سے حضرت عثمانؓ کے

☆☆

(۱۲۲) صحیح مسلم: امام مسلم بحوالہ سابقہ ص ۳۲۷ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ ارشاد ہوا کہ اب عثمانؓ کچھ بھی کریں کوئی عمل ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔(۱۲۳) اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

نبی اکرمؐ کے معاشی کفالت کے مختلف واقعات

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرمؐ کے ساتھ رات کے وقت ایک راستہ پر چل رہا تھا۔ ہمارا رخ احد پہاڑ کی جانب تھا تو مجھ سے آپؐ نے فرمایا:

"اے ابوذر اگر احد پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور میرے پاس ایک دینار بھی رہ جائے۔ البتہ قرضہ کی ادائیگی کے لیے کچھ پس انداز کرلوں تو الگ بات ہے۔" (۱۲۴)

کاشانہ نبویؐ میں کبھی بھی کوئی مال اپنی ضرورت کے لیے روک نہ رکھا گیا تھا۔ فتح خیبر ۷ھ کے بعد یہ معمول بنا لیا تھا کہ تمام ازواج مطہراتؓ کے لیے سال بھر کا اناج رکھ دیا جاتا تھا۔(۱۲۵)

مگر غالباً یہ بھی امت کو ایک جواز کی صورت عنایت کرنا تھی تاکہ قیامت تک آنے والے احتیاط پسند امتی اگر سال بھر کا اناج اپنی ضرورت کے لیے ذخیرہ کرلیں تو اسے گناہ تصور نہ کریں۔ ورنہ آپؐ کے گھر والوں کے سال کے لیے جمع کیے ہوئے غلہ کا یہ حال ہوتا کہ فقراء اور مساکین کی نذر ہو جاتا اور کاشانہ نبویؐ میں کئی کئی روز تک آگ روشن نہ ہوتی اور کئی کئی دن صرف پانی اور کھجور پر گزر جاتے۔(۱۲۶)

ایک دفعہ نماز عصر کے بعد خلاف معمول گھر تشریف لے گئے اور فوراً واپس تشریف بھی لے آئے۔ صحابہ کرامؓ کو اس مبارک عمل پر تعجب ہوا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے نماز میں یاد آیا کہ سونا گھر رکھا ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ رات گزر جائے اور وہ سونا گھر پر ہی رکھا رہے اس لیے اسے خیرات کرانے کا کہہ کر آیا ہوں۔

☆☆

(۱۲۳) جامع الترمذی: امام ترمذی، محولہ سابقہ، ص ۲۱۱ ج ۲۔

(۱۲۴) صحیح بخاری: امام بخاری، محولہ سابقہ، ص ۳۲۱ ج ۱۔

(۱۲۵) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۰۶ ج ۲۔

(۱۲۶) نبی کریمؐ کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۳۴۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کی مہمان نوازی اور ان کی کفالت

مہمان نوازی کی تعلیمات تو نبی کریم ﷺ نے اتنی دی ہیں جس کی کوئی حد نہیں لیکن عملاً بھی آپ ؐ نے خود مہمانوں کی کفالت کا بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے کہ بسا اوقات خود اور اہل خانہ بھوکے سو گئے اور مہمانوں کو شکم سیر کر کے کھلایا۔ فتح مکہ کے بعد آپ ؐ کے در اقدس پر مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ وسیع پیمانہ پر پھیل گیا تھا۔ دور دراز سے مختلف قوموں کے نمائندے وفود کی شکل میں حاضر خدمت ہوتے۔ اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرتے اگر مطمئن ہو جاتے تو دولت اسلام کو قبول کر لیتے اور آپ ؐ کے مہمان بن کر کچھ روز مدینہ میں رہتے اور بنیادی تعلیمات اسلام سے آگاہی حاصل کر کے اپنے علاقوں میں واپس ہو جاتے۔ بہر حال ایسے مسافرین کے لیے مہمان نوازی، کفالت معاش کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ آپ ؐ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ مہمان نوازی میں مسلم کافر کی تمیز نہ تھی بلکہ بلا تفریق مذہب اور بلا تفریق رنگ و نسل ہر اس مسافر کی جو حاجت مند ہوتا کفالت فرماتے۔ ایک کافر آپ ؐ کا مہمان بنا اور رات کو کاشانہ نبویؐ میں اقامت گزیں ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ؐ نے اسے یکے بعد دیگرے بکریوں کا دودھ پلانے کا حکم دیا، وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔

حتی شرب حلاب سبع شاة

رات گزرنے کے بعد اس مہمان نوازی کا یہ اثر ہوا کہ صبح جب بیدار ہوا:

"ثم انه اصبح فاسلم"، تو اسلام قبول کر لیا۔

اور اسلام کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ آپ ؐ نے اس مہمان کو پھر ایک بکری کا دودھ پیش کرنے کا حکم دیا تو وہ ایک سے زائد بکری کا دودھ نہ پی سکا۔ (۱۲۷)

ایک مرتبہ قبیلہ غفار کا ایک فرد آپ ؐ کا مہمان بنا، اس رات کاشانہ نبویؐ میں صرف بکری کا دودھ تھا وہ مہمان کو پیش کر دیا گیا اور اہل بیت بھوکے سوئے حالاں کہ اس سے پہلی رات بھی یہاں فاقہ ہی تھا۔ (۱۲۸)

☆☆

(۱۲۷) صحیح مسلم: امام مسلم بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۶ ج ۲۔

(۱۲۸) نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری بحوالہ سابقہ، ص ۳۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ بذات خود رات کو اٹھ کر مہمانوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے اور کوشش یہ ہوا کرتی تھی کہ مہمان کی ''کفالت'' اپنے ہی گھر سے ہو، لیکن کبھی اگر اپنے دولت کدہ میں فاقہ کشی جاری ہوتی تو مہمان کو کسی صحابی کے سپرد فرما کر اس کی مہمان نوازی کا حکم دیتے۔ لیکن مہمان کو اپنے رحم وکرم پر نہ چھوڑتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خدمت اقدسؐ میں ایک شخص نے حاضر ہوکر کہا کہ میں بھوکا ہوں تو آپؐ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ گھر میں کچھ ہو تو بھیج دو تو جواب آیا:

والذی بعثک ما عندی الاماء

ترجمہ: ''کہ قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا کہ میرے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ آپؐ نے باری باری ہر زوجہ محترمہ کے ہاں یہی پیغام ارسال فرمایا اور سب کے ہاں سے یہی جواب موصول ہوا جب اپنے گھر سے کوئی بندوبست نہ ہوسکا تو آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ میں اعلان فرمایا:

من یضیف ھذہ اللیلۃ رحمہ اللہ.

ترجمہ: ''کہ جو شخص بھی اس کی مہمان نوازی کرے اللہ اس پر رحم فرمائے تو ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور اس شخص کو اپنے گھر لے گئے۔ اہلیہ سے دریافت کیا کہ کچھ ہے تو انہوں نے جواب دیا صرف بچوں کے کھانے کا انتظام ہے انہوں نے کہا کہ بچوں کو کسی اور چیز سے بہلا دو اور جب مہمان کھانا کھانے لگے تو چراغ کو درست کرنے کے بہانے بجھا دو اور ایسا ظاہر کرو کہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم بھی اسکے ساتھ شریک طعام ہیں۔ چناں چہ ان کی اہلیہ نے ایسا ہی کیا اور اس مہمان کو سیر ہوکر کھلایا۔ صبح کو حضور اکرم ﷺ نے ان کے اس عمل پر بشارت دی کہ تمہارے اس عمل پر اللہ کو تعجب ہوا اور یہ عمل پسند آیا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ

ترجمہ: ''کہ خود نقصان اٹھا کر دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔'' (۱۲۹)

قربان جایئے اس پیغمبر کے جو خود بھوکے رہ کر مہمان کو کھلاتے خود فاقہ کرتے لیکن نووارد کو سیر کراتے۔ آپؐ کے گھر میں فاقہ کشی کی اہم وجہ یہی مہمان نوازی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے اعرجؒ نے دریافت کیا کہ حضور اکرمؐ کے فاقہ کی وجہ کیا تھی تو فرمایا:

☆☆

(۱۲۹) صحیح مسلم: امام مسلم بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۳، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکثرۃ من یغشاہ واضیافہ و قوم یلزمونہ لذالک فلایا کل طعاماً ابداً الاّ معہ اصحابہ و اھل الحاجۃ یتتبعون من المسجد (۱۳۰)

ترجمہ: ''ان لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جو حضور اکرمؐ کے ساتھ لپٹے رہتے اور آپؐ کے مہمان اور ایسی جماعت جو اسی کام کے لیے آپؐ سے چمٹی رہتی تھی۔''

چناں چہ آپؐ نے کبھی بھی تنہا کھانا تناول نہ فرمایا جب تک کہ آپؐ کے ساتھ آپ کے صحابہؓ اور وہ ضرورت مند لوگ جو مسجد سے آپؐ کے ساتھ آتے تھے وہ شریک نہ ہوتے یعنی ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے۔

اپنے اقرباء پر غیروں کو ترجیح

نبی اکرمؐ کی ذات والا صفات اتنی فیاض تھی کہ غیروں کے پیٹ بھرنے کی غرض سے خود بھوکے رہ لیتے، کیا شان تھی آپ کی۔ چوں کہ آپ کی نگاہ میں اصل زندگی تو آخرت کی تھی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے:

اللّٰھم لا عیش الاّعیش الآخرۃ (۱۳۱)

ترجمہ: ''اے اللہ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔''

یہ کہنا آپؐ کا فقط زبان سے نہ تھا کہ دنیا کی ہوس میں مال و دولت سمیٹ رہے ہوں اور زبان سے آخرت کی فکر ظاہر کر رہے ہوں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ کی لخت جگر نور نظر چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے کہنے پر خدمت گزاری کے لیے ایک کنیز کا سوال کرنے آئیں کیوں کہ گھر کے کام کاج خود کرنے سے سخت تکلیف میں مبتلا ہوگئیں تھیں۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر زبان گنگ ہوگئی اور اپنا مدعیٰ دل میں لیے واپس آگئیں۔ بعد میں آپؐ کے لاڈلے داماد نے ان کی آمد کا مقصد ظاہر کر دیا۔ مدعیٰ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ اصحاب صفہ کا ابھی تک کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوا جب تک ان کی طرف سے مجھے اطمینان نہ ہو کسی اور کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ (۱۳۲)

اسی طرح کی درخواست ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ کی صاحبزادیوں اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی

☆☆

(۱۳۰) الطبقات: لابن سعد، محولہ سابقہ، ص ۳۰۹ ج ۱۔

(۱۳۱) صحیح بخاری: امام بخاری، محولہ سابقہ، ص ۹۴۹ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ عنہن اجمعین نے مل کر پیش کیں۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ آپ کے پاس قیدی آئے ہیں تو آپ نے ان کی درخواست سن کر فرمایا:

سبقکن یتامیٰ بدر

ترجمہ: ''بدر کے یتیم تم سے سبقت لے گئے اور وہ پہلے درخواست کر چکے ہیں، ان کو آپ نے ذکر و تسبیح کی تلقین فرمادی۔'' (۱۳۳)

اللہ اکبر: بدر کے یتیم تم سے پہلے سوال کر چکے ہیں، یہ کہہ کر اپنی چہیتی کو کچھ دینے سے انکار کر دیا، لیکن ان کو وہ چیز دینے کی فکر کی جوان کے ہمیشہ کام آنے والی تھی کہ تسبیحات کی تلقین فرما دی کہ یہ پڑھا کرو جو تسبیح فاطمی کے نام سے مشہور ہے۔ آج کا ایک ادنیٰ سا بھی سرکاری افسر معمولی سا عہدہ ملنے کے بعد سب سے پہلے جائز و ناجائز ہر طریقے سے اقربا نوازی کی فکر کرتا ہے۔ لیکن قربان اس ذات پر جس نے ہمیشہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی اور اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لیے یہ دعا کی:

اللّٰھم اجعل رزق آل محمد قوتاً

ترجمہ: ''کہ اے اللہ کریم محمد ﷺ کے خاندان کا رزق بدرجہ کفایت ہی بنادے۔'' (۱۳۴)

حیرت انگیز ایثار

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ایثار، غم خواری، ہمدردی سے بھری پڑی ہے ایسا لگتا ہے کہ آپ کی زندگی کا اہم مقصد ہی درد دل تھا کہ دوسروں کے دکھوں کو برداشت نہ کرنا، ہر تکلیف خود سہہ لینا اور دوسروں کو خوش کر دینا۔ گویا کہ آپ کی زندگی کا خلاصہ یہ تھا:

''درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں''

چناں چہ ابن مردویہ نے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بغوی نے بروایت حضرت جابرؓ ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ

☆☆

(۱۳۲) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۳۹ ج ا۔

(۱۳۳) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد، محولہ سابقہ، ص ۳۴۳ ج ا۔

(۱۳۴) نبی کریم کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۳۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری والدہ آپؐ سے ایک کرتے کا سوال کرتی ہیں، اس وقت رسول اکرمؐ کے پاس کوئی کرتہ اس کے سوا نہ تھا جو آپؐ کے بدن مبارک پر تھا۔ آپؐ نے لڑکے کو کہا کہ پھر کسی وقت آؤ۔ جب کہ ہمارے پاس اتنی وسعت ہو کہ تمہاری والدہ کا سوال پورا کر سکیں۔ لڑکا گھر گیا اور واپس آیا اور کہا کہ میری والدہ کہتی ہیں کہ آپؐ کے بدن مبارک پر جو کرتا ہے وہی عنایت فرمادیں، یہ سن کر آپؐ نے اپنے بدن مبارک سے کرتا اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔ آپؐ ننگے بدن رہ گئے۔ نماز کا وقت آیا۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی مگر آپؐ حسب عادت باہر تشریف نہ لائے تو لوگوں کو فکر ہوئی، بعض لوگ اندر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ کرتے کے بغیر بیٹھے ہیں۔(۱۳۵) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ ٱلۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُومًا مَّحۡسُورًا(۱۳۶)

ترجمہ: ''اور نہ رکھیے آپ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دیجیے اس کو بالکل کھول دینا پھر آپ بیٹھے رہیں الزام کھائے اور ہارے ہوئے۔''

اس چھوٹے سے واقعہ سے ہمیں چار معاشی تعلیمات ملتی ہیں:

نمبر ۱۔ والدہ کا اپنے بیٹے کو نبی کریمؐ کی خدمت میں کرتہ لینے کے لیے بھیجنا اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ آپؐ نے کفالت عامہ کی جو ذمہ داری بحیثیت رئیس دولت اسلامیہ قبول کر رکھی تھی اس کا علم اس محتاج عورت کو بھی تھا۔

نمبر ۲۔ اس لڑکے کا آپ کا کرتہ مبارک پکڑ کر کہنا کہ آپؐ نے تو کرتہ پہن رکھا ہے مجھے نہیں دیتے اس امر واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ لڑکا بھی جانتا تھا کہ ننگوں کو کپڑا پہنانا آپ کی بحیثیت رئیس دولت اسلامیہ ذمہ داری ہے۔

نمبر ۳۔ آپؐ کا اپنا کرتہ مبارک اتار کر اس لڑکے کو دینا اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ آپ کو اعتراف تھا کہ ایسے بے کسوں اور بے نواؤں کو کپڑا پہنانا آپؐ کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا آپؐ نے اپنا کرتا تک اتار کر اس برہنہ لڑکے کے سپرد کر دیا۔

نمبر ۴۔ قیامت تک آنے والی اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو یہ سبق دے دیا کہ یہ کیوں کر

☆☆

(۱۳۵) معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، کراچی، ''ادارۃ المعارف'' ۱۹۷۸ء ص ۶۱ ج ۵۔

(۱۳۶) القرآن: ۱۷۔۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہے کہ وہ خود تو اپنی ضروریات پوری کر رہے ہوں (مثلاً کپڑے پہن کر رہیں) اور ان کی رعایا محتاج اور بے کس برہنہ تن یا برہنہ پا یا پیٹ سے بھوکے پھریں۔ (۱۳۷)

ایک اہم نکتہ اس واقعہ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ نے حق العبد کو ترجیح دی، حق اللہ پر کیوں کہ آپ کو بھی یہ معلوم تھا کہ جب میں اپنا پیرھن اس بچے کو دوں گا تو نماز کے لیے نہ جا سکوں گا لیکن اس کے باوجود بھی آپؐ نے کرتہ دینے میں دریغ نہیں کیا اور فوراً اس کو دیدیا تو اس سے بھی حکمران کے اوپر جو اپنی رعایا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اس کی اہمیت بھی بڑھ کر ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپؐ ایک قمیص خرید کر پہن کر چلے تو ایک انصاری صحابیؓ نے آپؐ سے قمیص کا سوال کیا، آپؐ نے وہی قمیص اتار کر دیدی اور اپنے لیے دوسری قمیص خرید لی۔ (۱۳۸)

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ یہودی کے مقروض تھے مدت مقررہ پر یہودی نے مطالبہ کیا انہوں نے مہلت طلب کی یہودی آمادہ نہ ہوا مجبوراً ان صحابیؓ کا قرض ادا کرنے کے لیے آپؐ نے اپنا کپڑا یہودی کے حوالے کر دیا اور سر مبارک سے عمامہ اتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ (۱۳۹)

وقتِ رحلت نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیم:

مخدوم انسانیت جو قید دنیا سے آزاد ہو رہے تھے صبح بیدار ہوئے تو پہلا کام یہ فرمایا کہ سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ یہ تعداد میں چالیس (۴۰) تھے۔ پھر اثاث البیت کی طرف توجہ فرمائی اس وقت کاشانہ نبوی کی ساری دولت صرف سات دینار تھے۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

"انہیں غریبوں میں تقسیم کر دو مجھے شرم آتی ہے کہ رسول اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولت دنیا پڑی ہو۔"

اس ارشاد پر گھر کا گھر صاف کر دیا گیا۔ آخری رات کاشانہ نبویؐ میں چراغ جلانے کے لیے

☆☆

(۱۳۷) نبی کریمؐ کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۸۔

(۱۳۸) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، بحوالہ سابقہ، ص ۲۸۹۔

(۱۳۹) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، بحوالہ سابقہ، ص ۲۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیل تک موجود نہیں تھا یہ ایک پڑوسی عورت سے ادھار لیا گیا۔ گھر میں کچھ ہتھیار باقی تھے انہیں مسلمانوں کو ہبہ کر دیا گیا۔ زرہ نبوی تیس صاع کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ (۱۴۰)

چنانچہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ماترک رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موته درهماً ولا ديناراً ولا عبداً ولا امةً ولا شيئاً الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضاً جعلها صدقة. (۱۴۱)

ترجمہ: ''رسول پاکؐ نے اپنی رحلت کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ کوئی لونڈی غلام اور نہ ہی کوئی دوسری چیز سوائے ایک سفید خچر اور اپنے ہتھیار اور زمین کے جس کو آپؐ نے عامۃ المسلمین کے لیے صدقہ فرما دیا تھا۔''

نتائج

آپ کی ذاتی سادگی اور فقر و فاقہ والی زندگی سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ بلاشبہ نبی کریمؐ کا یہ فقر اختیاری تھا اور آپؐ نے وراثت وغیرہ اس لیے نہ چھوڑی کہ انبیاء علیہم السلام درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے مگر اس میں امت کے لیے بہت ساری معاشی تعلیمات (Economic Teaching) ہیں۔

مثلاً:

نمبر ۱۔ فقر اور سادگی سے زندگی گزار لینا انسان کو بہت سی معاشی پریشانیوں اور ضرورت سے زیادہ معاشی جدوجہد (Economic Struggle) سے نجات دیتا ہے۔ اس طرح انسان کو ذہنی سکون نصیب ہوتا ہے اور وہ امت کی بہتری کے لیے بہت سے دوسرے امور خیر انجام دے سکتا ہے۔ لالچ اور ''زیادہ سے زیادہ کا'' حصول انسان کے سینے کو معاشی پریشانیوں سے بھر دیتا ہے۔ لہٰذا انسان کسی کے لیے تو کیا اپنے لیے بھی بہتر زندگی نہیں گزار سکتا۔ نبی کریمؐ

☆☆

(۱۴۰) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، لاہور، ''ادارہ اسلامیات'' ۱۹۹۰ء، ص ۳۱۔

(۱۴۱) صحیح بخاری: امام بخاری محولہ سابقہ، ص ۳۸۲ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حاکم ہو کر بھی فقر اختیار کر کے عام انسانوں اور بادشاہوں تک کو یہ تعلیم دی ہے کہ زندگی تو اس طرح بھی کٹ سکتی ہے۔

نمبر ۲۔ اسی فقر اور سادگی کو حکومتی سطح پر بھی اپنایا جائے تو بے جا اخراجات بلکہ تعیّشات اور فضولیات ختم ہو جائیں گی جن کے لیے عوام پر ٹیکس لگا کر پریشان کیا جاتا ہے۔ اگر حکمران اور ان کے اہلکار سادہ زندگی گزاریں گے تو زیادہ سے زیادہ بچا کر غریب عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کر سکیں گے۔ جب کہ آج الٹا غریبوں سے لے کر اپنے اخراجات پورے کرتے ہیں۔

نمبر ۳۔ اگرچہ نبی کریمؐ نے وراثت اس لیے نہیں چھوڑی کہ انبیاء کرام دولت و مال نہیں چھوڑا کرتے۔ مگر اس سے ایک طرح وراثت چھوڑنے کے جنون کی حوصلہ شکنی ضرور کی گئی ہے۔

یہ عام مشاہدہ ہے کہ لوگ وراثت اکٹھی کرنے کے جنون میں ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) کرتے ہیں۔ بعض اوقات غیر شرعی حربے استعمال کرتے ہیں۔ کئی شرعی حقوق دباتے ہیں کہ اپنی اولاد کو امیر چھوڑ کر مریں۔ گو اولاد کو اچھی معاشی حالت میں چھوڑ جانا ایک مستحسن بات ہے مگر اسے جنونی وراثت میں تبدیل کرنا کسی طرح مستحسن نہیں۔ اگر سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ وراثت چھوڑنے کا جنون چھوڑ کر اپنی زندگی میں زیادہ سے زیادہ امت مسلمہ کی فلاح کے لیے خرچ کریں تو گردش دولت اور تقسیم دولت کی راہیں کھلیں گی اور عدل اجتماعی کا قیام آسان ہو گا۔

نمبر ۴۔ نبی کریمؐ نے اپنے تمام متروکات امت کے لیے وقف کر کے اغنیاء کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ اگر اپنی زندگی میں بخل اور مال کی محبت میں امت کے فقراء و محتاجوں کے لیے کچھ نہیں کر سکے یا جتنا کرنا چاہیے اس سے کم کر گئے تو اپنی موت کے وقت یہ وصیت کر دیں کہ ان کی وراثت کا ایک حصہ امت کے فقراء اور محتاجوں کی معاشی فلاح (Economic Welfare) پر خرچ کر دیا جائے۔ نبی کریمؐ نے اغنیاء کو اپنا ایک تہائی (1/3) مال یوں وصیت کر دینے کی ترغیبی اجازت دی ہے۔ (۱۴۲)

☆☆

(۱۴۲) نبی کریمؐ کی معاشی زندگی: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۳۳۵ تا ۳۳۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ بحث

نبی کریمؐ کی پوری حیات طیبہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ آپؐ نے بہ حیثیت عام فرد جب کہ آپ حکمران نہ بنے تھے اور بہ حیثیت حکمراں دونوں حیثیتوں میں آپؐ کی کوشش یہ رہی کہ اپنا تن من دھن سب معاشرے کے ضرورت مند افراد پر لٹا دیں، خود بھوکے ننگے رہ کر دوسرے کو سکھ پہنچا دیں۔ اپنی ازواج اور آل اولاد کو ثانوی درجہ دے کر پہلے غرباء، مساکین، یتامیٰ مسافرین، بیواؤں کو سکون کی زندگی دیدیں۔ اپنی رعایا کا خون چوسنے کے بجائے اپنے خون کا قطرہ قطرہ ان پر نچھاور کردیں۔ ان پر ٹیکس لگا کر دولت حاصل کرنے کے بجائے بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کردیں۔ کاش ہمارے حکمراں بھی آج لینے کی فکر چھوڑ کر دینے کی فکر پر عمل پیرا ہوں تو زہے نصیب۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ سوم

فصلِ اوّل

صحابۂ کرامؓ کا مواخات میں بے مثال ایثار

''نظام کفالت' کے میدان میں اسلامی ریاست پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ور کس طرح حسن تدبیر کے ساتھ اسلامی حکومت اپنی رعایا کی اشیائے خورد و نوش، لباس پوشاک اور سکونت کے لیے کیا بہتر خدمت انجام دے سکتی ہے۔ ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیے ہمیں اسلامی تاریخ کی اولین اور ریاست مدینہ طیبہ کے ابتدائی زمانے کا جائزہ لینا ہوگا کہ سب سے پہلی اسلامی حکومت کے بانی اور مؤسس رسول خدا ﷺ نے حکومت کے محدود وسائل کے باوجود کس حسن تدبیر سے اپنی رعایا کی ''کفالت'' کا انتظام فرمایا۔

مہاجرینؓ وانصارؓ کے درمیان مواخات

مکہ مکرمہ کی سرزمین جب مسلمانوں پر روز بروز تنگ ہوتی چلی گئی اور مسلمانوں کا وہاں جینا دشوار ہوگیا تو بحکم خداوندی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ چناں چہ صحابہ کرامؓ اپنے گھر بار اور مال متاع کو چھوڑ کر بے سروسامانی کے عالم میں مکہ مکرمہ کو خیر باد کہہ گئے اور مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن بنایا۔

قرآن کریم نے ان کی اس مبارک ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۱۴۳)۔

☆☆

(۱۴۳) القرآن: ۵۹:۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ”وہ لوگ جنہیں نکال دیا گیا اپنے گھروں (وطن) سے اور اپنے مالوں سے (اپنی جائیداد سے بے دخل کر دیے گئے) اور وہ لوگ اس ترک وطن سے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرنا چاہتے ہیں یہی لوگ (عقیدے) کے سچے ہیں۔“

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے مہاجرین صحابہ کی سچائی کی گواہی دی اور ساتھ ہی ان کے مجاہدہ کا بھی ذکر فرمایا کہ ان مہاجرین نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرنے کی غرض سے اپنی جائیداد مال ومتاع سب کو ٹھکرا دیا اور اپنے آبائی وطن مکہ مکرمہ کو بھی ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔

چناں چہ جب مہاجرین مکہ سے اللہ کے لیے اہل وعیال خویش واقارب گھر بار مال ومتاع چھوڑ کر بالکل تہی دست مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں ان کے انصاری بھائیوں نے انتہائی خوش دلی اور خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ کچھ وقت کے بعد نبی کریم کو بھی ہجرت کا حکم ملا۔ آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں سکونت پزیر ہوئے اور وہاں سب سے پہلے ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کا قیام فرمایا۔

مہاجرین کی سرکاری کفالت کا انتظام

اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ جو اسلامی حکومت کو درپیش ہوا وہ یہ تھا کہ جو لوگ ہمیشہ کے لیے اپنے گھر بار مال ودولت سب چیزوں کو چھوڑ آئے ہیں اب ان کے لیے اس نوزائیدہ غریب اسلامی ریاست میں کفالت کا کیا بندوبست کیا جائے، جب کہ حکومت کے پاس اس وقت کوئی بیت المال بھی نہ تھا، مال غنیمت یا دیگر کسی قسم کے کوئی فنڈ کا سلسلہ بھی نہ تھا اور مسئلہ کی نوعیت اتنی اہم تھی کہ اس کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری تھی۔

چناں چہ اسلامی ریاست کے حاکم نبی کریم ﷺ نے اس نازک اور اہم مسئلہ کا وہ حل تلاش کیا جو کہ آپ کی حکمرانی کی اہلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنا استقبال کرنے والی جماعت جس کو قرآن حکیم نے ”انصار“ کے لقب سے نوازا ہے ان سے مہاجرین کا رشتہ مواخات قائم فرما دیا۔ اسی اہم اور پیچیدہ اور وسائل طلب مسئلے کو ایسی فراست اور دانائی سے حل فرمایا کہ دنیا آپ کی سیاست مدنیہ کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ عقد مواخات کا یہ حکم آپ نے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بھی دیا تا کہ ترک وطن اور عزیز و اقارب کی جدائی کا صدمہ اور غم انصار کی محبت و الفت اور انسیت سے تبدیل ہو جائے۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کا معین و مددگار اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کا غمگسار ہو۔ ضعیف اور ناتواں کو قوی اور زبردست کی اخوت سے قوت حاصل ہو۔ یہ مواخات کا عقد ہجرت کے پانچ ماہ بعد پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار کے درمیان حضرت انسؓ کے مکان میں منعقد ہوا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ (۱۴۴)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ''عقد مواخات'' مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد منعقد کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ جس وقت مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت مواخات قائم ہوئی۔ (۱۴۵)

اس مواخات کے نتیجہ میں انصار صحابہ کی جماعت نے اپنے مہاجر اسلامی بھائیوں کے لیے ایسی محبت و ایثار اور اخوت و مواسات کا عملی نمونہ پیش کیا کہ چشم فلک نے اس کی مثال آج تک سگے بھائیوں کے درمیان بھی نہیں دیکھی۔

قرآن حکیم نے انصار کی اس بے مثال محبت کا تذکرہ اس شان سے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (۱۴۶)

ترجمہ: ''اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ۔''

اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پزیر تھے اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے تو یہ لوگ محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لیے تیار ہیں اور مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فیئ

☆☆

(۱۴۴) سیرت المصطفیٰؐ: محمد ادریس کاندھلوی، لاہور، ''مکتبہ عثمانیہ'' ۱۴۰۳ھ، ص ۴۳۳ ج ا۔

(۱۴۵) ایضاً: محولہ بالا، ص ۴۳۷ ج ا۔

(۱۴۶) القرآن: ۵۹:۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ میں سے حضورؐ جو کچھ عنایت کریں اسے دیکھ کر انصار تنگ دل نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر اچھی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کسی قوم نے کسی قوم کے لیے دکھلایا؟ (۱۴۷)

انصار صحابہ کی جماعت نے جو مواخات کا حق ادا کیا اور جس مخلصانہ ایثار کا ثبوت دیا اولین و آخرین میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے زر زمین مال اور جائیداد سے جو مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک کیا، وہ تو کیا ہی کہ زمین و باغات مہاجرین کو دے ڈالے، ان سب سے بڑھ کر یہ ایثار کا مظاہرہ کیا کہ جس انصاری صحابی کی دو بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائی سے یہ کہہ دیا کہ جس بیوی کو تم پسند کرو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ طلاق کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ (۱۴۸) چناں چہ سعد بن ربیعؓ جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی اخوت میں دیے گئے تو ان کی دو بیویاں تھیں انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ سے یہ پیش کش کی تھی لیکن انہوں نے احسان مندی کے ساتھ انکار فرما دیا۔ انصار کی سب گزر بسر کھجوروں کے باغات پر ہوتی تھی کیوں کہ یہ لوگ زراعت پیشہ اور زمیندار لوگ تھے۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے رسول خدا ﷺ سے یہ پیش کش کی:

اقسم بیننا و بین اخواننا النخیل (۱۴۹)

یعنی یہ کھجور کے باغات آپؐ ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان برابر تقسیم فرما دیں۔ آدھے ہمارے بھائیوں کے حوالے کر دیجیے، لیکن چوں کہ مہاجرین تجارت پیشہ لوگ تھے اور زراعت کے پیشے سے بالکل ناآشنا تھے اس وجہ سے نبی کریمؐ نے ان کی طرف سے اس پیشکش کو منظور نہ فرمایا۔

انصار نے پھر یہ درخواست پیش کی کہ مہاجرین ہمارے شریک کار بن جائیں اور ہمارا ہاتھ بٹائیں ہم اپنی پیداوار میں سے نصف مہاجرین کو دیدیں گے۔ (۱۵۰) اور یہ پیشکش بھی انصار

☆☆

(۱۴۷) تفسیر عثمانی: ص ۷۲۵۔

(۱۴۸) صحیح بخاری: امام بخاریؒ محولہ سابقہ ص ۳۳۵ ج ۱۔

(۱۴۹) صحیح بخاری: امام بخاریؒ محولہ سابقہ، ص ۳۱۲ ج ۱۔

(۱۵۰) ایضاً: محولہ بالا ص ۳۱۲ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے مذکور ہے سب کاروبار ہم خود انجام دے لیں گے، جو کچھ پیداوار ہوگی اس میں سے نصف حصہ مہاجرین کا ہوگا۔ مہاجرین نے اس کو منظور کیا۔(۱۵۱) یہ رشتہ مواخات بالکل حقیقی رشتہ بن گیا بلکہ اس قدر محکم اور مضبوط رشتہ سمجھا جانے لگا کہ بمنزلہ قرابت اور نسب سمجھا جانے لگا جب کسی انصاریؓ کا انتقال ہوتا تو اس کی جائیداد اور مال واسباب کا مہاجر ہی وارث ہوتا تھا۔(۱۵۲) حتیٰ کہ سگے بھائی بند جائیداد سے محروم رہتے یہ درحقیقت اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر تھی:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (۱۵۳)

ترجمہ: ''بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جان سے و مال سے جہاد کیا وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں (ایک دوسرے کے وارث ہوں گے)''۔

جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کی مالی حالت درست ہوگئی اور غنائم سے ان کو وافر مقدار میں حصہ ملا اور اب ان کو امانت کی ضرورت نہ رہی تو اس آیت کے ذریعہ میراث کا حکم منسوخ ہوگیا۔

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (۱۵۴)

ترجمہ: ''ارباب قرابت ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں۔''

چناں چہ اس آیت کے نزول کے بعد میراث کا حکم منسوخ کردیا گیا اور تمام مومنوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا گیا اور یہ آیت اتری:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (۱۵۵)

ترجمہ: ''بے شک تمام اہل ایمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

☆☆

(۱۵۱) ایضاً: محولہ بالا،ص ۳۱۳ ج ۱۔

(۱۵۲) ایضاً: محولہ بالا،ص ۶۶۹ ج ۲۔

(۱۵۳) القرآن: ۸: ۷۵۔

(۱۵۴) القرآن: ۸: ۷۵۔

(۱۵۵) القرآن: ۴۹: ۱۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب تفسیر وحدیث میں یہ تصریح مذکور ہے کہ ۴ھ میں بنونضیر کو جب ملک بدر کر دیا گیا اور ان کی اراضی اور باغات اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان قوم کے قبضے میں دیدیے تو جناب نبی کریم ﷺ نے انصار صحابہ کرامؓ کی جماعت کو طلب فرمایا اور یہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو تمہیں تو معلوم ہے کہ مہاجرین کی جماعت نادار ہے، یہ غریب غرباء ہیں اگر تم اس بات پر راضی ہو کہ نئے مقبوضات صرف انہیں کو دے دیے جائیں اور تم اپنے پرانے باغات ان سے واپس لے لو۔ انصار نے اس آزمائش کی گھڑی میں بھی اخلاص اور ایثار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فرمایا کہ نہیں ہمارے باغات ہمارے بھائیوں کے پاس ہی رہنے دیے جائیں اور نئے بھی انہیں کو عطا فرما دیجیے۔(۱۵۶)

انصارؓ کا ایثار اور مہاجرینؓ کی خودداری:

انصار کی جماعت نے رشتہ ایمان کی بنیاد پر اپنے مہاجر بھائیوں کی کفالت کا بوجھ برداشت کیا اور ایثار کر کے ان مٹ نقوش تاریخ اسلام کے صفحات پر چھوڑے۔ دنیا اس ایثار پر ہمیشہ ناز کرے گی۔ لیکن ان تمام ایثار کے واقعات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ شاید مہاجرین کی جماعت ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بے فکری کے ساتھ بیٹھ گئی ہوگی اور انہوں نے اپنے معاش کے لیے خود کفیل ہونے کا کوئی بندوبست نہ کیا ہوگا۔ چناں چہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس رشتہ مواخات کے انعقاد کے بعد مہاجرین نے معاشی میدان میں خود کفیل ہونے کے لیے کیا کیا؟

بعض صحابہ کرامؓ نے اپنی دکانیں کھول لیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا کپڑے کی تجارت کا کام تھا اور اس کے لیے آپ نے اپنا کارخانہ سنخ میں قائم کر رکھا تھا۔(۱۵۷)

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ بھی تجارت میں مشغول ہو گئے تھے۔(۱۵۸) اور غالباً ان کی تجارت کی وسعت ایران تک پہنچ گئی تھی۔(۱۵۹) اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی اس قسم کی چھوٹی بڑی تجارتوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

☆☆

(۱۵۶) فتوح البلدان: یحییٰ بن آدم البلاذری: مصر، "مصطفیٰ البابی الحلبی" ۱۳۱۹ھ ص ۲۰۔

(۱۵۷) الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد، بیروت، "دارصادر"، ۱۹۵۷ء ص ۱۳۰ ج ۳۔

(۱۵۸) مسند احمد: امام احمد بن حنبل" مصر، "مطبعہ البھیہ" (س۔ن) ص ۴۴۰ ج ۴۔

(۱۵۹) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۴۷ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سیدنا عثمان غنیؓ بنوقینقاع کے بازار میں کھجور کی تجارت فرماتے تھے۔(۱۶۰)

حضرت سعد بن الربیعؓ نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنے کل اثاثے کا معائنہ کرانے کے بعد یہ پیشکش کی کہ اس کل اثاثے میں سے نصف آپ لے لیجیے تو انہوں نے دعا دی کہ اللہ پاک یہ سب آپ کو مبارک فرمائے آپ مجھے بس بازار کا راستہ دکھلا دیجیے۔ چناں چہ انہوں نے بنوقینقاع کا جو مرکزی بازار تھا جا کر اس کا راستہ بتا دیا۔ انہوں نے کچھ گھی اور کچھ پنیر خریدا اور شام کے وقت تک خرید و فروخت کی، اللہ نے ان کی اس مختصر سی تجارت میں اتنی برکت دی کہ چند روز میں اتنا سرمایہ جمع فرما لیا کہ ازدواجی زندگی کا دور شروع ہو گیا اور شادی کر لی۔(۱۶۱) بتدریج ان کی تجارت ترقی پزیر رہی اور یہ عالم ہو گیا کہ خود فرماتے ہیں کہ مٹی میں بھی ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔ ان کا مال تجارت سات سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اور جب شہر مدینہ میں مال پہنچتا تھا تو تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔(۱۶۲) غرض کہ مہاجرین صحابہ کرامؓ نے فقط رشتہ مواخات کو کافی سمجھتے ہوئے اپنے انصاری بھائیوں پر بوجھ بننا پسند نہ فرمایا اور جلد از جلد اپنے معاشی حالات کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی کوشش میں لگ گئے اور الحمدللہ بہت جلد ان کی کوششیں رنگ لے آئیں۔ چناں چہ مہاجرین صحابہؓ نے اپنے معاشی حالات درست ہوتے ہی اپنے انصاری بھائیوں کے عطایا جو نخلستان کی صورت میں تھے واپس کر دیے۔ یہ کارروائی ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد عمل میں آئی۔

انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما فرغ من قتال اھل خیبر وانصرف الیٰ المدینۃ ردالمھاجرون الیٰ الانصار رمائحھم التی کانوا منحوھم من ثارھم (۱۶۳)

ترجمہ: ”آنحضرت ﷺ جب غزوہ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپسی ہوئی تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت میں تھے انہیں واپس لوٹا دیے۔“

☆☆

(۱۶۰) ایضاً: محولہ بالا،ص ۶۲ ج ۱۔

(۱۶۱) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ،ص ۵۳۳ ج ۱۔

(۱۶۲) اسد الغابۃ: ابن اثیر الجزریؒ: طہران، ”مکتبہ اسلامیہ“ (س۔ن)، ص ۳۱۴، ۳۱۵ ج ۳۔

(۱۶۳) صحیح مسلم: امام مسلم قشیریؒ، محولہ سابقہ،ص ۹۶ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہاجرینؓ کی رہائش کا انتظام

مہاجرین کی رہائش کا مسئلہ ابھی درپیش تھا کہ ان کے مکانات کے لیے کیا بندوبست کیا جائے۔ چناں چہ ان کے لیے مکانات کا یہ انتظام کیا گیا کہ انصار کے گھروں کے گردوپیش میں جو افتادہ زمینیں تھیں وہ مہاجرین کے قبضے میں دے دیں۔ اور جن کے پاس کوئی افتادہ زمین نہ تھی تو انہوں نے اپنے مسکونہ مکانات انہیں دے دیے، سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمانؓ نے اپنی زمین پیش کی، بنوزہرہ مسجد نبویؐ کے عقب میں آباد ہوئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہاں ایک قلعہ بنوالیا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک وسیع وعریض زمین حصہ میں ملی، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت مقدادؓ حضرت عبیدؓ کو انصار نے اپنے مکانات کے پہلو میں زمینیں دیں۔ (۱۶۴) اس طرح آنحضرت ﷺ نے حسن تدبیر کے ساتھ اپنی رعایا کے لیے علی الفور نامساعد حالات کے باوجود ''کفالت'' کا بہترین انتظام فرمادیا۔

☆☆

(۱۶۴) ابن ھشام، ابومحمد عبدالملک، مصر، ''مصطفی البابی الحلبی''، ۱۳۵۵ھ ص ۱۷۹ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ چہارم

عہد خلفائے راشدینؓ میں نظامِ کفالت کا فروغ

فصلِ اوّل

نظامِ کفالت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں

خلافت کا مفہوم

خلافت لغت کے اعتبار سے کسی کی ''گدی نشینی'' یا ''جانشینی'' کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں حضرت جناب نبی کریم ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے مطلق دینی اور دنیاوی امور میں فرمانروائی کے استحقاق کو کہتے ہیں۔ خلیفہ کی ذات اور شخصیت از روئے شرع تمام معاملات دینی و دنیاوی میں فرمانروائی کی حقدار تھی اور یہ فرمانروائی شریعت کے دستور اور قوانین کی پابند تھی۔

خلافت کا حقیقی مقصد ناموس اسلام کا تحفظ اور شرعی زاویہ نگاہ سے حکومت کے نظم و نسق کی تنظیم اور اس کا قیام تھا۔ (۱۶۵) اسلام کے عہد اولین میں خلیفہ رسول کو تین القاب سے پکارا جاتا تھا:

(۱) خلیفہ (۲) امیر المومنین (۳) امام (۱۶۶)

☆☆

(۱۶۵) مقدمہ ابن خلدون: ابن خلدون، مصر، ''مطبعۃ البہیۃ'' (س۔ن)، ص ۱۷۷۔

(۱۶۶) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن، ترجمہ علیم اللہ، کراچی، ''دارالاشاعت'' (س۔ن) ص ۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ کے القاب

حضرت ابوبکرؓ عالم اسلامی کے نظم ونسق اور اسلام کے فروغ واشاعت میں چوں کہ نبی کریم ﷺ کے جانشین تھے تو اس لیے آپ ''خلیفۃ رسول اللہ'' کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ آپ کے بعد جب حضرت عمرؓ نے یہ منصب سنبھالا تو کچھ وقت تک آپ ''خلیفۃ رسول اللہ'' کے لقب سے ملقب رہے۔ لیکن یہ لقب زیادہ عرصے تک نہ چل سکا چوں کہ اس لقب میں ترکیبی ثقل پیدا ہو گیا تھا۔ لہٰذا خلیفہ ثانی کے عہد میں خلیفہ کے لیے ''امیر المومنین'' کا لقب اختیار کیا گیا اور خلیفہ کو امام اس لیے کہا جاتا تھا کہ اسے مذہبی تقدس حاصل تھا اور وہ نماز میں امامت کے فرائض انجام دیتا تھا جو مسلمانوں میں دینی مرکزیت پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (۱۶۷)

خلافتِ راشدہؓ کا ارتقائی پس منظر

اسلامی حکومت کا عہد اول اپنے صحیح خدوخال کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بنظر غائر جب ہم اس کا ارتقائی پس منظر دیکھتے ہیں تو وہ دو ادوار میں منقسم پایا جاتا ہے۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی تاریخی، سیاسی، سماجی اور عالمگیر انقلابات کی وجہ سے دور اول ہے اور عہد عثمانی و علوی دور ثانی ہے۔ اس تقسیم سے خدانخواستہ موخر الذکر دور کی تنقیص ہرگز مقصود نہیں کیوں کہ اسلامی تاریخ میں دونوں ادوار بابرکت اور مثالی ہیں اور ان ادوار کی ہر ایک شخصیت اپنے اوصاف وکمال میں بلند مرتبہ اور باکمال ہے۔ لیکن پہلا دور اجتماعی زندگی کے محاسن اور امت کے اتحاد واتفاق کے لحاظ سے زیادہ مکمل، زیادہ معیاری اور مثالی ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ ابتداء میں ''خلیفہ'' کو جن مشکلات کا سامنا تھا بعد میں آنے والوں کے لیے وہ نہ رہیں کیوں کہ دور اول کے خلفاء ان مشکلات سے نبرد آزما ہو کر ان کو حل کر چکے تھے اور جس حسن تدبیر کے ساتھ انہوں نے اسلام کی سیاسی، معاشی، سماجی راہیں ہموار کیں تو آنے والوں کے لیے کوئی زیادہ دشوار گزار مرحلہ باقی نہ رہا۔

حضور اکرم ﷺ کی نگاہ بصیرت نے اپنے ان دونوں رفقاء کار کی جو صلاحیتیں مشاہدہ فرمائی

☆☆

(۱۶۷) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن، محولہ سابقہ، ص ۲۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں تو ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

وزرائی من اھل الارض ابوبکرؓ و عمرؓ(۱۶۸)

ترجمہ: ''ابوبکر و عمر روئے زمین پر بسنے والوں میں میرے وزیر ہیں۔''

زبان رسالت ﷺ کی یہ بشارت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جو حضرات پیغمبر اعظم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسلامی حکومت کا کام وزیر کی حیثیت سے انجام دے چکے ہوں تو ان میں سیاسی تدبر کس درجہ کمال کا پایا جاتا ہوگا۔

ایک اطالوی لارڈ کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری نے اپنی کتاب ''اسلام'' میں بروکلے پادری کا بیان نقل کیا ہے جو خراج تحسین سے کم نہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

''ابوبکر و عمر نے اپنے ہاتھ میں سلطنت کی زمام لے کر اس کو چار چاند لگا دیے اور سیاسی حکمت عملی کا ایک ایسا نقش پیش کر کے دکھایا جس نے ساری دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ یہ کہنا بغیر کسی مبالغہ کے صحیح ہوگا کہ یہ دونوں یونان کی بیزنطینی سلطنت کے جن حکمرانوں اور اعلیٰ کمانڈروں سے بر سر جنگ تھے ان کے مقابلے میں دونوں زیادہ مستقل مزاج، زیادہ انصاف پسند زیادہ برد بار اور قانع، زیادہ شریف، باعظمت، جری اور اولوالعزم اور زیادہ بلند مرتبہ تھے۔''(۱۶۹)

خلافت راشدہ کا دور اول انہی دو ہستیوں کا دور ہے۔

خلافت کی ابتداء

آنحضرت ﷺ (۶۱۰ء-۶۳۲ء) کی حکومت خالص خدائی اور دینی حکومت تھی۔ صحابہؓ کا اعتقاد تھا کہ آپ ﷺ کی حکومت کا محور ''وحی خداوندی'' ہے۔ خدا حضرت جبریلؑ کے ذریعے سے احکام بھیجتا ہے۔ آپ ﷺ انہیں کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔ آپ ﷺ کا دنیا سے پردہ فرما جانا مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے المناک حادثہ تھا۔ عام مسلمان بھی حواس باختہ ہو گئے تھے اور اس خبر کی تصدیق کرنے کو کوئی تیار نہ تھا۔ فاروق اعظمؓ بھی سخت جلال میں تھے اور بر سر منبر فرما رہے تھے کہ

☆☆

(۱۶۸) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ابن الاثیر الجزری، محولہ سابقہ، ص ۲۱۳ ج ۳۔

(۱۶۹) الاسلام: ہنری دی کاستری، ترجمہ بزبان عربی، احمد فتحی، ص ۳۲، بحوالہ مسلمانوں کا نظم مملکت، محولہ سابقہ، ص ۱۰۰-۱۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی آپؐ کی وفات کا ذکر بھی زبان پر لائے گا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ عین اس نازک موڑ پر حضرت صدیق اکبرؓ نمودار ہوئے اور فرمایا عمر بس خاموش۔ آپؐ وفات پا چکے ہیں اور آپؐ سے پہلے بھی رسولوں نے وفات پائی ہے تو کیا تم اسلام سے پھر جاؤ گے۔

فمن کان یعبد محمداً فقد مات ومن کان یعبد اللّٰہ فانّ اللّٰہ حیی لا یموت (۱۷۰)

ترجمہ: ''جو شخص حضرت محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو وہ تو وفات پا چکے اور جو اللہ عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے جسے کبھی موت نہ آئے گی۔''

حضرت صدیق اکبرؓ کے اس برمحل اقدام نے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے سے بچا لیا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جانشینی کا سوال ایک سیاسی ہنگامہ کی شکل میں اٹھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ آپؐ نے اس کا واضح فیصلہ اپنی حیات طیبہ میں نہیں فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے:

انّہ قال یوم الجمل انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یعہد الینا عہداً ناخذبہ فی امارۃ (۱۷۱)

ترجمہ: ''یعنی نبی کریمؐ نے ہم کو کوئی ایسی کھلی دستاویز نہیں دی جس کے مطابق حکومت کسی خاص فرد کو سپرد کی جاتی، لیکن ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔''

اس وقت کا یہ اختلاف بہت تباہ کن ہوتا مگر حضرت صدیق اکبرؓ بروقت شورائے عام میں پہنچے اور سب کو ابوعبیدہؓ یا عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا مشورہ دیا۔ چناں چہ اسلامی نظام اس بحران سے نکل گیا اور بالآخر خاندان نبوتؐ کے اکابر، خاندان ہاشمی کے بزرگ انصار اور مہاجرین سب ایک فیصلہ پر متفق ہو گئے۔ (۱۷۲) چناں چہ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام کی حکومت کے قائد اول ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

☆☆

(۱۷۰) تاریخ الرسل والملوک: ابوجعفر محمد بن جریر طبری، مصر، ''مطبعۃ الحسینیۃ'' (س۔ن) ص ۱۹۹ ج ۳۔

(۱۷۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی، بیروت، ''مکتبۃ المعارف''، ۱۹۸۶ء کتاب الخلافۃ، ص ۱۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات

ابن کثیر کا بیان ہے کہ متفقہ طور پر آپ کا اسم گرامی عبد اللہ بن عثمان ہے۔ ابن سعد بروایت ابن سیرین کہتے ہیں کہ آپ کا نام عتیق تھا۔ حالاں کہ یہ لقب ہے اور اس لقب کی وجہ بیان کرتے ہوئے بزار وطبرانی نے حضرت ابن زبیرؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سرور عالمؐ نے ان سے فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے بری اور دور کر دیا ہے۔ اس لیے آپ عتیق مشہور ہو گئے۔ ایک لقب آپ کا ''صدیق'' ہے اور اب یہی زیادہ مشہور ہے۔ لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ کی اطلاعات پر آپ فوراً ہی مہر صداقت ثبت کر دیتے تھے۔ اس لیے آپ کو صدیق کہتے ہیں۔ ابن اسحاق وقتادہ کا بیان ہے کہ شب معراج کی صبح سے آپ صدیق مشہور ہو گئے۔ (۱۷۳)

ولادت نبویؐ سے دو سال کچھ مہینے قبل حضرت کی ولادت ہوئی اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مکہ مکرمہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ خاندان قریش کے معزز ترین سرداروں میں سے تھے۔ مروت واحسان کا مجسمہ تھے اور قوم میں صاحب عزت وآبرو تھے۔ ایام جاہلیت میں بھی آپ قریش کے سردار اور محبوب تھے وہ لوگ آپ سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں خون بہا اور جرمانوں کے مقدمات کا تصفیہ کرتے تھے۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ کی زبانی لکھا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ قریش کے ان گیارہ افراد میں سے تھے جنہیں جاہلیت واسلام دونوں زمانوں میں عزت وشرف حاصل رہا۔ (۱۷۴) صورت سے وجاہت مند تھے اور سیرت کے اعتبار سے سربلند، آپ نے دو سال تین ماہ دس دن پیغمبر اعظمؐ کے جانشین کی حیثیت سے ریاست عامہ کی ذمہ داریوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اس قلیل مدت میں وہ کارنامے انجام دیے جو فوجی اور سیاسی لحاظ سے حیرت انگیز قرار دیے گئے۔ (۱۷۵) آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آزاد لوگوں میں سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والے ہیں اور اس بات

☆☆

(۱۷۲) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۷۔

(۱۷۳) تاریخ الخلفاء: حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر السیوطی، کراچی، ''نفیس اکیڈمی'' ۱۹۸۳ء ص ۴۱-۴۲۔

(۱۷۴) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۳۔

(۱۷۵) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن، محولہ سابقہ، ص ۱۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر خود بھی رشک فرماتے تھے کہ میں اسلام لانے والا پہلا شخص ہوں۔(۱۷۶) آپ کا عہد خلافت سنہ ۱۱ھ مطابق ۶۳۲ء سے لے کر سنہ ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ء پر محیط ہے۔

عہد صدیقی میں ملکی نظم ونسق

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے نبی کریمؐ کے مقرر کیے ہوئے گورنروں کو بحال رکھا اور حکومت کے دیگر شعبے ممتاز صحابہ کرامؓ کے سپرد فرمائے۔ چناں چہ مالیات کا شعبہ حضرت ابو عبیدہؓ اور عدالت کا محکمہ حضرت عمرؓ کے حوالے کیا اس میں آپ نے مناسبت اور تبحر کا لحاظ رکھا تھا، دوسرے اہم معاملات حکومت میں آپ اصحاب رائے اور ارباب فقہ سے مشورہ لے لیا کرتے تھے، ان میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔

قاضیوں کے تقرر کا اختیار اپنے صوبوں میں گورنروں کو حاصل تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں بلاد عرب حسب ذیل صوبوں میں تقسیم تھے۔ مکہ، مدینہ، طائف، صنعاء، حضرموت، خولان، زبید، جند، نجران، جرش، بحرین۔(۱۷۷)

حضرت ابوبکرؓ کی خشیت اور تقویٰ

امام احمد نے بحوالہ معاذ بن جبلؓ لکھا ہے کہ حضرت ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک درخت کے سائے میں ایک چڑیا کو بیٹھے دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا اے چڑیا! تو بڑی خوش نصیب ہے درختوں کے پھل کھاتی ہے، درختوں کے سایہ میں رہتی ہے اور حساب و کتاب سے مبرا ہے۔ کاش میں تیری طرح ہوتا۔ کبھی فرماتے کاش میں کسی مسلمان کے سینے کا بال بن جاتا، نماز پڑھتے وقت آپ لکڑی کی طرح کھڑے رہتے تھے۔(۱۷۸)

☆☆

(۱۷۶) اسد الغابہ: ابن الاثیر، محولہ سابقہ، ص ۲۰۹ ج ۳۔

(۱۷۷) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن، محولہ سابقہ، ۱۷۵۔

(۱۷۸) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۰۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا سے بے رغبتی

ایک موقع پر پانی طلب فرمایا تو شہد کا مشروب خدمت میں پیش کیا گیا۔ دہن مبارک کے قریب لے گئے تو بے ساختہ آپ پر گریہ طاری ہوگیا، یہاں تک کہ حاضرین بھی رونے لگے، پھر توقف کے بعد فرمایا کہ ایک روز میں نبی کریمؐ کے ساتھ تھا تو کسی چیز کو آپؐ دھتکارنے لگے کہ دور ہو جا، میرے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ دنیا میرے پاس جسم کی صورت میں متشکل ہو کر آئی تھی اس کو دور کر رہا تھا تو مجھے اس وقت وہی بات یاد آ گئی اور یہ خوف ہوا کہ کہیں میں دنیا کے فریب میں نہ آ جاؤں۔ (۱۷۹)

خلافت کے بعد آپ کا مشاہرہ

آپ کا پہلے سے کپڑے کا کارخانہ مقام سخ میں قائم تھا اور اسی کے ذریعے آپ اپنی معاشی ضروریات کو پورا فرماتے تھے۔ چھ مہینے تک اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے بعد پھر مستقل مدینہ میں اقامت گزین ہوئے اور اپنے معاشی مسائل کی بھی فکر دامن گیر ہوئی۔ غور و فکر کے بعد فرمایا کہ خدا کی قسم لوگوں کے معاملات کی ذمے داری اور تجارت ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ اس منصب کے لیے کامل فراغت اور بھرپور توجہ کی ضرورت ہے۔ جب کہ دوسری طرف میرے اہل وعیال کے لیے بھی کچھ معاشی انتظام ضروری ہے۔ تو آپ نے فرمایا میری قوم جانتی ہے کہ میرا کاروبار ایسا ہے کہ اس سے میرے اہل وعیال کی کفالت بہ آسانی ہو سکتی ہے۔ مگر اب میں عامۃ المسلمین کے کاموں میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکرؓ کے اہل وعیال بیت المال سے کھائیں گے اور میں مسلمانوں کا کام کروں گا۔ (۱۸۰) چناں چہ آپ نے تجارت ترک کر دی اور بقدر ضرورت بیت المال سے خرچ لینے لگے۔ صحابہ نے آپ کے ذاتی مصارف کے لیے ابتداء میں کم اور بعد میں گنجائش ہو جانے کے بعد آخری زمانے میں سالانہ چھ ہزار درہم وظیفہ منظور کیا تھا۔ (۱۸۱) ابن سعد نے عطاء بن سائب کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیعت لینے کے دوسرے

☆☆

(۱۷۹) اسد الغابۃ: ابن الاثیر جزریؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۱۷ ج ۳۔

(۱۸۰) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۲۶۶۔

(۱۸۱) تاریخ طبری: ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ، مصر، "المطبعۃ الحسینیۃ" ۱۹۶۱ء ص ۵۴ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن حضرت ابو بکرؓ اپنے ہاتھ میں کچھ چادریں لیے بازار جا رہے تھے اتنے میں حضرت عمرؓ نے برسرِ راہ پوچھا، کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا ان چادروں کو بیچنے کے لیے بازار جا رہا ہوں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اب آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ فرمایا تو پھر میرے اہل وعیال کا خرچ کیسے پورا ہوگا؟ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا چلیے اس کام کی تکمیل ابو عبیدہؓ کریں گے۔ چناں چہ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس دونوں حضرات گئے جن سے حضرت عمرؓ نے کہا ایک مہاجر کی اوسط درجہ کی خورد ونوش کے برابر بغیر کسی کمی بیشی کے آپ کے لیے خوراک اور سردی اور گرمی کے ملبوسات کا انتظام کر دو اور کپڑے پرانے ہو جانے پر واپس لے کر ان کے بدلے نئے دے دیا کرنا۔ چناں چہ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے لیے بقدرِ ضرورت لباس وخوراک کا انتظام کیا اور ساتھ ہی نصف بکری کا گوشت بھی روزینہ مقرر کیا اور دو ہزار درہم سالانہ تنخواہ مقرر کی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ تنخواہ میرے لیے ناکافی ہے۔ کیوں کہ میرے متعلقین زیادہ ہیں جب کہ تم لوگوں نے مجھے تجارت سے بھی روک دیا تو انہوں نے ڈھائی ہزار مقرر کر دی۔ (۱۸۲)

اللہ ان ہستیوں کے مراتب اور بھی بلند فرمائے کیوں کہ ان لوگوں نے آنے والوں کے لیے ایک راہ متعین کر دی کہ ''خلیفۃ المسلمین'' اور کوئی بھی سرکاری ملازم جو سرکار کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے اہل وعیال کی ''معاشی کفالت'' کے لیے تنگ ودو نہ کر سکتا ہو تو اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ''کفالت'' حکومت کی ذمہ داری ہے۔ صرف اس فرد کی ''کفالت'' کا انتظام نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے اہل وعیال کی مناسبت سے اس کو معاوضہ یا وظیفہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ''بیت المال'' کے نگراں سے وظیفہ میں اضافہ کا مطالبہ اسی بناء پر کیا کہ آپ کے متعلقین زیادہ ہیں اور یہ مطالبہ منظور بھی کیا گیا کیوں کہ یہ ایک معقول اور جائز مطالبہ تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کی وصیت

طبرانی نے مسند میں بحوالہ امام حسنؒ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انتقال سے پہلے فرمایا: اے عائشہ! یہ نوزائیدہ دودھ دینے والی اونٹنی جس کا دودھ ہم لوگ استعمال کرتے تھے اور ہمارے

☆☆

(۱۸۲) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے کا یہ بڑا پیالہ اور یہ دھاری دار چادر جسے ہم اوڑھتے تھے ان سب سے ہم نے اپنی خلافت کے زمانے میں استفادہ کیا ہے۔ جب کہ ہم مسلمانوں کے کام انجام دے رہے تھے۔ اب میرے انتقال کے بعد یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کو دے دینا۔ چناں چہ حسب وصیت جب حضرت عائشہؓ نے بیت المال کی یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس روانہ فرما دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم کی بارشیں کرے آپ نے مجھ پر بوجھ لاد دیا ہے۔

اسی طرح انتقال سے کچھ دن قبل حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ:

''میں نے خلافت کے زمانے میں بیت المال کا کوئی روپیہ پیسہ نہیں لیا، البتہ موٹا جھوٹا کھایا اور معمولی لباس پہنا۔'' (۱۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے کہا کہ حساب لگا کر یہ بتاؤ کہ اپنے عہد خلافت میں، میں نے ''بیت المال'' کی کتنی رقم خرچ کی ہے؟ جتنی رقم بنتی ہے اس کو میری جائیداد سے وصول کر لو۔ چنانچہ حساب لگایا گیا تو پورے عہد خلافت کی رقم آٹھ ہزار درہم نکلی۔ (۱۸۴)

عہد صدیقی کا نظامِ کفالت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب عنان خلافت ہاتھ میں لی اور مسلمانوں نے ان کو تجارت کی مشغولیت سے بھی فراغت دے دی۔ تو اب آپ کی اولین ذمہ داریوں میں مسلمانوں کے ''معاشی تکافل'' کی ذمے داری تھی کہنے کو تو بہت ہلکی سی بات ہے کہ آپ کو تجارت کی مصروفیت سے فراغت دے دی گئی تا کہ آپ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی کریں لیکن درحقیقت آپ کے کندھوں پر پوری ملت اسلامیہ کی ہر ضرورت کا بوجھ ڈال دیا گیا۔

آپ کی صاحبزادی حضورؐ کی زوجہ محترمہ امت کی ماں اس ذمہ داری کی شدت اور بوجھ کو یوں بیان فرماتی ہیں:

توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزل بأبی مالو نزل بالجبال الراسیات لھا ضمھا (۱۸۵)

☆☆

(۱۸۳) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۴۔

(۱۸۴) تاریخ طبری: محمد بن جریر طبری، محولہ سابقہ، ص ۲۱۴۴ ج ۴۔

(۱۸۵) فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ البلاذری، محولہ سابقہ، ص ۱۰۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''رسول اکرمؐ تو دنیا سے پردہ فرما گئے پھر میرے والد پر جن ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا اگر وہ مضبوط ترین پہاڑوں پر بھی پڑتا تو وہ بھی شکست وریخت ہو کر رہ جاتے۔''

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی اس بار برداری کے احسان کو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

لقد قمنا بعد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مقاماً كدنا نهلك فيه لولا ان اللّٰه من علينا بابى بكرؓ (۱۸۶)

ترجمہ: ''تحقیق رسول اکرمؐ کی وفات بعد ہم اس نہج پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ پاک حضرت صدیق اکبرؓ کی صورت میں ہم پر احسان نہ فرماتے تو قریب تھا کہ ہم ہلاکت میں پڑ جاتے۔''

بیت المال کا قیام

بیت المال اس ادارہ یا شعبہ کا نام ہے جس میں مسلمانوں کی اجتماعی املاک محفوظ رکھی جاتی ہیں اور بوقت ضرورت ان کی مصالح وضروریات پر ہی خرچ کی جاتی ہیں۔ اس میں کسی کی ذاتی اجارہ داری نہیں ہوتی بلکہ یہ حکومت اسلامیہ کے افراد کی مشترکہ ملکیت ہوتی ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

مال بيت المال مال عامة المسلمين (۱۸۷)

ترجمہ: ''بیت المال میں جو مال ہے وہ سب مسلمانوں کا مال ہے۔''

عام طور پر یہی زیادہ مشہور ہے کہ بیت المال کا قیام عہد صدیقی میں ہوا۔ اگر چہ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے لیکن درحقیقت یہ شعبہ بغیر کسی عمارت کے عہد نبویؐ میں قائم ہو چکا تھا اور اس کے نگراں حضرت بلالؓ بنائے گئے تھے ان کی ذمہ داریوں میں مسلمانوں کی ''ضروریات کفالت'' کو پورا کرنے کے لیے قرض لینا پھر وقت آنے پر اس کی ادائیگی کی فکر اور بندوبست کرنا تھا، اناج اور غلہ کی حفاظت بھی انہی کے ذمہ تھی گویا کہ یہ حضورؐ کے وزیر مالیات تھے۔

جب حضرت ابوبکرؓ ''خلیفۃ المسلمین'' مقرر ہوئے تو انہوں نے باقاعدہ بیت المال کا شعبہ ایک عمارت میں سب سے پہلے قائم کیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو اس کا نگراں مقرر فرمایا، لیکن ان

☆☆

(۱۸۶) ایضاً: محولہ بالا۔

(۱۸۷) الهدایۃ: برھان الدین مرغینانی، کراچی، ''قدیمی کتب خانہ'' کتاب الدیات، ص ا ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عہد میں ''بیت المال'' کو ذخیرہ گاہ نہ بنایا گیا بلکہ جو مال آتا تھا تو فوراً مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور بیت المال میں مال جمع کرنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی بلکہ اس کے دروازے پر ہمیشہ قفل ہی لٹکا رہتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ نے چند رفقاء کے ساتھ جا کر بیت المال کا معائنہ فرمایا تو وہاں کوئی روپیہ پیسہ اور کسی قسم کی کوئی چیز نہیں پائی۔ (۱۸۸)

لوگوں کی کفالت کے لیے صدیقی کاوشیں

آپ نرم دل انسان تھے دوسروں کے غم خوار و غمگسار تھے۔ اپنے عہد خلافت میں اشیائے معاش میں کوئی تنگی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کا دل دریا اپنی رعایا کو ہر نعمت سے مالا مال دیکھنا چاہتا تھا انہی عطاؤں کے دروازے کو ہمیشہ کھلا رکھنے کی غرض سے آپ نے خلافت کے دوسرے سال بیت المال اپنی رہائش گاہ میں منتقل فرما لیا تھا اور جس وقت جو مال آتا اسے حاجت مندوں میں مساوی تقسیم فرما دیتے اور کبھی آمدہ دولت سے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ بانٹ دیا کرتے۔ ایک مرتبہ دیہاتی ساخت کی کچھ چادریں خرید کر مدینہ منورہ کی بیوہ محتاج خواتین میں تقسیم فرمائیں۔ (۱۸۹)

عہد صدیقی کی ایک نابینا بوڑھی عورت کی خدمت کے لیے صبح سویرے حضرت عمرؓ اس کے جھونپڑے میں پہنچتے اور اس کے لیے پانی اور دیگر ضروریات کا انتظام فرماتے۔ لیکن چند روز میں حضرت عمرؓ نے یہ بھانپ لیا کہ شاید مجھ سے پہلے ہی کوئی شخص اس بوڑھیا کی خدمت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ چناں چہ آپ کو اس کی جستجو ہوئی اور اس گھات میں لگ گئے اور ایک رات میں ذرا پہلے اس بڑھیا کے گھر پہنچ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جانشین رسول، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اس ناتواں نابینا خاتون کی خدمت کر کے تشریف لے جا رہے ہیں بے ساختہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

انت لعمری یا خلیفة رسول اللّٰه. (۱۹۰)

''اے جانشین رسول اللہﷺ بخدا یہ خدمت گزاری آپ ہی کر کے جاتے ہیں۔''

☆☆

(۱۸۸) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۵۔

(۱۸۹) الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد، محولہ سابقہ، ص ۱۵۱۔۱۵۲ ج ۲۔

(۱۹۰) کنز العمال: علی متقی ہندی، محولہ سابقہ، ص ۳۱۲، ج ۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد صدیقی کی پہلی تقسیم غنیمت

حضرت ابوبکرؓ کے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد جو سب سے پہلے مال کی ...ہوئی تو وہ بحرین کا مال غنیمت تھا۔ آپ نے سب سے پہلے نبی کریمؐ کے جو مالی وعدے کسی شخص سے کیے تھے تو ان کو پورا فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آ گیا تو تمہیں اتنا دوں گا مگر اس مال کے آنے سے قبل ہی آپؐ رحلت فرما گئے تو آپؐ کے بعد جب عہد صدیقی میں بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کیا کہ جس کسی شخص سے حضور اکرمؐ نے کوئی وعدہ فرمایا ہو۔ یا آپ کے ذمہ کسی کا قرضہ وغیرہ ہو تو وہ مجھ سے وصول کر لے۔ تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وعدہ کا ذکر کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے مجھے دامن بھر کر درہم دیدیے جب ان کو گنا تو وہ پانچ سو تھے تو حضرت نے فرمایا اتنے ہی اور لے لو۔ (۱۹۱) پھر باقی مال و دولت کو تمام لوگوں میں برابر تقسیم فرما دیا اور ان کے علاوہ بھی جس کسی کا کوئی وعدہ یا حق تھا اس کو بھی پورا فرمایا۔ (۱۹۲) پہلی مرتبہ تقسیم میں ہر فرد کو سوا سات درہم حصہ ملا۔ دوسرے سال مال زیادہ آیا آپ نے اس کو بھی سب پر مساوی تقسیم فرمایا تو اس سال ہر شخص کے حصہ میں بیس بیس درہم آئے۔ آپ کی اس مساویانہ تقسیم پر کچھ مسلمان آپ سے متفق نہ تھے اور انہوں نے آپ سے شکایت کی کہ اس تقسیم میں آپؓ نے فرق مراتب کو ملحوظ نہیں رکھا۔ افضل اور مفضول میں کوئی درجہ بندی نہیں کی، اگر آپ درجات فضیلت کی بھی رعایت فرماتے تو بہتر ہوتا لیکن آپ نے جواب دیا کہ ان فضیلتوں اور کارناموں سے میں بھی بخوبی واقف ہوں، ان تمام چیزوں کا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔

وهذا معاش فالأسوة فيه خير (۱۹۳)

ترجمہ: ”یہ تو معاش کا مسئلہ ہے اور اس میں برابری ہی اچھی ہے۔“

حضرت ابوبکرؓ کے اس مدبرانہ فیصلے سے عوام میں دولت کے توازن کو مستحکم کر...نے کی راہ کھلتی ہے کیوں کہ آپ نے جو بہترین نتیجہ اخذ کیا وہ ایسا ہے کہ دنیاوی زندگی کی سہولیات میں تمام

☆☆

(۱۹۱) صحیح بخاری: امام بخاریؒ محولہ سابقہ، ص ۳۰۷ ج ۱۔

(۱۹۲) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، قاہرہ، المطبعۃ السلفیۃ ۱۳۸۲ھ ص ۴۲۔

(۱۹۳) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام محولہ سابقہ، ص ۳۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان برابر ہونے چاہییں کیوں کہ رہنے کے لیے گھر، پہننے کے لیے کپڑا، کھانے کے لیے اناج یہ تو ہر ایک انسان کی برابر کی ضرورت ہے۔ ان میں اخروی اجر وفضیلت کا کیا دخل۔ یہ نظریہ آپ کی اپنی رعایا سے دلی ہمدردی اور سب سے یکساں لگاؤ اور محبت کی غمازی کرتا ہے کہ آپ کی نگاہ شفقت حکمران وقت ہونے کے ناطے ہر فرد وبشر پر یکساں پڑتی ہے۔ حاکم وقت کو یہی چاہیے کہ کسی فرد کو منظور نظر ہونے کی وجہ سے سر کا تاج نہ بنا لے اور کسی کو مبغوض نظر ہونے کی وجہ سے پیر کی جوتی نہ بنائے بلکہ اس کی تمام دلی ہمدردیاں اپنی رعایا کے لیے مساوی ہونی چاہییں۔ کیوں کہ اس فلسفہ سے معاشرے کے افراد میں دولت کا توازن برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

بیٹے کی دولت میں بقدرِ ضرورت باپ کا نفقہ

امام بیہقی نے قیس بن حازم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرے والد مجھ سے پوری دولت لے کر مجھے محتاج بنا دینا چاہتے ہیں اب آپ ہی فیصلہ صادر فرمایئے۔ چناں چہ اس کے والد سے آپ نے فرمایا کہ آپ اس کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں۔ اس پر اس کے والد نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

''لڑکے کا مال اس کے باپ کا ہے۔''

آپ نے فرمایا بالکل درست کہا آپ نے اور اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مال میں سے بقدر ضرورت آپ اپنا نفقہ لے سکتے ہیں۔ (۱۹۴)

عہد صدیقی میں غیر مسلموں کی کفالت

مملکت اسلامیہ کی خوبیوں کو کون شمار کر سکتا ہے، خصوصاً جب کہ اس کے حکمراں بھی خالص مسلمان اور خدا ترس ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایک ہی ملک میں مسلمان تو حکومت کی طرف سے ہر امداد کے مستحق ہوں اور ان پر عطاؤں ونوازشات کی بارشیں برسیں اور غیر مسلم کا حکومت سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہ ہو جب کہ اس نے مسلمانوں کی حکومت کے زیر سایہ رہنا تسلیم کر لیا

☆☆

(۱۹۴) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۹۹۔۱۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اور ذمی بن گیا ہو تو اس کے بھی دنیاوی اعتبار سے تمام وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔

لهم ما للمسلمين وعليهم ما على المسلمين.

ترجمہ: "یعنی اس مساوات حقوق کی بناء پر جس طرح مسلمان محتاجوں اور اپاہجوں کی خبر گیری اور ان کا معاشی تکافل اسلامی بیت المال کا فرض ہے۔"

ٹھیک اسی طرح از کار رفتہ غیر مسلموں کی حفاظت اور ان کے روزینے کا انتظام بیت المال کے ذمہ ہے۔ چناں چہ حیرہ کی فتح کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف سے اہل حیرہ کے نام جو عہد نامہ لکھا تھا اور جو دنیا کی تاریخ جنگ و صلح میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس میں اور چیزوں کے ساتھ ایک اہم دفعہ یہ بھی تھی:

ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابته آفة الآفات او كان غنياً فافتقر وصار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما اقام بدار الهجرة ودار الاسلام(۱۹۵)

ترجمہ: "جو کوئی (غیر مسلم) بوڑھا از کار رفتہ ہو جائے یا جس کسی غیر مسلم کو کوئی آفت پہنچے یا وہ مالدار ہو اور پھر فقیر ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیر خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا اور مسلمانوں کے بیت المال میں اس کا اور اس کے اہل و عیال کا اس وقت تک برابر تکافل کیا جائے گا جب تک یہ لوگ مدینہ اور اسلامی ملک میں رہیں گے۔"

عہد نامہ کے آخر میں یہ بھی تحریر تھا، جو بوڑھے، جوان، غریب، امیر، تندرست اور بیمار سب غیر مسلموں کے لیے عام تھا۔

فان طلبوا عوناً من المسلمين اعينوا به ومؤنة العون من بيت المال المسلمين (۱۹۶)

ترجمہ: "یہ لوگ اگر مسلمانوں سے کوئی مدد طلب کریں گے تو ان کی مدد کی جائے گی۔ اور اس مدد کے سلسلہ میں جو اخراجات ہوں گے وہ بیت المال کے ذمہ ہوں گے۔"

تاریخ میں سوشل سیکورٹی کی یہ پہلی مثال ہے جو ایک فاتح قائد نے ان لوگوں کو دی جو جنگ میں مقابلے کی تاب نہ لا کر صلح کے خواہاں تھے۔(۱۹۷) اسلام کی وسیع النظری اور خلفاء کی اپنی

☆☆

(۱۹۵) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۱۴۴۔

(۱۹۶) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۱۴۴۔

(۱۹۷) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۳۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رعایا سے ہمدردی کی ایسی مثال شاید ہی کوئی پیش کر سکے۔ اس عہد نامہ کی دفعات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اپنی مسلم اور غیر مسلم رعایا کا معاشی تکافل کے اعتبار سے حاکم وقت ذمہ دار ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ مسلم باشندہ کو بلا ضرورت شدید کے بھی ''معاشی کفالت'' کا سامان مہیا کیا جائے گا۔ غیر مسلم اس وقت ''معاشی کفالت'' کا مستحق بن سکتا ہے جب کہ وہ بالکل ناکارہ ہو چکا ہو اور اب وہ ''کفالت'' کا محتاج ہو۔ بلا ضرورت ان پر مسلمانوں کے بیت المال سے عطایا کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ وہ غیر مسلم اگرچہ ضرورت مند ہے لیکن اسلام دشمن سازشوں میں ملوث نہ ہو، نہ ہی خفیہ طور پر اور نہ ہی اعلانیہ ورنہ ایسا شخص بجائے ''کفالت'' کے سزا کا مستحق ہے۔

فتنہ مانعین زکوٰۃ اور عزم صدیقی

آپ کے دور خلافت میں فتنہ منع زکوٰۃ کو مالی اعتبار سے بہت اہمیت حاصل ہے، ''بیت المال'' کے ذرائع آمدنی میں ''زکوٰۃ'' کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیوں کہ اسی کے ذریعے سے نادار مسلمانوں کی ''کفالت'' کا بوجھ حکومت برداشت کرتی ہے۔ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد فتنہ رونما ہوا اور کچھ نو مسلم عرب زکوٰۃ کے فریضے کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن ''زکوٰۃ'' نہ دیں گے۔ اس نازک موڑ پر بیشتر صحابہؓ نے اس مسئلہ کو اتنی اہمیت نہ دی اور خاص قابل توجہ نہ سمجھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ تالیف قلوب کے لیے لوگوں پر نرمی فرمائیے کیوں کہ یہ جانوروں کی مانند ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا اے عمر! مجھے تو تم سے امداد کی توقع ہے تم یہ کمزوری کیوں دکھا رہے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں تم بڑے طاقت ور تھے۔ زمانہ اسلام میں یہ سستی کیسی؟ بتاؤ میں کس طریقے سے ان لوگوں کی تالیف قلب کروں؟ آیا باتیں بناؤں یا جہاد کروں، افسوس رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی اور وحی بند ہو گئی۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے بخدا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کروں گا۔ (۱۹۸)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ کس بنیاد پر جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہؐ فرما چکے ہیں لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے تک میں ان سے جنگ کروں گا اور جس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

☆☆

(۱۹۸) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۷۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ لیا تو اس کے مال و جان کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور ان کے حقوق ادا کروں گا۔ باقی محاسبہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواباً فرمایا جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا تو میں لازماً اس سے جنگ کروں گا اور اس جواب سے قبل اس مسئلہ کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے فرما چکے تھے کہ عہد رسالت میں لوگ جو معمولی سی رقم یا بکری کا بچہ بھی دیا کرتے تھے اگر ادا نہ کیا تو بخدا اس کی وصولیابی کے لیے میں جنگ کروں گا۔ کیوں کہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ حق پر جنگ کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے عزم صدیقی کو دیکھتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع فرمایا اور سمجھ گئے کہ حق بات یہی ہے اور فرمانے لگے اب مجھے معلوم ہو گیا کہ بخدا آپ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیے آپ کے دل کو آگاہ کر دیا ہے۔ چناں چہ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب سر زمین نجد کی بلندیوں پر پہنچے تو مرتدین بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر چند لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ اب آپ کا مراجعت فرمانا بہتر ہے۔ البتہ کسی کو امیر فوج مقرر فرما دیجیے آپ نے لوگوں کے اصرار پر مراجعت فرمائی اور حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر فوج مقرر کر کے فرمایا، مرتدین اگر اسلام لے آئیں اور زکوٰۃ دیدیں تو تم اپنی فوج میں سے جس کو چاہو واپس کر دینا، یہ احکامات جاری فرما کر آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ چناں چہ حضرت خالد بن ولیدؓ اپنا لشکر لے کر ماہ جمادی الآخر میں مدینہ سے روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو اسد و غطفان میں پہنچ کر بعض مرتدین کو تہ تیغ کیا بعض کو گرفتار کیا اور بعض دوبارہ اسلام لے آئے۔ (۱۹۹)

عہدِ صدیقی میں زکوٰۃ کی وصولیابی کا طریقۂ کار

آپ کی زیادہ تر کوشش یہ تھی کہ اپنے عہد خلافت میں ہر نظام عہد رسالت والا ہی جاری رکھا جائے۔ چناں چہ آپ نے نبی کریمؐ کے دور حکومت میں زکوٰۃ کی وصولیابی کا جو طرز عمل رائج تھا اسی کو برقرار رکھتے ہوئے اعلان فرمادیا:

”خدا کی قسم! نبی کریمؐ کے صدقات کی جو حالت نبی کریمؐ کے زمانے میں تھی اس میں تغیر نہ کروں گا اور میں اس میں وہی عمل بجالاؤں گا جو حضور اکرمؐ فرماتے تھے۔“

☆☆

(۱۹۹) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۸۰۔۸۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقتِ رحلت صدّیق اکبرؓ کی معاشی تعلیمات

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے غابہ کی ۲۰ وسق کھجوریں مجھے ہبہ کردی تھیں۔ جب مرض الوفات کا غلبہ ہونے لگا تو ارشاد فرمایا! بیٹی میں تمہیں ہر حال میں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہارے افلاس سے مجھے دکھ ہوتا ہے اور تمہاری خوش حالی سے مجھے راحت ملتی ہے۔ غابہ کی جو کھجوریں میں نے ہبہ کی تھیں اگر تم نے ان پر قبضہ کرلیا ہو تو خیر، ورنہ میری موت کے بعد وہ کھجوریں میرا ترکہ ہوں گی۔ تمہارے دوسرے دو بہن بھائی ہیں ان کھجوروں کو از روئے قرآن ان سب میں تقسیم کردینا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ اے بزرگ باپ! میں حکم کی تعمیل کروں گی، اگر اس سے بہت زیادہ مال بھی ہوتا تو میں آپ کے ارشاد پر اسے چھوڑ دیتی، وفات سے کچھ عرصہ قبل ارشاد فرمایا: بیت المال کے وظیفہ کا حساب کیا جائے جو میں نے آج تک وصول کیا ہے، حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کل آٹھ ہزار درہم دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا! میری زمین فروخت کر کے یہ تمام رقم ادا کردی جائے۔ اسی وقت زمین فروخت کردی گئی اور رسول امینؐ کے یارِ غار کے ایک ایک بال کو بیت المال کے بار سے سبکدوش کردیا گیا۔ جب یہ ادائیگی ہو چکی تو ارشاد فرمایا:

تحقیقات کی جائیں کہ خلافت قبول کرنے کے بعد میرے مال میں کیا کچھ اضافہ ہوا ہے۔ معلوم ہوا پہلا اضافہ ایک حبشی غلام کا ہے جو بچوں کو کھلاتا ہے اور مسلمانوں کی تلواریں صیقل کرتا ہے۔ دوسرا اضافہ ایک اونٹنی کا ہے جس پر پانی لایا جاتا ہے۔ تیسرا اضافہ ایک سو روپے کی چادر کا ہے۔ ارشاد فرمایا میری وفات کے بعد یہ تینوں چیزیں خلیفہ وقت کے پاس پہنچادی جائیں۔ انتقال کے روز دریافت فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کس روز رحلت فرمائی تھی، لوگوں نے کہا پیر کے دن، ارشاد فرمایا تو میری آرزو بھی یہی ہے کہ میں آج رخصت ہو جاؤں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے پورا کردے تو میری قبر آنحضرت ﷺ کے مرقد مبارک کے پاس بنائی جائے۔ موت کی ساعتیں لمحہ بہ لمحہ قریب آرہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ اس ڈوبتے ہوئے چاند کے سرہانے بیٹھی تھیں اور آنسو بہا رہی تھیں، غم آلود اور حسرت انگیز خیالات آنسوؤں کے ساتھ ساتھ دماغ کی پہنائی سے اتر رہے تھے اور زبان سے بہہ رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا۔ بہت سی نورانی صورتیں ہیں جن سے بادل بھی پانی مانگتے تھے، وہ یتیموں کے فریادرس تھے اور بیواؤں کے پشت پناہ تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا: میری بیٹی یہ رسول ﷺ کی شان تھی۔ (۲۰۰)

صدّیق اکبرؓ موت کی دہلیز پر

حضرت ابن عمرؓ کا فرمان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا سبب دراصل رسول اکرم کی رحلت ہے اس صدمے سے آپ کا جسم گھلنے لگا اور اسی سے آخر کار آپ نے وفات پائی۔ پیر کے دن ۷ جمادی الآخر کو آپ نے غسل کیا سردی کی شدت سے آپ بخار میں مبتلا ہو گئے اور پندرہ دن تک نماز پڑھانے نہ جا سکے۔ بالآخر بعمر ۶۳ سال منگل کی شب ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو وفات پائی۔ پاک زندگی کا خاتمہ اس کلام پر ہوا، "رب توفنی مسلماً والحقنی بالصّالحین."

☆☆

(۲۰۰) انسانیت موت کے دروازے پر: مولانا ابوالکلام آزاد، بحولہ سابقہ، ص ۴۷ تا ۵۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ دوم

نظامِ کفالت حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں

سوانح فاروق اعظمؓ

حضرت عمرؓ کا نسب یہ ہے: عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ ابن ریاح قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی......

ذہبی کا بیان ہے کہ امیر المومنین ابوحفص القرشی العدوی الفاروق سترہ سال کی عمر میں ۶ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔ امام نوویؒ کا بیان ہے کہ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد حضرت عمرؓ کی ولادت ہوئی۔ آپ قریش کے شرفاء میں سے تھے۔ قدیم عہد جاہلیت سے آپ ہی کے خاندان میں سفارت کا عہدہ رہا۔ قریش کی باہمی یا دوسروں سے جنگ کے موقع پر آپ ہی کے خاندان کے افراد کو سفیر بنا کر روانہ کیا جاتا تھا۔ چالیس مردوں اور گیارہ خواتین کے بعد حضرت عمرؓ ایمان لائے۔

حضرت عمرؓ کی اسلام آوری کے بعد مکہ میں اسلام کا اعلان کیا گیا۔ آپ کا شمار سابقین الاولین میں ہوتا ہے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ خلفائے راشدینؓ میں آپ دوسرے خلیفہ ہیں اور آپ کو رسول اکرمؐ کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ صحابہ کی جماعت میں آپ سب سے زیادہ عالم زاہد تھے۔ آپ کی زبانی ۵۳۹ احادیث مروی ہیں۔ (۲۰۱)

☆☆

(۲۰۱) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسندِ خلافت پر تقرر

حضرت ابوبکرؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور اپنی زندگی کی طرف سے ان کو مایوسی ہوئی تو انہیں خطرہ پیدا ہوا کہ اگر خلافت کا انتظام اپنی زندگی میں کسی ایسے شخص کے سپرد نہ کیا جو مسلمانوں کی شیرازہ بندی کر سکے تو ممکن ہے کہ پھر آپس میں پہلے کی طرح اختلاف پیدا ہو اور خارجی دشمن اس نازک موقع سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ آپ کی دوررس نگاہ نے ایسے شخص کی جستجو شروع کی جو اسلامی ریاست کے نظم ونسق کو صحیح معنیٰ میں سنبھال سکے اور مسلمانوں کو اپنی فہم و فراست اور بیدار مغزی سے باہمی اختلافات سے بچا لے۔ آپ کی نظر میں اس منصب کے لیے ایسا شخص موزوں تھا جو سخت ہو مگر سنگ دل نہ ہو، نرم دل ہو مگر بزدل نہ ہو۔ اس وقت آپ کی نگاہ انتخاب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ پر پڑی ان دونوں میں مابہ الامتیاز خصوصیت یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کسی کام کا عزم کر لیتے پھر اگر انہیں یقین ہو جاتا کہ یہ مصلحت کے خلاف ہے تو اپنا عزم فسخ کر دیتے تھے۔ یہ ان کی نفسانی خصوصیت تھی۔ حضرت علیؓ کی فطرت تھی کہ جب وہ کسی کام کا بیڑا اٹھا لیتے تو اسے کر کے ہی دم لیتے انہیں کوئی چیز ارادہ سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ کی فہم وفراست نے حضرت عمرؓ کو ترجیح دی لیکن آپ نے اپنی انفرادی رائے سے ان کا تقرر مناسب نہ سمجھا اور ممتاز اور صائب الرائے صحابہؓ سے مشورہ لیا۔ سب نے آپ کی رائے کی تحسین کی اور حضرت عمرؓ کی بے حد تعریف کی جن صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی گئی ان میں حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، قاضی مصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ بھی دیگر مہاجرین وانصار سے مشورہ لیا گیا سب نے متفقہ طور پر آپ کو اس منصب کے لیے موزوں ترین شخص قرار دیا۔ اس مشورہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلا کر حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ تحریر لکھوا دی، "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں نے عمرؓ کو تمہارا حاکم مقرر کیا ہے۔ اگر انہوں نے عدل وانصاف اور فلاح و بہبود کے کام کیے تو میرا خیال ان کے بارے میں غلط نہیں نکلا۔ اگر ظلم واستبداد کے مرتکب ہوئے تو میں بے قصور ہوں۔ مجھے غیب کا علم نہیں ہے۔ میں نے ظاہری حالت پر اعتبار کر لیا ہے۔ خدا جانتا ہے میری نیت اچھی ہے۔" (۲۰۲)

☆☆

(۲۰۲) مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن، بحوالہ سابقہ، ص ۳۷، ۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ فاروقی کا آغاز

حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء کو حضرت فاروق اعظمؓ منصب خلافت پر فائز کر کے اسلام کی ریاست عامہ کے رئیس عام بنائے گئے۔ آپ کے زمانہ مبارک میں جو اثر و اقتدار اسلام اور مسلمانوں نے حاصل کیا اس کی نظیر بعد کے کسی عہد میں نہیں ملتی۔ مسلمان فارق اعظمؓ کی شہ زوری اور قوت سے بخوبی واقف تھے۔ حضرت عمرؓ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ دوسرے صحابہؓ نے خود بخود اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا جب کہ آپ کا اسلام قبول کرنا رسول کریم ﷺ کی دیرینہ و قلبی خواہش کا مظہر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ عمر اسلام کے حلقہ اثر میں داخل ہو جائیں اور اسلام کا اقتدار ان سے ترقی اور قوت پائے۔ (۲۰۳) جب یہ دعا درجہ قبولیت تک پہنچ گئی تو دشمنوں نے محسوس کیا کہ اب ان کی قوت اور مسلمانوں کی طاقت برابر ہو گئی۔

فاروقِ اعظمؓ کی اہلیت

جس وقت حضرت فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر زینت افروز ہوئے تو اس منصب کی اہلیت کی صفات مسلمانوں کے سامنے مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) آپ کو حکومت کے اہم کاموں کا وسیع تر تجربہ حاصل تھا کیوں کہ آپ عہد نبویؐ میں نبی کریمؐ کے وزیر رہے۔

(۲) عہد صدیقی میں محکمہ عدلیہ کے امیر اور مشیر اول تھے۔

(۳) کئی برس کے تجربات نے آپ کی فطرت میں حکومتی کاموں کو سنبھالنے اور سلجھانے کی استعداد اور صلاحیت پیدا کر دی تھی۔

(۴) نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی تھا کہ "میرے بعد ابو بکرؓ کی پیروی کی جائے اور ابو بکر کے بعد عمر کی۔" (۲۰۴)

(۵) تمام صحابہ کرامؓ کی بھی رائے یہی تھی کہ "حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی ہستی امت

☆☆

(۲۰۳) مجمع الزوائد: علی بن ابی بکر الہیثمی، محولہ سابقہ، ص ۶۲ ج ۹۔

(۲۰۴) اسد الغابہ: ابن الاثیر جزری، محولہ سابقہ، ص ۲۲۰ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے بہترین ہے۔ روزانہ کی گفتگو میں بھی اسی حیثیت سے حضرت عمرؓ کا ذکر آتا تھا۔ (۲۰۵) اور آپ کی فراست نے کئی بار اس حد تک کامیابی حاصل کی کہ آپ کے فیصلوں کی تصدیق کے لیے قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔ امن اور جنگ کے زمانے کا یہی وسیع تجربہ تھا جس کی بناء پر عہد فاروقی میں اسلامی حکومت کا آفتاب نصف النہار تک پہنچا۔ (۲۰۶)

(۶) فاروق اعظمؓ سے پہلے اسلامی جماعت کے افراد پچاس کے قریب تھے اور وہ بھی مشرکین سے خائف، مغلوب اور کسی چیز کا انتقام نہ لینے پر مجبوراً عمل پیرا لیکن آپ کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے قلعہ کا دروازہ کھل گیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا اسلام ایک فتح، ہجرت ایک امداد اور حکومت ایک رحمت تھی۔ جب تک حضرت عمرؓ اسلام نہیں لائے تھے ہم کھلے میدان میں نماز تک نہیں پڑھ سکتے تھے۔ (۲۰۷) ان تمام مندرجہ بالا اہلیتوں وصلاحیتوں کی بناء پر مسلمانوں نے بخوشی آپ کو مسند خلافت پر فائز کیا اور آپ کو امیر المومنین کا خطاب دیا اور آپ نے اس کو قبول فرما کر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ (۲۰۸) اور بحمد اللہ آپ نے امت کی توقعات سے بڑھ کر خدمات انجام دیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(۷) حضرت عمرؓ جہاد کے ہر محاذ پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔

فاروق اعظمؓ کے عظیم کارنامے

آپ نے دس سال چھ مہینے اسلامی حکومت کا اقتدار سنبھالا اس قلیل مدت میں جو کارنامے آپ نے انجام دیے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آپ نے اسلامی قلمرو کو ایران، آذربائیجان، دمشق، انطاکیہ اور اسکندریہ تک پہنچایا۔ عدن سے انطاکیہ تک اور بحرین سے کاکیشا تک اسلامی حکومت قائم فرمائی۔

(۲) امیر المومنین کی حیثیت سے دنیا میں اسلامی نظام قائم کیا اور نئے شہر آباد کیے۔

(۳) محصولات عائد کیے اور ان کی قسمیں متعین کیں۔

☆☆

(۲۰۵) ایضاً: محولہ بالا ص ۲۱۴۔ ۲۱۵ ج ۳۔

(۲۰۶) اسلام کا نظام حکومت: حامد الانصاری غازی، لاہور، ''الفیصل، ناشران وتاجران کتب'' (س۔ن)، ص ۱۱۲۔

(۲۰۷) مجمع الزوائد: علی بن بکر الہیثمی محولہ سابقہ، ص ۶۲ ج ۹۔

(۲۰۸) البدایۃ والنہایۃ: اسماعیل بن عمر ابن کثیر، ''قاہرہ''، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۹۸ھ، ص ۱۳۷ ج ۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) حکومت کے دفتر کو باضابطہ بنایا، دفتر حکومت کے باضابطہ مشیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ مقرر کیے گئے۔

(۵) فوج کو باقاعدہ منظم کیا اور ان کی نئی تنظیم کا طریقہ ایجاد کیا۔

(۶) سلطنت کے علاقوں کو تقسیم کیا اور نئے صوبے قائم کیے۔

(۷) گورنروں کا تقرر فرمان خاص سے کرتے، ہر تقرر کے ساتھ ہدایات کی دستاویز ہوتی۔ گورنروں کو ہدایت تھی کہ رشوت نہ لیں، خدا کی مخلوق پر ظلم نہ کریں۔ تعیشانہ لباس اختیار نہ کریں۔ عام لوگوں پر اپنے دفتر اور گھر کا دروازہ بند نہ کریں۔ عام شہری ناراض نہ ہونے پائیں۔ شہری مسلمان ہو یا غیر مسلم کوئی گورنران کے حقوق کو پامال نہ کر سکتا۔

(۸) آپ کا فرمان تھا جو گورنر یا فوجی افسر کسی شہری کو بے وجہ سزا دے گا میں اس کو سزا دوں گا۔ چناں چہ آپ نے کوفہ کے گورنر کو عام شکایت پر معزول کیا۔ بصرہ کے گورنر سے ایک شکایت پر جواب طلب کیا۔ قادسیہ اور مدائن کے کمانڈر کے خلاف ایک شکایت کی تحقیق کی۔ مصر کے گورنر اور ان کے بیٹے کے خلاف ایک قبطی شہری کی شکایت پر مقدمہ قائم کیا۔

(۹) ہر مسلمان آپ کی مجلس شوریٰ کا رکن تھا۔ مرد ہی نہیں عورتیں بھی بحث میں حصہ لیتی تھیں۔

(۱۰) مسجد نبویؐ کے ایوان عام میں جو مسائل امیر المومنین کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے ان پر رائے دینے اور ان کی مخالفت یا موافقت کرنے کا ہر شخص مجاز تھا۔ آپ نے عوام کی خدمت کو حکومت کے اولین قوانین میں سے ایک قانون قرار دیا۔ محنت طلب کاموں میں خود حصہ لیا۔ (۲۰۹)

فاروقِ اعظمؓ کی صوبائی تقسیم

حضرت عمر فاروقؓ نے عہد خلافت میں جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہوا تو اسے چند بڑے صوبوں میں تقسیم کر دیا تاکہ نظم و نسق اور مالیات کے انتظام میں آسانی ہو۔ یہ صوبے حسب ذیل تھے: ''اہواز''، ''بحرین'' کا ایک صوبہ، ''سجستان''، ''مکران''، ''کرمان'' کو ملا کر ایک علیحدہ صوبہ ''طبرستان'' کا ایک صوبہ بلاد فارس کو تین صوبوں میں تقسیم کر دیا۔ عراق کے دو حصے کر دیے

☆☆

(۲۰۹) اسلام کا نظام حکومت: حامد الانصاری غازی، محولہ سابقہ، ص ۱۱۲، ۱۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کا صدر مقام ''کوفہ'' تھا دوسرے کا ''بصرہ'' تھا۔ بلاد شام کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک کا مرکز ''حمص'' تھا اور دوسرے کا ''دمشق'' تھا، ''فلسطین'' ایک مستقل صوبہ تھا۔ ''افریقہ'' کے تین ٹکڑے کر دیے تھے۔ ''مصر'' کا مرتفع علاقہ ''مصر'' کا نشیبی علاقہ ''مغربی مصر'' اور ''صحرائے لیبیا''۔ (۲۱۰)

فاروق اعظمؓ کی معاشی زندگی

رئیس مملکت کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ اگر صاحب ثروت ہو تو سرکاری خزانہ یعنی بیت المال سے اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ نہ لے اور اپنی ہی دولت سے اہل وعیال کی کفالت کرے لیکن اگر ضرورت مند ہو تو اس کو سرکاری خزانہ سے اہل وعیال کی ''کفالت'' کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق لینا جائز ہے۔ چناں چہ حضرت عمرؓ بھی اپنی کفالتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے بیت المال سے بقدر ضرورت لینے لگے بعد میں آپ نے بھی اصحاب بدریین کی مانند اپنی ذات کے لیے سالانہ پانچ ہزار مقرر کیے۔ (۲۱۱) عوام الناس نے امیر المومنین کو جو سرکاری مراعات دینے کا فیصلہ کیا وہ یہ تھا:

فقوته وقوت عياله لاوكس ولا شطط وكسوتهم وكسوة للشتاء والصيف و دابتان (۲۱۲)

ترجمہ: ''یعنی آپ کے لیے اور آپ کے اہل خانہ کے لیے بقدر کفالت خورد ونوش کا سامان جس میں نہ بہت زیادہ تنگی ہو اور نہ بہت زیادہ فراخی، سردی اور گرمی کے موسم کے جدا گانہ ملبوسات، نقل وحمل، حج اور جہاد کے لیے دو سواریاں۔

حضرت علیؓ نے اس موقع پر اپنا یہ فیصلہ دیا تھا۔

ماصلحك و اصلح عيالك بالمعروف ليس لك من هذا المال غيره (۲۱۳)

☆☆

(۲۱۰) بحوالہ Sayed Ameer Ali. A. Short History of the Sacrceus. 60-67.
مسلمانوں کا نظام مملکت: حسن ابراہیم حسن، محولہ سابقہ، ص ۱۷۶۔

(۲۱۱) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، کراچی ''الائیڈ بک کمپنی'' ۱۹۷۴ء، ص ۴۵۷ ج ۲۔

(۲۱۲) تاریخ طبری: محمد بن جریر طبری، محولہ سابقہ، ص ۱۶۴ ج ۴۔

(۲۱۳) تاریخ طبری: محمد بن جریر طبری، محولہ سابقہ، ص ۱۲۴ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی امیر المومنین آپ کو عام دستور کے موافق اپنی اور اپنے گھر والوں کی ''کفالت'' کے بقدر بیت المال سے لینے کا حق ہے اس سے زائد کا آپ کو استحقاق نہیں۔''

سب نے آپ کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور بالآخر یہی طے پایا:

فقال القوم القول قول ابی تراب (۲۱۴)

فاروق اعظمؓ عمر بھر اسی فیصلہ پر بخوشی قائم رہے اور رات دن محنت کر کے اپنی رعایا کے ناداروں کو وہ کچھ دیا جو پہلے کبھی ان کے پاس نہ تھا اور اپنے لیے ہمیشہ اتنا ہی لیا جتنا کہ حق بنتا تھا۔ آپ نے کھانے پینے کی ضرورتوں کے سلسلہ میں تقسیم کا اصول رائج کیا۔ چناں چہ خود ان کے الفاظ موجود ہیں:

''میرا معاشی حق اتنا ہی ہے جس قدر قریش کے عام انسان کا نہ کہ سرمایہ دار کا۔'' (۲۱۵)

اگر میں پیٹ بھر کر کھڑا ہو جاؤں اور دوسرے انسان بھوکے ہوں تو اس کے یہ معنیٰ ہوں گے میں حکومت کا اچھا والی نہیں ہوں۔

بئس الوالی اما ان شبعت والناس جیاع (۲۱۶)

آپ ہی کا ارشاد ہے:

''بیت المال اللہ کا مال ہے جس کی بے انتہا حفاظت کرتا ہوں اور یتیموں کا مال ان کو دلانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا اگر تونگر ہو جاؤں تو بیت المال سے بالکل کچھ نہ لوں گا اور اگر ضرورت مند محتاج ہو گیا تو بقدر ضرورت اس میں سے کھانے پینے کے لیے لوں گا اور جب مالدار ہو جاؤں گا تو بیت المال سے لیا ہوا قرض واپس کروں گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار کو جب کبھی ضرورت ہوتی تو بیت المال کے ناظم کے ذریعے بیت المال سے قرض لیتے اگر تنگی کی وجہ سے بروقت بیت المال کا قرضہ ادا نہ کر سکتے تو منتظم بیت المال آپ سے سخت تقاضہ کرتا اور آپ اس سے مہلت مانگ لیتے اور پھر جب آپ کے پاس انتظام ہو جاتا تو بیت المال کا قرض فوراً ادا کر دیا کرتے تھے۔ (۲۱۷)

☆☆

(۲۱۴) ایضاً: محولہ بالا۔

(۲۱۵) البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر، محولہ سابقہ، ص ۱۳۵ ج ۷۔

(۲۱۶) اسلام کا نظام حکومت: حامد الانصاری غازی، محولہ سابقہ، ص ۲۱۰۔

(۲۱۷) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۴۲۔۱۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاروقِ اعظمؓ کی حیوانات کی ''کفالت'' کے لیے فکرمندی

خلیفہ ثانی کا عہد دنیائے اسلامی کا تابندہ عہد ہے اور خلیفۃ المسلمین کو اپنے دورِ اقتدار میں جو ذمہ داری سونپی گئی تو اس کا احساس حضرت کو اس شدت سے تھا کہ میری رعایا کے انسان تو انسان اگر جانور بھی میرے عہد میں میری سلطنت کی حدود میں بھوکا پیاسا مر جائے تو اس کا بھی مجھ سے مواخذہ ہوگا، فرماتے ہیں:

لو مات جمل جیاعاً علیٰ شط الفرات لخشیت ان یسالنی اللّٰہ عنہ(۲۱۸)

ترجمہ: ''اگر فرات کے کنارے بھوک کی وجہ سے کوئی اونٹ مر جائے تو مجھے خوف ہے کہ پروردگار اس پر بھی مجھ سے مواخذہ فرمائیں گے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لو ماتت شاۃ علی الفرات جائعۃ لظننت انّ اللّٰہ یسألنی عنھا یوم القیامۃ(۲۱۹)

ترجمہ: ''اگر دریائے فرات کے ساحل پر کوئی بکری بھی بھوک کی وجہ سے مر جائے تو میرا گمان یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ پاک اس کے بارے میں مجھ سے باز پرس فرمائیں گے۔''

جس حاکم کے دل میں خلقِ خدا کا اتنا درد ہو وہ کب کسی مخلوق سے غفلت برت سکتا ہے وہ خود تو بھوکا رہ سکتا ہے لیکن اپنی دست نگر رعایا کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا۔ آپ کی ان تعلیمات سے آنے والے حکمرانوں کو بھی احساس ذمہ داری پیدا کرنا مقصود ہے کہ حاکم فقط انسانوں کا ''کفیل'' نہیں ہوتا بلکہ اپنی حدودِ سلطنت میں بسنے والی ہر مخلوق کی ''کفالت'' اس کے ذمہ ہے۔ لیکن یہ ذمہ داری اس معنی میں ہوگی کہ اس جانور کا مالک اگر ہے تو اس کو اس جانور کے کھانے پینے کے انتظام پر مجبور کیا جائے گا اور اضطراری حالت میں بیت المال سے بھی ایسے جانوروں کی کفالت کی جا سکتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل حیوانات کی ''کفالت'' میں ذکر کی گئی ہے۔

☆☆

(۲۱۸) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، محولہ سابقہ، ص۳۱۰ ج۳۔

(۲۱۹) سیرت عمر بن خطابؓ: ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی، مصر ''مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۴۷ھ ص۱۶۱۔

www.KitaboSunnat.com

فاروقِ اعظمؓ کی رعایا کے ساتھ کھانے میں مساوات

جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں فاروق اعظمؓ کی خلق خدا کے ساتھ ہمدردی کے بارے میں لکھ چکے ہیں کہ وہ خود تو بھوکے رہ سکتے ہیں لیکن اپنی رعایا کو بھوکا نہیں دیکھ سکتے تو یہ کوئی لفظی شگوفہ نہیں بلکہ فاروق اعظمؓ نے عملاً ایسا کر کے دکھایا کہ جو چیز اپنی رعایا کو میسر نہیں اس کو اپنے کھانے میں شامل کرنا چھوڑ دیا۔ چناں چہ آپ کے عہد خلافت میں ۱۸ھ میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں شدید قحط سالی پیدا ہوگئی جس کو ''عام الرمادہ'' یعنی ''راکھ کا سال'' کا نام دیا گیا اس آزمائش کے زمانہ میں آپ نے اپنی رعایا کے لیے جو غذائی اجناس کی فراہمی کے لیے اقدامات کیے تو وہ قابل ہزار تحسین ہیں۔ آپ رعایا کے غم میں گھلے جا رہے تھے اور ان کی ''کفالت'' کے انتظام کے لیے اتنے متفکر تھے کہ لوگ کہتے ہیں:

لو لم یرفع اللّٰہ المحل عام الرمادۃ لظننا انّ عمرؓ یموت هماً بامر المسلمین (۲۲۰)

ترجمہ: ''اگر اللہ پاک ''عام الرمادہ'' کے قحط کو ختم نہ فرماتے تو ہم کو گمان تھا کہ فاروق اعظمؓ اس غم میں گھل گھل کر مر جاتے۔''

اس قحط کے دوران اپنی رعایا کو فراوانی سے گوشت میسر نہ آنے پر خود حضرت عمرؓ نے گوشت کا استعمال بالکل ترک فرما دیا تھا اور بجائے گھی کے صرف تیل استعمال فرماتے تھے جس کے استعمال کی وجہ سے آپ کے چہرے کی رنگت سیاہ پڑ گئی تھی اور صحت خراب ہوگئی۔ (۲۲۱)

حضرت عتبہ بن فرقد نے آذربائیجان فتح کر لیا تو انہوں نے دو بڑی ٹوکریوں میں مٹھائی بھر کر ان کو چمڑے اور نمدے سے اچھی طرح ڈھک کر اپنے آزاد کردہ غلام سحیم کے واسطے سے فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بھیجی۔ جب سحیم حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم میرے پاس کیا لائے ہو؟ درہم یا دینار؟ پھر ان ٹوکروں کو کھولنے کا حکم دیا۔ مٹھائی چکھی اور کہا مزا اچھا ہے لیکن کیا یہ مٹھائی تمام مہاجرین نے بھی سیر ہو کر کھائی ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں یہ تو آپ ہی کے لیے بھیجی ہے، اس پر آپ نے حضرت عتبہ کو لکھا:

☆☆

(۲۲۰) سیرت عمر ابن الخطاب: عبدالرحمٰن ابن جوزی، محولہ سابقہ، ص ۱۰۱۔

(۲۲۱) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، محولہ سابقہ، ص ۳۲۴ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من عبد اللہ عمرؓ امیر المومنین الیٰ عتبة بن فرقد اما بعد فلیس من کدک ولا کدامک ولا کدابیک لانا کل مالا یشبع منه المسلمون فی راحلهم (۲۲۲)

ترجمہ: ''اللہ کے بندے عمرؓ امیر المومنین کی طرف سے عتبہ بن فرقد کی طرف: اما بعد یہ (مٹھائی) نہ تو تمہاری محنت و مشقت کا نتیجہ ہے اور نہ ہی تمہاری ماں کی محنت و مشقت کا اور نہ ہی تمہارے باپ کی محنت و مشقت کا۔ لہٰذا ہم ایسی کوئی چیز نہیں کھاتے جو مسلمانوں کے گھروں میں وافر مقدار میں موجود نہ ہو۔''

یہی عتبہ بن فرقد جو بعد میں کسی صوبے کے گورنر بنے حضرت عمرؓ کی خدمت میں کسی موقع پر حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ اس وقت خاصہ تناول فرما رہے تھے انہیں اندر ہی طلب فرما لیا۔ حضرت عمرؓ کی معمولی غذا کو دیکھ کر گورنر عتبہ نے کہا آپ کھانے میں کیا ایسی غذا استعمال نہیں کرتے جس کو میدہ کہتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے ابن فرقد 'کیا عرب میں مجھ سے زیادہ اقتدار رکھنے والا کوئی ہے؟ انہوں نے کہا! اے امیر المومنین! آپ سے زیادہ اقتدار رکھنے والا کون ہے! حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ کیا سارے مسلمانوں کو میدہ میسر آسکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں! تو حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ میں بہت ہی برا حاکم ہوں کہ خود تو اچھی غذا کھاؤں اور لوگوں کو خراب اور بری غذا کھلاؤں۔ (۲۲۳)

امرائے شام کی معاشی اصلاح

فاروق اعظمؓ نہ صرف یہ کہ اپنے لیے تعیشانہ زندگی ناپسند کرتے ہوں بلکہ اپنے عمال کے لیے معاشی زندگی عام لوگوں سے ممتاز رکھنے پر سخت پابندی عائد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امرائے شام پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹی کے علاوہ کچھ اور کھانا ہی نہیں جانتے۔ حالاں کہ عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت فاروق اعظمؓ نے سخت گرفت کی اور تمام عمال سے اقرار لیا کہ روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کا تیل اور سرکہ تقسیم کرنا ہوگا اور مال غنیمت کی تقسیم بھی مساویانہ طور پر ہوگی۔ (۲۲۴) شام کے گورنر حضرت سیدنا امیر

☆☆

(۲۲۲) فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ بن جابر، محولہ سابقہ، ص ۳۳۶۔

(۲۲۳) اسلام کے معاشی نظریے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۳۷۸ ج ۲۔

(۲۲۴) تاریخ یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب، مطبوعہ لیدن، (س۔ن) ص ۱۶۸ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاویہؓ مدینہ منورہ آئے تو عجمیوں کی طرح شاندار کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھتے ہی ان پر کوڑے برسانے شروع کر دیے۔ وہ کہنے لگے امیر المومنین کس لیے! امیر المومنین کس لیے؟ آپ مارتے رہے جواب نہ دیا۔ (۲۲۵)

آذر بائیجان کے گورنر عتبہ بن فرقدؓ کو ایک مرتبہ آپ نے خط لکھا اور اس میں تاکید کی۔

یاعتبة بن فرقد ایاکم والتنعم(۲۲۶)

ترجمہ: ''اے عتبہ بن فرقد تم عیش پرستی سے بچتے رہنا۔''

حضرت عمرؓ نے عمال میں سادگی پیدا کرنے کو قانونی شکل دے رکھی تھی اور جب کبھی کسی شخص کو گورنر مقرر فرماتے تو کبار صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تحریری عہد لیتے۔ اس پر مہاجرین وانصار کی گواہیاں ثبت کراتے۔ عہد نامہ کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں:

لایرکب برزونا ولا یأکل نقیاً ولا یلبس رقیقاً ولا یتخذ باباًدون حاجات الناس(۲۲۷)

ترجمہ: ''(یہ گورنر) ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، چھنا ہوا صاف آٹا نہیں کھائے گا، باریک کپڑے زیب تن نہیں کرے گا، اپنے دروازے پر کوئی پہرہ دار نہ بٹھائے گا تاکہ اہل حاجات کی رسائی اس تک مشکل نہ ہو۔''

فاروق اعظمؓ اس عہد نامہ کو لکھ کر طاق نسیاں میں نہ ڈالتے تھے اور اسی لکھے ہوئے پر اکتفا کو کافی نہ جانتے تھے بلکہ اپنے عمال کی نگرانی اور محاسبہ کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ کو محاسب و پیامبر مقرر کر رکھا تھا۔ چناں چہ جو گورنر ان شرائط مذکورہ کی پاسداری نہ کرتا تو آپ اس سے باز پرس فرماتے اور تحقیق کے بعد معزول فرما دیتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ کا واقعہ لکھا ہے کہ فاروق اعظمؓ مدینہ منورہ کے کسی بازار میں گزر رہے تھے کہ کسی شخص نے آپ کو مخاطب کر کے کہا:

یا عمر اتریٰ هذه الشروط تنجیک من الله تعالیٰ وعا ملک عیاض بن غنم علیٰ مصر قدلبس الرقیق واتخذ الحاجب(۲۲۸)

☆☆

(۲۲۵) الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ابن حجر عسقلانی، مصر، ''دار المعارف'' ۱۹۳۹ء، ص ۲۱۴، ج ۳۔

(۲۲۶) سیرت عمر بن خطابؓ: عبدالرحمٰن ابن جوزی، محولہ سابقہ، ص ۱۳۰۔

(۲۲۷) ازالۃ الخفاء: شاہ ولی اللہ، کراچی، ''نور محمد کتب خانہ'' (س۔ن)، ص ۲۵۲، ۲۵۳، ج ۳۔

(۲۲۸) کتاب الخراج: امام ابو یوسف، محولہ سابقہ، ۱۳۷۲ھ، ص ۲۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اے عمر کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شرطیں آپ کو خدا کے سامنے جواب دہی سے چھٹکارا دے دینگی؟ جبکہ مصر میں آپ کے مقرر کردہ عامل عیاض بن غنم باریک لباس استعمال کرتے ہیں اور دروازے پر پہرے دار بھی بٹھا رکھا ہے۔''

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے مقرر کردہ محاسب محمد بن مسلمہ کو فوراً طلب فرمایا اور حکم دیا کہ عیاض بن غنم کو جس حالت میں پائیں اسی حالت میں فوراً لے آئیں۔ محمد بن مسلمہ مصر پہنچے تو معاملہ درست پایا، دروازے پر چوکیدار بیٹھا ہوا ہے اندر گئے تو عیاض بن غنم کو باریک اور نرم لباس میں ملبوس پایا۔ انہوں نے عیاض کو امیر المومنین کے پاس چلنے کا حکم دیا۔ وہ مہلت مانگنے لگے تاکہ اپنی قبا پہن لیں لیکن محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اسی حال میں چلنا ہوگا اور اسی حال میں لیکر حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قمیص اتار دو۔ ان کے لیے اون کا ایک کرتہ منگوایا ایک گلہ بھیڑوں کا طلب کیا اور ایک لاٹھی ہاتھ میں لیکر عیاض سے فرمایا:

البس هذه المدرعة وخذ هذا العصا وارع هذه الغنم واشرب واسق من مربك واحفظ الفضل علينا اسمعت (۲۲۹)

ترجمہ: ''یہ کرتہ پہن لو اور یہ لاٹھی پکڑ لو اور ان بھیڑوں کو چرایا کرو خود بھی ان کا دودھ پیئو اور راہ گیروں کو بھی پلایا کرو اور جو باقی بچ جائے اسے ہمارے لیے حفاظت سے رکھو، سنا تم نے؟''

راوی کہتے ہیں عیاض نے کہا اس سے تو موت بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لم تكره هذا و انما ابوک غنماً لانه كان يرعىٰ الغنم

ترجمہ: ''تم اس کام کو کیوں ناپسند کر رہے ہو جب کہ تمہارے باپ کو غنم کا نام بھی اسی لیے دیا گیا تھا کہ وہ بھیڑیں چرایا کرتے تھے۔''

عیاض نے حکم فاروقی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ کام منظور کر لیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں معاف فرما کر ان کے عہدے پر بحال فرمایا۔ اس اصلاح کے بعد حضرت عیاض ان تمام تکلفات سے ایسے بیگانہ ہوئے کہ پھر کوئی سادگی میں ان کی ہمسری نہ کر سکا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

فلم يكن له عامل يشبه (۲۳۰)

☆☆

(۲۲۹) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۱۲۵۔

(۲۳۰) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے کوفہ میں ایک محل تعمیر کروایا جبکہ روایات میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ ڈیوڑھی یا محل ضرورت کے تحت تھا تا کہ اسے بند کر کے بازار کے شور و غل سے بچا جا سکے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوا کہ اس کی وجہ سے لوگوں کی فریاد رسی نہ ہو سکے گی تو محمد بن مسلمہ کو روانہ کر کے اس ڈیوڑھی اور محل میں آگ لگوا کر اس کو ختم کرا دیا۔(۲۳۱)

یہاں سے حکومت کے لیے ناجائز قابضین کی تعمیرات کو منہدم کرنے کا جواز ملتا ہے۔

عہدِ فاروقی کے نظامِ کفالت عامہ کا جائزہ:

ایک تحقیق کے مطابق ''بیت المال'' کا باقاعدہ قیام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں 15ھ میں ہوا اس کی وجہ بحرین کا پندرہ لاکھ درہم کا مال غنیمت تھا۔ ایک بیت المال مدینہ منورہ میں قائم کیا گیا۔ یہ مرکزی بیت المال تھا۔ اس کے ناظم حضرت عبداللہ بن ارقم تھے اس مرکزی بیت المال کے تحت کئی بیت المال مختلف صوبوں کے مراکز میں قائم کیے گئے۔ ان کے نگراں حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ماتحت ہوتے تھے (۲۳۲)

عامۃ المسلمین کی املاک کا تحفظ اور ان کی مساویانہ تقسیم:

زید کے والد اسلم راوی ہیں کہ ہم سے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں تمہارے اور تمہاری کمائیوں کے ذرائع کے درمیان حائل ہو گیا ہوں۔ تم میں سے جس کے پاس بھی مال ہے تو وہ ہمارے دست تصرف میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی بھی جانور کی پشت پر رکھے جانے والے نمدہ یا پالان کو بہ نظر تحقیر نہ دیکھے۔ یہ عامۃ المسلمین کی دولت ہے۔ کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں جس کا اس میں حصہ نہ ہو۔ یہی اشیاء جب کسی کی انفرادی ملکیت ہوتی ہیں تو اسے بڑی چیز سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب مسلمان کی مشترکہ ملکیت میں ہوتی ہیں تو انہیں بے وقعت سمجھا جاتا ہے اور یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ اللہ کا مال ہے (۲۳۳)

☆☆

(۲۳۱) مسند امام احمد: احمد بن حنبل رحمہ اللہ، محولہ سابقہ، ص ۵۴ ج ۱۔

(۲۳۲) کتاب دول الاسلام فی التاریخ: شمس الدین ذہبی، حیدر آباد (ہند) ''دائرۃ المعارف النظامیہ'' ۱۳۳۷ھ، ص ۸۰ ج ۱۔

(۲۳۳) کتاب الاموال: ابو عبید القاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۲۰۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو کسی علاقے کا خراج وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا تھا۔ چنانچہ آپ ایک لاکھ درہم یا دینار لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے اس رقم کو بہت زیادہ خیال کیا اور ارشاد فرمایا:

ان کنت صادقاً فلیاتین الراعی نصیبه من هٰذا المال بالیمن ودمه فی وجهه (۲۳۴)

ترجمہ: ''اگر آپ یہ سچ کہتے ہیں کہ خراج کی مقدار وہ جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر یمن کا رہنے والا چرواہا بھی اس مال میں حصہ دار ہے۔ ایسی حالت میں کہ سفر کی وجہ سے اس کا چہرہ ٹمٹماتا ہوا ہو۔''

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب قیصر و کسریٰ کے خزینے اور دفینے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے بیت المال میں منتقل ہو گئے تو اس دور میں بھی آپ کو بچا اور سنبھال کر رکھنے کی فکر لاحق نہیں ہوئی۔ آپ نے اس کی پرواہ بھی نہ کی کہ بچا اور گن گن کر رکھنا طول اقتدار کا ذریعہ اور دیگر اقوام سے لڑائیوں میں فتح مندی کی وجہ ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک اسلام کی ترویج اسلامی ریاست کا پھیلاؤ اور غلبہ اخلاص عمل، اتحاد امت اور اللہ کریم کی راہ میں مر مٹنے کے جذبہ سے ممکن ہے۔ ان کے جذبہ صادق ہی کا کرشمہ تھا کہ گو سرکاری خزانہ سرخ و سفید (سونا چاندی) سے خالی رہتا تھا مگر اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر شام، عراق، ایران اور مصر کی حدود میں داخل ہو گیا۔ بڑے بڑے جابروں کی گردنیں عظمت اسلام کے سامنے جھک گئیں۔ اللہ کریم کا بول بالا ہوا اور کفار و مشرکین اطاعت کی گردن ڈالنے پر آمادہ ہو گئے۔ ایک مرتبہ کسی دور اندیش نے بچا کر رکھنے کی طرف ترغیب دلائی تو فرمایا:

انّی لا اعد للحادث الذی یحدث سویٰ طاعة اللّٰه ورسوله وهی عدتنا التی بلغنا بها مابلغنا

ترجمہ: ''میں مستقبل کے حادثات کے لیے تو بچا اور تیار کر کے نہیں رکھتا البتہ (بچانے یا نہ بچانے میں) اللہ کریم اور اس کے رسول کریم کی فرمانبرداری ضرور کرتا ہوں اور دراصل یہی وہ ہماری جمع جوڑ ہے جس نے ہمیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔'' (۲۳۵)

☆☆

(۲۳۴) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۴۶۔

(۲۳۵) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، لاہور، ''مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری'' طبع دوم ۱۹۸۹ء، ص ۴۷-۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ تنخواہوں اور مقررہ وظائف کے لیے رقم محفوظ رکھی جاتی تھی۔ مؤرخین کے مطابق مدینہ منورہ کے مرکزی بیت المال میں اس مقصد کے لیے مجموعی رقم تین کروڑ درہم سالانہ رکھی جاتی تھی۔(۲۳۶) آپ کی دلی تمنا یہ تھی کہ آپ کی قلمرو میں بسنے والے ہر فرد و بشر کو اس بیت المال سے اس کا حصہ بغیر تکلیف کے پہنچا کرے اور اس شخص کو اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے کوئی مشقت برداشت کرنی نہ پڑے۔ چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا:

لئن بقيت ليبلغن الراعي بصنعاء نصيبه من هذا الفئي (۲۳۷)

ترجمہ: ”اگر میں زندہ رہا تو اس مال فئی میں سے ہر مسلمان حتی کہ صنعاء یمن میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ از خود پہنچے گا۔“

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

اما واللہ لئن بقيت لا رامل اهل العراق لا يفتقرون الىٰ امير بعدي (۲۳۸)

ترجمہ: ”خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو عراق کی بیواؤں کو اتنا مال دار کروں گا کہ پھر میرے بعد کسی امیر کی ان کو محتاجی نہ ہوگی۔“

آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ايها النّاس انّ اللہ قد كلفني ان اصرف عنه الدعاء (۲۳۹)

ترجمہ: ”لوگو! اللہ نے مجھے اس بات کا مکلّف بنایا ہے کہ اس تک جانے والی دعاؤں کو روکوں“ ایک موقع پر فرمایا:

ومن اراد ان يسأل عن المال فليأتني فانّ اللہ جعلني خازناً وقاسماً (۲۴۰)

ترجمہ: ”اور جو شخص مال کا سوال کرنا چاہے تو وہ میرے پاس آئے اس لیے کہ اللہ نے مجھے (بیت المال کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنا دیا۔“

☆☆

(۲۳۶) تاریخ یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب، محولہ سابقہ، ص ۱۷۵ ج ۲۔

(۲۳۷) کتاب الخراج: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ۲۷۱۔

(۲۳۸) کتاب الخراج: قاضی ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۳۷۔

(۲۳۹) قواعد الاحکام فی مصالح الانام: عبدالعزیز بن سلام، قاہرہ ”مکتبۃ الکلیات الازہریۃ“ ۱۳۸۸ھ، ص ۱۴۸ ج ۱۔

(۲۴۰) فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری، محولہ سابقہ، ص ۲۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نو واردین اور مہمان و مسافر کی سرکاری کفالت:

فاروق اعظمؓ جس طرح اپنی رعایا کی ''کفالت'' کے لیے ہر لمحہ متفکر رہتے تھے وہیں نو وار دین، مہمان اور مسافرین کی ''کفالت'' کے لیے سرکاری انتظام کر رکھا تھا۔ اکثر شہروں میں سرائے خانے قائم فرما رکھے تھے جہاں مسافروں کے لیے طعام و قیام کی سہولتیں موجود تھیں۔ مسافرین کو سرکاری خزانہ یعنی بیت المال سے کھانا تیار ہو کر ملتا تھا۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے:

اتخذ عمر دار الدقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبابيب وما يحتاج اليه يعين به المنقطع وضع فيما بين مكة والمدينة بالطريق ما يصلح من ينقطع به (۲۴۱)

ترجمہ: ''حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک شعبہ خوراک قائم فرما رکھا تھا جس میں آٹا، ستو، کھجوریں، کشمش اور دیگر اشیائے صرف رکھی ہوتی تھیں جو بوقت ضرورت مسافروں اور راستہ بھٹکنے والوں کے لیے کام آتی تھیں۔''

اس کے علاوہ مکہ، مدینہ کے درمیان راستوں میں مسافر خانے تعمیر کروائے تا کہ مسافرین اور بھولے بھٹکے آرام کر سکیں۔ مدینہ طیبہ کا جو مہمان خانہ تھا یہ عام لنگر خانہ تھا۔ فاروق اعظمؓ خود وہاں لوگوں کی میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے اور مہمانوں کو خود کھانا لا کر کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک قاصد دربار خلافت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ امیر المومنین ہاتھ میں عصا لیے لوگوں کو خود کھانا کھلا رہے ہیں (۲۴۲) نماز عشاء کے بعد پھر کر مسجد میں ہر شخص کا چہرہ دیکھتے اور اس سے پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بھوکا ہوتا تو اس کو لے جا کر کھانا کھلاتے (۲۴۳)

☆☆

(۲۴۱) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۰۷۔

(۲۴۲) تاریخ طبری: ابن جریر طبری، محولہ سابقہ، ۲۷۰۲۔

(۲۴۳) اسوۂ صحابہ: عبدالسلام ندوی، انڈیا، اعظم گڑھ (م۔ن) ۱۹۵۰ء، ص ۶ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قحط سالی میں لوگوں کی کفالت کا انتظام:

عہدِ فاروقی کا مشہور قحط 18ھ میں پیش آیا جس کا کچھ تذکرہ پہلے بھی گزر چکا ہے اسے مؤرخین نے ''عام الرمادہ'' کا نام دیا ہے اس پریشانی کے موقع پر حضرت عمرؓ نے بڑی مدبرانہ پالیسیوں کا مظاہرہ کیا اور اپنی رعایا کے لیے غلہ کا بندوبست فرمایا۔ اپنے مختلف صوبہ داروں کے نام غلہ کی رسد روانہ کرنے کے لیے احکام ارسال فرمائے۔

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ نے جواب میں لکھا کہ:

''میں اتنے اونٹوں پر غلہ لدوا کر بھیج رہا ہوں کہ جب اس قطار کا پہلا اونٹ مدینہ منورہ پہنچے گا تو آخری اونٹ مصر سے نکل رہا ہوگا (۲۴۴) حضرت عمر نے سمندر کی راہ سے مدینہ کے گورنر کو ''جار'' کی بندرگاہ پر غلہ روانہ کرنے کے لیے لکھا تاکہ عام مسلمانوں کے لیے کافی ہو تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے بحیرہ قلزم کی راہ سے بیس جہاز روانہ کیے اور ہر ایک جہاز پر کم وبیش تین تین ہزار ''اردب'' غلہ تھا۔ (۲۴۵) (ایک اردب تقریباً دو من کا ہوتا ہے) یہاں تک کہ جب یہ مدینہ کی بندرگاہ ''جار'' پر لنگر انداز ہوئے تو خود حضرت عمرؓ چند صحابہ کے ساتھ ''جار'' کی بندرگاہ پر تشریف لے گئے جہازوں کو دیکھا۔ پھر جس کے ذمہ غلہ سپرد کرنا تھا اس کی ذمہ داری میں تحویل کیا اور غلہ رکھنے کے لیے وہاں بڑے بڑے دو گودام بنوائے اور حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کے نام ان کے مرتبے کے موافق لکھے جائیں۔

وامرہ ان یکتب لھم صکاکاً من قراطیس ثم یختم اسا فلھا فکان اول من صک وختم اسفل الصکاک (۲۴۶)

ترجمہ: ''آپ نے انہیں حکم دیا کہ لوگوں کے کاغذوں پر چیک لکھے جائیں پھر اس کے نیچے مہر لگائی جائے، سب سے پہلے آپ ہی نے چیک جاری کیے اور چیک کے نیچے مہر ثبت فرمائی۔''

☆☆

(۲۴۴) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، محولہ سابقہ، ص ۲۲۴ ج ۳۔

(۲۴۵) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۴۸۲، ج ۲۔

(۲۴۶) تاریخ یعقوبی: احمد بن یعقوب، محولہ سابقہ ص ۱۷۷ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپاہج، نادار، مفلوج ومعذور کی کفالت:

آپ کا حکم تھا کہ سلطنت اسلامی میں جو بھی نادار غریب معذور اپاہج لوگ ہوں تو ان سب کے لیے سرکاری خزانہ سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔ لاکھوں سے متجاوز آدمی فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ پہلے یہ انتظام شروع کیا تو حکم دیا کہ ایک جریب (جو تقریباً 25 سیر کا ہوتا ہے) آٹا پکایا جائے جب یہ تیار ہو گیا تو تیس آدمیوں کو کھلایا۔ دونوں وقت کے لیے یہ مقدار کافی ٹھہری تو فرمایا کہ ایک آدمی کو مہینے بھر کی خوراک کے لیے دو جریب آٹا کافی ہے۔ پھر حکم دیا کہ ہر شخص کے لیے اتنی مقدار آٹا مقرر کر دیا جائے (۲۴۷) اعلان عام کے لیے منبر پر چڑھے اور پیمانہ ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کے لیے اس قدر خوراک مقرر کر دی ہے جو شخص اس کو گھٹائے گا اسے خدا سمجھے گا (۲۴۸) ایک روایت میں ہے کہ پیمانہ ہاتھ میں لیکر یہ الفاظ فرمائے۔

انی قد فرضت لکلّ نفس مسلمة فی شهر مدی حنطة وقسطی خل

ترجمہ: ”میں نے ہر مسلمان کے لیے فی ماہ دو مد گیہوں اور دو قسط سرکہ مقرر کیا۔“

اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا غلام کے لیے بھی؟ فرمایا ہاں غلام کے لیے بھی اور غربا و مساکین کے لیے بھی۔ (۲۴۹)

حضرت عمرؓ نے نہ صرف شہریوں بلکہ دیہاتیوں کے لیے بھی باقاعدہ تجربہ کرنے کے بعد کہ ہر شخص روزانہ کس قدر کھا پی سکتا ہے۔ ان کے روزینے مقرر کیے تھے (۲۵۰) جو لوگ دارالخلافہ مدینہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے تو انہیں مہینہ پر آٹا، کھجوریں وغیرہ گھر گھر بھجواتے اور تمام گاؤں والوں کے لیے سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھیجے جاتے تھے (۲۵۱) یہاں یہ بات بھی باعث دلچسپی ہوگی کہ قحط کے زمانے میں حضرت عمرؓ نے باقاعدہ راتب بندی کا نفاذ کیا تھا لیکن راتب

☆☆

(۲۴۷) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: حافظ سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۳۳۸۔

(۲۴۸) فتوح البلدان: احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری، محولہ سابقہ، ص ۴۶۵۔۴۶۶۔

(۲۴۹) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۳۳۹۔

(۲۵۰) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۴۸۷ ج ۲۔

(۲۵۱) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۴۸۳ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندی کی مقدار یونٹ مخملی صوفے یا آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر طے نہیں کی بلکہ با قاعدہ تجربے کئے کہ ہر شخص مہینہ بھر میں کتنی غذا کھا سکتا ہے؟ پھر اسی لحاظ سے ہر شخص کے لیے غذا کی مقدار مقرر کی جب ہر شخص کو پیٹ بھر کر غذا ملنے لگے تو اس صورت میں نہ چور کے بازار میں جانے کی حاجت، نہ مصنوعی زائد راشن کارڈ بنانے کی ضرورت۔ یوں چور بازار بھی پنپ نہیں سکتا اور پھر سرمایہ دار تاجر چور بازاری کے ذریعے غریبوں کی دولت سمیٹ نہیں سکتے۔ محنت کرنے والے طبقہ کو خواہ جسمانی محنت کرنے والا ہو خواہ دماغی محنت کرنے والا اگر پیٹ بھر غذا نہ ملے تو اس کی کارکردگی کا معیار بلند نہیں ہو سکتا۔ ملک میں خاطر خواہ دولت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ نتیجہ میں ملک افلاس اور نکبت کی دلدل میں پھنستا رہتا ہے۔ (۲۵۲)

لباس کی تقسیم اور سڑکوں، مکانوں کی تعمیرات:

بیت المال کی آمدنی میں جب اضافہ ہوا تو امیر المومنین کی طرف سے لباس بھی تقسیم ہونے لگے۔ آپ نے ان کے لیے پکی اینٹوں کے نئے اور ہوادار مکانات تعمیر کروائے۔ کوفہ، بصرہ اور فسطاط میں نئے شہر آباد کیے جن میں کشادہ سڑکیں، دکانیں اور چوک بنوائے۔ ہر محلہ میں اونٹوں تک کے باندھنے کی جگہ الگ رکھی۔ نہریں کاٹ کر شہروں میں آب رسانی کا انتظام کیا، اس طرح ملک کے ہر ایک باشندہ کو کھانے کے لیے کھانا، پہننے کے لیے کپڑا اور رہنے کے لیے مکان نصیب ہوا (۲۵۳) یہاں اس حقیقت کو ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اسلام نے چودہ سو سال پہلے ہی اسلامی ریاست کے بجٹ میں بے روزگاروں، معذوروں اور غربا و مساکین کی امداد کے لیے ایک خاص حصہ مختص کر دیا جب کہ انگلستان میں امداد محتاجان کا قانون 1901ء میں پاس کیا گیا اور بیورج اسکیم اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مشہور ہے۔ (۲۵۴)

☆☆

(۲۵۲) اسلام کے معاشی نظریئے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۳۷۹-۳۸۰ ج ۲۔

(۲۵۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۹۷ ج ۲۔

(۲۵۴) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۱۴۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کی کفالت

ملکی باشندوں کے سماجی تحفظ کے لیے آئے دن مختلف حکومتوں کی جانب سے مختلف اسکیمیں پیش ہوتی ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم دوم کے دوران بیورج اسکیم کا بڑا چرچا رہا۔ لیکن بہت کم عمل کی نوبت آئی۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بیورج اسکیم جس کا اس قدر چرچا ہے اس کے اچھے اصول حضرت فاروق اعظمؓ نے اسلامی مملکت میں رائج کیے تھے۔ اس ''سماجی کفالت'' میں عربی، عجمی مسلمان چھوٹے بڑے، آزاد، غلام، مرد، عورت، شہری اور دیہاتی غرض سب ہی شریک تھے۔ یہاں تک کہ اس ''معاشی کفالت'' میں غیر مسلموں کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان کی بھی بے دریغ امداد کی جاتی تھی (۲۵۵) نادار مسلمانوں کی امداد کے لیے ''زکوٰۃ'' کا محصول مسلمانوں کے مالداروں سے لیا جاتا تھا۔ اب رہا محصول جزیہ، محصول خراج اور غیر مسلم باشندوں سے محصول درآمد کی وصولی تو اس سے نادار ذمی رعایا کی بھی کافی امداد کی جاتی تھی (۲۵۶) عمر بن نافع راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کسی کے دروازے پر سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا نابینا بھیک مانگ رہا ہے آپ نے اس کا شانہ پکڑ کر دریافت فرمایا تو کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ اور یہ بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں، معذوری و محتاجی اور جزیہ ادا کرنے کے لیے بھیک مانگ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ دینا تھا اس کو دیدیا اور ''بیت المال'' کے نگراں کو بلا کر آئندہ کے لیے تاکید کی کہ اس قسم کے لوگوں کو تلاش کر کے ''بیت المال'' سے ان کی ''کفالت'' کیا کریں۔

انظر هٰذا وضربائه فو اللّٰه ما انصفنا ان اكلنا شيبة ثم نأخذ له عند الهرم، انّما الصدقات للفقراء والمساكين والفقراء، هم المسلمون وهٰذا المساكين من المساكين من اهل الكتاب وضع عنه الجزية وعن ضربائه.(۲۵۷)

ترجمہ: ''اس شخص کو اور اس قسم کے دیگر لاچار (غیر مسلم) لوگوں کو تلاش کرو، بخدا ہم انصاف کرنے والے نہیں ہو سکتے کہ ان کی جوانی کی کمائی (جزیہ) تو کھائیں اور ان کے بڑھاپے کے

☆☆

(۲۵۵) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۳۴۰ ج ۲۔

(۲۵۶) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۵۷ ج ۲۔

(۲۵۷) کتاب الخراج: امام ابو یوسف، محولہ سابقہ، ص ۱۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت بھیک مانگنے کی ذلت میں مبتلا کر دیں''، کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:
''بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لیے ہیں'' ''تو میری رائے یہ ہے کہ اس میں فقراء سے مسلمانوں کے نادار مراد ہیں جبکہ مساکین سے اہل کتاب کے مفلس و نادار لوگ مراد ہیں۔'' اور حضرت عمرؓ نے اس شخص کو اور اس طرح کے تمام نادار اہل کتاب کا جزیہ ساقط کر دیا۔
شام کے سفر میں دمشق جاتے ہوئے عیسائیوں کی اس جماعت کی طرف سے آپ کا گزر ہوا جو جذام میں مبتلا تھی۔ آپ نے ان کی اس قابل رحم حالت کو دیکھ کر یہ حکم دیا کہ ان کو صدقات میں سے مدد دی جائے اور ان کے لیے بیت المال سے باقاعدہ روزینے جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا (۲۵۸) فاروق اعظمؓ کے بیان کردہ آخری الفاظ: ''جوانی کی کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں رسوا چھوڑ دیں'' قابل غور ہیں، جس طرح حکومتیں مالداروں سے محصول وصول کیا کرتی ہیں اسی طرح نادار ہو جانے پر سرکاری خزانہ سے مدد کرنا حکومتوں کا فرض ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ جب تک لوگوں کے پاس دولت رہی تھی خوب محصول وصول کیا اور جب وہ نادار اپاہج اور ضعیف ہو گئے تو ان کو نظر انداز کر دیا (۲۵۹)
غیر مسلم ذمی رعایا کی یہ ''کفالت'' یا ان پہ ناروا بوجھ نہ ڈالنا صرف فاروق اعظمؓ کی ذاتی شفقت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ اسلام کی مستقل معاشی پالیسی ہے کہ اس کی مملکت کی حدود اربعہ میں رہنے والا ہر ذی روح بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے اور کسی پر محض اس وجہ سے بوجھ نہ ڈالا جائے کہ وہ غیر مسلم ہے چنانچہ یہ معمولی جزیہ جو غیر مسلموں سے ان کی جان مال اور عزت کی حفاظت کے صلے میں لیا بھی جاتا ہے تو صرف ان مردوں سے جو کمانے کے اہل ہوتے ہیں۔ عورتوں، بچوں اور غلاموں سے نہیں وصول کیا جاتا (۲۶۰) الغرض اسلام کا معاشی نظام اسلامی ریاست کو پابند بناتا ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا اور بالخصوص ایسے افراد جن کی حالت قابل رحم ہے ان کی بلاتمیز مذہب و نسل ''کفالت'' کرے اور اس کے لیے اسلام کے مالیاتی نظام میں ایک پوری مد مقرر کر دی گئی ہے جو ایسے افراد کی ''کفالت'' کے لیے مالیات فراہم کرے گی۔ (۲۶۱)

☆☆

(۲۵۸) فتوح البلدان: احمد بن یحیٰی بن جابر، بحولہ سابقہ، ص ۱۳۶۔

(۲۵۹) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، بحولہ سابقہ، ص ۵۶۷ ج ۲۔

(۲۶۰) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، بحولہ سابقہ، ص ۳۵۸۔

(۲۶۱) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، بحولہ سابقہ، ۱۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیر خوار بچوں کی سرکاری ''کفالت''

فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ شیر خوار بچے کو ماں کی گود میں روتے ہوئے دیکھا تو اس کی ماں کو تاکید کی کہ بچے کو بہلائے۔ کچھ دیر بعد پھر ادھر سے گزرے تو بچے کو پھر روتا پایا تو غصہ میں اس کی ماں سے کہا کہ تو بڑی بے رحم ماں ہے، اس نے کہا کہ تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں بلاوجہ مجھے دق کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں اس وقت تک ''بیت المال'' سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میں اس غرض سے اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اس وجہ سے یہ رو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمانے لگے کہ اے عمر! تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا۔ اس دن منادی کرادی کہ بچے جس دن پیدا ہوں تو اسی دن سے ان کے روزینے مقرر کردیئے جائیں۔ (۲۶۲)

لاوارث بچوں کی کفالت

گمنام اور لاوارث بچوں کی ''کفالت'' بیت المال کے ذمہ ہوتی تھی۔ لہٰذا جب کوئی بچہ جس کا باپ نہ ہوتا یا جس کو کسی راہ گزر پر ڈال دیا جاتا تھا تو اسے امیر المومنین کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ اس کے لیے سو درہم مقرر کرتے اور اس کی خوراک اور دوسرے مصارف کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہوتی مقرر کرتے۔ اس کا ولی مہینے کے مہینے اس کا فریضہ آکر لے جاتا، امیر المومنین سال کے سال اس کو جاکر دیکھتے اور اس کے حق میں حسن سلوک کی ہدایت کرتے اور اس کی رضاعت اور پرورش کے اخراجات کا حکم دیتے (۲۶۳) گمنام، لاوارث بچہ (لقیط) کا نفقہ بیت المال سے ہوگا اور یہی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے مروی ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ لقیط ایک ایسا مسلمان ہے جو کمانے سے عاجز ہے نہ اس کا کوئی مال ہے اور نہ ہی کوئی قرابت دار ہے تو وہ اسے اس کی طرح سمجھا جائیگا جس کا کچھ مال نہ ہو۔ (۲۶۴) جیسے معذور اور تہی دست کا خرچ بیت المال میں ہوتا ہے اسی طرح لقیط کا بھی خرچ بیت المال سے ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لقیط کی میراث بیت المال میں داخل ہوتی ہے۔ اسی طرح

☆☆

(۲۶۲) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: حافظ محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۳۴۸۔

(۲۶۳) تاریخ یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب، محولہ سابقہ، ص ۱۷۱ ج ۲۔

(۲۶۴) بحرالرائق: شیخ زین الدین ابن نجیم، کوئٹہ ''مکتبہ رشیدیہ'' (س۔ن)، ص ۱۴۴ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو حاصلات ملے وہی خرچ اٹھاتا ہے۔(الخراج بالضمان) (۲۶۵)

اہل قادسیہ کے بچوں کی کفالت

جنگ قادسیہ میں جو شریک ہوئے ان کا کوئی بچہ ایسا نہ رہا جو وظیفہ نہ پاتا ہو۔ خالد بن عرفطہ العذری حضرت عمرؓ کے پاس آئے، پوچھا جنہیں تم چھوڑ آئے ہو ان کا کیا حال ہے؟ کہا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ وہ ان کی عمریں آپ کی عمر میں جوڑ دے۔ قادسیہ کو روندنے والوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جسے دو ہزار یا ڈیڑھ ہزار عطا نہ ملتی ہو نہ بچوں میں چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، کوئی بچہ ایسا ہے جو سو درہم اور دو جریب ماہانہ نہ پاتا ہو، بولے یہ ان کا حق ہے جسے میں ان تک پہنچا کر سعادت پاتا ہوں۔ اگر یہ مال خطاب (حضرت عمر کے والد) کا ہوتا تو میں کبھی نہ دیتا، میں جانتا ہوں کہ عطاء ان ضرورتوں سے زیادہ ہے، اگر ان میں سے ہر شخص، جب اس کو عطاء ملے وہ اس میں سے ایک بکری خرید لیا کرے تو اس سے اس کے سواد میں اضافہ ہوگا اور اس کے بعد اس کی اولاد خالی ہاتھ نہ ہوگی، اس مال میں سے کچھ نہ کچھ اس کے پاس باقی ہوگا۔(۲۶۶)

خواتین اسلام کی کفالت

حضرت عمرؓ نے امہات المومنینؓ کے لیے بارہ ہزار مقرر کیے۔ اسی طرح مہاجرات اول کے کے لیے ایک ایک ہزار مقرر کیے۔ انہیں میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ اور ام عبدؓ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی والدہ بھی تھیں۔ (۲۶۷)

ہشام الکعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ وہ خود خزانہ کا دفتر لیے ہوئے "قدید" پہنچتے، عورت مرد سب ان کے پاس جمع ہو جاتے نہ کوئی باکرہ ایسی ہوتی جو ان کے پاس حاضر نہ ہو اور نہ ثیبہ سب کو ان کی عطاء دست بدست دیتے۔ پھر عسفان جاتے اور وہاں بھی یہی کرتے، ان کا یہی دستور رہا حتی کہ اللہ سے جا ملے۔ (۲۶۸)

☆☆

(۲۶۵) اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۲۴۷ ج ۲۔

(۲۶۶) الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد، محولہ سابقہ، ص ۲۱۵ ج ۳۔

(۲۶۷) الطبقات الکبریٰ: محمد ابن سعد، محولہ سابقہ، ص ۲۱۶ ج ۳۔

(۲۶۸) ایضاً: محولہ بالا، ص ۲۱۴ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام، مؤذن، معلّم کی سرکاری کفالت

تبلیغ اسلام ہی وہ ذریعہ ہے جس میں اسلام کی سربلندی اور بقاء کی ضمانت ہے اور اس کے لیے باقاعدہ ایک شعبہ مقرر ہونا چاہیے جو ہمہ تن اس مقدس فریضے کی ادائیگی میں مشغول رہے۔ اب جو حضرات ان مقدس فریضے کے لیے بے لوث خدمات میں مشغول ہوں اور انہوں نے تمام تر مشاغل دنیوی کو خیر باد کہہ کر امت مسلمہ کی دینی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو اور حصول معاش کے لیے وقت نہ نکال پاتے ہوں تو ارباب حکومت اس بات کی ذمہ داری قبول کریں کہ ایسے مخلصین ملک ومذہب کی اور ان کے اہل وعیال کی کفالت سرکاری خزانے سے کی جائے تا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے ان مذہبی فرائض کو انجام دیتے رہیں۔ چنانچہ امام ابن الجوزیؒ نے سیرت العمرین میں روایت نقل کی ہے کہ:

انّ عمرؓ و عثمانؓ کانا یرزقان المؤذنین والائمۃ والمعلّمین

''یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے عہد خلافت میں موذنوں، اماموں اور اساتذہ کو ماہانہ تنخواہیں دیا کرتے تھے۔ نیز ابوعبید قاسم ابن سلام کتاب الاموال میں اور علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک عامل کو لکھا:

ان اعط الناس علیٰ تعلیم القرآن اجراً

''یعنی قرآن کی تعلیم دینے والوں کو اجرت دی جائے'' (۲۶۹)

جبکہ دوسرا مطلب یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اس قول کے راجح ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس حکم پر گورنروں نے یہ لکھا کہ بعض لوگوں نے قرآن سیکھنے کی رغبت کے بغیر محض وظیفہ حاصل کرنے کے لیے طالب علم بننا اختیار کر لیا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس کے باوجود وظیفہ بند نہیں فرمایا (۲۷۰) اور جواب دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا، لوگوں کو شرافت ومروت اور محبت کی بناپر وظائف دو۔

☆☆

(۲۶۹) ارشاد الشامزی: نظام الدین شامزی، مرتب: عمران الحق کلیانوی، کراچی ''مکتبہ کلیانوی'' ۲۰۰۰ء، ص ۳۱۷۔

(۲۷۰) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن سیوہاری، لاہور، ''زاہد بشیر پرنٹرز'' ۱۹۹۵ء، ص ۱۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شادی شدہ کے لیے دگنی عطاء

نبی کریمؐ کی سنت مستمرہ تھی کہ جب مال فیئ آپ کے پاس آتا تھا تو آپ اسے اسی دن تقسیم فرمادیتے تھے۔ اور اس میں اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ شادی شدہ کو دو حصے اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے۔ چنانچہ فاروق اعظمؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں اس تقسیم کا لحاظ رکھا۔ چنانچہ سفیان بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ مال فیئ کو لوگوں میں تقسیم فرمایا تو ہر تنہا فرد کو آدھا دینار ملا اور جو اپنی بیوی کے ساتھ تھا اسے ایک دینار دیا۔ (۲۷۱)

صحابہؓ کی رشتہ داروں کی کفالت

اسلم کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا یا امیر المومنین، میں خفاف بن ایماءؓ کی بیٹی ہوں، جو رسول اکرمؐ کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک رہے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا، یہ قریبی رشتہ داری ہے۔ اور حکم دیا اس خاتون کو کھانے اور لباس کا خرچ دیا جائے (۲۷۲) ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص سال کے آٹھ ماہ گزار کر انتقال کر گیا تو حضرت عمرؓ نے اسے اس کے پورے سال بھر کے وظیفہ کا دو تہائی دیدیا (۲۷۳)

مذکورہ سابقہ تحقیقات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنی ریاست کے حکمران کو عوام کا خون چوسنے کے لیے نہیں بٹھاتا بلکہ ہر فرد و بشر کی "معاشی کفالت" کرنے کا سخت پابند بناتا ہے۔ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، مسلمان ہو یا غیر مسلم، انسان ہو یا حیوان ان سب کے لیے حاکم وقت "کفالت" کا ایسا بندوبست کریگا جس طرح ایک گھر کا سربراہ اپنے گھر میں رہنے والی آل اولاد، مویشیوں کی "کفالت" کی فکر کرتا ہے۔

لیکن شومئی قسمت کہ ہمارے حکمراں ایک دورے پر کروڑوں روپے لٹانے والے انہیں

☆☆

(۲۷۱) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، بحولہ سابقہ، ص ۳۶۲۔

(۲۷۲) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلامؒ، بحولہ سابقہ، ص ۳۹۲۔

(۲۷۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوائے عوام کی دولت کو سمیٹنے کے اور کوئی قانون بنانا اور اس پر عمل کرانا نہیں آتا۔ غریب کو دو وقت کی روٹی سکون سے نصیب نہیں ایک ایک گھر کے کئی افراد جن میں مرد وزن سب ہی شامل ہوں کماتے ہیں، پھر قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ اپنا سر چھپانے کے لیے ایک معقول گھر تک حاصل نہیں کر پاتے۔ بمشکل تمام اگر ساری جمع پونجی خرچ کر کے ایک مکان خرید بھی لیں تو اس پر ہاؤس بلڈنگ کا لاکھوں روپے کا قرض ساری زندگی بھر بھر کر بوڑھے ہو جاتے ہیں۔

کاش عہد اولین کے حکمرانوں کے یہ تاریخی کارنامے جواب فقط تحقیقی کتابوں کی زینت کے سوا کچھ نہیں عہد حاضر کے حکمرانوں کے لیے سرمہ بصیرت بن جائیں تو کیا ہی اچھا ہو کہ پھر وہ اپنی شاہ خرچی پر لٹنے والی رقم کو اگر ملک کے غریب غرباء میں تقسیم کر دیں تو کتنے ہی خاندانوں کے ہاں خوشی کے چراغ روشن ہو جائیں۔ ایک آزاد اسلامی مملکت میں مسلمان (حکمران) کا حقیقی منصب یہ ہے کہ وہ پرائے شگون پر اپنی ناک کٹوانے کے بجائے نہ صرف خود اسلام کا عملی نمونہ بنے بلکہ دنیا بھر کو دعوت دے کہ تم افراط وتفریط کی کس بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہو۔ انسانیت کی فلاح کی منزل اس راستے پر چلے بغیر ہاتھ نہیں آسکتی جو چودہ سو سال پہلے انسانیت کے محسن اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ نے دکھائی تھی۔

بمصطفیٰ برساں خویش راہ کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی، تمام بولہبی است

عہد فاروقی کا غروب آفتاب:

جو بھی انسان دنیا میں آیا فنا کا پروانہ ساتھ ہی لایا ہے۔ خود نہ اپنی مرضی سے آیا اور نہ جائیگا۔ ہر چھوٹی بڑی ذات کو فنا ہے۔

چنانچہ سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے منیٰ سے روانہ ہو کر مقام ابطح میں اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے سہارے کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے یہ دعا کی: ''اے اللہ! میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، میری قوتیں جواب دے رہی ہیں، میرے خیالات منتشر ہیں قبل اس کے کہ ضعف عقلی نمودار ہو اور خرابیوں کا اندیشہ ہو تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔'' چنانچہ ماہ ذی الحج ختم ہونے سے پہلے ہی آپ نے شہادت پالی۔ امام بخاریؒ نے ابوصالح کے حوالہ سے حضرت کعب احبارؓ کا یہ بیان لکھا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا میں نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ شہید کیے جائیں گے جس پر آپ نے فرمایا یہ کیسے ہوگا۔ جزیرۃ العرب میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہوئے مجھے شہادت ملے۔ راوی کا بیان ہے کہ کعب کا یہ بیان سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! فی سبیل اللہ مجھے شہادت عطا فرما اور اپنے محبوب کے مدینہ میں پیغام اجل ارزانی فرما۔(۲۷۴)

ایک دن خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ آیا ہے اور مجھ پر ٹھونگیں مار رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہی ہو سکتی ہے کہ اب میری موت کا زمانہ قریب آ گیا۔ میری قوم مطالبہ کر رہی ہے میں اپنا ولی عہد مقرر کروں۔ یاد رکھو میں موت کا مالک ہوں نہ ہی دین اور خلافت کا۔ خدا تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کا خود محافظ ہے۔ وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔(۲۷۵)

امام زہریؒ کا بیان ہے کہ فاروق اعظمؓ نے ہر بالغ مشرک پر مدینہ کے اندر داخلہ پر پابندی عائد کر دی تھی تو حاکم کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے امیر المومنین کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ کوفہ میں ایک کاریگر نوجوان ہے جو لوہار بڑھئی ہونے کے ساتھ بہت کام جانتا ہے اور فن نقاشی میں ماہر ہے اگر اسے مدینہ حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تو اس سے عوام کو بڑا فائدہ ہوگا۔ آپؓ نے اجازت صادر فرما دی۔ اس جوان نے مدینہ آمد کے بعد دربار خلافت میں حاضری دی اور پھر یہ شکایت بھی پیش کی کہ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت زیادہ ٹیکس لگا رکھا ہے۔ آپ کم کرا دیجیے(۲۷۶)

حضرت عمرؓ: کتنا ٹیکس ہے۔

فیروز: دو درہم روزانہ۔

حضرت عمرؓ: تمہارا پیشہ کیا ہے؟

فیروز: نجاری، نقاشی اور آہن گری۔

حضرت عمرؓ: ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔

فیروز کے لیے یہ جواب ناقابل برداشت تھا، وہ دانت پیستا ہوا باہر چلا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین میرے سوا ہر ایک کا انصاف کرتے ہیں چند روز کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے

☆☆

(۲۷۴) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۳۵۔۱۳۶۔

(۲۷۵) انسانیت موت کے دروازے پر: ابو الکلام آزاد، لاہور، ''ادارہ اسلامیات'' ۱۹۹۰ء، ص ۶۲۔

(۲۷۶) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے پھر یاد فرمایا اور پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم ایک چکی تیار کر سکتے ہو جو ہوا سے چلے؟
فیروز نے ترش روئی سے جواب دیا کہ میں تمہارے لیے ایک ایسی چکی تیار کروں گا جسے یہاں کے لوگ کبھی نہیں بھولیں گے! فیروز رخصت ہو گیا تو آپ نے فرمایا یہ نوجوان مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے۔(۲۷۷)

سانحہ شہادت

دوسرے دن فیروز ایک دو دھاری خنجر جو زہر آلود تھا جس کا قبضہ وسط میں تھا آستین میں چھپا کر صبح سویرے مسجد میں آ کر ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ تکبیر سے پہلے صفیں درست کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے جب لوگ صفیں سیدھی کر لیتے تو حضرت عمرؓ امامت کراتے تھے۔ اس روز بھی اسی طرح ہوا جب صفیں سیدھی ہو گئیں تو حضرت عمرؓ امامت کے لیے آگے بڑھے ابولولو فیروز آپ کے پیچھے کھڑا ہوا اور جونہی نماز شروع کی فیروز نے دفعتہً گھات میں سے نکل کر چھ وار کیے جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ دنیا نے اس دردناک ترین حالت میں ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ اس وقت جبکہ حضرت عمرؓ اپنے قدموں پر گر رہے تھے آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا اور خود وہیں زخموں کے اثر سے زمین پر گر پڑے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایسی حالت میں نماز پڑھائی کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ سامنے پڑے تڑپ رہے تھے (۲۷۸) فیروز نے ساتھ ہی تیرہ اشخاص کو اور زخمی کیا۔ حضرتؓ کو اٹھا کر لایا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا میرا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا فیروز! اس جواب سے چہرۂ انور پر بشاشت ظاہر ہوئی اور زبان مبارک سے فرمایا الحمدللہ! میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا۔
بارہ آدمی زخمی کرنے کے بعد ابولولو پر ایک عراقی نے چادر پھینکی جس میں وہ لپٹ گیا اور جب اس نے آزادی کی راہ نہ پائی تو خودکشی کر لی (۲۷۹) لوگوں کا خیال تھا کہ زخم چنداں کاری نہیں اس لیے شفاء ہو جائے گی۔ چنانچہ طبیب کو بلایا گیا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا مگر یہ دونوں

☆☆

(۲۷۷) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، محولہ سابقہ، ص ۶۳۔

(۲۷۸) ایضاً: محولہ بالا، ص ۶۳-۶۴۔

(۲۷۹) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۳۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزیں زخم کی راہ سے باہر آئیں اس سے تمام مسلمانوں پر افسردگی طاری ہوگئی اور وہ سمجھ گئے کہ اب حضرت عمرؓ جانبر نہ ہوسکیں گے۔

حضرت عمرؓ تنہا زخمی نہیں ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پورا مدینہ زخمی ہوگیا۔ خلافت اسلامیہ زخمی ہوگئی ہے اس سے بھی زیادہ یہ کہ خود اسلام پاک زخمی ہوگیا ہے۔ غم میں ڈوبے ہوئے لوگ آپ کی عیادت کے لیے آتے تھے اور بے اختیار آپ کی تعریفیں کرتے تھے۔ (۲۸۰)

سفرِ آخرت کی تیاری

آخری گھڑیوں میں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو بلایا اور پوچھا کہ ہم کتنے مقروض ہیں؟ انہوں نے جواب دیا چھیاسی ہزار درہم تقریباً اس پر ارشاد ہوا کہ ہمارے مال میں سے ادا کردینا بوقت ضرورت بنو عدی اور مزید ضرورت پر قریش سے لیکر ادا کردینا۔ (۲۸۱)

آخری خواہش

اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ سے فرمایا تم ابھی امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے التماس کرو کہ عمرؓ چاہتا ہے کہ اسے اپنے دو رفیقوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عبداللہؓ نے آپ کا یہ پیغام حضرت عائشہؓ کو پہنچایا تو وہ بے حد دردمند ہوئیں اور فرمایا! میں نے یہ جگہ اپنے لیے محفوظ رکھی تھی مگر اب میں عمرؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں۔ جب بیٹے نے آپ کی منظوری کی اطلاع دی تو آپ بے حد خوش ہوئے اور اس آرزو کی قبولیت پر بیحد شکر و نیاز ادا کرنے لگے۔ (۲۸۲)

فاروقِ اعظمؓ کی شہادت

انتقال سے کچھ وقت پہلے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے ارشاد فرمایا میرے کفن میں بے جا اسراف

☆☆

(۲۸۰) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، بحوالہ سابقہ، ص ۶۴۔

(۲۸۱) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، بحوالہ بالا، ص ۱۳۸۔

(۲۸۲) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، بحوالہ سابقہ، ص ۶۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ کرنا اگر میں اللہ کے ہاں بہتر ہوں تو مجھے از خود بہتر لباس مل جائیگا اگر بہتر نہیں ہوں تو بہتر کفن بے فائدہ ہے۔ پھر فرمایا میرے لیے لمبی چوڑی قبر نہ کھدوائی جائے اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحق رحمت ہوں تو از خود میری قبر حد نگاہ تک وسیع ہو جائے گی۔ اگر مستحق رحمت نہیں ہوں تو قبر کی وسعت میرے عذاب کی تنگی کو دور نہیں کر سکتی۔ پھر فرمایا: میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ چلے۔ مجھے مصنوعی صفات سے یاد نہ کیا جائے۔ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے جلدی قبر میں پہنچا دیا جائے۔ اگر مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمت ایزدی تک پہنچانے میں جلدی کرنی چاہئے اگر مستحق عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد سے جلد کندھوں سے اتار پھینکا جائے اسی قدر بہتر ہوگا۔ ان دردانگیز وصایا کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فرشتہ اجل سامنے آ گیا اور آپ جاں بحق تسلیم ہو گئے (۲۸۳) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بدھ کے دن ۲۶ ذی الحج ۲۳ھ کو شہید ہوئے اور ہفتہ کے دن محرم کی چاندرات کو دفن کیے گئے بوقت شہادت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی بعض لوگ کہتے ہیں آپ کی عمر ۶۲ سال کی تھی۔ بعض کا قول ہے ۶۱ سال اور بعض کہتے ہیں ۶۰ سال، واقدی کی رائے یہی ہے کہ شہادت کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی بعض کہتے ہیں ۵۹ سال کی، بعض کہتے ہیں ۵۰ سال کی اور بعض کہتے ہیں کہ ۵۴ سال کی تھی۔ (۲۸۴) آپ کی نماز جنازہ حسب وصیت حضرت صہیبؓ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمنؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ نے قبر میں اتارا اور دنیائے اسلام کے اس درخشندہ ترین آفتاب کو آقائے نامدارؐ کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے سلا دیا گیا۔ (۲۸۵)

پہلو میں مصطفیٰؐ کے بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

انا للہ وانا الیہ راجعون ○

☆☆

(۲۸۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۶۸۔

(۲۸۴) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ۱۳۹۔۱۴۰۔

(۲۸۵) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، محولہ سابقہ، ۶۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت پر جن وانس کے تاثرات

سلیمان بن یسار کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات پر جنات نے گریہ وزاری کی اور حاکم نے مالک بن دینار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت پر پہاڑوں نے نوحہ وزاری کی (۲۸۶) مسلمانوں کو حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت سے جو صدمہ ہوا، الفاظ سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہر مسلمان نے اپنی عقل کے مطابق انتہائی غم واندوہ کا اظہار کیا۔ حضرت ام ایمنؓ نے کہا جس روز عمرؓ شہید ہوئے اسی روز اسلام کمزور پڑ گیا۔

حضرت ابو اسامہؓ نے کہا: حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اسلام کے سرپرست تھے، وہ گزر گئے تو اسلام یتیم ہوگیا۔ (۲۸۷)

جب آپ کا انتقال ہوا تو انسانی سوسائٹی کا ہر رکن اور ہر شہری آپ سے خوش تھا۔ آپ کے متعلق بالکل درست کہا گیا ہے:

ان عمر کان حصناً حصيناً على الاسلام يدخل الناس فيه ولا يخرجون منه. (۲۸۸)

ترجمہ: ''بے شک! حضرت عمرؓ اسلام کا مضبوط ترین قلعہ تھے جو لوگ ایک مرتبہ اس قلعہ میں داخل ہو جاتے تو پھر کبھی نہ نکلتے۔''

اگر فاروق اعظمؓ جیسا مدبر حکومت ایک اور پیدا ہو جاتا تو تمام دنیا اسلامی نظام کے ماتحت انسانیت کے اعلیٰ قوانین کی پابند نظر آتی اور اگر آج بھی اس طرز کا ایک انسان پیدا ہو جائے تو دنیا سے تمام خرابیاں مٹ جائیں اور تمام نیکیاں زمین پر چھا جائیں۔ (۲۸۹)

☆☆

(۲۸۶) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۴۹۔

(۲۸۷) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، محولہ سابقہ، ص ۶۹۔

(۲۸۸) مجمع الزوائد: علامہ ھیثمی، محولہ سابقہ، ص ۷۷ ج ۹۔

(۲۸۹) اسلام کا نظام حکومت: حامد الانصاری غازی، محولہ سابقہ، ص ۱۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ سوم

نظامِ کفالت حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں

تعارف

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد الشمسؓ بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی اموی۔

آپ کی کنیت ابو عمر تھی بعض کے نزدیک ابو عبداللہ اور بعض نے ابولیلیٰ لکھی ہے۔ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلامی تبلیغ کے آغاز ہی میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ (۲۹۰)

حضرت عثمانؓ خود اپنے اسلام لانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں ایک بار گھر میں گیا تو اپنی خالہ سعدیٰ کو گھر والوں کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ میری خالہ کہانت بھی کیا کرتی تھیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی یہ منظوم کلام کہا:

''اے عثمان تجھ کو بشارت ہو اور سلامتی ہو تین بار پھر تین بار اور پھر تین بار اور ایک بار تا کہ دس پورے ہو جائیں۔ تو خیر سے ملا اور شر سے محفوظ ہوا۔ خدا کی قسم تو نے ایک نہایت پاکدامن

☆☆

(۲۹۰) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حسین عورت سے نکاح کیا تو خود بھی کنوارا ہے اور کنواری ہی سے تیری شادی ہوئی۔"

یہ سن کر مجھ کو بہت تعجب ہوا اور میں نے کہا اے خالہ کیا کہہ رہی ہیں، اس پر سعدیٰ نے یہ اشعار پڑھے:

عثمان یا عثمان یا عثمان
لک الجمال ولک الشان
ھٰذا نبی معہ البرھان
ارسلہ بحقہ الریان
وجاءہ التنزیل و الفرقان
فاتبعہ لا طغیا بک الاوثان

ترجمہ: "اے عثمان (تین مرتبہ) تیرے لیے جمال بھی ہے اور شان بھی ہے، یہ نبی ہیں جن کے ساتھ نبوت ورسالت کے براہین اور دلائل بھی ہیں رب الجزاء نے ان کو حق دے کر بھیجا ہے۔ ان پر اللہ کا کلام اترتا ہے جو حق وباطل کے درمیان تمیز کرتا ہے۔ پس تو ان کی اتباع کر۔ کہیں بت تجھ کو گمراہ نہ کر دیں۔"

میں نے کہا کہ اے خالہ آپ تو ایسی ہستی کا ذکر کر رہی ہیں کہ جس کا شہر میں کبھی نام بھی نہیں سنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس پر سعدیٰ ایک جامع اور مختصر خاکہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کھینچ کر اٹھ گئیں۔ ان کی باتیں میرے دل پر اثر کر گئیں۔ میں غور وفکر میں ڈوب گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا انہوں نے یہ فکرمندی دیکھ کر وجہ دریافت کی میں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ انہوں نے ان باتوں کی تصدیق کی اور کہا کہ اگر مناسب سمجھو تو آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنو۔ بات ہو ہی رہی تھی کہ حسن اتفاق دیکھیے کہ رسول اکرم ﷺ اس طرف سے گزرتے ہوئے دکھائی دیے اور حضرت علیؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور کوئی کپڑا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کو دیکھ کر اٹھے اور آہستہ سے آپ ﷺ کے گوش مبارک میں کچھ عرض کیا، آپ تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور حضرت عثمانؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عثمان، اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے تو تم اللہ کی دعوت کو قبول کرو اور میں اللہ کا رسول ہوں میں تمہاری طرف اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم آپ کا کلام سنتے ہی ایسا بے خود ہو گیا اور بے اختیار ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کلمات زبان پر جاری ہو گئے۔

اشهد ان لاّ الٰه الاّ اللّٰه وحده لا شريک له وانّ محمداً عبده و رسوله

کچھ روز گزرے کہ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ میرے نکاح میں آئیں اور سب نے اس رشتے کو بنظرِ استحسان دیکھا۔(۲۹۱)

خصوصیات

نمبر ا۔ علماء کا بیان ہے کہ کسی شخص کا نکاح کسی نبی کی دو بیٹیوں کے ساتھ نہیں ہوا البتہ حضرت عثمانؓ ہی وہ شخصیت ہیں جن کی شادی رسول اکرم کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی (یکے بعد دیگرے) اسی لیے آپ کو ''ذوالنورین'' کہتے ہیں۔

نمبر ۲۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔

نمبر ۳۔ سب سے پہلے ہجرت کی۔

نمبر ۴۔ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔

نمبر ۵۔ آپ ان چھ لوگوں میں سے ہیں جن سے آپؐ رحلت تک راضی رہے۔

نمبر ۶۔ آپ ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے قرآن جمع کیا۔

نمبر ۷۔ غزوۂ ذات الرقاع اور غزوہ غطفان میں مدینہ میں حضورؐ کے خلیفہ بنے۔(۲۹۲)

نمبر ۸۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس سو بیٹیاں بھی ہوتیں تو ہر ایک کے انتقال کے بعد دوسری کا نکاح عثمانؓ سے کرتا۔(۲۹۳)

حلیۂ مبارک

حضرت عثمانؓ کا قد درمیانہ، رنگ سرخ، سفید، گھنی داڑھی اور چوڑی ہڈی کے تھے، شانے چوڑے، پنڈلیاں بھری ہوئی، ہاتھ لمبے تھے جن پر بال بھی تھے، سر کے بال گھنے ہوئے اور کنپٹی کے بال کانوں تک تھے، دانت چمکدار اور خوب صورت تھے جنہیں سونے سے باندھ رکھا تھا اور

☆☆

(۲۹۱) سیرۃ المصطفیٰ: محمد ادریس کاندھلویؒ محولہ سابقہ، ص ۱۶۵ تا ۱۶۷۔

(۲۹۲) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۵۶ تا ۱۵۳۔

(۲۹۳) کنز العمال: علی متقی ہندی محولہ سابقہ، ص ۴۴ ج ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زرد خضاب کیا کرتے تھے۔

رسول اکرمؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح کر کے ام کلثومؓ سے فرمایا تھا تمہارے دولہا، تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔ (۲۹۴)

پیغمبر انسانیتؐ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ وقت بڑے امن سے گزرا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے اور آپ کا زمانہ بھی بڑی کامیابی سے گزرا۔ ۲۳ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن وقاصؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ یہ چھ آدمی تین دن کے اندر اندر کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ پورے دو دن بحث میں گزر گئے اور کوئی بات طے نہ ہوئی۔ تیسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ ہم میں سے تین آدمی ایک ایک شخص کے حق میں دستبردار ہو جائیں تاکہ چھ کی بحث تین میں محدود ہو جائے، اس پر حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے، حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ کے حق میں اور حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ کے حق میں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا میں امیدواری سے دستبردار ہوتا ہوں، اب یہ بحث صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں رہ گئی۔ چوں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ایثار کیا تھا اس لیے ان دونوں نے اپنا آخری فیصلہ ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تمام صحابہؓ کو مسجد میں جمع کر کے مختصر سی تقریر کی اور اپنا فیصلہ حضرت عثمانؓ کے حق میں دے دیا اور سب سے پہلے اسی مسجد میں خود بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اور پھر تمام مخلوق بیعت کے لیے ٹوٹ پڑی اور بنی امیہ کے معزز فرزند حضرت عثمانؓ رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہو گئے۔ گو اس وقت یہ بات زبانوں پر نہ آئی ہو تاہم دلوں نے یہ ضرور محسوس کیا، لیجیے رسول ہاشمی کی مسند خلافت پر بنی امیہ کا ایک فرزند متمکن ہو گیا۔ یہ ۴، محرم ۲۴ھ کا واقعہ ہے۔ (۲۹۵)

حضرت عثمان غنیؓ کا سرکاری مشاہرہ

خلیفہ کی کفالت سرکاری خزانے سے کی جاتی تھی تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی دلجمعی کے ساتھ ادا

☆☆

(۲۹۴) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۵۴۔۱۵۵۔

(۲۹۵) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، محولہ سابقہ، ص ۷۴۔۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکے ورنہ کسب معاش میں مشغول ہونے والا شخص اپنی رعایا کی خبر گیری کے لیے وقت کہاں سے نکالے گا؟ لیکن حضرت عثمان غنیؓ خاندانی مالدار تھے اور اسلامی خدمات کے لیے بے دریغ دولت لٹا چکے تھے جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ تو اس ذاتی ثروت اور دولت مندی کی وجہ سے آپ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔ (۲۹۶) اور بہتر بھی یہی ہے کہ اگر حاکم وقت مالدار ہو تو پھر وہ سرکاری خزانے سے کچھ نہ لے۔ اسی طرح کی ہدایات اللہ پاک نے یتامیٰ کے نگرانوں کے لیے جاری فرمائی ہیں کہ مالداروں کو تو یتیموں کے اموال سے پہلوتہی اختیار کرنی چاہیے۔ البتہ جو سرپرست غریب ہو تو وہ دستور کے مطابق ان کے اموال سے حاصل کرلیا کرے۔ (۲۹۷) اس تعلیم میں ہر دو فریق کی مصلحت کو پیش نظر رکھا گیا ہے تا کہ ایک فریق کی وجہ سے دوسرا فریق کسی مشکل کا شکار نہ ہونے پائے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی مالی قربانیاں

"کفالت" نام ہے مالی ایثار کا کہ جس موقع پر اہل حاجت کو مالی معاونت کی ضرورت ہو اس موقع پر بغیر کسی معاوضہ کے اپنا مال محض رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرنا پھر اس کو واپس بھی نہ لینا۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت میں اس شعبہ میں حضرت عثمان غنیؓ کا نام سرفہرست ہے اور اسی صفت فیاضی کے ناتے آپ کو غنی کا لقب ملا۔ عہد رسالتؐ میں جس قدر مالی تنگی کا مسئلہ امت کو درپیش تھا شاید اس کے بعد اس کی مثال نہ مل سکے۔ لیکن اس زمانے کی ہر مالی مشکل کی گھڑی میں آپ نے ارشاد نبویؐ پر مال وزر کے ڈھیر آپؐ کے قدموں میں نچھاور کردیے۔ چناں چہ مسلمانوں کو راحت پہنچانے کے لیے ایک کنواں بئر رومہ خرید کر وقف کیا۔ رسول پاکؐ نے بشارت دی تھی:

من یشتری بئر رومة فیجعلها صدقة للمسلمین سقاه الله یوم القیامة من العطش. (۲۹۸) ترجمہ: "جو شخص بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا، تو اللہ پاک اسے قیامت کی پیاس میں سیرابی نصیب فرمائیں گے۔"

اس بشارت عظمیٰ پر حضرت عثمان غنیؓ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔

☆☆

(۲۹۶) المبسوط: شمس الدین سرخسیؒ، قاہرہ "مطبعۃ السعادۃ" ۱۳۲۱ھ، ص ۱۹ ج ۳۔

(۲۹۷) القرآن: ۴:۶۔

(۲۹۸) کنز العمال: علی متقی ہندی، بحوالہ سابقہ، ص ۵۴ ج ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمانؓ نے غزوہ تبوک میں جو مالی نذرانہ پیش کیا تو اس موقع پر رسول اکرمؐ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، ہوا یہ کہ نصاریٰ نے ہرقل کو خط لکھ کر مالی امداد طلب کی اور کہا کہ یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، ہلاکت میں مبتلا ہو چکا ہے۔ قحط سالی کا شکار ہے، یہ موقع اچھا ہے کہ اس پر حملہ کر کے اس کو ختم کر دیا جائے۔ چناں چہ اس نے ایک شخص کی سرکردگی میں چالیس ہزار کی نفری شام کے لیے روانہ کر دی۔ نبی اکرمؐ کو جب اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اپنے اہل خیر حضرات کو مالی اعانت کے لیے آمادہ کیا اور اللہ سے ہر روز منبر پر یہ دعا کرتے:

اللّٰھمّ انک ان تھلک ھٰذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض. (۲۹۹)

ترجمہ: ''اے اللہ اگر آپ نے اس مسلمانوں کی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔'' اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے ارادہ کیا کہ تمام ساز و سامان سے لدے ہوئے اونٹ مہیا کیے جائیں، تاکہ مسلمان قوت پا سکیں۔

لہٰذا یہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

اللہ کے رسولؐ، یہ دو سو اونٹ تمام ساز و سامان کے ساتھ حاضر ہیں اور یہ دو سو اوقیہ لشکر کیلئے نذر ہیں۔ حضور اکرمؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا، صحابہ کرامؓ نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر حضور اکرمؐ دوسری مرتبہ کھڑے ہوئے اور صدقے کا حکم دیا، پھر حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ مزید دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ حاضر ہیں۔ پھر حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، پھر حضرت عثمانؓ اونٹ اور مال لے کر حاضر ہوئے، حضورؐ نے اپنی جھولی میں ان دیناروں کو ڈال لیا۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار آپؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپؐ نے ان کو اپنے سامنے ڈال لیا اور ہاتھ سے الٹتے پلٹتے تھے اور حضرت عثمانؓ کو دعائیں دیتے جاتے تھے۔ (۳۰۰)

حسن بن واقع کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ہزار دینار آستین میں لیے، حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لا کر حضور اکرمؐ کی جھولی میں ڈال دیے۔ آپؐ ان کو الٹ پلٹ رہے تھے اور فرماتے کہ اس عمل کے بعد اب عثمانؓ کا کوئی عمل نقصان دہ نہیں ہو سکتا۔ (۳۰۱)

☆☆

(۲۹۹) ایضاً: محولہ سابقہ: ص ۳۷ ج ۱۳۔

(۳۰۰) کنز العمال: علی متقی محولہ سابقہ، ص ۳۷۔۳۸ ج ۱۳۔

(۳۰۱) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۱۱ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاصرہ کے دوران طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت عثمانؓ کے پاس گئے تو حضرت عثمانؓ نے قسم دے کر پوچھا کہ تم بتاؤ ایک مرتبہ مسلمانوں نے حضور اکرمؐ سے بھوک کی شکایت کی تو میں گھی اور شہد کے مشکیزوں کے لیے کھڑا ہوا اور بہت سارا آٹا خریدا اور دستر خوان بچھا کر اس پر کھجور اور مکھن کا ملیدہ بنا کر اس پر رکھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں بالکل درست کہا آپ نے، پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت طلحہؓ کو قسم دے کر پوچھا کیا تم نہیں جانتے کہ ''جیش العسرۃ'' کو میں نے تیار کیا اس لشکر کے پیادہ کو سواری فراہم کی، بھوکے کو کھانا کھلایا اور ان کے برہنہ کو کپڑے پہنائے اور ستر گھوڑے دیے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

حملت راجلهم واطعمت جائعهم و كسوت عاريهم واقمت سبعين فرساً

حضرت طلحہؓ نے اقرار کیا کہ جی ہاں آپ کی یہ خدمات ہیں۔ پھر آپ نے قسم دے کر کہا کہ بئر رومہ میں نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے ہی یہ صدقہ جاریہ کا کام کیا۔ (۳۰۲)

ترمذی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ مسجد کی جگہ مسلمانوں کے لیے تنگ پڑنے لگی تو حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا:

من يشتري بقعة آل فلان فيزيدها في المسجد بخير له منها في الجنة (۳۰۳)

ترجمہ: ''جو شخص فلاں لوگوں کی زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد میں اضافہ کر دے تو جنت میں اس سے بہتر اس کو حصہ ملے گا۔''

حضرت عثمانؓ نے ہی وہ حصہ خرید کر مسجد میں توسیع فرمائی۔ غرض یہ کہ حضرت عثمان غنیؓ کے دل میں شروع ہی سے خدا ترسی، خلق خدا کی دادرسی، اہل حاجت کی فریادرسی کی صفات کوٹ کر بھری ہوئی تھیں اور خالصاً لوجہ اللہ ہمیشہ کھلانے میں پلانے میں پہنانے میں دل کھول کر مسلمانوں کی اعانت فرمائی اور اللہ کی دی ہوئی دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے کی بجائے نبی کریم ﷺ کے ایک چشم ابرو کے اشارے پر اپنا مال نچھاور کر دیا اور ہر موقع پر اللہ سے جنت کا سودا کر کے دیگر مسلمانوں پر سبقت لیتے گئے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

☆☆

(۳۰۲) کنز العمال: علی متقی ہندی، محولہ سابقہ، ص ۳۰ ج ۱۳۔

(۳۰۳) جامع الترمذی: امام ابوعیسیٰ ترمذی، محولہ سابقہ، ص ۲۱۱ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ عثمانیؓ کا نظامِ کفالت

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں نظام مالیات وہی رہا جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مروج تھا۔ البتہ آپ کے زمانے میں جنگلات کی پیداوار سے بھی آمدن ہونا شروع ہوگئی تھی۔ علاوہ ازیں اراضی حکومت کو لگان پر دیا جاتا رہا جس سے بذریعہ لگان آمدن ہونے لگی۔ (۳۰۴) آپ کے بارہ سالہ زمانہ خلافت میں سے پہلے چھ سال تو بڑے اطمینان وسکون سے گزرے۔ فارس، خراسان، شمالی افریقہ اور جزیرہ قبرص کے علاوہ متعدد نئے علاقے فتح ہوئے۔ ان فتوحات سے مدینہ منورہ میں سیم وزر کا سیلاب آگیا۔ امیر المومنین نے دل کھول کر رعایا میں زر و مال تقسیم کیا یہاں تک کہ کوئی کلمہ گو ایسا نہ رہ گیا جو متمول اور سرمایہ دار نہ ہو۔ (۳۰۵) لیکن آپ ابھی کچھ کرنے نہ پائے تھے کہ آپ کے خلاف شورش برپا کردی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس شورش کی ایک وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے حد سے زیادہ مال و دولت جمع کرلیا تھا۔ جس کے خلاف صحابہؓ خاص طور پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے آواز اٹھائی۔ (۳۰۶)

اور یہ وہ خطرہ تھا جس کی نشاندہی حضور اکرمؐ نے پہلے ہی فرمادی تھی کہ تمہارے فقر وفاقہ سے مجھے کوئی خطرہ نہیں بلکہ تمہاری دنیاوی عیش کوشی سے دھڑکا لگا ہوا ہے۔

لا اخاف علیکم الفقر بل اخاف علیکم الدنیا (۳۰۷)

وفات سے کچھ عرصہ قبل مسلمانوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"مجھے تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں ہیں۔ اب مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کروگے۔ البتہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے لیے آپس میں کشت وخون نہ کرو اس وقت تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ (۳۰۸)

☆☆

(۳۰۴) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۵۰۔

(۳۰۵) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ۳۵۹۔

(۳۰۶) اسلامی ریاست کا مالیاتی اور بنکاری نظام: رفیع اللہ شہاب، لاہور۔ "دوست ایسوسی ایٹس" ۱۹۹۶ء، ص ۶۵۔

(۳۰۷) صحیح بخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۴۷ ج ۱۔

(۳۰۸) انسانیت موت کے دروازے پر: ابوالکلام آزاد، محولہ سابقہ، ص ۲۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چناں چہ حضرت عثمانؓ کے آخری زمانے میں جو فتنہ وفساد برپا ہوا اس کی ایک وجہ یہی نظر آتی ہے کہ دولت مندی اور تمول کی کثرت نے مسلمانوں میں بھی اس کے وہ لوازم پیدا کردیے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہوجاتے ہیں۔ تمول اور دولت کی کثرت کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کل قوم کے فوائد کے مقابلے میں ہر جماعت اور ہر فرد اپنے جماعتی اور شخصی فوائد کو ترجیح دینے لگتا ہے جس سے بغض وعناد پیدا ہوجاتا ہے۔ قومی وحدت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے دنیاوی رشک وحسد پیدا ہوجاتا ہے۔ (۳۰۹) بہرحال یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کا زمانہ خلافت مسلمانوں کے بڑے عروج اور فوز وفلاح اور تمول و وسعت کا زمانہ تھا۔ یہ فارغ البالی اور وسعت رزق دور عثمانیؓ کی غیر معمولی فتوحات کی بناء پر تھی۔ آپ کے عہد خلافت میں مال و دولت کی یہاں تک فراوانی ہوئی کہ ایک ایک گھوڑا لاکھ لاکھ درہم قیمت میں خریدا گیا اور مدینہ منورہ میں ایک ایک بستان چار چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا، ان ایام میں مدینۃ الرسولؐ نہایت آباد اور معمور تھا، زر ومال کی ریل پیل تھی اور خیرات کی کثرت تھی۔ ہر طرف سے ملکوں کا خراج سمٹا ہوا مدینہ طیبہ پہنچ رہا تھا۔ دینی لحاظ سے تو مدینۃ الرسولؐ اسلامی دنیا کا مرکزی نقطہ تھا ہی دارالامان وقبۃ الاسلام کی دنیاوی عظمت ووجاہت بھی لوگوں کی آنکھیں خیرہ کررہی تھیں۔

اور یہ کچھ دارالخلافہ مدینہ ہی پر موقوف نہ تھا بلکہ ہر جگہ کا مسلمان اعلیٰ درجہ کی آسودگی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگا تھا۔ عہد رسالت سے لے کر قرب قیامت تک مسلمانوں پر انتہائی آسودگی کے دو دور مقدر تھے۔ ایک عہد عثمانی میں مسلمانوں کی غیر معمولی آسودہ حالی دوسرے قرب قیامت کو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانے میں لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی آسودگی۔ لیکن افسوس کہ عہد عثمانی کی حد سے بڑھی ہوئی آسودگی اور مال ودولت کی کثرت و بہتات رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ مسلمان اپنے ہی واجب الاطاعت خلیفہ کی جان کے لاگو ہوگئے۔ ان کے خلاف علم بغاوت لے کر اٹھے اور ان کی مخالفت میں یوماً فیوماً ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ آخر کار ان کی جان لے کر ہی ان کا پیچھا چھوڑا۔ (۳۱۰)

☆☆

(۳۰۹) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۳۶۰۔

(۳۱۰) سیرت ذی النورین: ابوالقاسم دلاوری، ملتان "کتب خانہ صدیقیہ" (س۔ن)، ص ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ عثمانیؓ میں وظائف کی تقسیم

۳۰ھ میں خراسان کے اکثر شہر، نیشاپور، طوس، سرخس، مرواور بیہق فتح ہوئے ان وسیع شہروں کی فتوحات کے بعد دولت اور مال غنیمت کے انبار لگ گئے تو حضرت عثمانؓ نے تمام لوگوں کو وظیفہ یومیہ تقسیم کیا۔ دولت کی فراوانی کا یہ عالم رہا کہ ہر شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے اور ہمیانیاں دیں اور ہر بدرے میں چار ہزار اوقیہ آتے تھے (اوقیہ چالیس درہم کا پیمانہ ہے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ہمیانی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے ہوئے۔ (۳۱۱)

ایک خستہ حال خاتون کی کفالت

حضرت عثمان غنیؓ کا غلام مجحن ایک واقعہ نقل کرتا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کی زمین پر موجود تھا کہ ایک دیہاتی عورتی خستہ حال اندر داخل ہوئی اور کہنے لگی "انی قد زنیت" میں نے زنا کیا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا مجحن اس کو باہر نکالو، میں نے نکال دیا وہ پھر لوٹ آئی اور پھر وہی بات دہرائی، حضرت عثمانؓ نے پھر مجھ سے کہا کہ اسے باہر نکال دو، وہ پھر لوٹ آئی، پھر وہی بات دہرائی اس مرتبہ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجحن تیرا ناس ہو مجھے اس کی خستہ حالی گناہ پر ابھارتی ہوئی لگ رہی ہے، اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کو اپنے ساتھ رکھو۔

فاشبعها واکسها

"اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ اور کپڑے پہناؤ"۔

چناں چہ میں نے ایسا ہی کیا تو اس عورت نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ ایک گدھے پر اس کے لیے کھجوریں اور آٹا اور کشمش لاد کر اس کو اس کے گھر چھوڑ آؤ۔ مجحن کہتے ہیں کہ راستہ میں، میں نے اس عورت سے پوچھا کہ امیر المومنین کے سامنے جو تم زنا کا اقرار کر رہی تھیں، اب بھی کرتی ہو یا نہیں؟ تو اس نے جواب دیا:

لا، انما قلت ذالک من ضر اصابنی (۳۱۲)

☆☆

(۳۱۱) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۰۔

(۳۱۲) کنز العمال: علی متقی ہندی بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۔۳۳ ج ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''نہیں میں نے وہ بات صرف اپنی سخت'' تکلیف کی وجہ سے کہی تھی۔''

ملازمین کی کفالت

امامت کبریٰ کی طرح امامت صغریٰ اور دیگر اہم دینی مشاغل رکھنے والے حضرات بھی چوں کہ اپنے اہل وعیال کی ''معاشی کفالت'' کا بندوبست یکسوئی سے نہیں کر سکتے، اس لیے حضرت عمرؓ نے امام موذن اور معلم کے لیے سرکاری کفالت کا انتظام فرمایا تھا۔

یہ سلسلہ حضرت عثمان غنیؓ نے بھی جاری رکھا اور آپ بھی موذنوں، اماموں اور اساتذہ کو ماہانہ وظائف دیا کرتے تھے۔ (۳۱۳)

رعایا کی عیال داری کے تناسب سے کفالت

حضرت عمرؓ نے دیوان کے ذریعہ جو سماجی تحفظ کیا تھا وہ عہد خلافت راشدہ اور بعد کے زمانے میں بھی جاری رہا۔ حضرت عمرؓ کے بعد بچوں کو عطاء دینے کا طریقہ مدتوں جاری رہا۔ (۳۱۴)

ابو اسحاق اپنے دادا خیار سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا گزر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں ہوا تو حضرت عثمانؓ نے ان سے پوچھا: ''بڑے میاں، آپ کے ساتھ کتنے بال بچے ہیں؟'' انہوں نے کہا میرے ساتھ (کنبہ) ہے۔

اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا: ہم نے تمہارے لیے اتنا وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ راوی کو یہ مقدار یاد نہ رہی اور فرمایا تمہارے بال بچوں میں سے ہر ایک کے لیے سو سو درہم ہیں۔ (۳۱۵)

نومولود کی کفالت

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کی معاشی کفالت باپ کے ذمہ اور سرکاری خزانہ پر عائد کی ہے۔

☆☆

(۳۱۳) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، بحولہ سابقہ، ص ۱۴۸۔

(۳۱۴) اسلام کے معاشی نظریئے: محمد یوسف الدین، بحولہ سابقہ، ص ۴۵۱ ج ۲۔

(۳۱۵) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، بحولہ سابقہ، ص ۳۵۶ نمبر ۵۸۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چناں چہ محمد بن ہلال المدنی اپنے باپ کی وساطت سے اپنی دادی کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی خدمت میں حاضری دیا کرتی تھیں۔

ایک دن حضرت عثمانؓ نے انہیں نہ دیکھا تو اپنے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج فلاں خاتون مجھے نظر نہیں آئیں کیا وجہ ہے؟" اس پر ان کی بیوی نے انہیں بتایا: امیر المومنین، آج رات اس کے ہاں بچہ ہوا ہے۔"

چناں چہ محمد بن ہلال کی دادی کہتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے مجھے پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور کہلایا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ ہے اور یہ اس کی پوشاک ہے، جب یہ ایک سال کا ہو جائے گا تو ہم اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درہم کر دیں گے۔ (۳۱۶)

حضرت عثمانؓ کی انفرادیت

حضرت عثمانؓ وہ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے جاگیریں دیں اور وثیقے مقرر کیے۔ جانوروں کے لیے چراگاہیں بنائیں، موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

پہلی عید کے موقع پر نماز سے پہلے ایک بلیغ تقریر فرمائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ خود ہی حساب کر کے زکوٰۃ دیا کرو۔

آپ کے عہد خلافت میں دولت کی کثرت کے سبب لوگ خوش عیشی میں مبتلا ہو گئے اور غلیل سے شکار کرنا ان کا مشغلہ ہو گیا، کبوتر بازی کی دھوم مچ گئی تو آپ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال بنولیث کا ایک آدمی مقرر کیا جس کا یہ کام تھا کہ وہ کبوتروں کو پکڑ کر قینچ کر دیتا اور لوگوں کی غلیلیں توڑ ڈالتا تھا۔ (۳۱۷)

☆☆

(۳۱۶) کتاب الاموال: ابو عبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۳۵۵ نمبر ۵۸۶

(۳۱۷) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۶۹۔ ۱۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادتِ عثمان غنیؓ

۳۵ھ کے ایام تشریق کے عید الاضحیٰ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن ۱۸ ذی الحج ۳۵ھ میں آپ کو شہید کیا گیا اور ہفتہ کے دن مغرب وعشاء کے درمیان جنت البقیع کے اندر اس مقام پر دفن کیے گئے جسے حش کوکب کہتے ہیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق حضرت زبیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن بھی کیا۔ (۳۱۸)

ترکہ عثمانیؓ

جس دن حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی ان کے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم نقد جمع تھے۔ وادی القریٰ اور حنین میں ان کی جائیدادوں کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے بکثرت گھوڑے اور اونٹ چھوڑے تھے۔ (۳۱۹)

☆☆

(۳۱۸) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۶۷۔

(۳۱۹) اسلامی ریاست کا مالیاتی اور بنکاری نظام: رفیع اللہ شہاب، محولہ سابقہ، ص ۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ چہارم

نظامِ کفالت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں

مختصر تعارف

علی بن ابی طالب جن کا نام عبد مناف تھا، بن عبد المطلب جن کا نام شیبہ تھا، بن ہاشم جن کا نام عمر تھا، ابن عبد مناف جن کا نام مغیرہ تھا، بن قصی جن کا نام زید تھا، بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ ہے۔

رسول اکرمؐ نے ابوالحسن اور ابوتراب آپ کی کنیت مقرر فرمائی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک عظیم الشان ہاشمی رونق افروز ہوا۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ خواتین جنت کی سردار حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے رسول اکرمؐ نے آپ کی شادی کی۔ (۳۲۰)

حضرت علیؓ، حضورؐ کی کفالت میں

ایک مرتبہ جب مکہ میں قحط سالی ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوطالب کثیر العیال ہیں اور زمانہ قحط سالی کا ہے ہمیں ابوطالب کی کوئی اعانت اور امداد کرنی چاہیے جس سے ان کا بار ہلکا ہو۔ بعض اولاد کے آپ اور بعض اولاد کا میں کفیل ہو جاؤں۔ آپؐ اور حضرت عباسؓ دونوں مل کر حضرت ابوطالب کے پاس گئے اور یہی درخواست پیش کی

☆☆

(۳۲۰) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو طالب نے یہ کہا کہ عقیل کو میرے لیے چھوڑ دو اور باقی جس کو چاہو لو۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو اپنی کفالت کے لیے پسند فرمایا۔ تو حضرت علیؓ جو مدت سے آپ کی کفالت میں زندگی بسر کر رہے تھے، دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بعثت کے اگلے روز بروز سہ شنبہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ (۳۲۱)

فضیلتِ حضرت علیؓ

نبی کریمؐ کے چہیتے داماد تھے، آپؐ نے ان کے لیے دنیاوی اعزاز کی یہ بشارت دی ہے:

انت بمنزلة هارون من موسیٰ (۳۲۲)

ترجمہ: ”جس طرح حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون معاون تھے، اسی طرح آپ میرے لیے ہیں۔“

آپؐ نے غدیر خم پر یہ بھی ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ اس کے علی بھی مولیٰ ہیں، اے اللہ جس کی سرپرستی علیؓ کریں آپ بھی اس کی سرپرستی فرمائیے۔

من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه. (۳۲۳)

حضرت علیؓ کے ہاں دعوتِ طعام

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کی طرف سے حضورؐ پر یہ حکم نازل ہوا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈرائیے تو آپ کو کچھ تردد تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا کہ بکرے کا کھانا تیار کراؤ۔ چناں چہ آپ نے اپنے اہل قرابت کو دعوت پر جمع کیا۔ چالیس افراد شریک ہوئے جن میں آپ کے چار چچا ابو طالب، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور ابولہب بھی شریک تھے۔ جب سب جمع ہو گئے تو میں نے جو کھانا تیار کر رکھا تھا وہ پیش کیا سب نے کھایا پیا، جب فارغ ہو چکے تو حضور اکرمؐ نے بات شروع کرنی چاہی تو ابولہب نے خود جلدی سے کلام شروع کر دیا اور کہنے لگا:

☆☆

(۳۲۱) سیرۃ المصطفیٰ: محمد ادریس کاندھلوی، محولہ سابقہ، ص ۱۵۵ ج ۱۔

(۳۲۲) کنز العمال: علی متقی ہندی، محولہ سابقہ، ۱۵۱ ج ۱۳۔

(۳۲۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۵۷ ج ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقد سحر کم صاحبکم

ترجمہ: ''تمہارے ساتھی نے تم پر جادو کر دیا۔''

چناں چہ سب کے سب فوراً منتشر ہو گئے اور حضورؐ کو بات نہیں کرنے دی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے پھر دوسرے دن کھانا تیار کرنے کو کہا پھر جب سب مہمان جمع ہو گئے تو حضورؐ نے دین کی دعوت دی اور پوچھا کہ کون اس کام میں میرے وزیر کی حیثیت سے کام کرے گا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں، تو آپؐ نے فرمایا میری گردن پکڑ کر: انّ ھٰذا اخی ووصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له و اطیعوا

قوم یہ بات سن کر کھڑی ہو گئی اور ہنسنے لگی اور ابو طالب سے لوگ کہنے لگے کہ آپ کو بھی یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ علیؓ کی بات سنیں اور اس کی فرمان برداری کریں۔ (۳۲۴)

اس وقت حضرت علیؓ نہایت صغیر السن تھے گویا کہ قوم کے سامنے آپ کی حیثیت ایک ناسمجھ بچے کی سی تھی لیکن عند اللہ جو مقام آپ کو اس وقت حاصل ہوا تو رشک ملائکہ بنے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مسندِ خلافت

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے دن تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؓ کے دست اقدس پر بخوشی بیعت کی۔ البتہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مجبوراً بیعت کی۔ (۳۲۵)

☆☆

(۳۲۴) کنز العمال: علی متقی الہندی، محولہ سابقہ، ص ۱۳۱ تا ۱۳۳ ج ۱۳۔

(۳۲۵) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۷۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ کا نظام کفالت

حضرت علیؓ کا وجود رعایا کے لیے سایہ رحمت تھا۔ بیت المال کے دروازے غربا و مساکین کے لیے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا۔ ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بار ہا بغاوتیں ہوئیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے، خدا کی قسم اس عربی نے نوشیروان کی یاد تازہ کر دی۔ (۳۲۶)

تقسیم دولت میں حضرت علیؓ کا فتویٰ

حضرت علیؓ کا ایک فتویٰ جس میں وہ مالداروں پر اپنے معاشرے کے غریب افراد کی کفالت ضروری قرار دیتے ہیں قابل توجہ ہے۔

انّ اللّٰہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اقواتھم بقدر مایکفی فقرائھم فان جاعوا وعروا وجھدوا فبمنع الاغنیاء و حق اللّٰہ تعالیٰ ان یحاسبھم یوم القیامۃ ویعذبھم علیہ (۳۲۷)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب دولت وثروت پر اتنی مقدار میں مال خرچ کرنا (اخلاقی) فرض قرار دیا ہے جو ان کے ضرورت مند افراد کی کفالت کر سکے۔ پس اگر لوگ بھوکے اور برہنہ اور سخت تکالیف سے دوچار ہوں تو اس کی بنیادی وجہ مالداروں کی طرف سے فقراء کے حق کی عدم ادائیگی کے سوا کچھ نہیں۔ اب اللہ کے ذمہ یہ حق ہے کہ اس کوتاہی پر بروز قیامت ان اغنیاء سے باز پرس فرمائیں اور ان کو عذاب میں مبتلا فرمائیں۔''

اس روایت سے ملتی جلتی ایک روایت تاریخ بغداد کے حوالے سے کنز العمال میں یہ بھی ملتی ہے کہ:

☆☆

(۳۲۶) خلفائے راشدینؓ: معین الدین ندوی، انڈیا: ''دار المصنفین اعظم گڑھ'' ۱۹۵۴ء، ص ۳۳۰۔
(۳۲۷) المحلّی: ابن حزم ظاہری، قاہرہ ''مکتبۃ القدسی'' (س۔ن) ص ۱۵۸، ج ۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا کہ اللہ نے فقراء کے واسطے مالداروں کے اموال میں اتنی مقدار مقرر فرمادی ہے کہ وہ فقر کے لیے کافی ہو۔ پس اگر مالداروں نے اس مقدار فرض کو ان سے روک لیا ہے یہاں تک کہ وہ بھوکے اور ننگے ہوگئے اور سخت مشقت میں پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ مالداروں سے سخت حساب لے گا اور ان کو بہت بڑا عذاب دے گا۔ (۳۲۸)

ان روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب محلّی ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں:

''ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فیئ ان غرباء کی معاشی کفالت کو پورا نہ کرے تو بادشاہ وقت ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کرسکتا ہے اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروریات کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسم کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔'' (۳۲۹)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ کچھ لوگوں کو اس قسم کی روایات سے یہ اشتباہ ہوا ہے کہ شاید حضرت علیؓ زکوٰۃ کی مقدار منصوص میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے ہیں یا یہ کہ فقراء کی ضرورت کی شدت میں اس کا تناسب بڑھتا یا گھٹتا ہے اور اس کی گنجائش موجود ہے، تو اس قسم کی روایات کا تعلق ہرگز مقدار زکوٰۃ سے نہیں، البتہ صدقات نافلہ کے ذریعہ ایسے مواقع پر فقراء کی حاجت روائی کو اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے تو اس کا اصل اور صحیح مطلب یہ ہوگا کہ حضرت علیؓ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مقدار واجب کو پابندی سے ادا کرنے اور اسے صحیح مصرف فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے سے غربت اور افلاس تو ختم نہیں ہوسکتی، اس لیے اصحاب اموال کے ذمہ میں مقدار واجب کے علاوہ اتنا مال فقراء و حاجتمندوں پر خرچ کرنا ضروری ہے جس سے زیادہ سے زیادہ غربت کا خاتمہ ہوسکے اور محتاج لوگوں کی غربت دور ہوسکے اگر وہ زکوٰۃ کی مقدار واجب کو ادا نہیں کرتے یا مقدار واجب کو ادا کرنے کے بعد انفاق مطلق سے لوگوں کی جائز ضروریات اور

☆☆

(۳۲۸) جواہر الفتاوی: محمد عبدالسلام چاٹگامی، کراچی، ''اسلامی کتب خانہ'' (س۔ن)، ص ۳۴۹ ج ۲۔

(۳۲۹) المحلّی: ابن حزم ظاھری، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۰ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجات پوری نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے مالداروں کو سخت عذاب دے گا اور ان سے اس کا حساب لیا جائے گا جس سے یہ واضح ہوا کہ یہ حدیث مقدار زکوٰۃ کی مقدار واجب میں اضافہ کے لیے نہیں بلکہ انفاق مطلق کی ترغیب کے لیے ہے۔ لیکن حضرت علیؓ کی اس روایت سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت علیؓ کسی شرح زکوٰۃ کے پابند تھے، دعویٰ بلا دلیل ہے، بلکہ حضرت علیؓ پر سراسر بہتان ہے۔ (۳۳۰)

حضرت علیؓ کی مالیاتی پالیسی

حضرت علیؓ اپنی خلافت کے زمانے میں بیت المال سے ماہانہ (پانچ ہزار درہم (سالانہ لینے لگے۔ (۳۳۱) فیئ کے بارے میں حضرت علیؓ کا طرز عمل بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح مساویانہ تقسیم ہی تھا۔ (۳۳۲) ایک مرتبہ حضرت علیؓ بیت المال میں داخل ہوئے اور انہوں نے اسے بے وقعت چیز سمجھتے ہوئے فرمایا:

''میں شام ہونے سے پہلے پہلے تیرے اندر ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑوں گا۔''

پھر انہوں نے بنی اسد کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کا مال تقسیم کر دے اور اس نے وہ مال تقسیم کر دیا۔ حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ ان سے کہا گیا:

''امیر المومنین! اگر آپ اس کو کچھ معاوضہ دے دیں تو کیسا رہے گا؟ فرمایا یہ اس کی مرضی پر ہے، مگر یہ حرام ہے۔'' (۳۳۳)

نومولود کا وظیفہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے اس نومولود کا اندراج سو (درہم والوں کی فہرست میں کرا دیا۔

تمیم بن مسیح کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے پاس راہ میں پڑا ہوا ایک بچہ اٹھا کر لے گیا اور

☆☆

(۳۳۰) جواہر الفتاوی: محمد عبدالسلام چاٹگامی، محولہ سابقہ، ص ۳۵۰ ج ۲۔

(۳۳۱) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۷۴۵ ج ۲۔

(۳۳۲) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۳۹۵۔

(۳۳۳) کتاب الاموال: ابوعبیدؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۰۵ فقرہ نمبر ۶۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اس کا اندراج سو (درہم) والوں کی فہرست میں کر دیا۔ (۳۳۴)

آپ نے جو مالی پالیسی اور دستور مقرر فرمایا تھا، وہ وہی تھا جسے آپ نے بیعت کے بعد اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا: ''لوگو! میں تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ جو حقوق تمہارے لیے ہیں وہی میرے لیے بھی ہیں اور جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں وہ مجھ پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ میں تمہیں تمہارے نبیؐ کے طریقے پر چلاؤں گا۔ سن لو! عثمانؓ نے جتنی جاگیریں عطا کی ہیں اور اللہ کے مال میں سے جتنا مال بھی لوگوں کو انعام واکرام کے طور پر دیا ہے، وہ بیت المال میں واپس لایا جائے گا کیوں کہ حقیقت کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔ اگر میں نے یہ دیکھا کہ اس مال کے ذریعے عورتوں سے شادی کی جا چکی ہے یا لونڈیاں خریدی جا چکی ہیں یا اس مال کو مختلف ملکوں میں پھیلایا جا چکا ہے تو بھی میں اسے واپس لاؤں گا کیوں کہ عدل میں بڑی وسعت ہے اور جس کے لیے حق تنگ ثابت ہو اس کے لیے ظلم وجور اور زیادہ تنگ ہوگا۔''

''لوگو! آگاہ رہو، ایسا نہ ہو کہ کل کو تم میں سے وہ لوگ جن پر دنیا چھا گئی اور وہ عمارتوں کے مالک بن گئے، جن لوگوں نے نہریں نکالیں، گھوڑوں پر سواری کی، غلام چھوکروں کو خدمت گار بنایا، انہیں جب اس عیش وعشرت سے محروم کر دوں اور ان کے اصل حقوق کی حدوں میں واپس لاؤں تو وہ کہنے لگیں کہ ابن ابی طالب نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر دیا۔ سنو! رسول اللہ ﷺ کے صحابی مہاجرین وانصار میں سے جو کوئی بھی یہ سمجھتا ہے کہ صحبت رسولؐ کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے، وہ جان لے کہ یہ فضیلت کل کو اللہ کے حضور کام آئے گی اور وہی اس کا اجر وثواب عطا کرے گا۔'' آگاہ رہو کہ جس شخص نے بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی دعوت پر لبیک کہی، ہماری ملت کی تصدیق کی، ہمارے دین میں داخل ہوا، اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا، وہ اسلام کے دیے ہوئے حقوق کا مستحق اور اس کی مقرر کردہ حدود کا پابند ہو گیا۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور یہ مال اللہ کا مال ہے جو تمہارے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ متقی لوگوں کے لیے اللہ کے پاس بہترین جزا ہے۔ (۳۳۵)

☆☆

(۳۳۴) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۵۶۔

(۳۳۵) اسلام میں عدل اجتماعی: سید قطب شہید، مترجم نجات اللہ صدیقی، لاہور ''البدر پبلی کیشنز''، ۱۹۷۱ء، ص ۳۵۶۔۳۵۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ کے عہد میں تقسیم دولت

حضرت علیؓ نے اپنی رعایا سے جو انصاف کا وعدہ کیا تھا اور دولت کی سطح کو ہموار کرنے کے لیے جو کہا تھا اس کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ آپ کے اس خطبہ کا لب لباب یہی تھا کہ لوگوں میں عطایا کی تقسیم مساویانہ طریقے پر ہو فقط ریاست کا بیت المال بھرنا مقصود نہ تھا بلکہ آپ کا نظریہ تھا کہ بیت المال سب مسلمانوں کی مشترکہ جائیداد ہے۔ اس لیے سب کو اس سے وافر حصہ دیا جانا چاہیے۔ محض کسی دینی برتری کی بناء پر تقسیم عطایا میں کمی زیادتی نہ ہو اور آپ نے جس طرح لوگوں سے کہا تھا یہ مال اللہ کا ہے، تمہارے درمیان مساویانہ تقسیم ہونا چاہیے تو آپ نے ایسا ہی کیا۔

"ابوحکیم صاحب الحنا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک سال میں تین بار عطیے دیے۔ پھر (اسی سال) ان کے پاس اصفہان سے بھی مال آ گیا تو انہوں نے کہا! لوگو! صبح چوتھے عطیے کے لیے بھی آ جاؤ۔ مجھے یہ حق نہیں کہ تمہارا مال جمع کر کے رکھوں۔"

چناں چہ انہوں نے رسیاں تک بانٹ دیں۔ جنہیں بعض لوگوں نے قبول کیا اور بعض نے واپس کر دیا۔ (۳۳۶)

حضرت علیؓ کا ذاتی استغناء

حضرت علیؓ کی رعایا پروری کی عملی تصویر گزشتہ صفحات میں تفصیل سے گزری۔ آپ کا یہی حال تھا کہ اپنی رعایا پر دل کھول کر لٹاتے تھے اور ان کو خوش دیکھ کر خود خوش ہوتے تھے، لیکن خود اپنا حال یہ تھا کہ نظر بن منصور نے قبہ بن علقمہ سے روایت بیان کی کہ: "میں حضرت علیؓ کے پاس گیا تو ان کے سامنے کھٹا دودھ جس کی بو سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی اور روٹی کا سوکھا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا: امیر المومنین کیا آپ ایسی چیزیں کھاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ابوالجنوب! رسول اللہ ﷺ اس سے زیادہ روکھا سوکھا کھاتے اور اس سے موٹا کپڑا پہنتے تھے (آپ نے اپنے لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) اگر میں ان کی روش پر نہ چلوں تو اندیشہ ہے کہ ان کا ساتھ نہ نصیب ہو۔"

☆☆

(۳۳۶) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۴۰۵ فقرہ نمبر ۱۷۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ہارون ابن عنترہ نے اپنے والد سے آپ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ:
''میں خورنق میں حضرت علیؓ کے پاس گیا، جاڑے کا موسم تھا اور ان کے بدن پر صرف ایک پھٹا پرانا قطیفہ (مخملی لبادہ) تھا جس میں تھر تھر کانپ رہے تھے، میں نے عرض کیا: امیر المومنین اللہ نے آپ اور آپ کے گھر والوں کے لیے اس مال میں کچھ حق مقرر کیا ہے اور آپ اپنے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: واللہ میں تمہارا کوئی نقصان نہیں کروں گا۔ یہ میرا وہی قطیفہ ہے جسے میں مدینہ سے لایا تھا۔'' (۳۳۷)

عنترہ کہتے ہیں: ''میں نیروز یا مہر جان کے دن مقام رحبہ میں حضرت علیؓ کے پاس پہنچا۔ اس وقت ان کی خدمت میں زمیندار اور ان کے سامنے تحائف موجود تھے۔ پھر وہاں قنبر آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے امیر المومنین (سخاوت کی وجہ سے) آپ کے پاس دولت رہتی نہیں ہے، حالاں کہ اس مال میں سے آپ کے اہل وعیال کا بھی حصہ ہے۔ میں نے آپ کے لیے کچھ مال چھپا کر رکھ لیا ہے۔ انہوں نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: چل کر ملاحظہ فرمالیجیے وہ کیا ہے! چناں چہ میں انہیں ایک گھر میں لے گیا جس میں سونے اور سونا چڑھی ہوئی چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی بوری تھی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے۔ تم میرے گھر میں اتنی بڑی آگ لانا چاہتے تھے۔ پھر انہوں نے اس کا وزن کرایا اور اسے قبائل میں تقسیم کرنے کے لیے قبائل کے سرداروں میں ان کے حصہ رسد کے حساب سے بانٹ دیا۔'' پھر کہا:

هٰذا جناى و خياره فيه و كل جان يده الىٰ فيه

ترجمہ: ''یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں جن میں عمدہ عمدہ پھل بھی موجود ہیں؛ حالاں کہ دوسرے چننے والوں کے ہاتھ ان کے منہ کی طرف جا رہے ہیں (مطلب یہ ہے کہ لوگ خیانت کرتے ہیں اور دوسروں کی اچھی اچھی چیزیں اپنے لیے بچا لیتے ہیں لیکن میں اپنے دامن کو اس خیانت سے پاک صاف رکھنا چاہتا ہوں اور اچھی بری ہر قسم کی امانت پوری طرح ادا کرتا ہوں) پھر کہا: اے دولت دنیا! میں تیرے فریب میں نہیں آ سکتا دوسروں کو فریب دے۔ جعفر کے باپ محمد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس مال پہنچا تو انہوں نے تولنے والوں اور پرکھنے والوں کو اپنے سامنے بٹھا کر سونے اور چاندی کے ڈھیر لگا دیے۔ پھر کہا: اے سرخ وسپید (سونا، چاندی اور

☆☆

(۳۳۷) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۶۔۳۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت) تو سرخ ہو یا سپید مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی، دوسروں کو دے پھر یہ شعر پڑھا:

ھذا جنای و خیارہ فیہ و کل جان یدہ الی فیہ.

ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ راوی شعر اس شعر کے دوسرے مصرعہ کو یوں روایت کرتے ہیں:

اذ کل جان یدہ الی فیہ

جب کہ ہر چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے۔ (۳۳۸)

تجزیہ

حضرت علیؓ نے اپنے ساتھ جو کچھ کیا، وہ ان باتوں سے ناواقف رہتے ہوئے نہیں کیا۔ دراصل وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ حاکم نمونہ بنتا ہے اور اس پر شک کی بھی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ چوں کہ خزانہ عام اس کے تحت ہوتا ہے، لہٰذا اس پر اس میں خرد برد کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے والیوں اور عام رعایا کے لیے احتیاط اور پرہیز گاری میں نمونہ بنتا ہے۔ چناں چہ آپ نے اپنے نفس کو حضرت ابوبکرؓ کی عزیمتوں کا پابند بنایا۔ جو لوگ اللہ کے دین میں رسول اللہؐ کے نائب مقرر ہوئے تھے، ان کے لیے یہ اونچا معیار ہی موزوں تھا۔ (۳۳۹)

حضرت علیؓ کا معاشی انصاف

ہمارے دور کے حکمرانوں کا مزاج تقسیم عطایا میں اقرباء پروری ہوتا ہے، جو جتنا اس کی جھوٹی تعریف کرے اس کو نواز دیا جاتا ہے اور مخالف کو ظلم وتشدد اور احتساب کا نشانہ بنایا جاتا ہے جب کہ خلفائے راشدینؓ کا طرز عمل دیکھیے۔

کثیر بن نمر کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی خارجی کی شکایت لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "میں نے اسے آپ کو گالی دیتے سنا، تو انہوں نے اس سے کہا: جیسے اس نے مجھے گالی دی ہے تو بھی اسے گالی دیدے۔ اس شخص نے کہا اور وہ شخص آپ کو دھمکی بھی دیتا ہے: اس پر انہوں نے کہا جس نے مجھے قتل نہیں کیا اسے میں قتل نہیں کروں گا۔" بعد ازاں حضرت علیؓ نے کہا: ہمارے اوپر ان کے تین حقوق ہیں: انہیں مسجدوں میں ذکر اللہ کرنے سے نہ روکیں اور

☆☆

(۳۳۸) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۴۰۵۔ ۴۰۶۔

(۳۳۹) اسلام میں عدل اجتماعی: سید قطب شہید، محولہ سابقہ، ۴۵۴۔ ۴۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک یہ ہمارا ساتھ دیتے رہیں "فیئ" سے انہیں محروم نہ کریں اور تاوقتیکہ یہ ہم سے جنگ پر نہ اتر آئیں، ان سے جنگ نہ کریں۔ (۳۴۰)

تجزیہ

دیکھیے حضرت علیؓ فیئ میں اس وقت تک خوارج کا حق تسلیم کر رہے ہیں جب تک کہ وہ بغاوت اور قانون شکنی نہ کریں، بایں ہمہ وہ جانتے تھے کہ خوارج انہیں گالیاں دیتے تھے، نہ صرف گالیاں بلکہ ان کے لیے اور بھی الجھنیں اور تکلیفیں پیدا کرتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ وہ خوارج مسلمانوں کے معاملات اور ان کی آبادیوں میں شریک رہتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں وہ بغاوت کرنے لگے۔

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وظائف اور روزینے ان شہریوں کے لیے ہیں جو اسلام کی حفاظت اور مدافعت کرتے رہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے حقوق اسی وقت ہوتے ہیں جب ان پر آفات و مصائب آن پڑیں۔ (۳۴۱)

شیر خداؓ کی شجاعت

اقدام قتل جمعہ کے دن نماز فجر کے وقت ہوا۔ رات بھر ابن ملجم اشعث بن قیس کندی کی مسجد میں اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ اس نے کوفہ میں شبیب بن بجرہ نامی ایک اور خارجی کو اپنا شریک کار بنا لیا تھا۔ دونوں تلوار لے کر چلے اور اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے امیر المومنین نکلا کرتے تھے۔

اس رات امیر المومنین کو نیند نہیں آئی۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: فرزند رات بھر جاگتا رہا ہوں، ذرا دیر ہوئی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی تھی۔ خواب میں رسول اکرم کو دیکھا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت سے میں نے بڑی تکلیف پائی۔ فرمایا دعا کر کہ خدا تجھے ان سے چھٹکارا دیدے۔

☆☆

(۳۴۰) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام: محولہ سابقہ، ص ۳۴۷۔

(۳۴۱) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام محولہ سابقہ، ص ۳۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر میں نے دعا کی خدایا مجھے ان سے بہتر رفیق عطا فرما (۳۴۲) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں اسی وقت ابن البناح موذن بھی حاضر ہوا اور پکارا لوگو نماز! میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ آپ اٹھے ابن البناح آگے تھا، میں پیچھے تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر آپ نے پکارا لوگو نماز، روز آپ کا یہی دستور تھا کہ لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں آنے کے لیے جگاتے پھرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ موذن کے پکارنے پر اٹھے نہیں لیٹے رہے۔ موذن دوبارہ آیا۔ مگر آپ سے پھر بھی اٹھا نہ گیا۔ سہ بار اس کے آواز دینے پر آپ بمشکل یہ شعر پڑھتے مسجد کو چلے:

اشدد حیاز یمک للموت

فــانّ الــمــوت آتیک

ولا تــجــزع الــمــوت

اذاحــل بــوا دیک (۳۴۳)

ترجمہ: ''موت کے لیے کمر کس لے کیوں کہ موت تجھ سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے، موت سے نہ ڈر اگر وہ تیرے ہاں نازل ہو جائے۔''

آپ جونہی آگے بڑھے دو تلواریں چمکتی ہوئی نظر آئیں اور ایک آواز بلند ہوئی۔ حکومت خدا کی ہے، نہ کہ علی تیری! شبیب کی تلوار تو طاق پر پڑی۔ لیکن ابن ملجم کی تلوار آپ کی پیشانی پر لگی اور دماغ پر اتر گئی۔ (۳۴۴)

زخم کھاتے ہی آپ چلائے۔ ''فزت بربّ الکعبة''

رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

تیز پکارے، قاتل جانے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ شبیب تو نکل بھاگا۔ عبدالرحمٰن نے تلوار گھمانا شروع کر دی اور مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ قریب تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے لیکن مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو اپنے وقت کے پہلوان تھے، دوڑے اور بھاری کپڑا اس پر ڈال دیا اور زمین پر دے مارا۔ امیر المومنین کو زخمی حالت میں گھر لایا گیا۔ آپ نے قاتل سے کچھ گفتگو فرمائی۔

☆☆

(۳۴۲) طبقات ابن سعد، بیروت ''دار صادر'' ۱۹۵۷ء، ص ۳۶ ج ۳۔

(۳۴۳) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، بحولہ سابقہ، ص ۳۷ ج ۳۔

(۳۴۴) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، بحولہ سابقہ، ۳۷ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاتل کی کفالت

پیکرِ علم، صبرِ مجسم، شیرِ خدا، قاضی القضاۃ اس اندوہناک سانحہ سے دوچار ہونے کے باوجود اپنے قاتل کے بارے میں جو تعلیمات اپنے صاحبزادے کو دے رہے ہیں، اس سے ان کی للّٰہیت، تقویٰ اور خدا ترسی اور خلقِ خدا پر شفقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

''امیر المومنین نے حضرت حسنؓ سے کہا!
یہ قیدی ہے اس کی خاطر تواضع کرو،
اچھا کھانا دو۔ نرم بچھونا دو۔
"اطیبو اله طعامه و الینو اله فراشه"

اگر زندہ رہوں گا تو اپنے خون کا سب سے زیادہ دعوے دار میں ہوں گا۔ قصاص لوں گا یا معاف کروں گا۔ اگر مر جاؤں تو اسے بھی میرے پیچھے روانہ کر دینا۔ رب العالمین کے حضور اس سے جواب طلب کروں گا۔ (۳۴۵)

چند وصیتیں

وفات کے وقت آپ نے توحید و رسالت کی شہادت لکھوائی، پھر ایک تفصیلی وصیت تحریر کرائی جس کے چند اقتباس خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ رشتہ داروں کا خیال رکھو ان سے بھلائی کرو، خدا تم پر حساب آسان کر دے گا۔

۲۔ اور ہاں: یتیم! یتیم! یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو، وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔

۳۔ اور دیکھو تمہارے پڑوسی! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

۴۔ زکوٰۃ! زکوٰۃ! زکوٰۃ پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔

۵۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین! انہیں اپنی روزی میں شریک کرو۔

۷۔ تکلف اور سادگی پسند رہنا۔

اے اہلِ بیت! خدا تمہیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریمؐ کے طریقے پر قائم رکھے۔ میں تمہیں

☆☆

(۳۴۵) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، بحولہ سابقہ، ص ۳۵ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا ہی کے سپرد کرتا ہوں۔

تمہارے لیے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں۔

اس کے بعد

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہا اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

حضرت حسنؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ترکہ میں سونا چاندی کچھ نہیں چھوڑا، صرف اپنے روزینے میں سے بچا کر سات سو درہم گھر کے لیے جمع کیے تھے۔(۳۴۶)

www.KitaboSunnat.com

☆☆

(۳۴۶) انسانیت موت کے دروازے پر: مولانا ابوالکلام آزاد، بحولہ سابقہ، ص ۱۱۰ تا ۱۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ پنجم

مستحق مردوں کے لیے اسلامی نظامِ کفالت کا دائرہ کار

فصلِ اوّل:

استحقاقِ کفالت کے اسباب وحالات

اسلام میں دولت میں حصہ داری کے لیے صرف محنت یا خرچ کرنا ہی ذریعہ نہیں بلکہ معاشرہ میں بعض افراد جنہیں اسلامی معاشیات میں اہم مراعات یافتہ طبقہ کہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ان دونوں (محنت اور خرچ) کے بغیر بھی دولت میں حصہ داری کے مستحق ہیں۔ ان مستحقین کے استحقاق کی بنیاد مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک ہوگی:

۱۔ حاجت مندی۔

۲۔ قرابت داری۔

۳۔ مفاد یا فوائد کا تبادلہ۔ (۳۴۷)

حاجت مندی

انسانی معاشرہ میں غربت اور حاجتمندی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر معاشرے میں مسکین ومحتاج اب خواہ وہ احتیاج عارضی ہو جیسے مسافر سفر کی وجہ سے

☆☆

(۳۴۷) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۲۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنگدست ہوگیا ہو یا دائمی احتیاج ہو کسی عذر کی وجہ سے مثلاً بچپنے، بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے کوئی معاشی کام کرنے اور اپنے لیے خود روزی کمانے کے قابل نہ ہو یا کام کاج کرنے کا موقع نہ ملے اور بے روزگاری کی وجہ سے ان کی حالت ایسی ہوگئی ہو تو مذکورہ قسم کے مسکین محتاج افراد ضرور موجود رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آج کی دنیا میں نہایت ترقی یافتہ متمول ترین ممالک و معاشروں میں بھی کم و بیش ایسے لوگ موجود ہیں (۳۴۸) ان خوش حال معاشروں میں جن کی فی کس قومی آمدنی ہم سے دس بارہ گنا زائد ہے، غربت اپنی پوری توانائی سے (وہاں بھی) موجود ہے۔ فرق صرف یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں کے غریب ہمارے غریبوں سے نسبتاً بہتر ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ خود اپنے آسودہ حال معاشرے کے لحاظ سے بہت سی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ نیویارک، لندن، پیرس اور ٹوکیو جیسے مادی ترقی کے عظیم شہروں میں سیکڑوں افراد ایسے ہیں جن کے پاس رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں، وہ فٹ پاتھوں اور زمین دوز ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارموں پر اپنی راتیں بسر کرتے ہیں۔ برطانوی وزیر اعظم کے حالیہ بیان کے مطابق برطانیہ میں اس وقت ایک لاکھ پچیس ہزار افراد کے پاس مکان نہیں، ۳۵ ہزار افراد سڑکوں یا لندن میں کنگز وے یا دوسری بڑی شاہراہوں کی عالیشان عمارتوں اور اسٹوروں کے سامنے گتے بچھا کر سوتے ہیں، لاحی تنظیموں کا دعویٰ ہے کہ تین میں سے ایک بچہ غربت میں پروان چڑھتا ہے۔ امریکہ جیسے ملک کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں، قصبوں اور دیہی علاقوں میں ہزاروں بچے اپنا جیب خرچ نکالنے کے لیے برف باری اور ٹھٹھرتی سردی میں صبح سویرے اخبار تقسیم کرنے کے لیے گھر سے نکل پڑتے ہیں۔ (۳۴۹) غرض یہ کہ حاجت مندی غربت کا نتیجہ ہے اور غربت ہر معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ ایسے حاجت مند حضرات سب سے پہلے سرکاری کفالت کے حق دار ہیں۔

ثانیاً اپنے معاشرے کے اغنیاء کی دولت میں بقدر ضرورت ان کا استحقاق بنتا ہے کہ جس نوعیت کی ان کی حاجت مندی ہوگی، اسی نوعیت کی ان کی معاشی کفالت کی ذمہ داری حکومت اور مالدار افراد پر ہوگی۔

☆☆

(۳۴۸) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۱۔

(۳۴۹) روزنامہ جنگ: کراچی، ۲۲، اگست ۲۰۰۰ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجتمند مستحقین کے درجات

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ معاشرے کے افراد حاجت مندی کے اعتبار سے یکساں نہیں بلکہ اس میں تفاوت ہے تو اس تفاوت کے لحاظ سے حاجت مند مستحقین کے تین درجات ہوں گے۔

۱۔ مستقل حاجت مند، مثلاً اپاہج، لاوارث افراد، عمر رسیدہ مرض کا شکار افراد یا وہ جن کی فلاحی ادارے کفالت کا نظام چلاتے ہوں۔

۲۔ عارضی محتاجی کا شکار افراد مثلاً مقروض، غریب طلبہ، بے روزگار تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد، ناگہانی آفت زدہ افراد، مہاجرین وغیرہ، ان افراد کی عارضی محتاجی کاروبار یا روزگار مل جانے کی شکل میں یا قرض ادا ہونے کی صورت میں یا مالی آسودگی حاصل ہونے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

۳۔ بالکل وقتی نوعیت کی محتاجی، مثلاً غنی مسافر جس کا زاد راہ ختم ہو جائے یا لٹ جائے اور اسے گھر تک پہنچنے کے لیے امداد کی ضرورت ہو۔ (۳۵۰)

قرابت داری

استحقاق کفالت میں قربت اختیاری وغیر اختیاری بھی ایک وجہ ظاہری ہے۔

یعنی رشتہ داری بھی ایک اہم وجہ استحقاق ہے اور اس کو اہم اس لیے کہا گیا کہ قرابت داری میں استحقاق کفالت کو واجبی اور اجباری درجہ میں لازم قرار دیا جاتا ہے۔ اس رشتہ داری کے مستحقین کو جو ''کفالتی'' حق دیا جائے گا تو وہ بطور احسان کے نہیں بلکہ اپنے فریضہ کے طور پر ادا کرنا ہوگا۔

قرابت داری کے درجات

دنیا میں ہر معاشرہ کی تشکیل میں ہر فرد کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ ہر فرد اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے دنیا میں ایک دائرہ قائم کرتا ہے۔ ایک عورت کو اپنا شریک حیات بناتا ہے۔ اس

☆☆

(۳۵۰) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، بحوالہ سابقہ، ص ۲۵۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے حصول اولاد کی کوشش کرتا ہے۔اسی طرح رفتہ رفتہ اس کا ایک وسیع دائرہ تشکیل پاتا ہے اور ہر معاشرے میں ایسے رشتہ ضرور موجود ہوتے ہیں۔ان کے رشتہ کی نوعیت کے اعتبار سے دو درجے ہیں:

۱۔اختیاری۔

۲۔اجباری یا اضطراری اور غیر اختیاری۔

اختیاری کی تعریف

شوہر اور بیوی کے درمیان ازدواج کا رشتہ جو دونوں کے اختیار سے وجود میں آیا ہو۔

اجباری کی تعریف

بعض رشتے غیر اختیاری اور اضطراری ہیں، جیسے اولاد اور والدین کے درمیان ابوت اور بنوت کا رشتہ یا بہنوں اور بھائیوں کے مابین اخوت کا رشتہ یا کنبے کے دوسرے قرابت داروں کے مابین قرابت کا رشتہ جو قدرتی عوامل کے تحت وجود میں آتے اور افراد معاشرے کو مختلف خاندانوں کے مابین قرابت کا رشتہ جو قدرتی عوامل کے تحت وجود میں آئے اور افراد معاشرہ کو مختلف خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں جوڑتے اور منظم کرتے ہیں۔(۳۵۱) اس استحقاق کی بناء پر جو حقدار شریعت مطہرہ نے بنائے ہیں ان کے بھی مختلف درجات ہیں:

نمبر۱۔بعض افراد کو حصہ دینا یا بطور ان کی کفالت یا مالی خدمت ان کا حصہ ان پر خرچ کرنا واجب کا درجہ رکھتا ہے،مثلاً بیوی، نابالغ اولاد، بوڑھے والدین (ماں اور باپ کے والدین بھی)۔

نمبر۲۔بعض افراد کا درجہ استحقاق اگرچہ بڑا ہے مگر مذکورہ بالا افراد سے کم ہے۔مثلاً محتاج بہن بھائی یا ان کی محتاج اولاد چچا، ماموں، خالائیں۔

نمبر۳۔بعض مستحقین درجہ دوم سے نیچے ہیں۔مثلاً رشتہ دار اور لواحقین، پھر ان کی درجہ بندی بھی رشتہ کا قرب اور بعد مقرر کرتا ہے۔بعض فقہائے اسلام نے اس درجہ بندی کی بنیاد میراث میں حصہ پر رکھی ہے۔مثلاً جس کے مرنے کے بعد اس کی وراثت میں سے جتنا حصہ ایک فرد

☆☆

(۳۵۱) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، محولہ سابقہ، ص ۲۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مثلاً زید) کو ملے گا، اتنا ہی اس (زید) کے مال میں سے اس کا درجہ استحقاق ہوگا۔

نمبر۴۔ بعض کا درجہ استحقاق صرف اخلاقی اور کار خیر کا ہے۔ مثلاً ہمسایہ اور ساتھی ہم سفر، ہم جماعت وغیرہ۔ اگرچہ بعض حالات میں ایسے مستحقین کی حاجت کی شدت کو مدنظر رکھ کر اسلام نے ان کی کفالت پر بہت زور دیا ہے۔ (۳۵۲)

استحقاقِ کفالت اور کفیل کی ذمہ داری

گزشتہ صفحات میں مستحقین کی درجہ بندی قائم کی گئی، اسی کے تناظر میں کفیل کی مختلف ذمہ داریاں بنتی ہیں:

نمبر۱۔ نکاح کے ذریعے شوہر اور بیوی کے مابین زوجیت کا جو تعلق قائم ہوتا ہے، اس کی وجہ سے شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔ یعنی شوہر پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لیے بنیادی معاشی ضرویات جیسے خوراک، پوشاک اور رہائش اپنی مالی استطاعت اور حیثیت کے مطابق مناسب اور معروف طریقے سے مہیا کرتا رہے، خواہ اس کی بیوی غنی و مالدار ہونے کی وجہ سے اس کی محتاج نہ ہو (اس کی مکمل تفصیل خواتین کی کفالت میں آئے گی)۔

نمبر۲۔ ولادت کے ذریعے آباؤ اجداد اور اولاد کے مابین جو رشتہ اخوت و بنوت قائم ہوتا ہے اس کی وجہ سے آباؤ اجداد پر اولاد کا نفقہ اور اولاد پر آباؤ اجداد کا نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔ جب کہ وہ اس کے حقیقی طور پر محتاج و ضرورت مند ہوں اور نفقہ کے مکلف ''نفقہ'' کی استطاعت اور قدرت رکھتے ہوں۔ (۳۵۳)

نمبر۳۔ درجہ سوم کے مستحقین کے لیے اس کے اعزہ میں سے ہر مالدار شخص پر اس کے ہر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ ذی رحم محرم محتاج ہو یا نابالغ ہو یا مفلس عورت ہو یا اپاہج و معذور ہو یا اندھا یا طالب علم ہو اور یا جہل و بے وقوفی یا کسی اور عذر کی بناء پر کمانے پر قادر نہ ہو۔ اور اگر وہ مالدار شخص (کفیل) ان لوگوں پر خرچ نہ کرے تو اس کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ (۳۵۴)

☆☆

(۳۵۲) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۲۵۷۔ ۲۵۸۔

(۳۵۳) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، محولہ سابقہ، ص ۲۰۹۔

(۳۵۴) مظاہر حق: عبداللہ جاوید غازی پوری، کراچی ''دارالاشاعت'' ۱۹۹۴ء، ص ۴۴۴ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم نکتہ

دین ومذہب کے اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے پر نفقہ واجب نہیں ہوتا، لیکن بیوی، والدین، دادا، دادی اور اولاد اور اولاد کی اولاد خواہ مذکر ہوں یا مونث یہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کا نفقہ دین ومذہب کے اختلاف کے باوجود واجب ہوتا ہے۔ (۳۵۵)

مفادات یا فوائد کا تبادلہ

دولت کی ثانوی مدات میں سے حصہ داری کے استحقاق کی تیسری بڑی وجہ مفادات یا فوائد کا تبادلہ ہے۔ مثلاً خالد وحید کو تحفہ دیتا ہے تو بدلہ میں وحید بھی خالد کو تحفہ دیتا ہے۔ یعنی ہدیہ کا تبادلہ ہدیہ سے ہوتا ہے۔ الفاظ دیگر دولت کے حصہ کے بدلے دولت کا حصہ دیا جاتا ہے۔ یا بعض اوقات انسان اپنی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کے معاوضہ یا بدل میں کچھ مال یا دولت کا حصہ دیتا ہے۔ چوں کہ یہ کام اسلامی ریاست سرانجام دیتی ہے۔ لہٰذا فرد کی قانونی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلامی دولت کا کچھ حصہ اس حفاظت کے معاوضہ میں دے۔ نیز ریاست اس کی سہولت کے لیے رفاہ عامہ کے منصوبے بناتی اور چلاتی ہے۔ ملک کا اس کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے دفاع کرتی ہے۔ اس لیے فرد پر لازم ہوتا ہے کہ حکومتی اخراجات میں اپنا حصہ بھی دے۔ جو وہ بصورت ٹیکس (جو جائز دائرہ کار میں رہتے ہوئے ہونا چاہیے) ادا کرتا ہے۔ گویا فرد کی دولت میں اسلامی ریاست کا حق بصورت ٹیکس موجود رہتا ہے۔ فقہائے کرام اور اسلامی معاشیات کے ماہر علمائے کرام نے دولت کی ثانوی مدات میں استحقاق کی وجہ صرف اور صرف حاجت کو قرار دیا ہے۔ قرابت دار (سوائے حصہ میراث کے) ہمسایہ مسافر بوقت حاجت کفالت کے مستحق ہوتے ہیں، بغیر محتاجی اپنے کسی عزیز بلکہ کسی سگی اولاد کی بھی کفالت فرض نہیں۔ اسلامی ریاست بھی ٹیکس کا مطالبہ مالی احتیاج کے بغیر نہیں کر سکتی۔ (۳۵۶)

☆☆

(۳۵۵) ایضاً: محولہ بالا، ص ۲۴۶۴ ج ۳۔

(۳۵۶) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۲۵۸۔۲۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

مستحق مردوں کے لیے کفالت کی صورتیں

استحقاق کفالت کے اسباب کے تحت مرد حضرات کے لیے کفالت کی ابتداء دو صورتیں بنتی ہیں:

نمبر۱۔ اقرباء کی جانب سے ''کفالت''

نمبر۲۔ سرکاری خزانے سے ''کفالت''

اقرباء کی جانب سے جو کفالت ہوگی اس کی بھی پھر دو صورتیں ہیں:

نمبر۱۔ اختیاری

نمبر۲۔ اجباری

اختیاری

اگر جس شخص سے نسبی رشتہ ہے اور اس کے دوسرے رشتہ دار بھی جن پر حق کفالت عائد ہوتا ہے، کفالت کرتے ہوں تو اس صورت میں دوسرے سے اجباری کیفیت ختم ہو جائے گی یا جس کی ''کفالت'' اس پر فرض ہے۔ مثلاً والدین یا اولاد اور وہ غنی ہیں تو اس صورت میں بھی ''کفالت'' کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

اجباری

جس شخص کی کفالت اس کے ذمہ ہے، مثلاً بیوی، والدین، اولاد وہ ''کفالت'' کے محتاج ہوں اور یہ صاحب ثروت ہو تو اس صورت میں اس کے ذمہ ان کی کفالت واجب ہوگی اور عدالت اس کو ان افراد کی ''کفالت'' کرنے پر مجبور کرے گی اور یہ ان کی ''کفالت'' پر زکوٰۃ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقات، کفارات کا مال نہیں لگا سکتا، بلکہ جو دولت خود استعمال کر سکتا ہے، اسی میں سے ان کی کفالت کرے گا۔

اخلاقی کفالت

ان اہل حقوق کی کفالت کے علاوہ معاشرے کے جو دوسرے افراد ہیں جن کی ''کفالت'' کرنے والا ان کے خاندان میں بھی کوئی نہ ہو اور نہ گورنمنٹ ان کی ''کفالت'' کرتی ہو تو ان کی بھی ''کفالت'' اخلاقی فریضہ کے درجہ میں مالدار افراد پر لازم ہے اور اس مصرف کی ''کفالت'' کرنے کے لیے یہ سہولت شریعت نے دی ہے کہ زکوٰۃ، خیرات، صدقات، کفارات اور عطیات کے ذریعے سے ایسے افراد کی ''کفالت'' کا بندوبست کیا جائے گا۔ غرض یہ کہ اسلام کسی نہ کسی صورت میں مالداروں کو دوسروں کی ''معاشی'' کفالت'' کا مکلّف بناتا ہے، اب وہ خواہ اجباری ہو یا اختیاری اور وہ حسب مرتبہ کہیں انفاق واجبی سے ہوگی اور کہیں انفاق نفلی سے ہوگی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

والدین کی کفالت

دنیا میں ہر رشتہ کا نعم البدل موجود ہے لیکن ہر انسان کے لیے اللہ نے ایک رشتہ ایسا رکھا ہے کہ اس کا کبھی کوئی نعم البدل تو کجا فقط بدل بھی نہیں ہو سکتا، وہ رشتہ ہے والدین کا یہ اللہ کی طرف سے وہ عطیہ ہے کہ ہر فرد و بشر کو صرف ایک ہی مرتبہ ملا ہے جس کے نطفہ سے اس نے وجود پایا۔ اس کو والد اور جس کی کوکھ میں رہ کر اس نے نشو و نما پائی، اسے والدہ کہتے ہیں چنانچہ جتنا یہ تحفہ قیمتی ہے، اتنا ہی ان کے حقوق بھی بہت زیادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ پاک نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے اور ان حقوق کی ادائیگی میں کافر اور مسلم کی شرط کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ فقط عقائد باطلہ میں ان کی پیروی سے منع کیا گیا لیکن حسن سلوک سے باز رہنے کی اجازت نہیں اور حسن سلوک میں سب سے زیادہ اہم چیز معاشی کفالت ہے یہ ان کا ذاتی استحقاق بھی ہے، کیوں کہ ماضی میں وہ بھی محنت کر کے کماتے تھے اور اپنی ناتواں اولاد کی معاشی کفالت کرتے تھے خود روکھا سوکھا کھا لیتے تھے لیکن اولاد کو شکم سیر کر کے کھلاتے تھے۔ خود سردی میں ٹھٹھرتے تھے لیکن اولاد کو گرم لحاف میں سلاتے تھے۔ اب جب یہ اس پیرانہ سالی میں اپنے معاش کے لیے بھاگ دوڑ کرنے سے قاصر ہیں تو ان کی اولاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا فرض بنتا ہے کہ اپنے والدین کے احسانات کا کچھ بدلہ چکائیں۔
چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:
وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا (۳۵۷)
ترجمہ: ''اور دنیا میں اپنے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔''
اس آیت کی بہترین تشریح نظام النفقات میں اس طرح منقول ہے:
ومن الاحسان الى الوالدين ان يقوم الولدبما يحتاجان اليه من نفقة وكسوة وسكنىٰ وسائر حاجات المعيشة ومن المصاحبة بالمعروف مواساتهما والقيام بحاجتهما (۳۵۸)
ترجمہ: ''احسان یہ ہے کہ بیٹا والدین کے لیے تمام ان نفقات کا انتظام کرے جن کی والدین کو ضرورت ہے، ان کا خرچہ اور لباس پوشاک اور رہائش اور دیگر تمام معاشی ضروریات کی کفالت کرے اور اچھے برتاؤ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرے اور ان کی تمام ضروریات کا بندوبست کرے۔''
نبی کریم ﷺ نے والدین کے ساتھ خصوصی برتاؤ کی تاکید فرمائی ہے اور درجہ میں ماں کو فوقیت دی ہے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ حقدار ہے، آپؐ نے فرمایا: ''امک'' تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون فرمایا: ''امک'' تیری ماں، اس نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون آپؐ نے پھر فرمایا: ''امک'' تیری ماں، اس نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون، آپؐ نے فرمایا ''ثم ابوک'' پھر تیرے والد حسن سلوک کے زیادہ حقدار ہیں۔ (۳۵۹)
ایک مرتبہ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا:
الا انبئكم باكبر الكبائر کیا میں تمہیں اکبر الکبائر گناہ بتاؤں، صحابہؓ نے کہا ضرور بتائیے، آپؐ نے فرمایا: الاشراك بالله وعقوق الوالدين (۳۶۰) اللہ کی ذات میں شرک اور

☆☆

(۳۵۷) القرآن: ۳۱۔۱۵۔
(۳۵۸) نظام النفقات فی الشریعۃ الاسلامیہ: احمد ابراہیم ابراہیم بحولہ سابقہ، ص ۵۱۔
(۳۵۹) صحیح بخاری: امام بخاری، بحولہ سابقہ، ص ۸۸۳ ج ۲۔
(۳۶۰) ایضاً: بحولہ سابقہ، ص ۸۸۴ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماں باپ سے قطع تعلق۔ غرض یہ کہ والدین کے ساتھ معاشی تعاون اولاد کی اولین ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کو حسن وخوبی کے ساتھ نباہنا چاہیے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بعض والدین بہت زیادہ عزت دار اور خوددار ہوتے ہیں اور بیٹے کی کمائی سے کھانے کو اپنے لیے باعث عار سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ ضرورت مند ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی ضرورت کو اولاد سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے انہیں معاشی تکالیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ایسے لوگوں کی اصلاح کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انّ اطیب ما اکلتم من کسبکم وانّ اولاد کم من کسبکم. (۳۶۱)

ترجمہ: ''تمہاری سب سے پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تمہاری اپنی کمائی سے حاصل شدہ ہو اور وہ تمہاری اولاد بھی تمہاری اپنی محنت کی کمائی ہے۔''

ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا ہے:

انّ ولد الرجل من اطیب کسبه فکلوا من اموالهم هنیأ(۳۶۲)

ترجمہ: ''آدمی کا بیٹا اس کی بہترین کمائی ہے، پس ان کا مال خوب رچ بس کر کھاؤ۔''

ایک موقع پر آپؐ نے ایک شخص کے استفسار پر فرمایا:

انت ومالک لأبیک

دوسری روایت میں انت ومالک لوالدک (۳۶۳) یعنی تم اور تمہارا مال سب کچھ تمہارے والد کا ہے۔

امام ترمذیؒ اس مسئلہ کے ذیل میں صحابہؓ کا اختلاف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعمل علیٰ هٰذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم قالوا انّ ید الوالد مبسوطة فی مال ولده یاخذه ماشاء.

وقال بعضهم لا یأخذ من ماله الاّ عند الحاجة الیه. (۳۶۴)

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کے بعض اہل علم صحابہؓ اور دوسرے حضرات کا اس پر عمل ہے ان کا کہنا

☆☆

(۳۶۱) جامع الترمذی: امام ترمذی، محولہ سابقہ، ص ۲۵۲ ج ۱۔
(۳۶۲) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۹۳ ج ۴۔
(۳۶۳) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۹۳ ج ۴۔
(۳۶۴) جامع الترمذی: امام ترمذی، محولہ سابقہ، ص ۲۵۲ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بیٹے کے مال میں باپ کو مکمل دسترس حاصل ہے جو چاہے لے لے۔" اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ بوقت ضرورت ہی باپ اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے، دلائل کی روشنی میں یہی دوسری رائے قوی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ بیہقی نے مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ حاکم نے بھی اس کی روایت کر کے تصحیح کی ہے۔ اس کا یہ جملہ قابل استدلال ہے۔

واموالهم لكم اذا احتجتم اليها (۳۶۵)

ترجمہ: "اور ان (اولاد) کے اموال تمہارے لیے ہیں جب کہ تم ان اموال کی طرف حاجت مندی رکھتے ہو۔"

اس جملہ کے متعلق امام ابوداؤد نے نکارت کا اشکال کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

اذا احتجتم اليها انها منكرة

لیکن یہ جملہ اگر بالفرض صحیح اور ثابت نہ بھی ہو، تب بھی اس کے مفہوم کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ اللہ پاک نے بیٹے کی میراث میں پوتے کے ہوتے ہوئے باپ کے لیے چھٹا حصہ مقرر فرمایا ہے، تو اگر تمام مال باپ کی ملکیت میں ہوتا تو اس حصہ کے تعین کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی دیگر ورثاء کے لیے باپ کی موجودگی میں کوئی حصہ ہونا چاہیے تھا۔

کفالتِ والدین کی مختلف صورتیں

والدین کی کفالت کا جب ذکر ہوتا ہے تو وہ صرف ماں باپ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرۂ کار اوپر کے تمام اصول دادا، دادی، اوپر تک اسی طرح نانا، نانی، اوپر تک سب کو شامل ہوتا ہے اور ان سب کا حکم والدین والا ہی ہے۔

چناں چہ صاحب بحر لکھتے ہیں:

واما الاجداد والجدات فلانهما من الآباء والامهات ولهذا يقوم الجد مقام الأب عند عدمه. (۳۶۶)

ترجمہ: "سو دادا، دادی، نانا، نانی (کا نفقہ اسی لیے واجب ہے کہ) وہ بھی ماں باپ ہی ہیں اور اسی وجہ سے باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔"

☆☆

(۳۶۵) تحفۃ الاحوذی: عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، محولہ سابقہ، ص۴۹۲ ج۴۔

(۳۶۶) البحر الرائق: ابن نجیمؒ، محولہ سابقہ، ۲۰۵ ج۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

یجبر الولد الموسر علیٰ نفقة الأبوین المعسرین مسلمین کانا اوذمیین قدرا علی الکسب اولم یقدرا. (۳۶۷)

ترجمہ: ''مالدار بیٹے کو اپنے نادار ماں باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا خواہ والدین مسلمان ہوں یا ذمی اور کمانے کی طاقت ہو یا نہ ہو۔''

لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ بیٹا خود تنگ دست ہے تو ایسی صورت میں اس کو والدین کی کفالت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ اگر والدین کسی معذوری محتاجی کی وجہ سے کمانے کھانے پر قادر نہ ہوں تو ایسے والدین بیٹے کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے لیے علیحدہ سے نفقہ بیٹے پر ضروری قرار نہیں دیا جائے گا جیسا کہ صاحب بحر علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

ولا یجبر الا بن علیٰ نفقة ابویه المعسرین اذ کان معسراً الا اذا کان بهما زمانة اوبهما فقر فقط فانهما یدخلان مع الابن ویا کلان معه ولا فرض لهما نفقة علیٰ حدة. (۳۶۸)

''اسی طرح اگر باپ نادار ہو اور اس کی چھوٹی اولاد بھی ہو جو کہ ضرورت مند ہے اور اس کا بڑا بیٹا مالدار ہو تو اس بیٹے کو باپ کی اور اس کی چھوٹی اولاد کی کفالت پر مجبور کیا جائے گا۔''

الأب اذ کان فقیراً معسراً وله اولاد الصغار محاویج وابن کبیر موسر یجبر الا بن علیٰ نفقة ابیه ونفقة اولاده الصغار. (۳۶۹)

''اگر بیٹا ماں باپ میں سے صرف ایک کا نفقہ برداشت کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، بیک وقت دونوں کو نفقہ نہ دے سکتا ہو تو اس صورت میں ماں کا حق زیادہ بنتا ہے کہ یہ اس کو نفقہ دے۔''

اور اگر کسی شخص کا چھوٹا بیٹا ہے اور باپ بھی ہے لیکن ان دونوں میں سے وہ فقط ایک کا نفقہ برداشت کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹے کو نفقہ دیا جائے گا۔

☆☆

(۳۶۷) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام وجماعة من علماء الهند کوئٹہ، ''مکتبہ رشیدیہ'' ۱۹۸۳ء، ص ۵۶۴ ج ۱۔

(۳۶۸) البحر الرائق: ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ص ۲۰۵ ج ۴۔

(۳۶۹) عالمگیری: شیخ نظام وغیرہ، بحولہ سابقہ، ص ۵۶۵ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کسی کے ضرورت مند والد اور دادا یا نانا ہوں اور یہ دونوں میں سے کسی ایک کے بھی نفقہ کی قدرت نہ رکھتا ہو تو یہ دونوں اس کے کھانے میں شریک ہو جائیں گے جو وہ کھائے گا اسی میں یہ بھی کھالیا کریں گے۔ اگر باپ کو شادی کی ضرورت ہو اور بیٹا مالدار ہو تو وہ باپ کی شادی کرائے گا یا کوئی باندی خرید کر دے گا۔(۳۷۰)

اگر کسی کے باپ کی دو بیویاں ہوں یا اس سے بھی زیادہ ہوں تو اس صورت میں بیٹے کے ذمہ صرف ایک بیوی کا نفقہ لازم ہوگا اور یہ نفقہ وہ اپنے والد کو دیدے گا پھر وہ اپنی مرضی سے اپنی بیویوں پر خرچ کرے گا۔

بیٹا کمانے کے باوجود نادار ہو اور باپ نے قاضی سے شکایت کی ہو کہ میرا بیٹا مجھے خرچ نہیں دیتا تو قاضی دیکھے گا کہ بیٹے کی کمائی سے کچھ فاضل بچ رہتا ہے تو اس وقت بیٹے کو قاضی باپ کے نفقہ پر مجبور کرے گا۔ لیکن اگر بیٹے کی آمدن سے کچھ نہ بچتا ہو تو وہ مجبور نہ کیا جائے گا۔ البتہ دیانتاً اس کو حکم دیا جائے گا یہ اس وقت ہے جب بیٹا چھڑا ہو اور اگر وہ بیوی بچے والا ہو تو اس وقت اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے باپ کو بھی اپنے کھانے پینے میں اپنے عیال کی طرح گھر کا ایک فرد بنا کر شریک کرے۔ البتہ الگ سے نفقہ دینے پر بیٹے کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور آباؤ اجداد یا جدات یعنی ننھیالی اور ددھیالی دادا، دادی، نانا، نانی سب کا حکم والدین کی طرح ہے۔

والجدّ من قبل الامّ كالجدّ من قبل الأب و كذا تفرض نفقة الجدات من قبل الامّ ونفقة الجدات من قبل الاب(۳۷۱)

بیٹا اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا باپ غنی ہے اور باپ انکار کرتا ہو تو باپ کے قول کا اعتبار ہوگا اور بیٹے کے ذمہ گواہ ہوں گے۔

اگر باپ ضرورت مند ہو لیکن بیٹا ان کی کفالت نہ کرتا ہو اور نہ ہی وہاں کوئی قاضی ہو جو فیصلہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں باپ کو بیٹے کے مال سے چرا لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر قاضی موجود ہو تو پھر بغیر قاضی کے فیصلے کے بغیر چرانا جائز نہیں اور بیٹا اگر ضرورت سے کم دیتا ہو تو بقدر کفایت لینا جائز ہے اور چوری میں بھی بقدر کفایت نفقہ لے سکتا ہے اس سے زائد لے گا تو گناہ گار ہوگا اور اگر باپ ضرورت مند نہ ہو اور نہ ہی بیٹے پر اس کا نفقہ ہو تو ایسی صورت میں چوری

☆☆

(۳۷۰) ایضاً: محولہ بالا۔

(۳۷۱) عالمگیری: محولہ سابقہ، ص ۵۶۵ ج ا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا بیٹے کے مال سے جائز نہیں۔

ضرورت مند باپ کے بیٹے اور بیٹیاں بھی ہوں تو دونوں پر باپ کا نفقہ برابر واجب ہے۔ مذکر، مونث کی کوئی قید نہیں۔ ”لا فرق بين الذكر والانثى“ اور اگر ایک بیٹا بہت مالدار ہے تو تب بھی دونوں بیٹوں پر باپ کا نفقہ برابر واجب ہوگا البتہ اگر دونوں کی دولت میں بہت زیادہ فرق ہو تو اس صورت میں نفقہ کی مقدار میں کمی زیادتی پر نظر کی جا سکتی ہے۔ (۳۷۲)

اور یہی حکم مسلم اور ذمی بیٹوں کا بھی ہے کہ دونوں پر علی السویہ باپ کا نفقہ واجب ہے اور جس طرح مالدار بیٹے پر اپنے نادار باپ کا نفقہ ضروری ہے اسی طرح باپ کے خادم کا نفقہ بھی ضروری ہے اور وہ خادم چاہے کوئی عورت ہو یا اس کی لونڈی ہو اور باپ کو خدمت گزاری کے لیے اس کی ضرورت بھی ہو۔

کسی شخص کے حق میں قاضی نے دونوں بیٹوں کو نفقہ کا حکم دیا، ان میں سے ایک نے نفقہ دینے سے انکار کر دیا ہو تو ایک بیٹا پورا خرچہ برداشت کرے گا اور بعد میں نصف نفقہ کا مطالبہ اپنے بھائی سے کرے گا۔ (۳۷۳) اگر باپ نے اپنا نفقہ اور لباس پوشاک پہلے ہی ایک ساتھ جلدی وصول کر لیا ہو اور اس کے بعد یہ سامان ضایع ہو گیا یا خرچ ہو گیا ہو تو دوبارہ اس کے لیے یہ چیزیں دی جائیں گی اور اگر جتنی مدت کا اس کو نفقہ دیا گیا تھا وہ مدت پوری ہو گئی ہو اور اس کے پاس نفقہ باقی ہو تو اس کو دوبارہ نفقہ دینا ضروری نہیں۔ (۳۷۴)

☆☆

(۳۷۲) البحر الرائق: ابن نجیمؒ بحوالہ سابقہ ص ۲۰۵۔۲۰۶ ج ۴۔

(۳۷۳) البحر الرائق: ابن نجیمؒ بحوالہ سابقہ، ص ۲۰۶ ج ۴۔

(۳۷۴) ایضاً: بحوالہ بالا ص ۲۰۸ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

گزشتہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اصول یعنی باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، خواہ جتنے اوپر تک کے ہوں اگر محتاج ہوں تو ان کے اخراجات کی ذمہ داری اولاد پر ہے۔ بشرط یہ کہ اولاد خوش حال وتونگر ہو اور خوشحال وتونگر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اولاد مالی طور پر اس حیثیت و درجہ کی ہو کہ اس کو صدقہ وزکوٰۃ کا مال لینا حرام ہو (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اگر تونگر اولاد میں مذکر و مونث (یعنی بیٹا اور بیٹی) دونوں ہوں تو اس نفقہ کی ذمہ داری دونوں پر برابر، برابر ہوگی۔
محتاج شخص کا نفقہ واجب ہونے کے سلسلہ میں قرب کا اعتبار ہے نہ کہ وارث کا، مثلاً اگر کسی محتاج شخص کی بیٹی اور پوتا دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا باوجود اس کے کہ اس شخص کی میراث دونوں کو پہنچتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی محتاج شخص کی نواسی اور بھائی ہوں اور دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ نواسی پر واجب ہوگا۔ اگرچہ اس کی میراث کا مستحق صرف بھائی ہوگا۔ (۳۷۵)

اعزہ واقارب کی کفالت

ہر مالدار شخص پر اس کے ہر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہے بشرط یہ کہ وہ ذی رحم و محرم محتاج ہو یا نابالغ ہو یا مفلس عورت ہو یا اپاہج و معذور ہو یا اندھا ہو یا طالب علم ہو یا جہل و بیوقوفی یا کسی اور عذر کی بناء پر کمانے پر قادر نہ ہو اور اگر وہ مالدار شخص ان لوگوں پر خرچ نہ کرے تو اس کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ ذی رحم محرم رشتہ داروں کا نفقہ مقدار میراث کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے اور میراث کی مقدار کے اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی محتاجی اور تنگدستی کی وجہ سے اپنے ذی رحم محرم رشتہ داروں سے نفقہ حاصل کرنے کا مستحق ہے اگر اس کو مردہ تصور کرلیا جائے اور اس کی میراث کو اس کے ان ذی رحم محرم وارثوں پر تقسیم کیا جائے تو جس وارث کے حصے میں میراث کی جو مقدار آئے گی، وہی مقدار اس کے نفقہ کے طور پر اس ذی رحم محرم پر

☆☆

(۳۷۵) مظاہر حق جدید: عبداللہ جاوید غازی پوریؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۴۵ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب ہوگی۔(۳۷۶)

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

والنفقة لكلّ ذی رحم محرم ان كان صغيراً فقيراً او كانت امرأة بالغة فقيرةً او كان ذكراً فقيراً أو اعمىً ويجب ذالك على قدر الميراث ويجبر عليه كذافي الهداية وتعتبر اهلية الارث لا حقيقة كذافي النقاية ۳۷۷

مقدار میراث کو اس مثال سے سمجھیے کہ زید ایک محتاج و تنگدست شخص ہے، اس کے قریبی اعزہ میں صرف تین متفرق بہنیں ہیں یعنی ایک تو حقیقی بہن ہے، ایک سوتیلی بہن ہے اور ایک اخیافی بہن ہے، ان تینوں بہنوں پر زید کا نفقہ واجب ہے جس کو وہ تینوں اس طرح پورا کریں گی کہ زید کا پورا نفقہ پانچ برابر حصوں میں تقسیم کر کے تین خمس (3/5) تو حقیقی بہن کے ذمہ ہوگا ایک خمس (1/5) سوتیلی بہن کے ذمہ ہوگا اور ایک خمس (1/5) اخیافی بہن کے ذمہ ہوگا۔ مقدار کی یہ تقسیم بالکل اس طرح ہے جس طرح زید کے ترکے میں سے ان بہنوں کے حصہ کی میراث کی تقسیم ہوگی۔ نیز اس سلسلہ میں مقدار میراث کا درحقیقت ہر وقت متعین و معلوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ محض وراثت کی اہلیت کا ہونا شرط ہے۔ چناں چہ اگر زید جو (محتاج و مفلس ہے) کا ایک ماموں ہے اور ایک چچازاد بھائی ہے اور وہ دونوں ہی مالدار ہیں تو زید کا نفقہ اس کے ماموں پر واجب ہوگا جو شخص محتاج و مفلس ہو، اس پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، خواہ والدین ہوں یا ذی رحم محرم رشتہ دار۔(۳۷۸)

حضورِ اکرمؐ کی ایک مثال

اعزہ واقارب کی خبر گیری اور کفالت سے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط سالی ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوطالب کثیر العیال ہیں اور زمانہ قحط سالی کا ہے تو ہمیں مل کر ابوطالب کی اعانت اور امداد کرنی چاہیے جس سے ان کا بار ہلکا ہو بعض اولاد کے تم اور بعض اولاد کا میں کفیل ہو جاؤں۔ آپؐ اور حضرت

☆☆

(۳۷۶) مظاہر حق جدید: عبداللہ غازی، محولہ سابقہ، ص ۴۴۵۔ ۴۴۶ ج ۳۔

(۳۷۷) عالمگیری: شیخ نظام محولہ سابقہ، ص ۵۶۵۔ ۵۶۶ ج ۱۔

(۳۷۸) مظاہر حق جدید: عبداللہ جاوید غازی محولہ سابقہ، ص ۴۴۹ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباسؓ دونوں مل کر ابوطالب کے پاس گئے اور یہی درخواست کی، ابوطالب نے یہ کہا کہ عقیل کو میرے لیے چھوڑ دو اور باقی جس کو چاہے لے لو۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو اپنی کفالت کے لیے پسند فرمایا۔(۳۷۹)

درحقیقت اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہر صاحب استطاعت فرد اپنے کسی عزیز و قریب جو کہ ضرورت مند ہو، اس کی کسی صورت سے اعانت کرے تاکہ اس کی پریشانی میں تخفیف ہو سکے۔ لیکن ساتھ میں یہ اہم نکتہ بھی پایا جاتا ہے کہ کسی فرد پر تنہا اتنا "کفالت" کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا جو اس کے لیے گرانی کا سبب بنے۔

ائمۂ ثلاثہ و دیگر کا "کفالتِ اقارب" میں نقطۂ نظر

گزشتہ تفصیل میں فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے اقارب کی "کفالت" کا جائزہ تحقیقی اور فقہی انداز میں پیش کیا گیا۔ اب دیگر ائمہ و فقہاء کا نظریہ بھی پیش نظر ہے۔

امام شافعیؒ کی تعلیماتِ کفالت

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اقارب کے نفقہ پر کسی بھی فرد کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، یہ تو ایک نیکی اور صلہ رحمی کا معاملہ ہے تو دیانتاً تو یہ حق بنتا ہے کہ نفقہ دیا جائے لیکن قضاءً یہ نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

لا یجبر احد علی نفقة احد من اقاربه وانما ذالک برّ وصلة ای فهو مطلوب من جهة الديانة وليس واجباً جهة القضاء(۳۸۰)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے امام شافعی کی طرف اس قول کی نسبت کو بعید قرار دیا ہے اور ان کے اس قول کی یہ توجیہ بیان کی ہے کہ ان کی مراد یہ ہوگی کہ اس زمانہ میں لوگ اتنے متقی تھے کہ ان کو یہ ضرورت ہی پیش نہ آتی تھی کہ کسی مالدار کو عدالت کے ذریعے نفقہ پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ لوگ شریعت کو اتنا مقدم رکھتے تھے کہ حاکم وقت کو نفقہ پر مجبور کرنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔(۳۸۱)

☆☆

(۳۷۹) سیرت ابن ہشام: عبدالملک بن ہشام، قاہرہ "مکتبۃ التجاریۃ" ۱۳۵۶ھ۔
(۳۸۰) نظام النفقات فی الشریعۃ الاسلامیہ: احمد ابراہیم، قاہرہ "مطبعۃ سلفیۃ" ۱۳۴۹ھ، ص ۴۶۔
(۳۸۱) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ کی تعلیماتِ کفالت

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ "نفقۃ الاقارب" کے سلسلہ میں کافی سخت تحدید قائم کرتے ہیں، ان کے نزدیک کسی فرد کے رشتہ داروں کا نفقہ کسی پر واجب نہیں ہوتا، ان کا فرمانا یہ ہے کہ "واجبی نفقہ" اقارب کا صرف والدین اور صلبی اولاد تک محدود ہے خواہ اولاد مونث ہو، یا مذکر اس کے علاوہ اقارب میں سے کسی کا نفقہ واجب نہیں۔

نفقه الاقارب الواجبة محصورة فی الابوین واولاد الصّلب ذکوراً واناثاً (۳۸۲)

(امام مالکؒ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان پر فقط اس کے اپنے ماں باپ کا اور اپنی صلبی اولاد کا نفقہ تو واجب ہے لیکن دوسرے افراد اس وجوب میں شامل نہیں۔ اس قول کی بنیاد پر دادا، دادی اوپر تک اور نانا، نانی اوپر تک نفقہ کے وجوب سے خارج ہو گئے۔

اسی طرح اولاد کی اولاد یعنی پوتے، پڑپوتے، نواسے، نواسیاں اور ان کی اولادیں وجوب نفقہ سے خارج ہو گئیں۔ جب یہ تمام رشتہ دار بھی استحقاق "کفالت" سے خارج ہو گئے تو دیگر اقرباء کا تو شمار ہی کیا۔ فقہ مالکی کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

گزشتہ اصول کے تحت جو فروعات متفرع ہوتی ہیں تو وہ یہ ہیں کہ مالدار بیٹے پر خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا لڑکا، ہو یا لڑکی، مسلم ہو یا غیر مسلم واجب ہے کہ اس کی اپنی ضروریات اور اپنی بیوی یا بیویوں کی تمام ضروریات پورا کرنے کے بعد جو بچ جائے اس سے اپنے تنگدست ماں باپ کی ضروریات کا بندوبست کرے۔ تمام اخراجات کا انتظام کرے یا بعض کا گرچہ اس کے اور اس کے والدین کے مذہب میں اختلاف ہو۔ چاہے دونوں کا مذہب مختلف ہو یا صرف ایک، جب کہ وہ کمانے سے بھی عاجز ہوں۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی کمانے پر قادر ہوں تو ان کو کمانے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن بعض دوسرے افراد مالکی کا کہنا ہے کہ "عاجز عن الکسب" ہونا نفقہ دینے کی شرائط میں سے نہیں ہے۔ ابن جوزی نے اپنے قوانین میں اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ قول امام حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے اور یہی قول ماں باپ کے حق میں زیادہ نرمی والا ہے۔ (۳۸۳)

☆☆

(۳۸۲) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۴۷۔

(۳۸۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منح الجلیل میں لکھا ہے کہ تنگدست باپ کا نفقہ مالدار بیٹے پر واجب ہے۔ اگرچہ باپ کمانے پر قادر ہو اور علامہ باجیؒ مالکی کا اور ان کے موافقین کا یہی قول ہے لیکن فقہ مالکی کا معتمد قول یہ ہے کہ علامہ اللخمی کہتے ہیں کہ باپ کو کسی صنعتی کام کرنے یا سیکھنے پر مجبور کیا جائے گا اور بیٹے پر قیاس کیا جائے تو ظاہر کا تقاضہ بھی یہ ہے کیوں کہ بیٹے کو نفقہ کے وجوب میں بھی یہ شرط ہے کہ بیٹا کسی صنعت میں مشغول ہونے سے عاجز ہو تو باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

رہا یہ کہ اگر بیٹا تنگدست ہو تو اس پر اپنے والدین کا نفقہ بھی واجب نہیں۔ یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا کمانے پر قادر بھی ہو تو اس پر والدین کا خرچہ اٹھانے کے لیے کمانا ضروری نہیں۔(۳۸۴) اسی طرح مالدار بیٹے کے ذمہ والدین کے خادم کا نفقہ بھی واجب ہے اور اگر اس کی ماں کے علاوہ کوئی اور بھی باپ کی بیوی ہو تو اس کے خادم کا نفقہ بھی واجب ہے۔

فقہ مالکی کے حوالہ سے ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ والدہ کے نادار شوہر کا خرچہ بیٹے پر واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں!

الاول: مدونہ کے ظاہر سے واجب نہیں کیوں کہ اس نادار شوہر کا نفقہ اس کی بیوی پر لازم نہیں اس کے برخلاف باپ کی بیوی کے نفقہ کے کیوں کہ وہ تو شوہر یعنی باپ پر واجب ہے تو اولاد بھی اس کی ذمہ دار ہوگی۔

وھذا القول ھو المشھور (۳۸۵)

الثانی: دوسرا قول یہ ہے کہ بیٹے کے ذمہ مطلقاً لازم ہے۔

الثالث: تیسرا قول دونوں کے درمیان ہے کہ اگر اس کی ماں نے جب اس سے شادی کی تھی اس وقت ہی اگر وہ نادار تھا تب تو بیٹے کے ذمے اس کا نفقہ واجب نہیں، لیکن اگر شادی کے وقت وہ مالدار تھا بعد میں غریب ہو گیا تو اس صورت میں اس عورت کے مالدار بیٹے پر اس کا نفقہ واجب ہے۔

اور اس شخص کی متعدد اولاد ہوں اور سب کے سب مالدار ہوں تو ان سب پر یہ نفقہ ان کی مالی حیثیت کے مطابق تقسیم ہوگا۔ جب کہ ان کے درمیان مالداری میں فرق ہو۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ جب سب مالدار ہیں تو اس فرق کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ سب اولاد پر مساوی طور پر نفقہ تقسیم

☆☆

(۳۸۴) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحوالہ سابقہ، ص ۴۸۔

(۳۸۵) ایضاً: بحوالہ بالا، ص ۴۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا اور ان کی مالداری کے تفاوت کا اعتبار نہ ہوگا۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ میراث کے تناسب سے نفقہ کی ذمے داری تقسیم ہوگی۔ چناں چہ بیٹا جو خرچ دے گا، وہ بیٹی کے خرچ سے دگنا ہوگا۔ لیکن پہلا قول راجح ہے اور جو اولاد نادار ہو تو اس پر نفقہ نہیں صرف مالدار اولاد ہی نفقہ کی مکلف ہے۔(۳۸۶)

امام شافعیؒ کی تعلیماتِ کفالت

امام مالکؒ کے مذہب کے بعد اب امام شافعیؒ کے مذہب کی کچھ تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ امام مالکؒ کے مذہب کے مقابلہ میں امام شافعیؒ کا مسلک اس باب میں فراخ ہے، وہ فرماتے ہیں۔ جس قرابت کی بنیاد پر کوئی فرد نفقہ کا مستحق ٹھہرتا ہے تو وہ قرابت والدین کی ہے اوپر تک اس میں دادا، دادی، نانا، نانی جتنے اوپر تک چلے جائیں سب شامل ہیں۔ دوسری اولاد کی قرابت ہے جتنے نیچے تک چلے جائیں، اس میں پوتے، نواسے اور ان کی اولاد میں سب شامل ہوگئیں تو آپ کے مذہب کا خلاصہ یہ نکلا:

فیجب علی الولدنفقة ابیه وامّه وجده وجدته من اية جهة کانوا (۳۸۷)

ترجمہ: ”بیٹے پر (بشرطیکہ مالدار ہو) اپنے ماں باپ، دادا دادی جس طرف کے بھی ہوں (ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے) سب کا نفقہ واجب ہے۔

فقہ شافعیؒ کی دیگر تعلیماتِ کفالت

امام شافعیؒ سورہ بنی اسرائیل کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے یہ معنیٰ ہیں کہ بیٹا ان کی ضرورت کے وقت ان کے خرچے اور کپڑے اور مکان وغیرہ کا بندوبست کرے اور تمام اسباب معیشت مہیا کرے۔

ومن الاحسان الی الوالدین ان یقوم الولد بما یحتا جان الیه من نفقة وکسوة وسکنیٰ وحاجات المعیشة (۳۸۸)

☆☆

(۳۸۶) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۴۹۔

(۳۸۷) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم محولہ سابقہ، ص ۵۱۔

(۳۸۸) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم محولہ سابقہ، ص ۵۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول وفروع دونوں کے نفقہ کے وجوب میں اتحاد دین بھی شرط نہیں ہے، کیوں کہ دلائل عام ہیں، اس میں مسلم کافر کی قید نہیں ہے اور علت نفقہ یعنی جزیئت اور بعضیت بھی پائی جاتی ہے۔ البتہ مرتد اور حربی عدم احترام کی وجہ سے اس نفقہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور منفق کا منفق علیہ کا وارث ہونا بھی شرط نہیں۔ کیوں کہ یہ نفقہ کا حق محض قرابت کی بناء پر واجب ہوا ہے۔ (۳۸۹) اور اس نفقہ کے وجوب میں یہ بھی شرط ہے کہ منفق مالدار ہو یا اتنا کماتا ہو کہ اپنی حاجات سے زائد ہو اور وہ اپنے رشتہ دار پر خرچ کر سکے اور اگر اپنی ضروریات سے فاضل کچھ نہ بچتا ہو تو ایسے شخص پر کسی کا نفقہ واجب نہیں، کیوں کہ حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

"کہ جب تم میں سے کوئی شخص نادار ہو تو وہ اپنی ذات پر خرچ کرنے سے ابتداء کرے پھر جو بچ جائے تو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اس کے بعد جو بچے وہ اپنے اقرباء پر خرچ کرے۔"

اذا كان احدكم فقيراً فليبداء بنفسه فان كان فضل فعلىٰ عياله فان كان فضل فعلىٰ قرابته

اور اس حدیث میں عیال سے مراد بیوی ہے۔ چناں چہ بیوی کے نفقہ کے بعد کچھ نہ بچتا ہو تو ایسے شخص پر اپنے کسی رشتہ دار کا نفقہ ضروری قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیوں کہ بیوی کا نفقہ تو نکاح کے عوض میں ضروری ہے جب کہ قریبی رشتہ دار کا نفقہ تو محض خیر خواہی کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر بیوی کا حق مقدم رہے گا۔ (۳۹۰) اور جس رشتہ دار کا نفقہ کسی فرد پر واجب ہو تو ضروری ہے کہ وہ رشتہ دار امداد کا مستحق بھی ہو۔ کیوں کہ یہ کفالت بر سبیل مواساۃ ہوتی ہے اور مالدار "مواساۃ" سے مستغنی ہے اور اگر وہ تنگدست ہو اور کمانے سے عاجز ہو خواہ عدم بلوغ کی بناء پر یا کبرسنی کی وجہ سے یا دیوانگی یا بیماری کی وجہ سے یا کوئی بھی ایسا عذر ہو جو "اکتساب" کے لیے مانع ہو تو ایسا شخص اپنے قریبی رشتہ دار کے مال میں سے نفقہ کا مستحق ہے بوجہ عدم مال اور عدم کسب کے۔ اور اگر یہ شخص کمانے پر قادر ہو صحت اور توانائی کے اعتبار سے تو اگر یہ والدین ہوں تو ان کے بارے میں دو قول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ وہ باوجود کمانے کی صلاحیت کے نفقہ کے مستحق ہوں گے کیوں کہ ضرورت

☆☆

(۳۸۹) ایضاً: محولہ بالا، ص۵۲۔

(۳۹۰) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۵۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مند ہیں تو بیٹے پر ان کا نفقہ لازم ہے اور یہ اپنے والدین کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ان کی تعظیم و تکریم کی تاکید کی بناء پر اور اس لیے بھی کہ ان کو کبر سنی کے باوجود کمانے کی تکلیف دینا اچھے برتاؤ کے منافی ہے۔ جس کا قرآن میں حکم ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے والدین نفقہ کے مستحق نہ ہوں گے، کیوں کہ "قوت اکتساب" تونگری کی مانند ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ کی تحریم میں دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ:

"صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں ہے کسی بھی مالدار اور طاقت ور عقلمند کے لیے۔"

لاتحلّ الصدقة لغني ولا لذي مرة قويّ. (۳۹۱)

اجتماعِ اقارب کے وقت وجوبِ نفقہ، فقہِ شافعی میں

ایک شخص کے جب کئی قریبی رشتہ دار مالدار موجود ہوں تو سب کے سب نفقہ میں برابر کے ذمہ دار ہوں گے لیکن ان میں سے بعض کو چھوڑ کر بعض کو "انفاق" کا حکم دیا جائے گا۔ کتب شافعیہ کی معتبر کتاب جیسے مہذب، روض اور اس کی شرح اور تحفہ میں اکثر نے مناط ترجیح میں اختلاف کیا ہے۔ چناں چہ کسی نے قرب القرابۃ کو ترجیح دی اور کسی نے میراث کو ترجیح دی اور کبھی "ذکوریت" کو مناط ترجیح قرار دیا اور کسی نے "عصبہ" کو ترجیح دی۔ اور ہر ایک نے قوت دلیل کے ساتھ ترجیح دینے کی کوشش کی۔ اسی بناء پر اس بارے میں متعدد اقوال فقہ شافعی میں پائے جاتے ہیں۔ چند اقوال یہ ہیں کہ جب اقارب سب کے سب فروع ہوں اور سب مالدار بھی ہوں اور رشتہ قرب میں وہ مساوی ہوں اور میراث مین سب شریک ہوں۔ مثلاً بیٹا اور بیٹی تو دونوں پر والدین کے نفقہ کی ذمہ داری برابر ہوگی۔ چناں چہ آدھا نفقہ بیٹا دے گا، آدھا بیٹی دے گی اور اس میں مالداری کے فرق کو نہیں دیکھا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں میراث کا اعتبار کیا جائے گا۔ چناں چہ کسی کے فروع میں سے ایک وارث ہے اور دوسرا غیر وارث ہے جیسے پوتا یا نواسا یا پوتی یا نواسی تو وجوب نفقہ میں وارث مقدم ہوگا۔ فقط اسی کے ذمہ نفقہ واجب ہوگا۔ قوت قرابت کی وجہ سے جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ وارث اور غیر وارث دونوں پر نفقہ واجب ہے، کیوں کہ وجوب نفقہ کے لیے قرابۃ المجردۃ

☆☆

(۳۹۱) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحولہ سابقہ ص ۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن الارث بھی کافی ہے صرف قرابت کا پایا جانا شرط ہے۔ اور اگر دونوں فروع قرابت میں مختلف ہوں تو ان میں سے جو اقرب ہوگا تو نفقہ اس پر واجب ہوگا اگرچہ وہ بیٹی ہو۔ جیسے کسی کی بیٹی ہو اور پوتا بھی ہو تو نفقہ بیٹی کے ذمہ ہوگا۔ دیگر کا کہنا ہے کہ پوتا مقدم ہے بیٹی پر کیوں کہ اس سے ولادۃ اور تعصیب کا رشتہ موجود ہے۔ اور اگر کسی کی بیٹی ہو اور دوسری طرف نواسا ہو تو اس میں بھی دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نفقہ بیٹی کے ذمہ ہے کیوں کہ یہ اقرب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نواسے کے ذمہ ہے، کیوں کہ وہ زیادہ طاقتور ہے اور مرد ہونے کی وجہ سے نفقہ برداشت کرنے پر زیادہ قادر ہے۔ (۳۹۲)

متعدد رشتہ داروں کی کفالت فردِ واحد کے ذمے

اگر خرچ کرنے والا ایک ہو اور اس کے ضرورت مند رشتہ دار کئی ہوں تو اگر اس فرد کا مال سب کی ضروریات کے لیے کافی ہو تو اس پر سب کی کفالت واجب ہے لیکن اگر سب کے لیے کافی نہ ہو تو اس کے نفقہ کی ترتیب یہ ہوگی کہ سب سے پہلے اپنا ذاتی نفقہ لے گا اس کے بعد اپنی بیوی کا نفقہ دے گا۔ اس کے بعد اپنی چھوٹی اولاد اور بڑی اولاد جو کمانے سے عاجز ہو اس کا نفقہ دے گا۔ ان کے بعد ماں کا پھر باپ کا نفقہ دے گا اور بعض نے کہا باپ مقدم ہوگا، ماں پر، بعض نے کہا یہ دونوں نفقہ میں مشترک ہوں گے (مہذب) اور بعض نے یہ بھی کہا کہ باپ مقدم ہوگا بیٹے پر۔ باپ کے بعد دادا کا نفقہ دے گا پھر پردادا کا اور اوپر تک یہی ترتیب چلے گی۔ (۳۹۳)

مہذب میں لکھا ہے کہ کسی شخص کا باپ اور دادا دونوں حاجت مند ہوں اور دوسری طرف بیٹا اور پوتا بھی حاجت مند ہوں اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے ان سب کی کفالت بقدر کفایت کر سکتا ہو تو کون مقدم ہوگا؟ بعض کہتے ہیں کہ باپ اور بیٹے کی کفالت کرے گا اور دادا پوتے کو چھوڑ دے گا تو اس میں قرب قرابت کا اعتبار ہوگا۔ دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ دادا پوتا رشتہ میں یہ بھی باپ بیٹے ہی کی مانند ہیں کیوں کہ استحقاق نفقہ کے لیے قرابت شرط ہے اور یہ ان میں موجود ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ شخص سب کا نفقہ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو ان رشتہ داروں میں سے ایک کی وجہ سے دوسرے کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ سب مستحق

☆☆

(۳۹۲) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحوالہ سابقہ، ص ۵۵۔۵۶۔

(۳۹۳) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحوالہ سابقہ، ص ۵۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں۔ کوئی دور کا رشتہ دار مرض مزمن کا شکار ہے تو یہ قریبی رشتہ دار پر شدت احتیاج کی وجہ سے مقدم ہوگا اور اگر نفقہ لینے والے دونوں افراد ضرورت میں برابر ہوں تو دونوں برابر کا نفقہ لیں گے، چاہے جنس میں مذکر و مونث کا فرق بھی ہو جیسے بیٹا اور بیٹی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ دودھ پیتے بچے کو اور بیمار کو مقدم رکھا جائے گا ان کی شدت احتیاج کی بناء پر۔

کسی کا اقرب نفقہ برداشت نہ کرسکتا ہو تو ابعد یعنی دور کے رشتہ دار پر یہ نفقہ لازم ہوگا اور اس رشتہ دار پر اس نفقہ کے لیے قرب پر جب کہ وہ بعد میں مالدار ہو جائے تو رجوع کرنا جائز نہیں۔ (۳۹۴)

نفقہ اقارب کا معیار

اقارب کا نفقہ بقدر کفایت واجب ہے۔ چناں چہ اگر کوئی قریبی رشتہ دار نفقہ کے ساتھ خادم کا بھی ضرورت مند ہو تو اس خادم کا نفقہ بھی رشتہ دار پر واجب ہے اور اگر اس رشتہ دار کی بیوی ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے۔ اگر کسی کا نادار باپ جو کمانے پر بھی قادر نہ ہو اور بیوی کی اس کو ضرورت ہو تو بیٹے کے ذمے اس کے لیے بیوی کا بھی بندوبست کرنا ضروری ہے، جو کہ نہ بوڑھیا ہو اور نہ ہی بدصورت۔ (۳۹۵)

سقوطِ نفقہ کی شرط

جس رشتہ دار کے ذمہ کسی کا نفقہ واجب تھا، اگر اس نے یہ نفقہ نہیں دیا تو اب یہ اس کے ذمہ قرض کے زمرے میں نہ آئے گا۔ کیوں کہ وجوب نفقہ تو احتیاج کے وقت ہوتا ہے اور مرور زمانہ کے ساتھ حاجت پوری ہوگئی تو اب اس کے ذمے سے گزشتہ نفقہ ساقط ہوگیا۔ لیکن اگر قاضی نے نفقہ واجب کیا اور کسی آدمی کو اجازت دیدی کہ تم اس بچے پر خرچ کرو، پھر اس نے خرچ کیا تو اب یہ نفقہ قرض بن گیا اور یہ شخص بعد میں اس شخص سے جس پر قاضی نے نفقہ واجب کیا تھا، اپنا قرض وصول کرلے گا۔ (۳۹۶) فقہ شافعی کی اہم تفاصیل یہاں تک مکمل ہوئیں۔

☆☆

(۳۹۴) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۵۸۔

(۳۹۵) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۵۸۔

(۳۹۶) ایضاً: محولہ بالا، ص ۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیماتِ کفالت

جیسا کہ پہلے بھی ہم عرض کر چکے ہیں کہ رشتہ داروں کی ''کفالت'' بعض صورتوں میں فرض ہے اور بعض میں کارِ خیر۔ ائمہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات کی روشنی میں رشتہ داروں کی کفالت کی ذمہ داری فرد پر کہاں تک ہے کا ایک دائرہ متعین کیا ہے۔ (۳۹۷) چنانچہ چا ب کچھ ''تعلیمات کفالت'' فقہ حنبلی کے حوالے سے پیش کی جاتی ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک امام شافعیؒ سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ قرابت جس کی وجہ سے کوئی نفقہ کا مستحق ٹھہرتا ہے تو یہ ہر قرابت اصول وفروع ہے۔ مطلقاً خواہ وہ مستحقین وارث ہوں یا نہ ہوں۔ ہم مذہب ہوں یا مخالف مذہب سے ہوں، امام احمد کی ایک روایت کے مطابق۔ اسی طرح غیر اصول وفروع سے جو وارث ہوں ان پر بھی اپنے مورث کی کفالت واجب ہے۔ اس آیت کی بناء پر ''وعلی الوارث مثل ذالک'' لہٰذا اس استدلال کی وجہ سے آقا پر اپنے آزاد کردہ نادار غلام کا نفقہ واجب ہوگا۔ (۳۹۸)

فقہِ حنبلی کی مختلف تعلیماتِ کفالت

فقہ حنبلی کی تعلیمات کفالت میں بیٹے پر اپنے آباؤ اجداد کا نفقہ واجب ہے اور باپ پر بیٹے کا پوتے نیچے تک ان سب کا نفقہ واجب ہے۔ اگر اقرب مُعسر ہو اور ابعد موسر ہو تو نفقہ ابعد موسر پر واجب ہوگا۔ اگرچہ درمیان میں اقرب معسر حائل ہو۔ مثلاً دادا مالدار ہو درمیان میں باپ نادار ہو تو پوتے کا نفقہ دادا پر آئے گا۔ (۳۹۹) اسی طرح مالدار شخص پر اصول وفروع کے علاوہ دیگر اقرباء کا نفقہ بھی واجب ہے۔ چناں چہ مالدار شخص پر اپنے ضرورت مند بھائی، بہن، پھوپی، بھتیجی، چچا کی بیٹی، اسی طرح آقا پر اپنے آزاد کردہ غلام کا نفقہ واجب ہے۔

☆☆

(۳۹۷) اسلام کا معاشی نظام: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۳۵۲۔

(۳۹۸) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم محولہ سابقہ، ص ۵۹۔

(۳۹۹) ایضاً: محولہ بالا، ص ۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجوبِ نفقہ کی شرائط

وجوب نفقہ کی شرط یہ ہے کہ جس پر نفقہ واجب ہے، اس کے پاس اپنے مال میں یا کمائی میں اضافی مال موجود ہو جو اس کے اور اس کی بیوی اور غلام کے اخراجات سے فاضل ہو۔ چنانچہ ان تمام اخراجات سے کچھ نہ بچتا ہو تو پھر اس شخص پر اقارب کا نفقہ واجب نہیں۔ اور جس پر خرچ کرنا ہے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ غریب ہو کہ اس کے پاس بالکل مال نہ ہو اور نہ ہی کوئی کمائی کا ذریعہ ہو اور اگر وہ مالدار ہو (اگر چہ اشیائے ضروریہ نہ ہو) یا اتنی کمائی ہو جس سے بقدر کفایت گزر کر سکتا ہو تو اس کا نفقہ کسی رشتہ دار پر واجب نہ ہوگا۔ کیوں کہ استحقاق نفقہ کی شرط ناپید ہے۔ البتہ اس کی کمائی اس کی ضروریات سے کم ہو تو اس کی اس کمی کو رشتہ دار پورا کریں گے اور قادر علی الکسب کو کمانے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کا نفقہ دوسروں پر واجب نہیں کیوں کہ کمانے کی صلاحیت مالدار ہونے کے قائم مقام ہے۔ (۴۰۰) اور جو شخص کوئی ہنر نہ جانتا ہو کہ جس کے ذریعے کمائے، وہ اگر نادار ہو تو اس کا نفقہ اس کے رشتہ داروں کے ذمہ واجب ہے۔ اور اگر وہ صحیح اور عقلمند ہو اگر چہ والدین کے علاوہ ہو تو اگر وہ کوئی ہنر جانتا ہو جس کی وجہ سے اپنا کچھ نفقہ تو برداشت کر لیتا ہو تو بقیہ نفقہ اس کے دیگر اقرباء عام رواج کے مطابق پورا کریں گے اور خرچ کرنے والے کو بوقت ضرورت اس بات پر مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی پونجی کا اصل سرمایہ خرچ کرے یا اس کی ملکیت میں جو چیز ہو اس کی قیمت سے خرچ برداشت کرے یا اس کی آمدن کی جو بھی چیز یا مشین وغیرہ ہو کہ اس کو بیچ کر خرچ کرے یعنی اس کی آمدن کے ذرائع کو خواہ وہ کارخانہ ہو، فیکٹری، مشینری ہو، ان چیزوں کو فروخت کر کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ ایسا کرنے میں تو اس کو نقصان میں ڈالنے کی دعوت ہے جب کہ وہ ان چیزوں کے ذریعے سے اپنے لیے اور اپنے اہل خانہ کے لیے روزی کماتا ہے۔ (۴۰۱)

☆☆

(۴۰۰) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحولہ سابقہ، ص ۶۰۔ ۶۱۔

(۴۰۱) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحولہ سابقہ، ص ۶۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعِ اقارب کے وقت نفقہ فقہِ حنبلی میں

کئی افراد جن پر نفقہ واجب ہو اگر جمع ہو جائیں تو ان افراد میں اگر مالدار باپ بھی شامل ہو تو تنہا اسی پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر ان میں باپ نہ ہو یا ہو تو سہی لیکن نادار ہو تو بقدر میراث دیگر اقرباء پر نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوگی اور اگر بعض اقرباء وارث ہوں اور بعض غیر وارث تو نفقہ وارث کے ذمہ ہوگا سوائے اس کے کہ اگر وارث بھی نادار ہو تو پھر غیر وارث مالدار پر نفقہ آئے گا بشرطیکہ اس کا ننھیالی نسب اس سے جڑتا ہو، اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کسی کی نانی اور نانا مالدار ہوں تو نفقہ نانی پر واجب ہوگا کیوں کہ یہ وارثہ ہے۔ کسی کی ماں نادار ہو اور نانی اور نانا مالدار ہوں تو نفقہ نانی پر واجب ہوگا کیوں کہ یہ وارثہ ہے۔ کسی کی ماں نادار ہو اور نانی مالدار تو اس کا نفقہ نانی کے ذمہ واجب ہے قوت قرابت کی بناء پر اگرچہ درمیان میں ماں حائل ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ جس طرح مالدار دادا کے ہوتے ہوئے نادار باپ حائل نہیں بنتا پوتے کے لیے۔ اگر کسی کا نادار بیٹا اور مالدار بھائی ہو تو ان دونوں میں سے کسی پر نفقہ واجب نہیں۔ کسی کا باپ، دادا، ماں اور بیوی چاروں ہوں اور باپ نادار ہو تو اس صورت میں ماں ایک ثلث نفقہ کی ذمہ دار ہوگی اور بقیہ نفقہ دادا کے ذمہ ہوگا۔ بیوی کے ذمہ کچھ نہیں بلکہ اس کا نفقہ بھی شوہر کے نفقہ کے تابع ہوگا کہ کفیل اس کی بیوی کا نفقہ بھی دے گا۔ کسی شخص کے ماں باپ اور دادا اور دو بھائی ہوں باپ نادار ہو تو بھائیوں کے ذمہ نفقہ نہیں ہوگا صرف ماں باپ پر نفقہ کی ذمہ داری آئے گی اور اس میں مقدار میراث کو معیار بنایا جائے گا۔ (۴۰۲) لیکن یہاں یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب باپ ہے ہی نادار تو یہ تمام ائمہ کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص خود نادار ہو تو اس پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا تو اس صورت مذکورہ میں ماں کے ساتھ باپ کو نفقہ کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا گیا۔ جب کہ باپ کی عسرت کی صراحت موجود ہے تو اس پر فقہ حنبلی میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔

''کشاف القناع'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ مالدار بیٹے کے ذمے لازم ہے کہ وہ اپنے نادار باپ کا اور اس کی بیوی کا خرچہ برداشت کرے اور اسی طرح اپنے چھوٹے بھائیوں کے بھی نان نفقہ کا انتظام کرے۔

☆☆

(۴۰۲) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحوالہ سابقہ ص ۶۲-۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب نفقہ

فقہ حنبلی کے اعتبار سے نفقہ کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر ''منفق'' یا ''کفیل'' اپنے تمام زیر کفالت افراد کی کفالت کر سکتا ہے تو تمام مال ان پر عام جو رواج ہو اس کے مطابق ان پر خرچ کرے اور اگر تمام ''مکفولین'' کی کفالت کے لیے فاضل مال نہ بچتا ہو تو ترتیب یہ ہوگی کہ یہ نفقہ کی ابتدا اپنی ذات سے کرے گا۔ بعدازاں بیوی کا نفقہ دے گا اور بیوی کے بعد اپنے غلام کا نفقہ دے گا۔ اسی قول کے اعتبار سے باپ مقدم ہوگا پوتے پر اور دادا مقدم ہوگا نانا پر، کیوں کہ دادا کو عصبہ ہونے کا امتیاز حاصل ہے اور باپ مقدم ہوگا ماں پر کیوں کہ ولایت میں وہ منفرد ہے اور بیٹا مقدم ہوگا والدین پر کیوں کہ اس کے نفقہ کا وجوب نص سے ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''أحوج'' یعنی اس تقسیم میں شدت احتیاج کا اعتبار ہوگا کہ جو جتنا زیادہ ضرورت مند ہوگا اس پر نفقہ میں پہل کی جائے گی اور یہ قول زیادہ نرمی والا ہے۔ ھذا ھو الا رفق (۴۰۳)

نفقہ ذوی الارحام

فقہ حنبلی میں غیر وارث اقرباء جو ذی رحم محرم ہوں، ان کی بھی تفاصیل موجود ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کا نفقہ بھی مالدار شخص پر واجب ہے کیوں کہ اس کا تعلق صلہ رحمی سے ہے، جب کہ قطع رحمی کرنے والے کو اللہ نے جنت سے محروم فرما دیا اور جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک بچہ کے عصبہ کو اس بات پر مقید کیا کہ وہ اس بچے پر خرچ کریں اور وہ بچہ ان کے چچا کا بیٹا تھا اور حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا جب کسی فرد کا چچا اور ماں ہو تو چچا اپنی مقدار میراث کے مطابق نفقہ برداشت کرے اور ماں اپنے بقدر میراث۔ ان دونوں فتاویٰ میں چچازاد پر اور بھتیجے پر نفقہ کا فتویٰ ہے اور صحابہ میں سے ان کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ جمہور سلف کا بھی یہی قول ہے اور اس پر دلیل یہ آیت ہے، ''وآت ذالقربیٰ حقه'' کہ رشتہ دار کو اس کا حق ادا کرو۔ اور حضور اکرمؐ نے بھی اقرباء کے لیے عطایا کو واجب قرار دیا اور ان کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی۔

☆☆

(۴۰۳) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم بحوالہ سابقہ، ص ۶۳۔۶۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختک واخاک ثم ادناک فادناک بحق واجب ورحم موصولة.

''یعنی تیری بہن کا حق ہے پھر بھائی کا پھر جو جتنا قریب ہو اس کا یہ ضروری حق ہے اور اس میں صلہ رحمی بھی ہے۔''

علامہ ابن تیمیہؒ نے ان دلائل سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ آیت کریمہ میں ''حقہ'' اور حدیث مبارکہ میں ''حق واجب'' سے بطور احسان بر وصلہ رحمی مراد نہیں کیونکہ یہ حق تو سب مسلمانوں میں مشترک ہے کہ جب ملیں تو سلام کریں۔ چھینک کا جواب دیں، بیمار کی عیادت کریں، دعوت قبول کریں، ہر ایک تنگدست کے ساتھ مالی ہمدردی کا برتاؤ کریں۔ تو اگر صلہ رحمی سے یہی چیزیں مراد ہوں تو اس میں رشتہ دار اور غیر آدمی میں کوئی فرق نہ رہا تو لازمی کچھ فرق ہونا چاہیے۔

اجنبی کے حقوق میں اور رشتہ دار کے حقوق میں، کیوں کہ رشتہ دار سے قطع رحمی میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں وہ بڑی شدید ہیں۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ رشتہ دار کے حقوق میں کچھ قدرے زائد ہونا ایک بدیہی بات ہے۔

چناں چہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحمی ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے قریبی رشتہ دار کو دیکھے کہ وہ بھوک اور پیاس کی آگ میں جل رہا ہے۔ اور موسم گرما اور سرما کی سخت تکالیف میں مبتلا ہے اور اس کے باوجود یہ مالدار انسان اس کو ایک لقمہ نہیں کھلاتا اور ایک گھونٹ پانی پلانے کا روادار نہیں اور نہ ہی تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا دیتا ہے، تاکہ وہ سردی گرمی سے بچ سکے، سر چھپانے کے لیے گھر کا انتظام نہیں کرتا جس میں یہ سکون سے زندگی گزار سکے۔ حالاں کہ یہ مستحق رشتہ دار یا تو اس کا بھائی ہے یا ماں شریک بھائی یا باپ شریک بھائی ہے یا اس کا چچا ہے جو کہ باپ کے برابر ہوتا ہے یا اس کی خالہ ہے جو کہ اس کی ماں کے برابر ہے۔

غرض یہ کہ حاصل کلام یہ ہے کہ رشتہ دار کے ساتھ ''مواساۃ'' میں ایک امتیاز ضرور پایا جاتا ہے جو اجنبی میں نہیں ہو سکتا ورنہ اقرباء کے لیے خصوصیت سے جو نصوص وارد ہوئی ہیں وہ بیکار ہو جائیں گی اور حدیث میں حضور اکرمؐ نے جو اقرباء کی ترتیب بیان فرمائی ہے اور اس میں بھائی، بہن کے حق کو ماں باپ کے حق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

امک واباک، واختک واخاک ثم ادناک فادناک

تو آخر اس حدیث کو کس چیز نے منسوخ قرار دیا۔ یا اس کی ابتداء والی مد یعنی ماں باپ کے لیے تو نفقہ کا وجوب ثابت کیا اور آخر والی مد یعنی بھائی بہن کے لیے نفقہ کا استحباب کس چیز نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت کیا۔(۴۰۴) تو معلوم ہوا کہ بھائی بہن یا چچا پھوپی خالہ وغیرہ اور ان کی اولادیں ان سب کا بوقت ضرورت نفقہ دینا واجب ہے۔

یہ تمام تحقیقات ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کی تھیں اور ہر مذہب میں کچھ قدریں مشترک پائی جاتی ہیں۔ مثلاً والدین کا نفقہ ہر ایک نے واجب قرار دیا ہے اور اس میں اختلاف دین کا بھی اعتبار ملحوظ نہیں رکھا گیا سوائے مرتد اور حربی کے اور اکثریت کا رجحان اس طرف مائل ہے کہ باپ اگرچہ کمانے پر قادر ہو تو تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضہ یہی ہے کہ کمانے پر اس کو مجبور نہ کیا جائے بلکہ مالدار اولاد اس کو نفقہ فراہم کرے اور باپ کے نفقہ کے ساتھ اس کی بیوی کا اور اس کے خادم کا بھی نفقہ مہیا کرے۔ ان تعلیمات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین جب مالدار ہوں تو اولاد کے ذمہ قانوناً ان کی کفالت واجب نہیں۔ یہاں ایک بات واضح کردینی ضروری ہے کہ اکثر فقہاء کی آراء نقل کرنے والوں نے والدین کی احتیاج کے وقت لکھا ہے کہ اگر دونوں میں سے کوئی ایک کمانے پر قادر ہو تو اس کو کمانے پر مجبور کیا جائے گا (اگرچہ اختلافی رائے ہے) تو یہ بات ناقابل فہم ہے، کیوں کہ باپ کو تو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ مرد ہے اور اس کے ذمہ بیوی کا بھی نفقہ ہے لیکن ماں کو کمانے پر کس طرح مجبور کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ عورت ہے اور اس کا نفقہ تو شوہر کے ذمہ ہے تو یہ کیوں کمائے۔

فقہ حنفی کی تعلیماتِ کفالت کی اہمیت

''کفالت'' یا ''نفقات'' کی اہمیت آپ جان چکے ہیں۔ اسلام نے اس میں ہمیشہ وسیع تر تعلیم دی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امت مسلمہ کے عظیم مفکرین، دانشور، جنہیں ہم فقہائے اسلام کے نام سے جانتے ہیں تو ان حضرات نے تعلیمات اسلامی کی روشنی میں ''کفالت'' اور ''نفقات'' سے متعلق تحقیقات کی ہیں اور ہر ایک نے اقرباء کی کفالت کا ایک دائرہ کار متعین کیا ہے، جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں موجود ہے۔ ان اکابر فقہاء کی آراء، ان کی فقہی کتب میں محفوظ ہیں اور ہر ایک کی وہ تعلیمات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن فقہ حنفی کی تعلیمات ''کفالت'' کا جو دائرہ کار متعین کیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ قابل عمل اور لوگوں کے وسیع تر مفاد میں ہے اور آج بھی بہت سے اسلامی ممالک کی شرعی عدالتوں میں نافذ العمل

☆☆

(۴۰۴) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم محولہ سابقہ، ص ۶۵۔۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس بات کی گواہی یہ ہے کہ جامعہ ازہر کے استاد نظام نفقات کی تحقیق اور تفصیل پیش کرنے کے بعد آخر میں فقہ حنفی کی تفصیل کی طرف آتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الخامس مذهب ابی حنیفة رحمه الله وهو المذهب الذی علیه العمل فی محاکمنا الشرعیة الان. (۴۰۵)

ترجمہ: ''پانچواں مذہب (نفقات سے متعلق) امام ابوحنیفہ کا ہے اور یہ وہ مذہب ہے جو اب بھی ہماری شرعی عدالتوں میں نافذ العمل ہے۔''

گزشتہ تحقیقات کی روشنی میں فقہاء کی آراء کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا جس سے ہر ایک امام نے جو اقرباء کے لیے دائرہ کار متعین کیا ہے، اس کی تفصیلی تحقیق ہوگئی اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ آج کے دور میں سب سے زیادہ قابل عمل امام اعظمؒ کی تعلیمات کفالت ہیں۔ بایں ہمہ دیگر فقہاء کی تعلیمات کو یہاں درج کرنے سے یہ فائدہ ممکن ہے کہ بوقت ضرورت ہر مسلک والے کی تعلیمات کفالت کو مدنظر رکھ کر فیصلہ صادر کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کی اکثریت ان چاروں فقہی مسالک ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

وجوبِ کفالت کے اسباب

فقہاء امت نے وجوب نفقات کے اسباب پر بھی بحث فرمائی ہے، جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ چناں چہ صاحب درمختار وجوب نفقہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونفقة الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلاثة:
زوجیة ''وقرابة'' وملک (۴۰۶)

ترجمہ: ''کسی غیر کا نفقہ کسی دوسرے غیر پر تین اسباب کی بناء پر واجب ہوتا ہے یا تو زوجیت کی بناء پر یا رشتہ داری کی وجہ سے یا ملکیت کی وجہ سے۔''

نفقہ زوجہ کی تفصیل خواتین کے باب میں آئے گی۔ اور غلام کے نفقہ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ رہ گیا نفقہ اقارب تو ایک شخص کے مال میں محض قرابت کی وجہ سے بھی نفقہ واجب ہوتا ہے اس قرابت کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب بدائع علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

☆☆

(۴۰۵) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۲۶۔

(۴۰۶) المختار: ابن عابدین شامی، کراچی، ''ایچ۔ ایم سعید'' (س۔ن) ۵۷۲، ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نفقہ اقرباء کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب اوسع ہے۔آپ کے ہاں اقرباء کے نفقہ کے لیے دائرہ کار وسیع ہے،آپ کے ہاں تین قرابتیں وجوب نفقہ کا سبب بن سکتی ہیں:

ا۔اصول کی قرابت اس میں تمام آباؤ اجداد،ننھیال اور ددھیال کی طرف سے شامل ہو گئے۔

۲۔فروع کی قرابت اس میں تمام اولاد اور اولاد کی اولاد پوتے پوتیاں،نواسے نواسیاں، سب داخل ہو گئے۔

۳۔ہر ذی رحم محرم کی قرابت اس میں خالہ، ماموں، پھوپی، چچا، وغیرہم، جو بھی ذی رحم محرم ہوں،سب شامل ہو گئے۔

القرابة التی یجب بسببها النفقة هی قرابة الاصول والفروع و قرابة غیر هم من کلّ ذی رحم محرم فقط(۴۰۷)

القرابة فی الاصل نوعان : قرابة الولادة و قرابة غیر الولادة

وقرابة غیر الولادة نوعان ایضاً : قرابة محرمة للنکاح کالا خوة والعمومة والخئولة وقرابة غیر محرمة للنکاح کقرابة بنی الاعمام والاخوال والخالات (۴۰۸)

ترجمہ:''دراصل قرابت کی دو قسمیں ہیں: ایک قرابۃ الولادۃ (جیسے باپ، بیٹے) دوسری قرابت وہ ہے جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے بھائی، بہن کا رشتہ، چچا، پھوپی اور ماموں خالائیں ان کا رشتہ ذی رحم محرم کا ہے،دوسری قرابت وہ ہے جس سے نکاح حرام نہ ہو جیسے چچا اور ماموں کی اولاد اور خالہ زاد بھائی۔''

یہ بات تمام فقہاء کے ہاں متفقہ ہے کہ قرابۃ الولادۃ میں نفقہ برداشت کرنا واجب ہے اتنی بات تو دلیل کی محتاج نہیں لیکن جہاں تک ''ذی رحم محرم'' رشتہ داروں کے نفقات کا تعلق ہے تو اس کے وجوب کا سبب بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

سبب نفقة الاقارب فی الا ولاد وغیرها من الرحم المحرم هو القرابة المحرمة للقطع لانّه اذا حرم قطعها یحرم کلّ سبب مفض الیٰ القطع وترک الانفاق من ذی الرحم المحرم مع قدرة وحاجة المنفق علیه تقضی الیٰ قطع

☆☆

(۴۰۷) نظام النفقات: احمد ابراہیم ابراہیم،محولہ سابقہ،ص ۶۷۔

(۴۰۸) رسائل ابن عابدینؒ: ابن عابدینؒ،لاہور،''سہیل اکیڈمی''۱۴۱۱ھ ص ۲۷۸ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرحم فیحرم الترک وجب الفعل ضرورۃ (۴۰۹)
اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اقربا، خواہ اولاد ہوں یا ذی رحم محرم، یہ ایسی رشتہ داری ہے کہ جس کا توڑنا حرام ہے۔ لہٰذا جب اس رشتہ کا توڑنا حرام ہے تو ہر وہ کام یا سبب جو قطع تعلق کا ذریعہ بنے تو وہ بھی حرام ہوگا۔ چناں چہ اپنے کسی ذی رحم محرم رشتہ دار پر باوجود قدرت کے مال خرچ نہ کرنا جب کہ وہ ذی رحم محرم اس کی امداد کا محتاج بھی ہو تو یہ عدم انفاق قطع رحمی کا تقاضہ کرتا ہے اس لیے یہ ترک انفاق حرام ٹھہرا جس کا (منطقی) نتیجہ یہ نکلا کہ جس کام کا ترک کرنا حرام ہو تو اس کا کرنا واجب ہوگا۔ چناں چہ یہاں بھی ترک انفاق حرام ہوا تو فعل انفاق واجب ہوا۔

اجتماعِ اقارب کے وقت وجوبِ نفقہ

جس طرح دیگر ائمہ کے نزدیک اجتماع اقارب کے وقت نفقہ کی ذمہ داری حسب مرتبہ مختلف افراد پر عائد ہوتی ہے۔ اسی طرح فقہ حنفی میں بھی اصولی تعریف کی روشنی میں اجتماع اقارب کے وقت نفقہ برداشت کرنے کی ترتیب کیا ہوگی تو اگر کسی ایک فرد پر بھی قرابۃ الولادۃ کی وجہ سے یا ذی رحم محرم ہونے کی وجہ سے نفقہ واجب ہو تو وہ تنہا مکمل نفقہ برداشت کرے گا۔
اور اگر کسی ایک فرد پر نفقہ کی ذمہ داری نہ آتی ہو بلکہ اس کے ساتھ دوسرے اقرباء بھی شریک ہوں تو اقرب کو ترجیح ہوگی۔ البعد پر یہ ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔ اور اگر دونوں افراد قرابت میں مساوی ہوں تو کسی ایک فرد میں کوئی وجہ ترجیح پائی جاتی ہو تو وہ نفقہ برداشت کرے گا اور اگر کوئی وجہ ترجیح نہ ہو اور دونوں وارث بن سکتے ہوں تو مقدار میراث کے اعتبار سے دونوں پر مکفول کا نفقہ واجب ہوگا۔ (۴۱۰) اور مقدار میراث کی تفصیل پہلے گزر چکی۔

کس چیز کی کفالت کی جائے گی؟

یہ بات بھی قابل بحث ہے کہ جس کا نفقہ کسی پر واجب ہو تو اس نفقہ میں کیا کیا چیزیں شامل ہوں گی اور کفیل مکفول کے لیے کیا کیا چیزیں مہیا کرے گا۔
صاحب درمختار لکھتے ہیں:

☆☆

(۴۰۹) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی۔ محولہ سابقہ، ص ۳۱ ج ۴۔
(۴۱۰) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ، ص ۳۲ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هی الطّعام، والکسوة والسّکنی(۴۱۱)

ترجمہ: ''یعنی کھانا پینا، کپڑے اور رہائش۔''

صاحب بحر لکھتے ہیں:

یجب للاب والامّ علی الولد من طعام و شراب و کسوة وسکنی حتّی الخادم (۴۱۲)

یعنی بیٹے کے ذمہ ہے کہ ماں باپ کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کا انتظام کرے۔ یہاں تک کہ ان کو خدمت گزار بھی دے۔ علامہ ابن نجیمؒ نے اشیائے نفقہ میں خادم کا اضافہ بھی فرمایا، کیوں کہ یہ بھی ضروریات میں شامل ہے اور اس کا نفقہ بھی بیٹے کے ذمہ ہوگا۔ علامہ کاسانیؒ نے اس باب میں ''دائی'' کا اضافہ بھی کیا کہ اگر مکفول چھوٹا بچہ ہے تو اس کے لیے دودھ پلانے کے لیے ''انا'' بھی رکھی جائے گی۔ اور انہوں نے یہ بھی وضاحت کی کہ یہ تمام نفقات بقدر کفایت دیے جائیں گے۔ یعنی ''مکفول'' کی جتنی ضرورت ہوگی اسی کے مطابق تمام اشیاء دی جائیں گی۔ مثلاً سردی کے موسم میں گرم ملبوسات سوئیٹر وغیرہ کا انتظام اوڑھنے کے لیے لحاف بچھانے کے لیے گدا وغیرہ ہونا چاہیے۔

فنفقة الاقارب مقدرة بالکفایة بلا خلاف لانّها تجب للحاجة فتقدر بقدر الحاجة وکلّ من وجبت علیه نفقة غیره یجب علیه له الماکل والمشرب والملبس والسّکنی والرضاع ان کان رضیعاً.(۴۱۳)

یعنی اقارب کا نفقہ بقدر کفایت دینا بغیر کسی اختلاف کے (ضروری ہے اور) طے شدہ ہے کیوں کہ وہ ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ لہٰذا کفیل پر کھانے پینے اور رہائش کے لیے گھر دینے اور انا کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

اس سے جو نتیجہ ہمارے زمانہ میں اخذ کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ کفیل کھانے کے لیے تمام اچھی چیزیں جو خود کھاتا ہو، وہ مکفول کو بھی دے۔ مثلاً پھل فروٹ موسم کے اعتبار سے جب خود کھاتا ہو اور گنجائش ہو تو اقرباء مکفولین کو بھی کھلائے یا اسی طرح کے دیگر کھانے کی چیزیں ہیں تو

☆☆

(۴۱۱) الردالمختار: ابن عابدین، بحوالہ سابقہ، ص ۵۷۲ ج ۳۔

(۴۱۲) البحرالرائق: ابن نجیمؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۲۰۶ ج ۴۔

(۴۱۳) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی، بحوالہ سابقہ، ص ۳۸ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی کبھار وہ بھی کھلانے کا اہتمام کرے۔

اسی طرح پینے کا جہاں ذکر ہے تو اس کی توضیح یہ ہے کہ ان کے پینے کے لیے میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کرے ایسا نہ ہو کہ خود نے فریج رکھا ہوا ہے اور اس کا ٹھنڈا پانی پیتا ہو اور ماں باپ یا دیگر اقرباء کو گرم پانی صراحی سے یا نل سے پینا پڑتا ہو اور اگر خود پینے میں مشروبات کا یعنی کولڈ ڈرنک کا بھی شوقین ہو تو اپنے مکفولین کو بھی وقتاً فوقتاً یہ مشروبات پلا دیا کرے۔ یہی حال لباس پوشاک میں ہونا چاہیے کہ موسم کے اعتبار سے ان کے لباس کا بندوبست کرے اور اگر کوئی تقریب وغیرہ ہو تو اس کے لیے دستور کے مطابق ان لوگوں کے بھی اچھے کپڑے بنوا کر دے۔

غرض یہ کہ اس زمانے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ان کو تمام اشیائے ضروریہ فراہم کی جائیں، صرف ٹوٹل پورا کرنا مقصود نہ ہو بلکہ تمام کام دستور کے مطابق انجام دینے چاہییں۔

اسی طرح فقہاء نے ''سکنی'' یعنی رہائش بھی اسباب کفالت میں شمار کی ہے۔ لیکن آج کے دور میں رہائش کے پیچھے بھی بہت سے اخراجات منہ کھولے کھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ اپنی رہائش میں ہی مکفولین کو سکونت دیتا ہے تب تو اتنے مسائل نہیں لیکن اگر ''کفیل'' علیحدہ سے رہائش کا انتظام کرتا ہے تو یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ خرید کر دیتا ہے تو یہ بھی آسان کام نہیں کیوں کہ فی زمانہ ایک معمولی سی رہائش بھی لاکھوں روپے سے کم میں نہیں مل سکتی اور اگر کرایہ پر لیتا ہے تو وہ ایک علیحدہ دشوار مسئلہ ہے، کیوں کہ کرایہ پر مکان لینے کے لیے کافی بھاری رقم بطور ضمانت کے مالک مکان کو دینی پڑتی ہے، اگر چہ وہ قابل واپسی ہے۔ پھر اس کے بعد ماہانہ مکان کا کرایہ جو کم از کم چار ہزار سے شروع ہو کر علاقہ کے حساب سے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، اس کے بعد کے جو مسائل ہیں وہ الگ۔ مثلاً بجلی کا بل کیوں کہ اس زمانہ میں مکان میں بجلی کا فراہم کرنا بھی نفقہ ضروری میں شامل ہے، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ''کفیل'' خود تو بجلی میں آرام دہ زندگی بسر کرے اور مکفولین کو کہے کہ وہ زمانہ قدیم کے مطابق دیا سلائی والی زندگی گزاریں۔ تو ایک مکان کے لفظ کے ساتھ اتنے دیگر نفقات بھی معلق ہیں اور میری رائے کے مطابق مکان میں بوقت ضرورت شدیدہ ٹیلیفون بھی نفقات ضروریہ میں شامل ہونا چاہیے۔ اگر چہ اس کے بغیر بھی زندگی گزارنا ممکن ہے لیکن جو شخص اپنے کسی شعبہ کی وجہ سے اس کا محتاج ہو خصوصاً والدین تو ان کے لیے یہ سہولت بھی مہیا کرنا عین قرین قیاس ہے کیوں کہ کسی بھی وقت ان کو ایمرجنسی پیش آسکتی ہے۔ بیماری ہے موت و حیات کے دیگر نشیب و فراز ہیں جن کے لیے ٹیلیفون کا ہونا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات میں شامل ہے۔ البتہ ٹیلی ویژن، وی سی آر وغیرہ یہ غیر ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ غیر شرعی بھی ہیں۔ تو ان کا انتظام کرنا ''کفیل'' کے لیے جائز نہیں، باقی تمام جدید سہولتیں ٹیوب لائٹس، پنکھا، فریج، گیزر، یہ سب چیزیں گھر کے لوازمات کے تحت دینی چاہییں اور خصوصاً جب ''مکفولین'' یا تو والدین ہوں یا بیوی ہو یا اپنی اولاد ہو۔

کیوں کہ دراصل اسلام نے دولت مند رشتہ دار پر اپنے غریب اور نادار رشتہ دار کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ (Social Security) کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام نے اسے محض مستحب قرار نہیں دیا بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے جس کے ادا کرنے کا حکم خود ذات باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ فقہ اسلامی میں کتاب النفقات کے تحت رشتہ دار پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ قدیم شریعتوں میں کہیں ملیں گے اور نہ آج کے جدید قوانین میں کہیں اس کا خیال تک پایا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب و تنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر خوش حال رشتہ داروں پر نان نفقہ کا دعویٰ دائر کر دے۔ یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرہ میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جانا اور بڑے بوڑھوں سے وراثت میں پایا ہے۔ مگر غیر مسلم قومیں جنہیں ہم تہذیب و ثقافت کے میدان میں بہت ترقی یافتہ سمجھتے ہیں، ان کے لیے یہ بات بڑی حیرت انگیز اور باعث تعجب ہے۔ (۲۱۴)

کفیل کی مالداری کا نصاب

تمام ائمہ کے ہاں بغیر کسی اختلاف کے ''منفق'' یا ''کفیل'' کے لیے غنی یعنی مالداری شرط ہے، کیوں کہ اگر منفق خود ہی نادار ہو تو وہ تو خود ہی دوسروں کی امداد کا مستحق ہے، چہ جائیکہ وہ کسی کی ''امداد'' یا ''کفالت'' کرے۔ لیکن یہ مسئلہ قابل تحسین ہے کہ ''حد غنی'' کیا ہے جس کی وجہ سے کفیل مالدار شمار ہوگا تو اس میں کتب فقہ کا معمولی سا اختلاف ہے بہر حال اس مسئلہ کی بھی تحقیق بجا طور پر کرنی چاہیے۔ چناں چہ علامہ شامیؒ، علامہ ابن نجیم، اور علامہ کاسانیؒ نے اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کی مختلف آراء ذکر کی ہیں اور ان میں سے علامہ ابن نجیمؒ نے بالترتیب تمام

☆☆

(۲۱۴) مشکلات الفقر وکیف عالجہا الاسلام: ڈاکٹر یوسف قرضاوی، ترجمہ نجات اللہ صدیقی، لاہور، ''البدر پبلی کیشنز''، ص ۶۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آراء کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیسار میں چار اقوال اختلاف کے ساتھ مروی ہیں۔ پھران چار اقوال میں دو واضح ہیں۔

پہلا قول تو یہ ہے کہ ''مالداری'' کی حد نصاب زکوٰۃ ہے یعنی جس پر زکوٰۃ واجب ہے تو وہ مالدار شمار ہوگا اور اس کو دوسروں کی ''کفالت'' کا بوجھ برداشت کرنا چاہیے۔ اور انہوں نے صاحب خلاصہ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر نصاب زکوٰۃ میں صرف ایک درہم بھی کم ہے تو اس پر نفقہ واجب نہ ہوگا اور ان کا اسی پر فتویٰ ہے اور ولوجیؒ نے اسی قول کو اختیار کیا اور اس کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ مالداری کی کوئی ''حد انتہا'' تو ہے نہیں، جب کہ ''حد ابتداء'' نصاب زکوٰۃ ہے۔ تو اسی کو مالداری میں معیار قرار دیا جانا چاہیے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''حد یسار'' کے لیے اتنی مالداری کافی ہے جس کی وجہ سے صدقہ لینا ممنوع ہو جاتا ہے اور یہ ''غیر نامی نصاب'' ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اسی پر فتویٰ ہے اور صاحب ذخیرہ نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ''صدقہ فطر'' کے وجوب کے لیے بھی ''نصاب زکوٰۃ'' کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کے لیے بھی اتنی مالداری شرط ہے جو صدقہ لینے کے لیے مانع ہو تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ وجوب نفقہ کے لیے بھی یہی نصاب کافی ہے۔ (۴۱۵)

علامہ کاسانیؒ ''حد یسار'' یعنی وجوب نفقہ کے لیے مالداری کی حد بیان کرتے ہوئے امام محمدؒ کی رائے کو ذکر کرتے ہیں۔

ماقاله محمد اوفق وهو انه اذا كان له كسب دائم وهو غير محتاج الىٰ جميعه فمازاد علىٰ كفايته يجب صرفه الىٰ اقاربه (۴۱۶)

یعنی امام محمدؒ کا قول غریب کی حالت کے زیادہ موافق ہے اور وہ قول یہ ہے کہ جب کسی شخص کی مستقل آمدن ہو اور وہ اس کی اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد بچ جاتی ہو ساری خرچ نہ ہوتی ہو تو اب اضافی آمدن کو یہ اپنے اقرباء پر خرچ کرنے کا پابند ہوگا۔ اس قول کی مزید تشریح علامہ شامیؒ نے ردالمختار میں ذکر کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حافظ زیلعیؒ نے امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دی ہے، پھر ان کا پورا قول نقل کیا ہے:

☆☆

(۴۱۵) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ محولہ سابقہ، ص ۲۱۱-۲۱۲ ج ۴۔

(۴۱۶) البدائع الصنائع: علامہ کاسانی، محولہ سابقہ، ص ۳۵ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رجّح الزيلعیؒ: عبارته: وعن محمد انّه قدره بما يفضل عن نفقة نفسه وعياله شهراً ان كان من اهل الغلة، وان كان من اهل الحرف فهو مقدر بما يفضل عن نفقته ونفقة عياله كلّ يوم، لانّ المعتبر فی حقوق العباد القدرة دون النصاب، وهو مستغن عمّازاد علیٰ ذالک فیصر فها الیٰ اقاربه، وهٰذا اوجه: وقالوا: الفتویٰ علی الاوّل (۴۱۷)

یعنی زیلعیؒ نے امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ زیلعیؒ کا پورا قول یہ ہے کہ امام محمدؒ نے "حد یسار" کو محدود کیا ہے۔ اپنے اور اپنے عیال کے ایک مہینہ کے خرچ کے بعد بشرطیکہ منفق صاحب غلہ ہو۔ صاحب غلہ سے مراد یہ ہے کہ کھیتی باڑی کے ذریعے اپنا کھانا پینا پورا کرتا ہو جیسا کہ عام طور پر گاؤں دیہاتوں میں ہوتا ہے کہ کاشتکار اپنا گزر بسر اپنی کھیتی باڑی سے کرتے ہیں تو ایسے شخص کیلئے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا ایک مہینہ کا غلہ رکھ کر پھر اضافی غلہ خرچ کرنا واجب ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کھیتی باڑی نہ کرتا ہو بلکہ کوئی پیشہ ور ہو۔ روز کماتا ہو، مزدوری کرتا ہو، یا کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کیا ہو کہ روز کما کر خرچ کرتا ہو تو اس کے ذمہ اپنی روز کی آمدنی سے جو اضافی رقم ہوگی، اس سے اقرباء کا نفقہ برداشت کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "نفقہ اقارب" کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اس میں صرف کسی دوسرے کے نفقہ پر قادر ہونا ہی کافی ہے نہ کہ صاحب نصاب ہونا۔ لہٰذا جب اضافی رقم کی اس کو حاجت نہیں تو اس کو محتاج اقرباء پر خرچ کرے گا! آخر میں حافظ زیلعیؒ فرماتے ہیں: "وهٰذا اوجه"، علامہ شامیؒ قوت دلیل کی بناء پر فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ والا تیسرا قول ہی قابل ترجیح ہے۔ اگرچہ فتویٰ دوسرے اقوال پر دیا گیا ہے۔ یعنی پہلے دو قول کہ "نصاب زکوٰۃ" غنی کی حد ہے۔

دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا کہ اتنا مالدار ہونا چاہیے جس سے صدقہ فطر واجب ہو جائے اور تیسرا قول امام محمدؒ کا کہ جب اپنی آمدن سے فاضل بچ رہا ہو، اس سے خرچ کرنا واجب ہے تو فرماتے ہیں:

فحيث كان الثّالث هوا لاوجه ای الا ظهر من حيث التوجيه والاستدلال كان هو الارجح وان صرح بالفتویٰ علیٰ غيره (۴۱۸)

☆☆

(۴۱۷) ردالمختار: علامہ ابن عابدین شامیؒ، محولہ سابقہ، ۶۲۱ ج ۳۔

(۴۱۸) ردالمختار: ابن عابدینؒ، محولہ سابقہ، ص ۶۲۱ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی جب توجیہ اور استدلال کے اعتبار سے قول ثالث اوجہ اور اظہر ہے تو یہی قول ارجح ہوگا اگر چہ یہ صراحت موجود ہے کہ فتویٰ کسی اور قول پر ہے۔

علامہ شامیؒ نے یہ ترجیح ''رسم المفتی'' کے اصول کے لحاظ سے دی ہے، کیوں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ صحیح تربات یہ ہے کہ کسی کے قول کو ترجیح قوت دلیل کی بناء پر ہوگی۔

علامہ شامیؒ نے صاحب تحفہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''قول محمد ارفق'' (۴۱۹) یعنی امام محمدؒ کا قول زیادہ نرمی پر مبنی ہے، یعنی ان کے قول میں غریب اقرباء کا زیادہ بھلا ہے اور فقہاء کا یہ اصول ہے کہ وہ مال خرچ کرنے میں ایسی چیز کو معیار بناتے ہیں جس میں غریب آدمی کا زیادہ فائدہ ہو۔ جیسے فرضیت زکوٰۃ کے لیے سکہ رائج الوقت نصاب زکوٰۃ کے برابر ہے یا نہیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے (۵۲۔۱/۲) تولہ چاندی کو معیار بنایا جائے گا، کیوں کہ مال زکوٰۃ میں کم سے کم نصاب جسمیں فقراء کا فائدہ ہو، معیار بنایا جائے گا۔ (۴۲۰) تو اس اصول کے مطابق بھی ہمارے زمانہ میں قول امام محمد پر فتویٰ ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں بھی اپنی دولت چھپا چھپا کر جمع کرنے کا دستور ہوگیا اور اسلامی تعلیمات کے خلاف مسلمان بخل کا مظاہرہ کرنے لگے جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں غربت وافلاس کی شرح میں اضافہ ہورہا ہے۔ لوگوں کی حق تلفی ہورہی ہے، بلکہ بسا اوقات سگے ماں باپ یا دیگر قریبی رشتہ داروں کے اخراجات سے جان چھڑانے کے لیے انہیں لاوارث رفاہی اداروں کے سپرد کیا جانے لگا۔ جب کہ اسلام تمام بخل کے ذرائع کی سخت مذمت کرتا ہے اور مالداروں کو اپنے غریب اقرباء پر مال خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ آج ان ہی تعلیمات کے عدم نفاذ کی وجہ سے غریب دن بدن غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے اور امیر بدستور امیر ہی ہے بلکہ اس کی مالداری میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ لیکن وہ اپنی دولت کو چھپا چھپا کر رکھتا ہے تاکہ کوئی غریب رشتہ دار اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کی دولت نہ مانگ لے۔ قرآن کریم ایسے بخیلوں کی سخت مذمت کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

☆☆

(۴۱۹) ردالمختار: علامہ شامیؒ بحولہ سابقہ، ۶۲۱ ج ۳۔

(۴۲۰) جواہر الفتاویٰ: مفتی عبدالسلام چاٹگامی، کراچی، ''اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن'' ۱۴۱۱ھ، ص ۵۱ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (۴۲۱)

ترجمہ: ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کررکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے عذاب ذلت کا۔''

مانعِ نفقات کی سزا

فقہاء نے ایسے اقرباء جن سے ولادت کا تعلق نہ ہو یعنی ذی رحم محرم کے وجوب نفقہ کے لیے قاضی کے فیصلے کی شرط رکھی ہے کہ جب تک اس ذی رحم محرم کی طرف سے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر نہ کیا جائے تو اس وقت تک کفیل پر نفقہ اقارب واجب نہ ہوگا۔

نمبر ۱. واما الذی یرجع الیٰ غیرھما فقضاء القاضی فی احد نوعی النفقة وھی نفقة غیر الاولاد من الرحم المحرم فلا تجب ھٰذہ النفقة من غیر قضاء القاضی (۴۲۲)

نمبر ۲. والقضاء لا بدله من الطّلب والخصومة (۴۲۳)

قضاء قاضی کی شرط کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر کوئی مالدار شخص خود موجود نہیں ہے لیکن اس کا مال موجود ہے اور والدین، بیوی یا اولاد کے علاوہ کوئی ذی رحم محرم نادار رشتہ دار موجود ہے تو اب یہ رشتہ دار بغیر قاضی کے فیصلہ کے اپنے مالدار رشتہ دار کے مال کو خرچ نہیں کرسکتا، بخلاف والدین، بیوی اور اولاد کے کہ یہ لوگ بغیر قاضی کے فیصلہ کے ضرورت کے مطابق مال خرچ کرسکتے ہیں۔

ولا یشترط ذالک فی نفقة الاولاد حتی تجب من غیر قضاء کما تجب نفقة الزّوجات. (۴۲۴)

ان مذکورہ تمام شرائط کے باوجود بھی اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم رشتہ دار کا نفقہ نہیں دیتا تو اس کو کیا سزا دینی چاہیے؟ تاکہ وہ مجبور ہو کر نفقہ دینے لگے! تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس شخص کو

☆☆

(۴۲۱) القرآن: ۴: ۳۷۔

(۴۲۲) البدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ، ص ۳۷ ج ۴۔

(۴۲۳) ایضاً: محولہ سابقہ، ۳۵ ج ۴۔

(۴۲۴) البدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ، ص ۳۷ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مارا جائے یعنی قاضی اس کی پٹائی کا حکم دے اور حکومت کے اہلکار اس کو ماریں اور نفقہ اقارب دینے پر مجبور کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا جائے تاکہ قید سے تنگ آکر یہ نفقہ اقارب دینے لگ جائے۔ لیکن اس صورت میں مزید نفقہ درکار رہے گا کیوں کہ جتنی مدت یہ قید رہے گا تو اتنی مدت کا نفقہ یہ کیسے دے گا۔ اس لیے صاحب بحرؒ فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے سے انکار کرنے والے کو مارا پیٹا جائے گا، قید نہیں کیا جائے گا۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان الممتنع من نفقة القريب المحرم بشروطه يضرب ولا يحبس بخلاف الممتنع من سائر الحقوق لانه لا يمكن استدراک هذا الحق بالحبس لانّه يفوت بمضى الزّمان فيستدرک بالضرب بخلاف سائر الحقوق(۴۲۵)

یہاں علامہ ابن نجیمؒ نے یہ وضاحت کردی کہ اگر کوئی تمام حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو ایسے شخص کو تو قید کیا جاسکتا ہے لیکن صرف نفقہ کی وجہ سے قید کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ اس صورت میں قید کرنے سے مسئلہ کا تدارک نہیں ہوسکتا۔

غلام اور باندی کے نفقہ کے احکام ومسائل

غلامی اور تاریخِ عالم

غلامی کا دستور نوع انسانی کا ہم عمر ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس کے کچھ آثار ہر زمانہ اور ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا بیج اس وقت پڑا جب انسانی معاشرہ وحشت کے مرحلے میں تھا اور وہ اس وقت بھی پھلتا پھولتا رہا جب مادی تہذیب کی ترقی نے اس کی ضرورت کو رفع کر دیا تھا۔ (۴۲۶) دنیا میں غلامی کی تاریخ حاکمیت ومحکومیت اور فاتح ومفتوح کی تاریخ کے ساتھ ساتھ شروع ہوتی ہے۔ طاقتور قبائل کمزور قبائل کو فاتح اور حاکم مفتوح اور محکوم کو غلام بناتے

☆☆

(۴۲۵) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ۲۱۶۔۲۱۷ ج ۴۔

(۴۲۶) روح اسلام: سید امیر علی، لاہور، ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' ۱۹۹۴ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ غلامی کے رواج میں سب سے زیادہ جنگوں کو دخل ہے۔ ان میں شکست خوردہ گرفتار ہوتے تھے، انہیں یا تو قتل کر دیا جاتا تھا یا معاوضہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا یا دائمی غلام بنالیا جاتا تھا، اور جو عمر بھر کے لیے غلام بن جاتے تھے، ان سے ہر قسم کے کام لیے جاتے تھے، ان میں آخری صورت زیادہ رائج تھی جس نے رفتہ رفتہ لونڈی اور غلاموں کی تجارت کی شکل اختیار کرلی۔ یہ لونڈی اور غلام زندگی کی ایسی ضرورت بن گئے تھے کہ کوئی ملک اور قوم بھی غلامی کے رواج سے خالی نہ تھی۔

یونان، روم، مصر، ہندوستان ہر ملک میں غلامی رائج تھی۔ بعض ملکوں میں تو غلاموں کی تعداد ملک کی اصل آبادی کے برابر تھی، خود یورپ میں انیسویں صدی کے وسط تک غلامی رائج تھی، یورپین قومیں محض جنگی قیدیوں ہی کو نہیں بلکہ نیم متمدن اقوامِ کو بھی زبردستی غلام بنالیتی تھیں، غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بہتر نہ تھی، آقا ان کی جان تک کا مالک ہوتا تھا، غلاموں کے قتل کی کوئی سزا نہ تھی۔ ان سے طرح طرح کے پر مشقت کام لیے جاتے تھے اور ادنیٰ لغزش اور سرتابی کی بڑی سخت سزا دی جاتی تھی، ان کی تمام املاک کا مالک آقا ہوتا تھا۔ تقریباً پوری دنیا میں غلاموں کا یہی حال تھا۔ (۴۲۷) یہودیت میں شرعی اعتبار سے ایک عبرانی، دوسرے عبرانی کو محض اس وجہ سے کہ کوئی شخص غربت کی وجہ سے اگر قرض ادا نہ کرسکتا ہو تو اس صورت میں ایک امیر کو یہ حق حاصل تھا کہ اس مقروض غریب کی طرف سے اس کا قرض ادا کردے اور اس کو اپنی غلامی میں لے لے۔ دوم یہ کہ کسی نے چوری کی اور وہ چوری کا مال اس کے مالک کو واپس نہیں کرسکتا تو اس شخص کو یہ حق تھا کہ اپنے تئیں کسی امیر کے ہاتھ فروخت کردے اور وہ اس کی طرف سے چوری کا مال ادا کر کے اس شخص کو اپنی غلامی میں لے لے۔ سوم یہ کہ والدین کسی بناء پر اپنے بیٹے یا بیٹی کو کسی کے ہاتھ فروخت کردیں۔ (۴۲۸) عیسائیوں کی مذہبی کتاب انجیل میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے اور نہ ان کے ساتھ حسن معاشرت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس غلاموں کو جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت کریں اور ان کے حکم سے سرمنہ منحرف نہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری پولس نے اپنے ایک خط میں غلاموں کے متعلق لکھا ہے کہ ''تم اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسے حضرت عیسیٰ

☆☆

(۴۲۷) دین رحمت: شاہ معین الدین ندوی، ''دار المصنفین اعظم، گڑھ انڈیا'' ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۵۔

(۴۲۸) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، لاہور، ''مکہ بکس'' ۱۹۸۲ء، ص ۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunhat.com

کی کرتے ہو۔(۴۲۹)

ہندومت کے معاشرتی، مذہبی اور قانونی مدون ''منو''، جس نے ''منوسمرتی'' اور ہندومت کی معاشرتی اور قانونی تعلیمات کی تدوین کی) نے غلام کی سات اقسام بیان کی ہیں اس میں چند قابل ذکر ہیں: وہ شخص جو نان نفقہ کے حصول کے لیے خود برضا و رغبت اپنے آپ کو غلامی میں دیدے، دوم بطور ہدیہ وتحفہ کے حاصل کیا ہو۔ سوم ورثہ میں ملنا، چہارم بطور سزا کے غلام بنایا گیا ہو۔(۴۳۰) اس کی مزید تفصیل تقابل ادیان میں دیکھی جاسکتی ہے، وہاں مذہب کے تناظر میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

اس مختصر تاریخ غلامی کے بعد ہم اسلام کی تعلیمات خصوصاً انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کی غلاموں کے بارے میں انقلابی تعلیمات کی اہمیت و عظمت اجاگر کرنے کے لیے آپؐ کے ارشادات اور ان ارشادات کا لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہونا اور غیر مسلم مفکرین کا ان احسانات کا اعتراف کرنا تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔

غلاموں کے حقوق کا انقلابی اعلان

انسانیت کے محسن اعظم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری عہد میں حقوق انسانی کے مثالی اور ابدی منشور ''خطبہ حجۃ الوداع'' میں سب سے زیادہ اہمیت انسانی تاریخ کے سب سے زیادہ مظلوم طبقہ ''غلام'' اور غلاموں کے حقوق کے تحفظ کو دی، حیات طیبہ کے آخری دور اور وصال کے آخری لحات میں آپ کی تمام تر توجہ کے مرکز مظلوم و مجبور غلام قرار پائے۔(۴۳۱)

ارقائکم ارقائکم، اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون، الاھل بلغت؟ اللّٰھم فاشھد (۴۳۲)

ترجمہ: ''تمہارے غلام تمہارے غلام، ان سے اچھا سلوک کرو، انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، اور انہیں ویسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔''

☆☆

(۴۲۹) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۱۔

(۴۳۰) منوسمرتی: باب نمبر ۸، ص ۴۱۵۔۴۱۶۔

(۴۳۱) محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق: محمد ثانی محولہ سابقہ، ۴۲۵۔

(۴۳۲) الطبقات الکبریٰ: ابن سعد، محولہ سابقہ، ص ۱۸۵ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنو! کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

نبی کریم ﷺ کی یہ تعلیمات صرف وعظ و نصیحت تک محدود نہ تھیں بلکہ آپؐ کے پاس اگر کوئی غلام فریاد رسی کے لیے آتا تو آپؐ اس کے مالک کو تنبیہ فرماتے اور صحابہ کرامؓ بھی دل و جان سے آپ کے ارشادات پر عمل کرتے اور کتنے صحابہؓ نے تو اپنے غلام صرف حضورؐ کی تنبیہ پر آزاد کر دیے۔ حضورؐ نے یہ بات بار ہا باور کرائی کہ ''طبقہ غلام'' جس کو لوگ ''طبقہ انسانیت'' سے خارج سمجھتے ہیں تو وہ بھی عام انسانوں کو مانند ہیں اور ان کے بھی وہی حقوق ہیں جو عام انسانوں کے ہیں۔ ان کی بھی وہی ضروریات ہیں جو ایک عام انسان کی ہیں۔ حضور اکرمؐ کی ان تعلیمات کا اثر صحابہؓ پر کیا پڑا وہ آپ اس واقعہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ معرور کہتے ہیں کہ میں نے ایک چادر حضرت ابوذر غفاریؓ کو اور اسی قسم کی ایک چادر ان کے غلام کو اوڑھے ہوئے دیکھا تو میں نے پوچھا کہ ابوذرؓ اگر آپ اس چادر کو بھی لے کر اوڑھ لیتے تو اس چادر کی جوڑی ہو جاتی اور اس کو کوئی اور کپڑا دے دیتے۔ ابوذرؓ نے کہا کہ میں نے ایک دن ایک شخص کی ماں کو جو غیر عربیہ تھی کچھ (برا بھلا) کہہ دیا، اس شخص نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی، حضور اکرمؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے فلاں عورت کو برا کہا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! ''آپؐ نے فرمایا کہ تم میں ابھی جاہلیت کی بو باقی ہے، میں نے کہا کیا اس بڑھاپے کے زمانے میں؟'' فرمایا ہاں۔ پھر اس کے بعد ارشاد ہوا:

اخوانکم جعلھم اللّٰہ فتیۃ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ من طعامہ و لیلبسہ من لباسہ ولا یکلفہ ما یغلبہ فان کلّفہ ما یغلبہ فلیعنہ (۴۳۳)

ترجمہ: ''یہ غلام تمہارے بھائی ہیں، پس جس کے ماتحت اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے، اور جو کام اس کی طاقت سے باہر ہو، اس کی اس کو تکلیف نہ دے، اور اگر تکلیف دے بھی تو اس میں خود بھی اس کی مدد کرے۔''

محسن انسانیت ﷺ جب دنیا سے پردہ فرما رہے تھے تو وصال کے عین آخری لمحات میں ''نماز اور غلام'' کے کلمات زبان نبوی ﷺ سے ادا ہوئے۔ جن سے انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کی نظر میں غلاموں کے مقام اور ان کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆☆

(۴۳۳) جامع الترمذی: امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ محولہ سابقہ ص ۱۶ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم دانشوروں کا اعتراف

آپ ﷺ کے یہ الفاظ اور تعلیمات انسانی تاریخ میں انقلاب عظیم سے کم نہیں، جن کے ذریعے آپ ؐ نے تمیز بندہ وآقا مٹا ڈالی۔ آپ کی ان تعلیمات کا اثر عہد نبویؐ کے مقدس معاشرہ پر اور آپ ؐ کے بعد اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں رہا، جس کی شہادت ایک غیر مسلم ہندو دانشور لالہ شیام ناتھ ایم اے کی زبانی سنیے۔ وہ اپنے طویل مضمون بعنوان ''حضرت محمدؐ اور انسداد غلامی'' میں رقمطراز ہے!

''حضرت محمدؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو، جو خود کھاؤ، وہ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں بھی پہناؤ، انہیں تکلیف نہ دو، ان تلقینات و احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلامی کا صرف نام ہی رہ گیا۔ اور وہ ہر معاملہ میں آزادوں کے مساوی ہوگئے، غلام آقا کے دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔'' (۴۳۴)

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز (اقبال)

ایک اور ہندو دانشور، محسن انسانیت ﷺ کی ان انقلابی تعلیمات کے نتیجہ میں انسانی تاریخ میں برپا ہونے والے انقلاب عظیم پر تبصرہ کرتا ہے:

''اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے زبردست شخص کو خلافت ملی اور آپ نے یروشلم کا سفر کیا، تو ایک منزل اپنے غلام کو بٹھاتے اونٹ پر اور خود پیدل چلتے اور دوسری منزل خود اونٹ پر سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا تھا۔ اس کے معنی ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے پیرو مساوات اور رواداری کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی غفلت نہ کرتے تھے۔'' (۴۳۵)

☆☆

(۴۳۴) محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق: محمد ثانی بحوالہ سابقہ، ص ۴۲۵۔

(۴۳۵) جگت مہرشی: مسٹر بلدیو سہا، لاہور، ''سیرت کمیٹی''، ۱۹۳۰ء، ص ۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ بحث

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے مارچ ۶۳۲ء کو ایک لاکھ سے زائد جاں نثاروں سے خطاب کرتے ہوئے انسانیت کے منشورِ اعظم میں انسانیت کے نام اپنے دائمی پیغام میں بندہ و آقا، مالک و غلام کی تمیز مٹا ڈالی۔

آپ ﷺ نے سخت تاکیدی الفاظ میں فرمایا!

آگاہ رہو!

"تمہارے غلام، تمہارے غلام، انہیں، وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔"

حضرت بلال حبشیؓ، سلمان فارسیؓ اور صہیب رومیؓ کو معاشرے میں مساوی درجہ پر رکھنا اور اپنے ساتھ ملانا ایک ایسا انقلابی اقدام تھا جس کی پیروی کے لیے آج بھی انسان محتاج ہے۔
مندرجہ بالا حقائق سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ نبی اکرمؐ نے انسانوں کو انسانی حقوق و معاشرتی (و معاشی) مراتب کے اعتبار سے مساوی قرار دیا، کوئی شخص خاندانی اور نسلی وقار کی بنیاد پر ترجیحی سلوک کا مستحق نہیں ہو سکتا، ایک انسان اپنی صلاحیتوں کی بناء پر قابل قدر ہے لیکن ایسی رعایت کسی شخص کو بھی نہیں مل سکے گی جو بنیادی انسانی حقوق کو مجروح کرے۔ اس وقت کا فرانہ قوت کو حضور اکرمؐ کے اس انقلابی اقدام کا شدید احساس تھا۔

علامہ اقبالؒ نے ابوجہل کی زبان سے ادا شدہ الفاظ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا!

در نگاہ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بریک خواں نشست
قدر احرار عرب نشناختہ
با کفتاں حبش در ساختہ
احمراں با اسوداں آمیختند
آبروئے دودمانے ریختند
ایں مساوات ایں مواخات اعجمی است

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ۔

www.KitaboSunnat.com

خوب می دنم کہ مسلماں مزو کی است
ابن عبداللہ قریش خوردہ است
رستخیز زے بر عرب آوردہ است (۴۳۶)

جب ہم اس مسئلے پر تاریخی نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں بھی عجیب امتیاز اور فوقیت حاصل ہے آپ کا یہاں تک حکم ہے کہ!

"تم میں سے کوئی شخص بھی میری یا میرا لونڈی یا غلام نہ کہے بلکہ میرا بیٹا اور میری بیٹی کہے۔" (۴۳۷)

غلام، لونڈی کی کفالت

گزشتہ تعلیمات سے غلام، لونڈی کی معاشرتی، اہمیت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ فقہائے کرام ان کے نفقات کی تفصیل بیان نہ کرتے۔ لہٰذا فقہی حوالے سے غلام اور لونڈی کی کفالت پر فقہائے کرام کے ارشادات پیش کیے جارہے ہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اگر چہ لونڈی کی تفصیل خواتین کے باب میں درج کی جانی چاہیے تھی لیکن چوں کہ غلام اور لونڈی کا حکم ایک ہی ہے تو اس لیے غلام کے ذیل میں اس کے بھی احکام لکھ دیے گئے ورنہ تکرار بحث لازم آئے گا جو کہ وقت کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ فقہاء فرماتے ہیں!

"آقا پر اپنے غلام اور باندی کے اخراجات کی کفالت ضروری ہے خواہ ان میں ملکیت پوری ہو جیسے خالص غلام، یا ادھوری وہ جیسے مدبرہ اور امّ ولد اور خواہ وہ کم سن ہوں یا بڑی عمر والے اور خواہ اپاہج و معذور ہوں یا تندرست و توانا ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنے غلاموں کی کفالت سے انکار کردے تو وہ غلام اس بات کے مختار ہوں گے کہ محنت مزدوری کریں اور جو کچھ کمائیں اس سے اپنے اخراجات پورے کریں اور اگر ان کے لیے کوئی مزدوری کا کام نہ ہو اور وہ کما کر اپنے اخراجات پورے نہ کرسکتے ہوں تو پھر قاضی و حاکم کی طرف سے آقا کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ ان غلاموں کو فروخت کردے۔ (۴۳۸)

☆☆

(۴۳۶) انسان کامل: خالد علوی، لاہور، "الفیصل ناشران وتاجران کتب" ۱۹۹۷ء، ص ۱۷۴۔
(۴۳۷) اسلام اور عربی تمدن: محمد کرد علی، ہند "دار المصنفین اعظم گڑھ انڈیا" ۱۹۵۳ء، ص ۱۰۱۔
(۴۳۸) مظاہر حق: عبداللہ جاوید غازی پوری بحولہ سابقہ، ص ۴۴۶ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب بدائع الصنائع علاؔ کاسانیؒ نے غلام کے نفقہ کے وجوب پر اجماع امت نقل فرمایا ہے:

وعليه اجماع الامّة انّ نفقة المملوك واجبة (۴۳۹)

ترجمہ: ''پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ غلاموں کا نفقہ واجب ہے۔''

اب یہ مسئلہ بھی وضاحت طلب ہے کہ غلام کے نفقہ میں کن چیزوں کا اہتمام کیا جانا آقا کے ذمہ لازم ہے تو علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق میں غلام کی کفالت میں تین چیزیں شمار کی ہیں۔ اس کا مکمل خرچہ یعنی نان نفقہ، دوم اس کے لیے لباس پوشاک، سوم اس کے لیے معقول رہائش کیوں کہ یہی تین چیزیں انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں۔ جب اس کے تمام اوقات آقا کی خدمت کے لیے مختص ہیں تو وہ کس وقت اپنی ان ضروریات کا بندوبست کرتا پھرے گا۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ رقم طراز ہیں:

تجب النفقة والكسوة والسكنىٰ لمملوك (۴۴۰)

ترجمہ: ''غلام کا نفقہ، لباس اور گھر مالک کے ذمہ واجب ہے۔''

یہ اشیائے ضروریہ کتنی مقدار میں مملوک کو دینی چاہییں؟ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ آقا سب چیزیں غلام کو دے لیکن اس کی حاجت کے موافق نہ ہوں۔ تو صاحب بدائع علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

واما مقدار الواجب منها فمقدار الكفاية لانّ وجوبها للكفاية فتقدر الكفاية كنفقة الاقارب (۴۴۱)

''یعنی اتنا نفقہ و دیگر اشیاء کا دینا ضروری ہے کہ جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو (مثلاً سردی گرمی کے کپڑے) کیوں کہ نفقہ کا وجوب ہی غلام کی کفایت کے لیے ہوا ہے، تو یہ دیگر رشتہ داروں کی طرح بقدر کفایت دینا چاہیے۔''

☆☆

(۴۳۹) بدائع الصنائع: علاء الدین کاسانی محولہ سابقہ ص ۳۹ ج ۴۔

(۴۴۰) بحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ محولہ سابقہ ص ۲۱۴ ج ۔

(۴۴۱) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ ص ۴۰ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسویہ بین الطعام والکسوۃ کی تحقیق

فقہائے کرام نے حضورؐ کے اس ارشاد کے تحت "جو تم خود کھاؤ، انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنو، انہیں بھی پہناؤ۔" یہ بحث چھیڑی ہے کہ آیا یہ مساوات جنس میں ہے یا مثل میں، اگر مثل میں مساوات ہو تو ہر وہی چیز جو آقا استعمال کرتا ہے غلام کے لیے دینی ضروری ہوگی تو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ حدیث بالا کی روشنی میں۔ جب کہ دوسری جماعت نے دوسری حدیثوں کی بناء پر آقا کے لیے یہ رخصت دی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کے مقابلے میں اچھا کھانا پینا، پہننا اوڑھنا کر سکتا ہے۔ دلیل کے طور پر امام طحاویؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کا نقل کردہ حضورؐ کا ارشاد پیش کیا ہے۔

للمملوک طعامه و کسوته

"یعنی غلام کے لیے کھانا اور کپڑا ہونا چاہیے۔"

اس میں آقا کے جیسے کی قید نہیں ہے۔ دوسری روایت بخاری میں مرفوعاً نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکا کر لائے اور وہ اسے ساتھ بٹھانا نہ چاہے تو کم از کم ایک دو لقمے اس کو کھلا دے تو اس ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آقا اور غلام کی غذا میں مساوات (مستحسن ہے) ضروری نہیں۔ اگر ضروری ہوتی تو آپؐ اس طرح ترغیب نہ دیتے کہ ایک دو لقمے چکھا دو۔ اور پہلی روایت کا یہ جواب ہے کہ "مما تاکلون" میں "من" تبعیض کے لیے ہے کہ اگر اس میں سے کچھ کھلا دیا اور پہنا دیا تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ فتح القدیر میں اس کا یہ جواب ہے کہ کھانے اور لباس کی جنس مراد ہے نہ کہ مثل مراد ہے۔ مثلاً یہ غلام کو کتان اور روئی کے کپڑے پہناتا ہے اور خود اس سے اچھے پہنتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کپڑے کی جنس کے علاوہ کچھ اور پہننے کو دیتا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اور صحابہ کرامؓ سے بھی یہ عمل متوارث نہیں ہے کہ وہ بھی غلاموں جیسے کپڑے پہنتے ہوں سوائے چند حضرات کے۔ (۴۴۲) (مثلاً حضرت ابوذرؓ) حاصل کلام یہ نکلا کہ اگر خود روٹی سالن کھاتا ہے تو اس کو بھی روٹی سالن ہی کھلائے، چاہے کھانے کی نوع الگ ہو لیکن ایسا نہیں کر سکتا کہ خود تو روٹی سالن کھائے اور اس کو کھانے میں

☆☆

(۴۴۲) بحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۷ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنے، چھولے، کھجور یا دیگر اجناس دے۔ اسی طرح خود اچھے کپڑے پہنتا ہو اور غلام کو پہننے کے لیے چمڑے کی پوشاک یا پوستین دے۔ اس سے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے کہ اگر کسی ملازم کو کوئی مخصوص وردی بنا دی جائے تو جائز ہے کیوں کہ ظاہری رنگ روپ کی وجہ سے وہ لباس ہو گا تو مختلف لیکن کیوں کہ وردی بھی کپڑے کی ہے تو جنس موجود ہے تو جائز ہے۔

غلام کی نوعیت

فقہاء نے مملوک کا لفظ بلا کسی قید کے استعمال کیا ہے تو یہ اس غلام کو بھی شامل ہے جس کا باپ موجود ہو یا نہ ہو اور اس لونڈی کو بھی شامل ہے جو شادی شدہ ہو لیکن اس نے شوہر کے گھر میں رہائش اختیار نہ کی ہو۔ اسی طرح ہر چھوٹے، بڑے، مذکر، مونث، تندرست، بیمار، معذور، نابینا ہر ایک کو شامل ہے۔ (۴۴۳) یعنی ہر صورت میں ان مذکورہ اقسام کے غلام، لونڈی کو مکمل نفقہ دینا ہو گا۔

لاوارث افراد کی کفالت اور حکومت کی ذمہ داری

اسلامی حکومت کی قلمرو میں بسنے والا کوئی چھوٹا بڑا فرد چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم (ذمی) جب نہ اپنے ہاتھ سے اور نہ اپنے وسائل سے اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے اور نہ اسے اپنے اقرباء و دیگر باشندوں کی مالی امداد حاصل ہو تو اسلام حکومت کو اس بات کا پابند بناتا اور اس کی ایک اہم ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ ایسے ضرورت مند بندگان خدا کی بنیادی ضروریات کا اپنے حکومتی وسائل و اختیارات سے از خود معقول بندوبست کرے۔ محروم المعیشت لوگوں کو اپنی ضروریات کے لیے سرکاری دفاتر کے چکر نہ لگانا پڑیں۔ کیوں کہ افراد معاشرہ کو بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی حکومت کا ایک قسم کا فرض ہے۔ اس کے عوض وہ افراد سے کسی خدمت یا معاوضے کی طالب نہیں ہوتی۔ اسلام بنیادی ضروریات کی فراہمی سودے بازی کی بنیادوں پر نہیں کرتا۔ اس سلسلہ میں اسلام اور سوشلزم کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ سوشلزم بنیادی ضروریات فراہم کرتا ہے۔ افراد کی صلاحیت کار کی قیمت کے طور پر ان کو روٹی کپڑا اور مکان مہیا کرتا ہے مگر جانوروں کی طرح ان سے دن رات کام لے کر، اس کے برعکس اسلام

☆☆

(۴۴۳) بحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ص ۲۱۷ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افراد معاشرہ کو بنیادی ضروریات ان کا انسانی حق سمجھ کر فراہم کرتا ہے اور ان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے صلاحیت کار کو جہاں چاہیں، استعمال کریں اور پوری آزادی کے ساتھ زندگی کی دوڑ میں حصہ لیں۔(۴۴۴)

علاوہ ازیں صحاح وغیرہ کتب حدیث میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن میں محتاجوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی، مالی اعانت و امداد اور خبر گیری کی ہدایت و تاکید اور اس پر دنیوی و اخروی اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ اس پہلو سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں یہ چیز ازبس ضروری ہے کہ مذکورہ قسم کے مسکین و محتاج افراد جو کسی عذر کی وجہ سے خود کما کھا نہ سکتے ہوں اور ان کے قرابتداروں میں بھی کوئی ان کی معاشی دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو، ان کی معاشی کفالت غنی و مالدار افراد کے مال سے ہو اور اس میں جو مال بنیادی حیثیت رکھتا ہے، وہ زکوٰۃ و صدقہ کا مال ہے جو غنی مسلمانوں پر محض بحیثیت مسلمان کے واجب ہوتا ہے اور جس کو ایک مسلمان اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنی مرضی سے خوشی سے ادا کرتا ہے، اگر کسی مسلم معاشرے میں اسلامی حکومت اور اجتماعی بیت المال ہو تو غنی مالدار مسلمان پر لازم قرار پاتا ہے کہ وہ اپنے اموال کی زکوٰۃ حکومت کو ادا کرے۔

اموال ظاہرہ کی جبری طور پر اور اموال باطنہ کی اختیاری طور پر اور حکومت اس کو بیت المال میں جمع کر کے صحیح طریقے سے اس کے مستحقین میں تقسیم کا باقاعدہ انتظام کرے اور اگر کہیں اسلامی حکومت اور نظام بیت المال موجود نہ ہو تو غنی مسلمان از خود اپنے اموال کی زکوٰۃ مستحقین کو ادا کریں۔(۴۴۵) لیکن بنیادی طور پر ایسے افراد کی مکمل معاشی کفالت کرنا حکومت اسلامیہ کی اولین ذمہ داری ہے اور اگر اس میں حاکم وقت قصداً غفلت برتتا ہے تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اعتق عبداً صغیراً او امة صغیرةً لاتجب النفقة علی المعتق و انّما ینفق علیه من بیت المال اذا لم یکن له مال و علیٰ هٰذا نفقة الشیخ الکبیر و المزمن المریض

☆☆

(۴۴۴) بنیادی ضروریات زندگی اور اسلام: محمد سعد اللہ، محولہ سابقہ، ص ۲۵۱۔

(۴۴۵) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، محولہ سابقہ، ص ۱۶۴۔۱۶۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی بیت المال اذالم یکن لہ مال ولا قرابة کذافی المضمرات (۴۴۶)

ترجمہ: ''کسی نے کوئی چھوٹا غلام یا باندی آزاد کی تو اس کا نفقہ آزاد کنندہ کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ بیت المال کے ذمہ ہے بشرطیکہ ان کے اپنے اموال نہ ہوں اور یہی حکم بوڑھے اور مرض مزمن کا شکار یا بیمار کا بھی ہے کہ ان کا نفقہ بیت المال پر واجب ہوگا، جب کہ ان کا اپنا مال یا کوئی رشتہ دار نہ ہو۔''

اور اگر کبھی کہیں ایسی صورت حال ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کا مال مسکین محتاج افراد کی معاشی کفالت کے لیے ناکافی ہو تو حکومت غنی مالداروں سے اپیل کر سکتی ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے اپنے ذاتی مال سے چندہ دیں۔ (۴۴۷) لیکن یہ ضروری نہیں کہ تمام ضروریات زندگی کے لیے اخراجات اموال زکوٰۃ ہی سے پورے کیے جائیں، کیوں کہ اسلامی حکومت کے بیت المال میں اموال زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے اموال بھی ہوتے ہیں انہیں اموال میں سے بقیہ ضروریات پوری کی جائیں گی۔ شرح زکوٰۃ میں اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ شرعاً اس کی اجازت ہے۔ (۴۴۸) بہرحال حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے معاشرہ کے تمام پسماندہ لاوارث یتیموں کی معاشی کفالت کرے۔ دیکھیے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

انا اولیٰ بالمومنین من انفسهم فمن مات وترک مالاً فماله لموالی العصبة ومن ترک کلاً اوضیاعاً فانا ولیّه فلادع له (۴۴۹)

ترجمہ: ''میں مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے بھی قریب ہوں۔ لہٰذا جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو وہ مال اس کے وارثوں کے لیے ہے اور جو شخص عاجز درماندہ قرابتدار اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑے تو مجھے اس کے لیے بلایا جائے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری نہ صرف نادار پسماندگان کی مالی امداد کرنا ہے بلکہ ان کی تمام ضروریات زندگی کو پورا کرنا حکومت کے ذمہ لازم ہے۔ دوسری ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قرض ہو تو اس کو بار آخرت سے سبکدوش کرانا

☆☆

(۴۴۶) عالمگیری: شیخ نظام وجماعة من العلماء الہند، محولہ سابقہ، ص ۵۷۰ ج ۱۔

(۴۴۷) اسلام کی اقتصادی تعلیمات: محمد طاسین، محولہ سابقہ، ص ۱۶۵۔

(۴۴۸) جواہر الفتاویٰ: مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی، محولہ سابقہ، ص ۳۵۶ ج ۲۔

(۴۴۹) صحیح بخاری: امام بخاری، محولہ سابقہ، ص ۹۹۹ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قرض خواہ کو اس کا حق دلوانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو اور اس نے ادائیگی قرض کے لیے کوئی سامان نہیں چھوڑا تو میرے ذمہ اس کی ادائیگی واجب ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضور اکرمؐ نے حدیث کا یہ ٹکڑا صرف اپنے لیے نہیں بلکہ الیٰ یوم القیامۃ تمام سربراہان مملکت اسلامیہ کے لیے دستور العمل کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے اور اپنے زمانہ میں بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض اس قانون پر خود عمل کر کے امت مسلمہ کو سبق دیا ہے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے بعض اوقات قرض لے کر ناداروں اور غریبوں کی دادرسی فرمائی اور ان کو ننگا بھوکا رہنے نہیں دیا۔ حضرت بلال حبشیؓ عہد رسالتؐ میں اس ادارہ مہمان نوازی اور امدادی فنڈ کے نگراں تھے۔ ابوداؤد اور سنن بیہقی میں حضرت بلالؓ سے روایت ہے:

وکنت انا الّذی الیٰ ذالک منذ بعثہ اللّٰہ الیٰ حین توفی وکان علیہ السّلام اذااتاہ الانسان مسلماً یراہ عاریاً یامرنی فا نطلق فاستقرض فاشتری لہ البردۃ فاکسوہ واطعمہ.

ترجمہ: "یعنی میں ہی حضورؐ کی بعثت سے لے کر وفات تک اس کا نگران تھا۔ آپؐ کے پاس کوئی مسلمان ننگا بھوکا آجاتا تھا تو آپ حکم دیتے تھے، پھر میں جا کر کسی سے قرض لیتا تھا، پھر اس رقم سے اس کے لیے کپڑے اور کھانے کا انتظام کرتا تھا۔"

اور حضرت بلالؓ کو حضورؐ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ:

انفق بلال ولا تخشیٰ من ذی العرش اقلالا (۴۵۰)

ترجمہ: "یعنی بلال خوب خرچ کرو اور صاحب عرش (اللہ تعالیٰ) پر بھروسہ رکھتے ہوئے تنگدستی سے نہ ڈرو۔"

الغرض کفالت عامہ کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر ہے۔ قانون اسلام کے مطابق حکومت اسلامیہ بیت المال سے خرچ کرے گی اور یہ فنڈ زکوٰۃ کے علاوہ ہوگا۔ اسلام نے تنگدستوں اور غریبوں بلکہ غریب و امیر تمام لوگوں کے مسائل زندگی حل کرنے کے لیے کن کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور کن کن چیزوں سے روکا اور منع کیا ہے اور اس کے لیے مستقل طور پر بیت المال کے مختلف فنڈز کی بنیاد رکھ کر نظام اموال کو رائج فرمایا ہے۔ مثلاً:

☆☆

(۴۵۰) مرقاۃ المفاتیح: ملا علی قاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۳۸۹ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۔اموال زکوٰۃ وعشر وغیرہ کے لیے صدقات کا فنڈ۔

۲۔مال غنیمت اسی طرح مالِ فئی ، مال دفینہ خواہ قدرتی طور پر ہو جیسے سونا چاندی تیل پیٹرول وغیرہ کے ذخائر ہیں، یا مصنوعی دفینہ (جیسے دفینہ کفار یا دفینہ مسلمان جس کا کوئی مالک نہیں) کا فنڈ۔

۳۔خراج کا فنڈ جس میں خراج موظف یا خراج مقاسم کے علاوہ غیر مسلموں سے بطور جزیہ یا صلح کے جو مال ملتا ہے، اس طرح غیر مسلموں سے بطور محصول چنگی جو کچھ وصول کیا جاتا ہے، اس کا فنڈ۔

۴۔غیر مملوکہ جائیداد، لاوارث متروکہ املاک وغیرہ کا فنڈ۔

۵۔وقف کی جائیداد اور دیگر اموال جو رفاہ عام کے لیے متعدد فنڈز قائم کر کے پھر اس کے لیے الگ الگ مصارف متعین ہیں بلکہ خیر القرون کے ادوار میں عمل کر کے دکھایا ہے تاکہ بعد والوں کو اسی دستور اسلامی کے مطابق مالیاتی نظام جاری کرنے میں سہولت رہے اور اصول اسلام کے سوا کسی دوسرے دستور کا سہارا لینا نہ پڑے اور کسی بھی وقت اور کسی زمانہ میں کسی فرد کے لیے بیت المال کے اموال ناجائز اختیارات وتصرفات سے استعمال کرنے کا حق نہ ہو اور جوں کا توں مخصوص فنڈ مخصوص مصارف میں صرف ہو سکے۔ چنانچہ پہلی قسم کے مصارف تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (۴۵۱) الگ سے متعین فرمادیے اور دوسری قسم کے مال کے مصارف بھی قرآن کریم کی آیت وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى (۴۵۲) سے بیان فرما دیے ہیں اور نبی کریمؐ جب تک زندہ رہے، اسی کے مطابق مختلف فنڈز کے اموال کو اپنے اپنے مصارف میں تقسیم فرماتے تھے۔ آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ بھی اس پر عمل کرتے رہے۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

مار واه محمد بن الحسن فى كتابه السّير انّ سيّدنا ابا بكر وسيّدنا عمر وسيّدنا عثمانؓ وسيّدنا علىؓ قسموا الغنائم علىٰ ثلاثة اسهم، سهم لليتامى وسهم للمساكين وسهم لابن السبيل بمحضر من الصحابة الكرام ولم ينكر

☆☆

(۴۵۱) القرآن:۹:۶۰۔

(۴۵۲) القرآن:۸:۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیھم احد فیکون اجماعاً منھم علی ذالک (۴۵۳)

ترجمہ: ''اور وہ روایت جس کو امام محمد نے کتاب السیر میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ وسیدنا عمرؓ وسیدنا عثمانؓ وسیدنا علیؓ اموال غنیمت کو تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے، ایک حصہ تو یتیموں کے لیے اور دوسرا حصہ نادار مسکینوں کے لیے، تیسرا حصہ مسافروں کے لیے اور یہ تقسیم غنائم صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں کی گئی تھی اور کسی نے اس تقسیم کے ضابطے پر اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ اس تقسیم پر گویا کہ تمام صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا ہے۔''

یعنی مال غنیمت اور مال فئی کے متعلق خلفائے راشدینؓ کا متفقہ عمل یہ تھا کہ اس کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ یتیموں کو اور ایک حصہ مسکینوں کو اور ایک حصہ نادار مسافروں کو دیا کرتے تھے اور اس پر پورے ادوار خلافت میں بلا ردو نکیر عمل چلتا رہا ہے جس سے واضح ہوا کہ اس پر گویا صحابہؓ کا اجماع ہو گیا ہے جو کہ ادلہ شرعیہ میں سے ایک مستقل دلیل ہے۔ (۴۵۴)

تیسری قسم کے اموال کا مصرف یہ ہے کہ اس کو دین کی نشر واشاعت، مسلمانوں کی اصلاح و فلاح، گورنروں، قاضیوں، مفتیوں، مدرسین، معلمین کی تنخواہوں اور دیگر اخراجات میں صرف کیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ دینی ادارے اور مساجد، مسافر خانے، سڑکوں کی تعمیر، سرحدوں کی حفاظت میں بھی صرف کیا جاتا تھا۔ (۴۵۵)

چوتھی قسم کے اموال فقراء ومساکین، مریضوں کے علاج ومعالجہ اور ایسے لوگوں کے کفن ودفن پر جنہوں نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور لاوارث بچوں اور بے روزگاروں پر صرف کیا جاتا رہا۔ (۴۵۶)

پانچویں قسم کا مال دراصل اموال بیت المال میں سے نہیں اور یہ اموال وقف ہیں، پھر بھی چونکہ حکومت اسلامیہ اس مد کو اپنی نگرانی میں قانون وقف کے مطابق ایسی جگہوں میں صرف کرتی ہے جن مصارف کے لیے وقف ہیں تو یہ بھی ایک قسم کے بیت المال کے فنڈ میں شمار ہوگا۔

☆☆

(۴۵۳) البدائع الصنائع: علامہ کاسانی، محولہ سابقہ، ص ۱۳۵ ج ۷۔

(۴۵۴) جواہر الفتاویٰ: مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی، محولہ سابقہ، ص ۳۵۶۔۳۶۰ ج ۲۔

(۴۵۵) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی، محولہ سابقہ، ص ۶۹ ج ۲۔

(۴۵۶) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی، محولہ سابقہ، ص ۶۹ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال بیت المال میں مختلف قسم کے اموال جمع ہوتے ہیں ان کو اپنے اپنے مصارف مخصوصہ میں صرف کرنا اسلامی حکومت کے ذمہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کیا جا سکتا کہ حکومت کے بیت المال میں جو بھی مال آ جائے اور جس طریقے سے آ جائے سب ہی کو خلط ملط کر کے جس مصرف میں چاہے اور جہاں چاہے بلا تفریق جائز و ناجائز حکومت صرف کرنے لگے۔ لیکن بیت المال کے تمام اموال کو شرعی قوانین و ضوابط کے مطابق وصول کر کے ہر ایک کے لیے متعین مصرف میں خرچ کرنے کے باوجود اگر کسی مد میں کمی پڑ جائے تو مطلق انفاق کے تحت مسلمان کو اختیار ہوگا کہ امداد باہمی کا فنڈ قائم کرے اور ارباب دولت کو اسی امداد باہمی کے فنڈ میں مال جمع کرنے کا حکم دے۔ چنانچہ اس پر حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ سے روایت موجود ہے۔ (۴۵۷) اس کی مزید تفصیل آئندہ آنے والے ایک مستقل باب میں ذکر کی جائے گی کہ حکومت کے ذرائع آمدنی کون سے ہوں گے۔ بہر حال اسلام نے نظام حکومت کا جو نقشہ تیار کیا ہے اس میں نہ مذموم سرمایہ داری کا گزر ہو سکتا ہے اور نہ طبقاتی جنگ کا امکان ہے۔ اس کا معاشی نظام نہ افراد کے انفرادی حقوق کو سلب کر کے تعطل و جمود پیدا کرتا ہے اور نہ افراد کو جماعتی زندگی سے کاٹ کر بالکل آزاد چھوڑتا ہے اور بلا شبہ اس کا معاشی نظام نفع بازی کی بنیادوں پر نہیں بلکہ انسانوں کی حاجت روائی کی اساس پر قائم ہے۔ اس کی معیشت کا دستر خوان فاتح و مفتوح، آزاد و غلام، اسود و احمر اور مسلم و کافر سب کے لیے وسیع ہے۔ وہ زیردستوں پر ارباب قوت کو مسلط نہیں ہونے دیتا اور ارباب دولت کو حصول دولت میں اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ غریبوں کو اپنا آلہ کار بنا لیں، وہ سب کو بخشتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا اور مزدور و کاشتکار ہی نہیں بلکہ ہر زیردست کو بلند کرتا اور جماعت کے ہر فرد کے درمیان اخوت اور عالمگیر مساوات کا رشتہ قائم کرتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کیا خوب لکھا ہے: ''اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر وہ ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے اور نہ مفلس و محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔ (۴۵۸)

☆☆

(۴۵۷) جواہر الفتاویٰ: محمد عبد السلام، بحولہ سابقہ، ص ۳۶۰۔۳۶۱ ج ۲۔

(۴۵۸) اسلام کا اقتصادی نظام: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، بحولہ سابقہ، ص ۱۰۴۔۱۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بابِ ششم

خواتین اور بچوں کے لیے اسلامی نظامِ کفالت کا دائرۂ کار

فصلِ اوّل:

خواتین عہدِ جاہلیت میں

اسلام کی ضوفشانی سے قبل عورت کے مقام و مرتبہ کا تصور بھی محال تھا، اسے نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عورت کو عہد جاہلیت میں صرف مرد کے جذبات نفسانی اور خواہشات ذاتی کا سامان سمجھا جاتا تھا۔ لڑکی کی پیدائش ذلت و عار کا باعث سمجھی جاتی تھی۔ (۴۵۹) اور عرب جاہلی معاشرہ میں بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی جاتی تھی۔ اس لیے کہ لڑکے حالت جنگ میں قبیلہ کی طرف سے جنگ کا ہراول دستہ ثابت ہوتے اور مدافعت کرتے تھے، جب کہ لڑکیاں اپنی مدافعت کے لیے بھی بھائیوں کی محتاج تھیں۔ چہ جائیکہ وہ قبیلہ کی مدافعت اور حالت جنگ میں مددگار ثابت ہوتیں۔ چنانچہ عہد جاہلیت میں لڑکیاں مرد کے لیے جنگی نقطہ نظر سے ایک بہت بڑا بوجھ تھیں...... جب کہ مالی میراث کے بارے میں عرب اہل جاہلیت کا یہ نظریہ تھا کہ جائیداد کا وارث اور حق دار صرف ور صرف مرد ہے، اس لیے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اسلحہ اٹھاتا ہے، جنگ کرتا ہے، جب کہ عورتیں ان صفات سے محروم ہیں۔ لہٰذا وہ وارث بننے یا ورثہ کی حقدار نہیں ہو سکتیں۔ (۴۶۰) زمانہ جاہلیت میں مدینہ والوں

☆☆

(۴۵۹) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: محمد ثانی بحولہ سابقہ، ص ۲۹۷۔

(۴۶۰) تاریخ الجاہلیۃ: عمر فروخ، بیروت، ''دار العلم'' ۱۹۶۴ء، ص ۱۵۷۔۱۵۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے جب کوئی مرجاتا تو متوفی کا کوئی رشتہ دار اس کی بیوی پر ایک کپڑا ڈال دیتا اور اس کا وارث ہوجاتا اور اس سے نکاح کرلیتا۔ اگر خود یا کوئی دوسرا اس سے نکاح نہ کرتا تو اس کو اپنے پاس روک لیتا۔ یہاں تک کہ وہ جان چھڑانے کے لیے اس کو کچھ فدیہ دیدیتی۔ (۴۶۱)

معروف فرانسیسی محقق اور مورخ ڈاکٹر گستاولی بان (Gustavelebon) ''تمدن عرب'' میں عہد جاہلیت میں عورت کے مقام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''زمانہ جاہلیت میں عورتیں انسان اور حیوانات کے درمیان ایک قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھیں جن کا مقصد محض ترقی نسل اور مردوں کی خدمت تھا، لڑکیوں کا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کی جاتی تھی اور ان کو زندہ درگور (زندہ دفن) کردینے کی رسم بہت عام تھی۔ انہیں یہ زندہ دفن کردینے کا حق اسی طرح حاصل تھا جیسے کتیا کے جھول کو پانی میں ڈبودینے کا۔''

فرانسیسی عالم ''موسیو کوسان دی پرسوان'' نے آنحضرت ﷺ اور قیس بن تمیم کے مکالمہ کو نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کا خیال لڑکیوں کے بارے میں کیسا تھا۔

''آنحضرت ﷺ اس وقت ایک معصوم بچی کو رانوں پر بٹھائے کھلا رہے تھے قیس نے پوچھا! یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ کھلا رہے ہیں؟ قیس نے کہا: باللہ العظیم میری ایسی بہت سی لڑکیاں پیدا ہوئیں، لیکن میں نے ان سب کو زندہ دفن کردیا اور کسی کو بھی نہ کھلایا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اے بھلے آدمی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں کسی قسم کی انسانی محبت پیدا نہیں کی، یہ تو ایک نعمت عظمیٰ ہے جو انسان کو دی گئی ہے تو اس سے محروم ہے۔ (۴۶۲)

عہدِ جاہلیت میں لڑکیوں کی رضا کارانہ کفالت

اسلام سے قبل عرب جاہلیت کے اس معاشرے میں جہاں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذموم اور ظالمانہ رسم جاری تھی، اسی معاشرے میں بعض ایسے رحمدل اور انسان دوستوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ جو زندہ درگور ہونے سے بچانے کے لیے بچیوں کے ماں باپ کو فدیہ کی رقم دے کر ان کی زندگیوں کو تحفظ فراہم کرتے تھے۔ قابل تعریف اور انسان دوستی کے جذبہ سے سرشار

☆☆

(۴۶۱) اسلام کے معاشی نظریئے: محمد یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۸۴۔

(۴۶۲) تمدن عرب: گستاولی بان، مترجم سید علی بلگرامی، ہند ''مطبوعہ مفید عام آگرہ'' ۱۸۹۶ء، ص ۳۷۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکیوں کی زندگیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے والوں میں زید بن عمرو بن نفیل کا تذکرہ خصوصیت سے ملتا ہے۔ چناں چہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو زید اس سے کہتا! اسے قتل نہ کریں اس کی روزی کا کفیل ہوں اور لڑکی کو اس شخص سے لے لیتا۔ جب وہ لڑکی جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتا! اگر تو چاہے تو میں لڑکی تیرے حوالہ کر دوں ورنہ میں اس کی خوراک کی کفالت کرتا رہوں گا۔ جب کہ اسی سلسلہ کا دوسرا نام صعصعہ بن ناجیہ کا آتا ہے جس نے زرفدیہ ادا کر کے تین سو ساٹھ بچیوں کی زندگی کو تحفظ فراہم کیا۔ (۴۶۳)

دیگر اقوام و مذاہب عالم میں عورت کی معاشی حیثیت

یونانی تہذیب جسے تاریخ عالم میں گہوارہ تمدن اور مثالی تہذیب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس تہذیب کے ابتدائی دور میں صنف نازک، قانونی، اخلاقی، معاشی اور معاشرتی حقوق ہی سے نہیں بلکہ آزادی سے بھی محروم تھی، اسے ایسے گھروں میں جو راستہ سے دور ہوتے مقید رہنا پڑتا جہاں رکھا جاتا ان گھروں میں کھڑکیاں کم ہوتیں اور دروازوں پر پہرے دار بیٹھے ہوتے تھے۔ یونان کی قدیم تہذیب میں باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ تھا اور اسے یہ حق حاصل تھا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کر دے، اسی طرح بھائی کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ وہ بہنوں کو فروخت کر سکتا تھا۔ قدیم یونانی تہذیب میں باپ کے انتقال کے بعد جائیداد کی وارث نرینہ اولاد ہوتی، عورت کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ یونانی جو تہذیب قدیم میں سب سے زیادہ مہذب اور شائستہ تصور کیے جاتے تھے، بیوی کو محض ایک اثاثہ سمجھتے تھے جسے خرید و فروخت کیا جا سکتا تھا، بلکہ وصیتاً منتقل بھی کیا جا سکتا تھا۔ (۴۶۴) قدیم بابلی تہذیب کے مطالعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب میں بھی عورت کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا تھا۔ یہی صورت حال وسطی اسپیرین اور سائبیرین قوموں کی تہذیب و قانون کی تھی۔ ان کے ہاں بھی بیٹے ہی کو جائیداد کا وارث قرار دیا جاتا تھا اور بیٹی کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا۔ قدیم بابلیوں کے عہد حکومت میں جو تقریباً ۴۵۰۰ قبل مسیح کا زمانہ ہے عورتیں روپوش رہتی تھیں اور باپ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ

☆☆

(۴۶۳) بلوغ الارب فی احوال العرب: محمود شکری آلوسی، مترجم پیر محمد حسن، لاہور، "مرکزی اردو بورڈ" ۱۹۶۷ء، ص ۵۶۷۔۵۳۱ ج ۳۔

(۴۶۴) روح اسلام: امیر علی بحوالہ سابقہ، ص ۳۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کے وقت اپنی لڑکیوں کو فروخت کر دے۔

ہیروڈوٹس لکھتا ہے!

قدیم بابلیوں کے ہاں جن لوگوں کی بیٹیاں جوان ہو جاتی تھیں، وہ سال میں ایک مرتبہ انہیں مخصوص مقام پر لے جاتے جہاں تماشائیوں کا ٹھٹ لگ جاتا، ایک سرکاری کارندہ باری باری ان لڑکیوں کو بلاتا اور اپنے سامنے کھڑی کر کے بولی دے کر بیچ دیتا۔ (۴۶۵)

قدیم رومن تہذیب میں عورت ہر قسم کے مذہبی، قانونی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق سے محروم تھی، اسے قانوناً عرصہ دراز تک ذلت ورسوائی کی پستیوں میں مقید رکھا گیا۔ خاندان کا سربراہ باپ یا شوہر ہوتا، رومیوں نے عورت کی عملاً زبان بندی کے لیے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا، اس تالے کو وہ ''موزلیسیر'' کہتے تھے۔ (۴۶۶)

انگلستان جو آج تہذیب وتمدن کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور اپنے تئیں آزادی نسواں کا علمبر دار بتاتا ہے۔ ۱۷۵۷ء میں جہالت اور ظلم کا مرکز تھا وہاں عورت کی حیثیت نہایت ذلیل تھی۔ عموماً کمزور اور بدصورت لڑکیاں مار ڈالی جاتی تھیں۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں انگلستان کے ہر گوشے میں عورت کو نوکروں کے زمرے میں داخل کیا جاتا تھا اور ان کو سوسائٹی کے لیے ایک بدنما داغ سمجھا جاتا تھا۔ عورت کا یہ فرض تھا کہ وہ اپنے شوہر اور اپنے سرپرست اور پادری کی غلامی کرے۔ (۴۶۷)

میسوپوٹیمی (جدید عراق کے جنوبی نصف) تہذیب کئی ہزار سال پر محیط ہے اور اس میں سمیری، عکادی، بابلی، آشوری تہذیبوں اور آبادیوں کے ایک پورے سلسلہ کا عروج وزوال شامل ہے۔ ''حمورابی'' ۱۷۲۵ قبل مسیح نے مردوں کو عورت کے رہن رکھنے پر تین سال تک اختیار دے رکھا تھا۔ بعد کے آشوری قانون ۱۲۰۰ قبل مسیح نے عورتوں کو جو رہن رکھی جاتی تھیں، مارنے پیٹنے ان کے کان چھیدنے یا مروڑنے کی اجازت بھی دی تھی۔ (۴۶۸)

قدیم ایران میں دو طرح کی بیویاں تھیں، ایک زن پادشائی ہا، دوسری زن چگاری ہا، پہلی قسم

☆☆

(۴۶۵) روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلالپوری، جہلم ''مکتبہ ندارد'' ۱۹۹۱ء ۳۶۔

(۴۶۶) اسلام میں عورت کی قیادت: ایم۔ ایس ناز، لاہور، ''مکتبہ عالیہ'' ۱۹۸۹ء ص ۱۵۔

(۴۶۷) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی، بحوالہ سابقہ، ص ۳۰۹۔ ۳۱۰۔

(۴۶۸) عورت جنسی تفریق اور اسلام: لیلیٰ احمد، مترجم خلیل احمد، لاہور، ''مطبوعہ مشعل'' ۱۹۹۵ء، ص ۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بیوی اوران کی اولاد کو جائیداد میں حصہ ملتا تھا لیکن زن چگاری ہا اوران کی اولاد (جائیداد سے محروم ہوتی تھی)۔(۴۶۹)

شہرستانی کا بیان ہے کہ مزدک نے عورتوں کو بلا امتیاز عام مردوں کے لیے حلال قرار دے دیا۔اور مال وعورت کو آگ، پانی اور چارہ کی طرح مشترک اور عام کردیا۔(۴۷۰) ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار عورتوں کے بارے میں ہندوؤں کے افکار ونظریات کے متعلق لکھتا ہے:

''عورت کبھی آزاد نہیں ہوسکتی، وہ میراث نہیں پاسکتی، شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہوگی۔'' (۴۷۱)

معاشی معاملات میں عورت کی حق تلفی سے زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کی موت کے ساتھ ہی عورت کے سامنے دو راستے رکھے جاتے تھے۔یا تو وہ اپنے شوہر کی چتا پر جل مرتی اور ''ستی'' کہلاتی یا ساری عمر دکھ بھگتی۔ یہ رسم بد برہمنی دور تمدن سے شروع ہوئی۔بیوہ کا سر منڈا دیتے تھے وہ صرف صبح کے وقت روکھی سوکھی کھا سکتی تھی اور ہر وقت میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتی تھی۔لوگ اس کے سائے کو بھی منحوس سمجھتے تھے۔انہی مصائب سے نجات پانے کے لیے موت کو زندگی پر ترجیح دے کر عورتیں ''ستی'' ہو جاتی تھیں۔اوران کا ترکہ برہمنوں کو ملتا تھا۔(۴۷۲) چین کی قدیم تہذیب میں شہنشاہ کی موت پر اس کی کنیزیں بھی اس کے ساتھ مقبرے میں دفن کر دی جاتی تھیں تاکہ اگلے جہاں میں بھی وہ ان کے حسن و جمال سے تمتع کر سکیں۔

قحط کے دنوں میں ماں باپ اپنے بچوں کو اونے پونے فروخت کر دیتے تھے۔باپ اس بات کا مجاز تھا کہ بیٹیوں اور سرکش بچوں کو لونڈی غلام بنا کر بیچ ڈالے۔(۴۷۳)

☆☆

(۴۶۹) ایران بعہد ساسانیاں: آرتھر کرسٹن مترجم ڈاکٹر محمد اقبال، دہلی ''انجمن ترقی اردو بورڈ'' ۱۹۴۱ء، ص ۱۴۱۔الملل والنحل۔

(۴۷۰) الملل والنحل: الشہرستانی، مصر، ''مطبعۃ الازہریۃ'' ۱۹۷۰ء، ص ۸۶۔

(۴۷۱) Encyclopedia of Religion and Ethics: New York, 1921, P.271, Vol.V.

(۴۷۲) روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، محولہ سابقہ، ۲۳۶۔۲۳۷۔

(۴۷۳) روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، محولہ سابقہ، ص ۲۷۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر مذاہب میں خواتین کی معاشی حیثیت

یہود جو اپنی پوری تاریخ میں اخلاقی انحطاط کے ساتھ حرص وطمع کے لیے ہمیشہ سے مشہور چلے آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ انصاف کیسے کر سکتے تھے، جب کہ عورت پر کسی مالی نفع کے بجائے اس پر خرچ ہی کیا جاتا ہو۔ اس لیے ان کے ہاں بیٹیوں کا درجہ بیٹوں سے کم بلکہ نوکر چاکر سے بھی بدتر تھا، بھائیوں کی موجودگی میں اسے میراث کا حق نہ تھا۔ حتیٰ کہ باپ اس کو فروخت بھی کر سکتا تھا۔ (۴۷۴) یہودیوں کی مستند "جیوش انسائیکلوپیڈیا" میں ہے کہ معصیت اول چوں کہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی۔ لہٰذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم، اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ (۴۷۵) عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ غلط نظریہ قائم کر لیا گیا ہے کہ عورت آدمؑ کو جنت سے نکلنے کی ذمہ دار ہے۔ اس بناء پر عیسائیت میں عورت کو گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا۔

۱۷۵ء میں رومۃ الکبریٰ جیسے ترقی یافتہ مرکز روحانیت میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی۔ ان پر جانوروں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقے کو آرام پہنچانا بنی نوع انسان پر ظلم کرنا ہے۔ (۴۷۶) بعد کے ادوار میں مسیحیت نے مرد وعورت کے جائز تعلق، شادی اور نکاح کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجرد کی زندگی پر زور دیا۔ ممتاز عیسائی پادریوں کے متعلق تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے عورت سے دوری اور تجرد کے باعث ماؤں تک سے راہ فرار اختیار کر کے جنگلوں میں پناہ لی اور ماؤں سے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عورتیں ہیں، دوری اختیار کر لی۔ (۴۷۷)

☆☆

(۴۷۴) محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق: محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳۴۰۔

(۴۷۵) مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز خان، لکھنو، "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۴۷۶) محسن انسانیتؐ اور انسانی حقوق: محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳۴۱۔۳۴۳۔

(۴۷۷) المرأۃ بین الفقہ والقانون: مصطفیٰ سباعی، بیروت، "المکتب الاسلامی" ۱۴۰۲ھ، ص ۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر الہامی مذاہب اور خواتین کے معاشی حقوق

ہندومت

ہندوستان میں ''منو'' کے قانون کے مطابق باپ، شوہر یا دونوں کی وفات کی صورت میں بیٹے سے علیحدہ عورت کا کوئی مستقبل اور کوئی حق نہیں۔ چناں چہ عورت بچپن میں باپ کی مطیع ہوتی ہے، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی، اگر بیٹے بھی نہ ہوں تو اپنے اقرباء کی۔ لہٰذا عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خود مختار زندگی گزار سکے۔ وہ کسی معاملے میں بھی خود مختار نہیں، معاشی حق تلفی سے بھی زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کے مرنے کے ساتھ ہی مرجانا اور اس کی ''چتا'' پر ''ستی'' ہوجانا ضروری تھا۔ (۴۷۸) عورت اور شودر دونوں کو نردھن (جائیداد) سے محروم کردیا گیا ہے۔ (۴۷۹)

لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں۔ (۴۸۰)

کسی عورت کو خاوند سے حکومت نہیں مل سکتی۔ (۴۸۱)

اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو اسے جائیداد کی خرید وفروخت کا کوئی اختیار نہیں (۴۸۲) اولاد کے ہوتے ہوئے بھی بیٹی وارث نہیں بلکہ متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) وارث ہوتا ہے۔ (۴۸۳)

بدھ مت

''بدھ مت'' ایک مشہور ومعروف مذہب ہے جس کی تعلیم مساوات پر مبنی بتائی جاتی ہے اور جس کے ہاں برہمن، شودر، امیر وغریب، ادنیٰ واعلیٰ اور بلند وپست سب برابر ہیں اور جو پریم

☆☆

(۴۷۸) المرأۃ فی القرآن: عباس محمود عقاد، بیروت، ''دار الکتب العربی''، ۱۹۶۷ء، ص ۷۳۔

(۴۷۹) یجروید ادھیا: ۸، منتر ۵، منو ادھیا ۸، شلوک ۴۱۶، ادھیاک ۹، شلوک ۱۹۹۔

(۴۸۰) اتھروید کانڈ: (۱)، شلوک ۱۷، منتر (۱)، یجروید ۸؟ ۵، نرکت ۳، ۴، منو ر، ۹/۱۹۹۔

(۴۸۱) اتھروید کانڈ: (۱)، شلوک، منتر (۱)

(۴۸۲) ایضاً: محولہ بالا۔

(۴۸۳) منو ادھیا: ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائقی کا حامی ہے وہ بھی عورت کے حق میں رحمدل نہیں ہے۔(۴۸۴)

اس مختصر سے تاریخی و تحقیقی تجزیہ کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اسلام جو ایک عالمگیر مذہب ہے اس نے اس طبقہ نسواں، صنف نازک کو کیا حقوق دیئے جب کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا سب سے زیادہ خواتین کے حقوق کے حوالے سے اسلام ہی کو ہدف تنقید بناتی ہے، اور خصوصاً معاشی حقوق کے اعتبار سے خواتین کو وہ اسلام کا سب سے مظلوم ترین طبقہ شمار کرتے ہیں۔ لیکن ہم آئندہ صفحات میں یہ تحقیق پیش کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ اعتراض کہاں تک درست ہے اور اسلام نے واقعتاً خواتین کو معاشی حقوق نہیں دیے یا یہ صرف ایک لغو اعتراض ہے۔

اسلام کے احسانات خواتین پر

تاریخ امم، تہذیب اقوام اور مذاہب عالم کے تاریخی، تحقیقی اور تقابلی مطالعہ کی روشنی میں ''صنف نازک'' پر تاریخ انسانی کے تاریک ترین ادوار اور بہیمانہ مظالم کی اس طویل تاریخ کے مطالعہ کے بعد ''صنف نازک'' کے محسن اعظم اور حقوق نسواں کے مثالی علمبردار، انسانیت کے تاجدار ﷺ کے طبقہ نسواں پر احسان عظیم پر مبنی فرامین کی اہمیت و عظمت کے متعلق یہ کہنا کہ آسمان نے روز و شب کی ہزار کروٹیں بدلیں، لیکن احترام نسواں کے لیے اس سے زیادہ پر درد اور پرخلوص آواز نہیں سنی مبالغہ نہیں۔

ایک زمانہ تھا جب صنف نازک، تہذیب، تاریخ، اقوام اور مذاہب عالم میں بہیمانہ مظالم کا شکار تھی، اسے مجسم گناہ، گناہوں کا مخزن، ہزار مکاریوں کا محل، امرت ملا ہوا زہر، زہریلی ناگن اور اژدھے کے غصہ سے تشبیہ دی جاتی تھی، جہنم کا دروازہ اور بدی کا منبع تصور کیا جاتا تھا۔

عورت مظلوم و مقہور، محکوم و مجبور، مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس ذلت و رسوائی کے سیاہ بادلوں کے خاتمہ کے لیے دست بدعا تھی کہ رحمت خداوندی جوش میں آئی، عورت کی دنیا پر چھائی ہوئی تاریکی کے مہیب بادل چھٹ گئے۔ اس کی شام غم صبح عید سے بدل گئی کہ ۹ ذی الحج ۱۰ھ بروز جمعہ ۶ مارچ ۶۳۲ء کو طبقہ نسواں کے محسن اعظم ﷺ نے میدان عرفات میں ایک لاکھ تیس ہزار نفوس قدسیہ ؓ سے ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے موقع پر فرمایا:

☆☆

(۴۸۴) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: محمد ثانی بحوالہ سابقہ، ص ۳۵۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

""لوگو!
تمہاری بیویوں کا تمہارے ذمہ حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے...... بلاشبہ عورتیں تمہارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز پر قادر نہیں، بلاشبہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے۔ لہٰذا عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو۔" (۴۸۵)

غیر مسلم مفکرین کا اعترافِ حقیقت

عورت چوں کہ تمدن انسانی کا مرکز و محور اور باغ انسانیت کی زینت ہے۔ اس لیے اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کیے جن کی وہ مستحق تھی۔ اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام و تہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال و ملکیت رکھنے کا حق دیا، شوہر سے ناچاقی کی صورت میں خلع کا حق دیا۔ نکاح ثانی کی اجازت دی، وراثت میں اس کو حصہ دلایا، اسے معاشرے کی قابل احترام ہستی قرار دیا اور اس کے تمام جائز قانونی، معاشی و معاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاؤلی بان "اسلام کا اثر مشرقی عورتوں کی حالت پر) کے عنوان کے تحت رقمطراز ہے:

"اسلام نے مسلمان عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا، انہیں ذلت کے بجائے عزت و رفعت سے سرفراز کیا اور کم و بیش ہر میدان میں ترقی سے ہمکنار کیا۔ چناں چہ قرآن کا قانون وراثت و حقوق نسواں یورپ کے قانون وراثت اور حقوق نسواں کے مقابلے میں بہت زیادہ مفید اور زیادہ وسیع اور فطرت نسواں سے قریب تر ہے۔" (۴۸۶)

اسلام اور خواتین کی معاشی کفالت

قرآن کریم خواتین کے بارے میں حد اعتدال قائم کرتے ہوئے ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کے حکم سے بھرا پڑا ہے، نہ تو وہ تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کی طرح خواتین کو

☆☆

(۴۸۵) خطبہ حجۃ الوداع: صبا ردانش، کراچی، "صدیقی ٹرسٹ"، سلسلہ اشاعت، (۱۹۶۵) (س۔ن)۔
(۴۸۶) تمدن عرب: گستاؤلی بان، محولہ سابقہ، ص ۲۷۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردوں کے مساوی قرار دیتا ہے اور نہ ہی مذاہب باطلہ کی طرح انہیں انسانیت کے دائرے ہی سے خارج کرتا ہے بلکہ جو اس کا فطری مقام ہے اس کی مناسبت سے اس کے حقوق کا تعین کرتا ہے جو کہ اسلام کی صداقت و حقانیت کی واضح دلیل ہے۔ چناں چہ پہلے تو قرآن واضح الفاظ میں اس فطری تفاوت اور غلط فہمی کا ازالہ کرتا ہے کہ مرد و زن یکساں صلاحیت کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا جو چیز ناممکن ہو اس کی آرزو و تمنا بھی وقت کا ضیاع ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ (۴۸۷)

ترجمہ: ’’اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر، مردوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔‘‘

بعض عورتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے، عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مردوں کو دہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے۔ اس آیت میں ان سب کا جواب دیا گیا۔ (۴۸۸) اس آیت میں جنسی تفریق کو مٹانے کی آرزو کی مذمت کی گئی اور جو چیز کارآمد ہے اس کی ترغیب دی گئی یعنی اعمال کے اعتبار سے آخرت میں مرد و زن کا تفاوت نہ ہوگا، وہاں اجر میں مساوات ہوگی تو اس کی طلب کا حکم دیا گیا۔ آیت میں ایک عمومی حکم تھا کہ اللہ کا جو بنایا ہوا نظام فطرت ہے اس کے ساتھ افضل و مفضول کا ہونا ایک لازمی چیز ہے اور اس نظام کے تحت ہی ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے نوع انسانی میں بھی یہ تقسیم جاری فرمائی اور مرد کو عورت پر برتری عطاء فرمائی، پھر اس برتری کی وجہ بھی اگلی آیت میں بیان فرما دی گئی۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۴۸۹)

ترجمہ: ’’مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے

☆☆

(۴۸۷) القرآن: ۴:۳۲۔

(۴۸۸) تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی، جدہ، ’’مملکت سعودی عربیہ‘‘ ۱۴۰۹ھ، ص ۱۰۷۔

(۴۸۹) القرآن: ۴:۳۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال۔"

خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران بنادیا۔ دو وجہ سے اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم و عمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ دوسری وجہ کسبی ہے یہ کہ مرد عورت پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا "تکفل" کرتے ہیں۔ (۴۹۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے نفقہ کی مکمل ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اور شادی کے بعد سب سے زیادہ اس کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوگا۔ چنانچہ ان کو نکاح میں لانے سے پہلے قرآن نے ان کی معاشی خوشحالی کی ضمانت کے لیے مہر کا عطیہ ان کے لیے مقرر کر دیا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۴۹۱)

ترجمہ: "اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کی خوشی سے۔"

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانہ جاہلیت میں عورت کو میراث میں سے نہ صرف یہ کہ حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ اس کے ولی یا شوہر کے انتقال کے بعد اس کو بھی میراث کی مانند اثاث البیت شمار کر کے اس پر قبضہ جمالیا کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا (۴۹۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی۔"

نہ صرف یہ کہ قرآن نے عورت کو ورثہ بنانے سے روکا بلکہ خود عورت کو میراث میں حصہ دار قرار دیدیا۔

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (۴۹۳)

☆☆

(۴۹۰) تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی محولہ سابقہ، ص ۱۰۸۔

(۴۹۱) القرآن: ۴:۴۔

(۴۹۲) القرآن: ۴:۱۹۔

(۴۹۳) القرآن: ۴:۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت حصہ مقرر کیا ہوا۔''

اسی طرح شوہر کی جائیداد میں بھی اس کو حصہ دار قرار دیا گیا:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ (۴۹۴)

ترجمہ: ''اور عورتوں کے لیے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا۔''

اسلام نے عورت کو جائیداد کا مالک صرف شوہر کی وفات کے بعد ہی نہیں بنایا بلکہ زندگی میں بھی اگر شوہر کسی دوسری عورت کو شریک حیات بناتا ہے تو اس کو حکم ہے کہ پہلی بیوی کو دیے گئے اموال واپس نہ لو وہ انہی کی ملکیت میں رہنے دو۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا (۴۹۵)

ترجمہ: ''اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے کچھ۔''

اسلام نے شادی کے اخراجات کی تمام تر ذمہ داری چوں کہ مرد پر عائد کی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص مالی حیثیت سے اتنا مستحکم نہ ہو تو اس کو مسلمان کی آزاد عورت سے نکاح کرنے کے بجائے لونڈی سے نکاح کا مشورہ دیا گیا ہے، تاکہ آزاد مسلمان عورت کا جو اعزاز ہے، اس کو دھچکہ نہ لگے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (۴۹۶)

ترجمہ: ''اور جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان تو نکاح

☆☆

(۴۹۴) القرآن: ۴: ۱۲۔

(۴۹۵) القرآن: ۴: ۲۰۔ (۴۹۶) القرآن: ۴: ۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں، جو تمہاری آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان۔"

اسی طرح قرآن کریم کی دیگر صریح نصوص ہیں جن میں عورت کی مکمل معاشی حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس کا انتظام شادی سے قبل باپ کے ذمہ ہے جس کی تفصیل بچوں کے حقوق کے ضمن میں آئے گی۔ اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر شوہر کے ذمہ عائد کی گئی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۴۹۷)

ترجمہ: "اور جس کا بیٹا ہے اس کے ذمہ یعنی (والد کے ذمے) ان کی ماؤں کا کھانا کھلانا اور ان کے لباس کا بندوبست کرنا ہے عام دستور کے موافق۔"

ایک مقام پر رہائش کی سہولت عورت کو خاوند کی طرف سے ملنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِكُمْ (۴۹۸)

ترجمہ: "اپنی بیویوں کو رہائش دو اپنے ساتھ جہاں تم خود رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔"

قرآن نے تفریق زوجین کے وقت بھی مدت عدت کا نفقہ شوہر کی "کفالتی" ذمہ داریوں میں شامل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (۴۹۹)

ترجمہ: "اور اگر تمہاری بیویاں (طلاق شدہ دوران عدت) حمل سے ہوں تو وضع حمل تک ان پر تم خرچ کرو۔"

آج مغربی حقوق نسواں کے علمبرداروں کے جھوٹے اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے مسلم معاشرہ کی بھی بہت سی پڑھی لکھی مسلم خواتین اپنے مذہب سے شاکی نظر آتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اسلام نے ان کو چار دیواری میں قید کر دیا یہ معاشی میدان میں ہمیں بھاگ دوڑ کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن یہ شکایت بہت سطحی اور اپنے حقوق معاش سے لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ بنظر غائر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کو عملی جامہ پہنا دیا جائے تو شاید غیر مسلم خواتین

☆☆

(۴۹۷) القرآن: ۲:۲۳۳۔

(۴۹۸) القرآن: ۶۵:۶۔

(۴۹۹) القرآن: ۶۵:۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں بلکہ ہو رہی ہیں جیسا کہ بون یونیورسٹی کے ایک جرمن پروفیسر روڈلف شنجبر نے اپنے دورہ قاہرہ ۱۹۹۳ء میں یہ انکشاف کیا کہ گزشتہ دس ماہ کے دوران دس ہزار جرمن عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

جرمن سے شائع ہونے والے ایک کثیر الاشاعت اخبار ''ویرشنجیل'' نے اپنے تین تازہ شماروں میں تین قسطوں پر مبنی ''جرمن میں اسلام'' کے عنوان سے ایک تحقیقی مضمون شائع کیا جس میں بتایا گیا کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران آٹھ ہزار جرمن عورتیں اسلام قبول کر چکی ہیں۔ (۵۰۰)

عورت کے بارے میں ''گورباچوف'' کا نظریہ

اگر یہ باتیں صرف میں کہتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ سب باتیں آپ تعصب کی بناء پر کہہ رہے ہیں لیکن اب سے چند سال پہلے سوویت یونین کے سابق صدر ''میخائل گورباچوف'' نے ایک کتاب لکھی ہے ''پروسٹرائیکا'' آج یہ کتاب ساری دنیا میں مشہور ہے اور شائع شدہ شکل میں موجود ہے۔ اس کتاب میں گورباچوف نے عورتوں کے بارے میں (Status of Women) کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے۔ اس میں اس نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ بات لکھی کہ:

''ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بے شک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کیے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا، اس لیے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں، لیکن پیداوار کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پیداوار کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے، لہٰذا میں اپنے ملک میں ''پروسٹرائیکا'' کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں، اس میں میرا ایک بہت بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے، اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے ورنہ جس طرح

☆☆

(۵۰۰) مغربی خواتین میں اسلام کا رجحان: مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی، ''میمن اسلامک پبلشرز'' ۱۴۱۵ھ، ص ۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے، اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی۔ یہ الفاظ میخائل گورباچوف نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں وہ کتاب آج بھی بازار میں دستیاب ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔(۵۰۱) لیکن افسوس کہ آج مسلم خواتین اپنے مذہب پر تنقید کر کے اپنے لیے بے حیائی اور فحاشی کا راستہ کھول رہی ہیں اور آزادی کے نام پر بے راہ روی کا شکار ہونے میں فخر محسوس کر رہی ہیں اور مغرب کے حق میں اپنی رائے دے کر مغربی زندگی کو بہتر تسلیم کر رہی ہیں اور اسی میں اپنی کامیابی سمجھ کر فریب میں مبتلا ہو رہی ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے مغرب زدہ ذہنیت کے مالک مسلمان ہر اس دعویٰ کو جو مغرب کی طرف سے سنائی دے، نجات دہندہ تصور کرتے ہیں اور اس کی آواز میں اپنی آواز کو ملا کر اپنے مذہبی قواعد وضوابط کو فراموش کر دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے معاشی حقوق کے لیے جتنی سہولتیں اسلام نے خواتین کو دی ہیں، قیامت تک کوئی قوم کوئی مذہب نہیں دے سکتا بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو کمانے کے بجائے پیدا ہوتے ہی کھانے کا مکلف بنایا ہے اگر یہ سہولت عورت کو ناگوار گزرتی ہو تو اس میں اسلام کا تو کوئی قصور نہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اس کے کھلانے کی پہنانے کی، رہنے کی غرض یہ کہ ہر قسم کی ذمہ داری شادی سے قبل باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر عائد ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔ اس لیے مسلم خواتین کو اپنے مذہب کی قدر کرنی چاہیے، تاکہ وہ سکھ چین کی زندگی بسر کر سکیں۔

نفقۂ خواتین اور تعلیماتِ نبویؐ

یہ حقیقت باور کرائی جا چکی ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام یعنی نبی کریم ﷺ کے خواتین پر بے پایاں احسانات ہیں جس کی ایک جھلک پہلے گزر چکی ہے، لیکن یہ باب تعلیم نبوی کی تفصیل درج کیے بغیر تشنہ رہ جائے گا اس لیے تعلیمات نبویؐ کا جو گلدستہ خواتین کے نفقات سے متعلق ہے یہاں سجانا ضروری ہے۔

عرب میں چوں کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کا رواج تھا۔ آپؐ نے سب سے پہلے اس امر قبیح کا سدباب کیا اور لڑکیوں کی پرورش پر خصوصی اجر کے وعدے فرمائے، جس

☆☆

(۵۰۱) آزادی نسواں کا فریب: جسٹس محمد تقی عثمانی، کراچی، ''میمن اسلامک پبلشرز'' ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۔۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اثر یہ ہوا کہ وہی لڑکی جو کل تک معاشرے پر ایک بوجھ سمجھ کر دفنا دی جاتی تھی، آج ایسی عزیز و محبوب بن چکی ہے جس کی پرورش اور تربیت کے لیے آپس میں مقابلہ کی نوبت آجاتی تھی۔ مسلمان سب برابر تھے اور مساویانہ حقوق رکھتے تھے کسی کو کسی پر اگر فوقیت تھی تو کسی فضیلت علمی و عملی اور کسی معقول بنیاد پر، جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے واپسی کا قصد کیا سیدنا حمزہؓ کی چھوٹی بچی ''امامہ'' چچا چچا پکارتی ہوئی آپؐ کے پیچھے ہولی، حضرت علیؓ نے اسے لے لیا اور حضرت فاطمہؓ کے حوالہ کیا اور کہا کہ دیکھو یہ چچا کی لڑکی ہے، اب حضرت علیؓ حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ کے درمیان اس مسئلہ پر کشمکش ہونے لگی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اسے میں لیتا ہوں، یہ میری چچا زاد بہن ہے۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ میری بھی چچا زاد بہن ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا (اسلام کے رشتہ سے) یہ میری بھتیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا کہ چوں کہ بچی کی خالہ ان کے گھر میں ہے اور خالہ ماں کی جگہ پر ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے آپؐ نے بطور دلداری فرمایا کہ! تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا! تم سیرت و صورت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔ حضرت زیدؓ سے فرمایا! تم میرے بھائی ہو اور میرے مولیٰ ہو۔ (۵۰۲) یہ صرف اسلام کی تعلیمات کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں ایک بچی اتنی اہمیت کی حامل ہوگئی جو کہ اپنا خون بھی نہ تھی، جب کہ قبل از اسلام لوگ اپنی ہی بیٹی تک کو زندہ درگور کردینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے تھے۔

کنجوس شوہر کے مال سے بیوی کا نفقہ

اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے کسی عورت کو نکاح میں قبول کرتے ہی اس کے نان نفقہ کی مکمل ذمہ داری شوہر کے کاندھوں پر ڈال دی ہے جس سے وہ مرتے دم تک سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اگر بدقسمتی سے کسی خاتون کو ایسا شوہر میسر ہو جو اس کا نفقہ دینے میں کنجوسی کرتا ہے تو بیوی کے لیے شوہر کے مال سے بقدر ضرورت نکال لینا درست ہے، تاکہ وہ اپنی اور اپنی اولاد کی معاشی ضروریات پوری کرسکے۔ چناں چہ حدیث میں مذکور ہے:

انّ هنداً بنت عتبة قالت یا رسول الله انّ اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الاّ ما اخذت منه وهو لا یعلم، فقال خذی ما

☆☆

(۵۰۲) صحیح بخاری: امام بخاری، بحوالہ سابقہ، ص ۶۱۰ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکفیک وولدک بالمعروف (۵۰۳)

ترجمہ: ''ہند بنت عتبہؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ابوسفیانؓ (ان کے شوہر) کنجوس آدمی ہیں اور اتنا خرچ نہیں دیتے جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپ اتنا لے لیا کریں جو آپ کے لیے کافی ہو، دستور کے موافق۔

آپؐ نے بیوی کے نفقہ کو باعث اجر وثواب قرار دیا ہے، حالاں کہ یہ نفقہ شوہر کی ذمہ داریوں میں شامل ہے لیکن اس کے باوجود اس کا کھلانا پلانا باعث ثواب ہے۔ ایک حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا قصہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا، حضورؐ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے کہا کہ میرے پاس کافی مال ہے اور وہ سب وصیت کر کے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ آدھا مال صدقہ کردوں، آپؐ نے فرمایا نہیں، میں نے کہا ایک تہائی کردوں، آپؐ نے فرمایا کردو، لیکن یہ بھی بہت ہے، پھر آپؐ نے سمجھایا کہ اگر تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس سے کہ کل کو وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں اور پھر تسلی کے لیے فرمایا کہ جو کچھ تم اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرتے ہو تو وہ بھی صدقہ یعنی باعث اجر وثواب ہے۔ پھر اس کی بھی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: حتّٰی اللّقمة ترفعها فی فم امرأتک (۵۰۴)

یعنی یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو تو وہ بھی صدقہ ہے۔

یہاں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر خرچ کرتے ہوئے یہ سمجھے کہ اس پر بھی مجھے اجر وثواب مل رہا ہے تاکہ تنگ دلی کا شکار نہ ہو اور خوش دلی کے ساتھ اس نفقہ کا بوجھ برداشت کر سکے اور دوسری جانب عورت اپنے معاش سے یکسو ہو کر گھر کے کام کاج کو اور اولاد کی تربیت کے شعبہ کو توجہ دے سکے۔ جیسے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنے درمیان یہ تقسیم کار فرما رکھی تھی کہ حضرت علیؓ گھر کے باہر کے کام انجام دیتے اور حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کا انتظام سنبھالتیں۔ چناں چہ گھر کی جھاڑو دیتیں، چکی چلا کر آٹا پیستیں، پانی بھرتیں، کھانا پکاتیں۔ (۵۰۵)

☆☆

(۵۰۳) صحیح البخاری: امام بخاری، بحوالہ سابقہ، ص ۸۰۸ ج ۲۔

(۵۰۴) صحیح بخاری: امام بخاری، بحوالہ سابقہ، ص ۸۰۸ ج ۲۔

(۵۰۵) آزادیٔ نسواں کا فریب: محمد تقی عثمانی بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوہ بیٹی کی کفالت کا اجر

حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الا ادلکم علیٰ افضل الصّدقة؟

''کیا میں تمہیں بہترین صدقہ کے بارے میں بتاؤں''؟

پھر خود ہی فرمایا!

ابنتک مردودة الیک لیس لها کاسب غیرک!

''وہ صدقہ اپنی اس بیٹی کے ساتھ معاشی تعاون کرنا ہے جو تمہارے پاس واپس بھیج دی گئی ہے! اور جس کے لیے تمہارے علاوہ اور کوئی کمانے والا نہیں ہے۔''

یعنی تمہاری بیٹی کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہو اور نہ تو اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر سکے اور نہ کوئی ایسا بیٹا ہو، اور ایسا خبر رکھنے والا ہو جو اپنی کمائی سے اس کے لیے گزر بسر کا سامان فراہم کر سکے بلکہ صرف تم ہی اس کے لیے واحد سہارا بن سکتے ہو اور وہ اسی لیے ناچار ہو کر تمہارے گھر آن پڑی ہو تو تمہاری طرف سے اس کی کفالت اور اس کے ساتھ حسن سلوک ایک بہترین صدقہ ہے۔(۵۰۶)

بیوی کے نفقہ کے فقہی احکامات

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ، لباس اور مکان دینا واجب ہے، چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافر ہو، خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکتا ہو، مالدار ہو یا نادار ہو، آزاد ہو یا مکاتبہ ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

تجب علیٰ الرّجل نفقة امرأته المسلمة والذّمية والفقيرة والغنية دخل بها اولم يدخل كبيرة كانت المرأة او صغيرة يجامع مثلها كذافي فتاوىٰ قاضي خان سواء كانت حرة اومكاتبة كذافي الجوهرة النيرة (۵۰۷)

☆☆

(۵۰۶) مظاہر حق: عبداللہ جاوید غازی پوری، محولہ سابقہ، ص ۵۶۰ ج ۴۔

(۵۰۷) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام، محولہ سابقہ، ص ۵۴۴ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر بیوی بڑی ہو یعنی بالغہ قابل جماع ہو لیکن اس کی رخصتی نہ ہوئی ہو فقط نکاح ہوا ہو اور شوہر نے اس کی رخصتی کا مطالبہ بھی نہ کیا ہو تو اس صورت میں بیوی نفقہ طلب کر سکتی ہے۔''(۵۰۸)

وجوب نفقہ کا سبب

فقہائے کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ نفقہ تین اسباب کی بناء پر واجب ہوتا ہے:
ایک زوجیت، دوسرا قرابت، تیسرا ملکیت۔

نفقة الغير تجب على الغير باسباب ثلاثة بالزّوجية والقرابة والملک (۵۰۹)

اور تمام فقہاء نے ان تینوں اسباب میں سے پہلے سبب یعنی زوجیت کو سب سے زیادہ ترجیح دی ہے اور اس کی بہت زیادہ تفصیلات بیان کی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہونے کا بنیادی سبب احتباس ہے اور یہ ضابطہ کلیہ ہے کہ ہر وہ ذات جو کسی دوسرے کی خدمت میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ اس پر واجب ہوگا۔

انّ النفقة جزاء الا حتباس فكلّ من كان محبوساً بحق مقصود لغيره كانت نفقته عليه (۵۱۰)

ادائے نفقہ کی دو صورتیں

یہ نفقہ بیوی کو کس طرح دیا جانا چاہیے تو اس کے بارے میں فقہاء لکھتے ہیں کہ دو طریقے ہیں:
ایک تمکین، دوسرا تملیک۔

تمکین یہ ہے کہ شوہر وسیع دستر خوان والا ہے، اس کے دستر خوان پر فراخی کے ساتھ کھانا موجود ہے جس میں سے بیوی اپنی ضرورت کے مطابق کھا سکتی ہے تو وہ اس دستر خوان پر شوہر کے ساتھ کھایا پیا کرے۔ لیکن علیحدہ سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ اتنا زیادہ وسیع دستر خوان نہ ہو تو اس کی مرضی ہے چاہے تو اس طرح بیٹھ کر شوہر کے ساتھ کھا لیا کرے، یہ بہت اچھی بات ہے وگرنہ علیحدہ کھانے کا مطالبہ یہ کر سکتی ہے اور اس صورت

☆☆

(۵۰۸) ایضاً: حوالہ بالا،ص ۵۴۵ ج ۱۔

(۵۰۹) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ محولہ سابقہ،ص ۱۷۳ ج ۴۔

(۵۱۰) ایضاً: محولہ بالا،ص ۱۷۳ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شوہر کے ذمہ دستور کے مطابق ملکیۃ اس کا کھانا دینا ضروری ہوگا اور جب بیوی کو اس کا نفقہ دیدیا گیا خواہ کھانے پینے کا سامان ہو یا پہننے اوڑھنے کا تو اب یہ اس کی ملکیت ہو گیا، وہ اس میں ہر قسم (بیع وشرا، ہبہ، صدقہ) کا تصرف کر سکتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ چیزیں اگر اس کے پاس سے چوری ہو جائیں تو شوہر کے ذمہ دوبارہ دینا واجب نہیں، بخلاف دیگر محرم رشتہ داروں کے۔ (۵۱۱)

نفقہ کی مقدار اور معیار

فقہاءِ احناف کے نزدیک کوئی مقدار نفقہ کے لیے متعین نہیں ہے، بلکہ قاضی اپنے زمانے کے اعتبار سے اس وقت کی حالت اور تقاضہ کے مطابق فیصلہ صادر کرے گا۔ کیوں کہ نفقہ سے مقصود کفایت ہے کہ بقدر کفایت نفقہ میسر آجائے اور اس کفایت کے اعتبار سے لوگوں کی عادتیں یا طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح حالات بھی مختلف ہوتے رہتے ہیں، گردش ایام کے ساتھ۔ چناں چہ اس کی مقدار میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اس مقدار کے تعین سے کچھ نقصان نہ پہنچتا ہو۔ لہٰذا بقدر کفایت نفقہ جو ہونا چاہیے تو وہ کھانا ہو جس میں سالن روٹی دونوں شامل ہیں۔ اسی طرح تیل بھی شامل ہے۔ سالن اس لیے کہ روٹی اس کے بغیر عام طور پر نہیں کھائی جاتی اور تیل اس لیے کہ عورتیں اس کو اکثر استعمال کرتی ہیں۔ سالن کی فرضیت کے بارے میں کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ اس کا اعلیٰ درجہ گوشت ہے اور ادنیٰ درجہ گھی یا تیل ہے اور متوسط درجہ کا سالن دودھ یا دہی ہے۔

اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ان تمام معاملات میں ان میاں بیوی کے علاقہ عام عرف اور دستور، رواج دیکھنا چاہیے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔

اور "المجتبیٰ" میں لکھا ہے کہ یہ روٹی اور گوشت ہے اور سر میں لگانے کے لیے اور چراغ میں ڈالنے کے لیے تیل اور پانی کی قیمت اور پھل فروٹ دینے چاہییں اور جب دونوں میاں بیوی میں سے کوئی ایک تنگدستی کا شکار ہو تو اس میں شوہر کی حیثیت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً شوہر مالدار ہے اور بیوی غریب ہے تو اس کا نفقہ شوہر اپنی حیثیت کے مطابق دیگا، نہ کہ بیوی کی حیثیت کے مطابق۔ (۵۱۲)

☆☆

(۵۱۱) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ص ۲۰۴، ج ۴۔

(۵۱۲) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ص ۲۰۵، ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شوہر کے ذمہ بیوی کے لیے سال میں کم از کم دو جوڑے کپڑے کے واجب ہیں، ایک جوڑا سردی کے موسم کیلئے اور دوسرا گرمی کے موسم کیلئے۔ کیوں کہ جس طرح اس کو کھانے پینے کی ضرورت ہے، اس طرح تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے کی بھی ضرورت ہے۔ (۵۱۳) کپڑے کی مزید تفصیل صاحب بحر نے نقل کی ہے کہ اس میں دو اوڑھنیاں یعنی برقع ضروری ہیں اور ایک لحاف۔ بعض نے لحاف اس اوڑھنی کو کہا ہے کہ جو عورت گھر سے نکلتے وقت پہنتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے رات کو اوڑھنے والا لحاف مراد ہے۔ اور ہمارے دستور کے مطابق شلوار اور رات کو سونے کے لیے بستر اور سردی سے بچنے کے لیے روئی والا لحاف بھی شامل ہے۔

شمس الائمہ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ عورت کے لیے علیحدہ بستر کا انتظام ہونا چاہیے کیوں کہ بسا اوقات ایام حیض میں یا بیماری کے ایام میں اسے جداگانہ بستر کی ضرورت پڑتی ہے۔ (۵۱۴) شوہر کے ذمہ بیوی کی صفائی ستھرائی کا سامان دینا بھی واجب ہے، جیسے کنگھی، تیل اور سر دھونے کے لیے بیری اور خطمی اور ہر وہ چیز جس سے بدن کا میل اترتا ہے، جیسے اشنان، صابن اور یہ چیزیں اسی شہر کے دستور کے موافق ہونی چاہئیں اور اس کے علاوہ جو چیزیں ویسے ہی تلذذ یا بناؤ سنگھار کے لیے درکار ہوں جیسے خضاب، یا سرمہ تو ان چیزوں کا دینا ضروری نہیں، اختیار ہے چاہے تو دیدے، چاہے تو نہ دے۔ (۵۱۵) شوہر کے ذمہ بیوی کے لیے رہائش کا انتظام بھی ضروری ہے۔ اس کا معیار یہ ہوگا کہ بیوی کی الگ رہائش کے لیے ایک ایسے کمرہ کا انتظام کرنا شوہر پر فرض ہے جس میں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہ ہو، شوہر کی طرف سے ایسی رہائش کا انتظام ہونے کے باوجود بیوی اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے تو وہ ناشزہ ہے، اس کا نفقہ شوہر پر نہیں، اگر شوہر ایسی رہائش کا انتظام نہ کرے تو بیوی بلا اجازت دوسری جگہ جانے سے ناشزہ نہیں بنتی، اس لیے نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ قاضی کے فیصلے کے بعد جتنی مدت گزری اس کے نفقہ کا مطالبہ کرسکتی ہے، اس سے پہلے کے جو ایام گزرے، ان کا نفقہ نہیں لے سکتی۔ (۵۱۶) پھر عورت کی حیثیت کے اعتبار سے بھی رہائش کے معیار میں کچھ فرق

☆☆

(۵۱۳) البدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ، ص ۲۳۔۲۴ ج ۴۔

(۵۱۴) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ محولہ سابقہ، ص ۱۷۷ ج ۴۔

(۵۱۵) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام، محولہ سابقہ، ص ۵۴۹ ج ۱۔

(۵۱۶) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، کراچی، ''ایچ۔ایم سعید کمپنی'' ۱۴۱۲ھ، ص ۴۷۳ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر بیوی مالدار ہو تو اسے الگ مکان دینا واجب ہے، متوسط درجہ کی ہو تو اسی مکان میں ایک مستقل کمرہ کے علاوہ باورچی خانہ، غسلخانہ اور بیت الخلاء بھی مستقل ہونا ضروری ہے، مسکین ہو تو صرف ایک کمرہ کافی ہے، باورچی خانہ، غسلخانہ اور بیت الخلاء مشترک ہوں تو مضائقہ نہیں۔ (۵۱۷)

ناشزہ کا نفقہ

بیوی کا نفقہ اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ شوہر کے گھر میں فرمانبرداری کے ساتھ زندگی گزار رہی ہو لیکن اگر ناحق بات پر وہ شوہر کے گھر سے چلی جاتی ہے تو وہ ناشزہ یعنی نافرمان شمار ہوگی اور اس کا نفقہ جب تک کہ واپس شوہر کے گھر نہ لوٹ آئے، اس وقت تک واجب نہ ہوگا۔

وان نشزت فلا نفقة لها حتىٰ تعود الىٰ منزله (۵۱۸)

سقوطِ نفقہ کی صورت

کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو چھوڑ کر بیرون ملک چلا گیا اور وہاں سے بیوی کا نفقہ نہیں بھیجتا، بعد میں جب وہ واپس آیا تو گزشتہ وقت کا نفقہ طلب کرنے کا بیوی کو حق نہیں، اس لیے کہ ایک ماہ یا زیادہ عرصہ گزر جانے سے بیوی کا نفقہ اس گزشتہ مدت کا ساقط ہو جاتا ہے، البتہ حاکم نے نفقہ کی مقدار متعین کردی یا زوجین نے بالاتفاق کوئی مقدار متعین کرلی ہو تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (۵۱۹)

بیوی کا علاج اور اس کی اجرت

بیوی چونکہ مکمل طور پر شوہر کے اختیار میں داخل ہو چکی تو اب اس کی تمام تر ذمہ داریاں شوہر کے ذمہ عائد ہوتی ہیں لیکن ایک بات ناقابل فہم ہے جس کی ہمیں تاویل کرنی پڑے گی، وہ یہ کہ

☆☆

(۵۱۷) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، بحوالہ سابقہ، ص ۴۷۶ ج ۵۔

(۵۱۸) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام، بحوالہ سابقہ، ص ۵۴۵ ج ۱۔

(۵۱۹) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، بحوالہ سابقہ، ص ۴۷۳ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء نے بیوی کے لیے دوا اور ڈاکٹر کا خرچہ شوہر پر عائد نہیں فرمایا اور یہ شوہر کی ذمہ داری سے خارج ہے۔ چناں چہ فتاویٰ عالمگیری میں ''سراج الوہاج'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

ولا یجب الدّواء للمرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصد ولا الحجامة کذافی السّراج الوھاج (۵۲۰)

''یعنی شوہر کے ذمہ بیماریوں کی دوائی اور ڈاکٹر کی فیس واجب نہیں اور نہ ہی (قدیم علاج) پچھنا اور سینگی لگوانا واجب ہے۔''

لیکن یہاں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیوی اپنی بیماری کے لیے علاج کا خرچہ پھر کس سے مانگے گی؟ باپ سے یا بھائی سے یا بس یونہی بیمار پڑی رہے اور چاہے اس بیماری کی وجہ سے مر ہی جائے اور ویسے بھی عصر حاضر کی جدید میڈیکل کی ترقیوں کے باعث علاج ایک مہنگا ترین مسئلہ ہے تو اس مسئلہ کا کیا حل ہوگا۔ کسی دوسری کتاب میں اس کی کوئی واضح تفصیل موجود نہیں۔ ایسی صورت میں یہی تاویل کی جاسکتی ہے کہ یہاں وجوب اجباری کی نفی مراد ہوگی۔ لیکن وجوب اخلاقی کے تحت شوہر کو اپنی بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ بھی برداشت کرنا چاہیے۔ جس طرح کہ عورت کے ذمہ شوہر کی بہت سی خدمات وجوب اجباری میں داخل نہیں۔ مثلاً گھر کا کھانا پکانا، شوہر کے کپڑے دھونا، استری کرنا، شوہر کے گھر والوں کی خدمت گزاری کرنا لیکن یہ سب کام معاشرہ میں وجوب اخلاقی کے درجہ میں شامل ہیں کہ بیوی کے ذمہ اخلاقاً ان خدمات کا بجا لانا ضروری ہے۔ (واللہ اعلم)۔ تو اسی طرح شوہر کے ذمہ وجوب اجباری میں تو علاج کا خرچ داخل نہیں یعنی عدم ادائیگی پر بیوی قاضی کے ہاں مطالبہ نہیں کرسکتی، لیکن شوہر بھی بیماری کی حالت میں اس کو اس کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے اور اس بات کی تائید میں ایک اہم واقعہ سے مدد لی جاسکتی ہے۔ جو کہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ غزوہ بدر جو اسلام کی تاریخ میں سب سے اہم جہاد ہے اور اس کے شرکاء کی جو فضیلت ہے۔ وہ فضیلت اب قیامت تک کسی دوسرے غزوہ یا جہاد کے شریک کو نہیں مل سکتی اور اس وقت افرادی قوت کی بھی جتنی اشد ضرورت تھی، وہ بھی بالکل واضح ہے لیکن ان تمام اہم پہلوؤں کے باوجود نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اتنے عظیم معرکہ میں شریک ہونے سے منع فرما دیا۔ محض اس لیے کہ ان کی زوجہ محترمہ اور رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بیمار تھیں، ان کی تیمارداری کے لیے۔ چنانچہ غزوہ بدر میں فتح

☆☆

(۵۲۰) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام محولہ سابقہ، ص ۵۴۹ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبین کے بعد بشارت اور خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ منورہ قاصد روانہ کیا تو حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس وقت ہمارے کانوں میں پہنچی جس وقت کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اور حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کو مٹی دے رہے تھے۔ ان کی تیمارداری کے لیے حضور پرنور، عثمان غنیؓ کو مدینہ چھوڑ آئے تھے، اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ (۵۲۱) اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بیوی کی بیمار پرسی اور اس حالت میں اس کی دیکھ بھال کرنا بھی شوہر کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ کیوں کہ یہ بھی اہم بنیادی ضروریات میں شامل ہے اور خصوصاً ہر عورت کے ساتھ زچگی کے زمانے میں تو مرض لاحق ہوتے ہی ہیں، پھر وہ کیا کرے گا۔

ملازمت پیشہ بیوی کا نفقہ

عصر حاضر میں کیوں کہ بہت سی خواتین برسر روزگار ہوتی ہیں، سروس وغیرہ کرتی ہیں، رات میں بھی اور دن میں بھی۔ جیسے لیڈی ڈاکٹر ہے یا ایئر ہوسٹس ہیں یا نرسیں ہیں۔ ان پیشہ ور خواتین کی ڈیوٹی میں رات اور دن دونوں شامل ہوتے ہیں یا ایسے پیشے سے وابستہ ہوں جس میں دن میں سروس کے لیے جانا ہوتا ہو۔ مثلاً کسی فیکٹری میں ملازم ہے یا اسکول ٹیچر ہے یا کسی آفس میں ہے۔ اب اس سروس کی وجہ سے وہ دن میں گھر سے باہر رہتی ہے اور رات شوہر کے ساتھ گزارتی ہے تو دونوں صورتوں میں اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا۔

واذا سلمت نفسها بالنّهار دون اللّيل اوعلىٰ عكسه لا تستحق النفقة لانّ التسليم ناقص، قلت و بهٰذا عرف جواب واقعة فى زماننا اذا تزوّج من المحترفات الّتى تكون عامة النّهار فى الكار خانه واللّيل مع الزّوج لا نفقة لها. (۵۲۲)

''یعنی جب بیوی نے اپنے آپ کو دن میں شوہر کے حوالے کر دیا اور رات میں نہیں یا اس کے برعکس کیا تو وہ نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔ اس سے اس بات کا بھی جواب مل گیا کہ ہمارے زمانے میں اگر کسی نے ایسی عورت سے شادی کی جو ملازمت پیشہ ہے کہ دن میں فیکٹری میں

☆☆

(۵۲۱) سیرت المصطفیٰ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، بحوالہ سابقہ، ص ۱۰۵، ج ۲۔

(۵۲۲) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۰، ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام کرتی ہو اور رات میں شوہر کے ساتھ رہتی ہو تو اس کے لیے بھی نفقہ نہ ہوگا۔"

اس میں اتنی وضاحت بھی ضرورت ہے کہ وہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی ہو تو نفقہ نہ ہوگا۔ کیوں کہ آج کل بہت سے شوہر خود اپنی عورتوں کو سروس کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ شوہر نے خود ہی ملازم پیشہ لڑکی سے شادی کی ہے۔ لہٰذا جب اس نے خود ہی اس کا انتخاب کیا ہے تو جب تک کہ اس کو صراحۃً منع نہ کر دے تو اس کا یہ نکلنا شوہر کی رضا اور اجازت سے ہوا۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ شوہر ہی نے اس کو اتنی تنگی معاش میں مبتلا نہ کیا ہو کہ جس کی وجہ سے مجبوراً اسے نکلنا پڑ رہا ہو، کیوں کہ اصول یہ ہے کہ بیوی کا محض شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنا ہی مانع نفقہ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا نکلنا اپنے کسی حق کی وصولیابی کے لیے ہے یا نہیں؟ اگر اپنے کسی جائز حق کی وصولیابی کے لیے ہے، خواہ شوہر کی رضا اور اجازت نہ بھی، ہو تب بھی بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

المراد بالخروج خروجھا بغیر حق لا بغیر اذنہ فقط (۵۲۳)

"یعنی عورت کے نکلنے سے مراد وہ نکلنا ہے جو ناحق نکلے، شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنا مراد نہیں۔"

تو اگر وہ کسی حق بات کے لیے نکلی، چاہے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلی ہو تو یہ نافرمان شمار نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا نفقہ ساقط ہوگا۔

حکم زوجۂ متعنّت

متعنّت اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو، اس کا حکم بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔ "زوجہ متعنت" کے لیے اولاً تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح اپنے شوہر سے خلع وغیرہ حاصل کرلے لیکن اگر باوجود کوشش اور انتھک محنتوں کے کوئی صورت نہ بنے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ ان

☆☆

(۵۲۳) البحر الرائق: علامہ ابن نجیم بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۰ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک زوجہ متعنت کو تفریق کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں:
نمبر۱۔ ایک یہ کہ عورت کے خرچ وغیرہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہے۔
نمبر۲۔ اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ سہولت کے ساتھ یا مشکل سے خرچ کا انتظام تو ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلاء معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔ (۵۲۴)

زوجۂ متعنّت کے لیے تفریق کی صورت

زوجہ متعنت کے لیے تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم کی عدالت میں ان کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ غیر مسلم ممالک میں ہو تو اپنا معاملہ مسلمانوں کی جماعت کے سامنے پیش کرے اور جس کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ چناں چہ اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہو جائے کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے شوہر سے کہا جائے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا بصورت دیگر طلاق دو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے، اس میں کسی مدت کے انتظام کی اور مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔ اگر حاکم یا قاضی کے طلاق واقع کرنے کے بعد متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور بیوی کی عدت گزر چکی ہو تو اس صورت میں اس کا بیوی پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔ کیوں کہ عدت گزر جانے کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ اگرچہ طلاق رجعی ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر دونوں رضامند ہوں تو تجدید نکاح بغیر حلالہ کے ہو سکتا ہے اور اگر عدت کے اندر ہی متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نان نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس بارے میں مذہب مالکیہ میں صریح روایت نہیں۔ اس لیے ارباب فتویٰ کے نزدیک دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجوع کو صحیح کہا جائے اور دوسرا یہ کہ طلاق بائنہ قرار دیا جائے اور رجوع کا حق شوہر کو نہ دیا جائے۔ لیکن علامہ صالح نے احتمال اول کو اقرب لکھا ہے

☆☆

(۵۲۴) خلع و تنسیخ نکاح کے شرعی احکام: مفتی عمران الحق کلیانوی، کراچی، ''غزالی برادرز ناظم آباد نمبر۲''، ۱۴۱۳ھ، ص ۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ صالح کی رائے ان کے فتوے میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے۔اس واسطے فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آجانے کی صورت میں عورت کو اسی کے پاس رہنا پڑے گا خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔کیوں کہ رجعت میں یعنی بیوی سے رجوع کرنے میں عورت کی رضا مندی ضروری نہیں ،مگر احتیاطاً تجدید نکاح بھی ہو جائے تو بہتر ہے۔(۵۲۵)

حکم زوجہ غائب غیر مفقود

غائب غیر مفقود وہ شخص ہے جو غائب ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم ہو لیکن نہ تو وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ ہی اس کے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔اس عورت کی رہائی کے لیے جو صورت باتفاق صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس کے شوہر کو خلع پر راضی کیا جائے اگر وہ خلع پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا وقت عفت میں گزار سکے تو بہتر ہے،ورنہ جب گزارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرے۔

صورتِ تفریق

صورت تفریق یہ ہے کہ اولاً تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے،گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان سب باتوں پر حلف بھی کرے،اس کے بعد اگر کوئی عزیز وقریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کر لے تو خیر ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو اپنے پاس بلالو یا وہیں سے اس کے خرچ کا کوئی انتظام کرو،ورنہ اس کو طلاق دیدو، اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دینگے۔اس پر بھی اگر شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی مزید ایک مہینہ انتظار کا حکم دیدے،اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہو تو اس عورت کو اس غائب کی زوجیت سے علیحدہ کر دے، لیکن اگر اس غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ ترک کر دے،تو تفریق نہیں کی جائے

☆☆

(۵۲۵) خلع وتنسیخ نکاح کے شرعی احکام: مفتی عمران الحق کلیانوی،ص۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی۔

اگر یہ غائب حکم بالطلاق کے بعد آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

نمبر ا۔ ایک صورت یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں اس کو رجوع کا حق ہے اور اگر رجوع کرے گا تو صحیح ہوگا اور اگر رجوع نہ کرے تو عدت گزر جانے کے بعد اس کے نکاح سے بالکل علیحدہ ہو جائے گی، پھر رجوع کا حق نہیں البتہ تجدید نکاح جائز ہے۔

نمبر ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد واپس آیا ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی۔ مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دیدیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تو اس کو ہر حال میں بیوی واپس مل جائے گی، اگرچہ وہ عورت عدت گزر جانے کے بعد دوسری جگہ نکاح بھی کر چکی ہو۔ حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول کا نکاح باقی سمجھا جائے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیدیا جائے گا اور اگر شوہر نے دعویٰ کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی ہو تو عورت اس کو نہیں ملے گی، کیوں کہ عدت ختم ہونے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اور اس دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی تو اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور نہ ہی تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔ یعنی عدت گزرنے سے قبل شوہر اول کو جماع اور اس کے دواعی کی اجازت نہیں اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے کی صورت یہ ہے کہ اگر خلوت صحیح ہو چکی ہو تو پورا مہر واجب ہے اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو تو مہر بالکل ساقط ہے اور عدت کے ایام شوہر اول کے گھر میں گزارے۔ (۵۲۶)

میکہ میں رہنے کا نفقہ

کسی شخص نے اگر اپنی بیوی کو خود اس کے میکے بھیجا ہے تو جب تک شوہر کی اجازت سے وہ میکے میں رہے تو وہ نان نفقہ کی مستحق ہے۔ البتہ بغیر اجازت گئی ہے یا اجازت سے جانے کے

☆☆

(۵۲۶) خلع و تنسیخ نکاح کے شرعی احکام: مفتی عمران الحق کلیانوی، ص ۲۰-۲۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد باوجود شوہر کے بلانے کے نہ آئے تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔(۵۲۷)

معتدہ طلاق کا نفقہ

معتدہ طلاق کا نفقہ و سکنیٰ شوہر پر واجب ہے۔لہٰذا ان ایام کا نفقہ اور بیوی کی رہائش کے لیے مکان اور بچہ کی ولادت کے مصارف بھی شوہر کے ذمہ ہیں۔

كما في نفقة شرح التنوير و تجب للمطلقة الرجعي والبائن (۵۲۸)

''البتہ اگر عدت شوہر کے گھر میں نہ کرے بلکہ کسی اور جگہ اس نے ایام عدت گزارے تو نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا۔''(۵۲۹)

خلع میں اگر نفقہ عدت کے سقوط کی شرط نہیں کی گئی تو وہ ساقط نہ ہوگا،اگر شرط کر لی گئی ہے تو ساقط ہو جائے گا،مہر بلا شرط بھی ساقط ہو جاتا ہے۔طلاق سے نہ نفقہ عدت ساقط ہوتا ہے،نہ مہر،خواہ مزنیہ ہونے پر طلاق دے خواہ کسی اور وجہ سے۔(۵۳۰)

نکاح فاسد کے بعد جب بیوی سے جدائی اختیار کر لی جائے تو بیوی شوہر کے مکان ہی میں عدت گزارے گی اور یہ واجب ہے۔لیکن اس صورت میں ایام عدت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں البتہ ''سکنیٰ''،یعنی ایام عدت میں اپنے مکان میں رہائش کا انتظام واجب ہے۔(۵۳۱)

معتدہ موت کا نفقہ و سکنیٰ

معتدہ موت کو چونکہ شوہر کے مال سے حصہ وراثت ملتا ہے،اس لیے اس کو مشترکہ ترکہ سے نفقہ لینے کا حق نہیں بلکہ ترکہ سے اس کو جو حصہ ملے گا اس سے خرچ کرے،اگر شوہر متوفی کا مکان کرایہ پر ہو اور اس مکان کا کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو یہ مکان چھوڑ کر حسب استطاعت کسی دوسرے قریب تر مکان میں جا سکتی ہے۔اگر مرحوم شوہر کے ذاتی مکان سے جو

☆☆

(۵۲۷) فتاویٰ محمودیہ: مفتی محمود حسن،کراچی،''کتب خانہ مظہری''سنہ ۱۹۹۰ء،ص ۲۲۲ ج ۹۔

(۵۲۸) ردالمحتار: علامہ شامیؒ بحوالہ سابقہ،۲۶ ج ۲۔

(۵۲۹) احسن الفتاویٰ: مفتی محمود حسن بحوالہ سابقہ،ص ۳۱۲-۳۱۳ ج ۹۔

(۵۳۰) فتاویٰ محمودیہ: مفتی محمود حسن بحوالہ سابقہ،ص ۳۱۲-۳۱۳ ج ۹۔

(۵۳۱) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد بحوالہ سابقہ،ص ۴۷۰ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ اس کی بیوی کو ملا، وہ اس کے لیے ناکافی ہو تو دوسرے وارثوں پر واجب نہیں کہ وہ ایام عدت اپنے حصہ میں گزارنے دیں، بلکہ بطیب خاطر اجازت دیں تو بہتر، ورنہ دوسرے قریب تر مکان میں عدت گزارے۔ (۵۳۲)

مطلقہ کی اجرتِ ارضاع واجرتِ حضانت

شوہر نے جب بیوی کو طلاق دیدی تو کیا اب عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت شوہر سے طلب کرسکتی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ایام عدت میں دودھ پلانے کی اجرت نہیں لے سکتی۔ البتہ بچہ مالدار ہو تو اس کے مال سے اجرت طلب کرسکتی ہے اور عدت گزرنے کے بعد بہرحال اجرت لے سکتی ہے، مگر اجرت اجنبیہ سے زیادہ نہیں لے سکتی، اگر کوئی اجنبیہ بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہو تو ماں اجرت نہیں لے سکتی۔ (۵۳۳) دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مطلقہ عورت دودھ پلانے کی اجرت کے علاوہ بچہ سنبھالنے کی اجرت الگ لے سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی اجرت ارضاع واجرت حضانہ الگ الگ طلب کرے، اس طرح دو اجرتیں طلب کرسکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنبھالنے کی اجرت الگ لے سکتی ہے، مگر یہ دونوں اجرت عدت گزرنے کے بعد جائز ہے۔ ایام عدت کے دوران اجرت لینا جائز نہیں، البتہ بچہ مالدار ہو تو اجرت طلب کرنا جائز ہے، ان سب امور میں۔ اجرت ارضاع واجرت حضانۃ میں کوئی فرق نہیں۔ جب کہ کوئی دوسری عورت بلا اجرت ارضاع وحضانہ پر راضی نہ ہو، اگر بلا اجرت کوئی دوسری عورت راضی ہے تو ماں اجرت ارضاع نہیں لے سکتی، اجرت حضانہ لے سکتی ہے، بچہ ماں کے پاس رہے گا اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) اس کے پاس آکر دودھ پلائے گی۔ البتہ اگر بچہ کے اقارب میں سے کوئی عورت بلا اجرت حضانہ پر راضی ہو اور بچہ کا والد تنگ دست ہو تو ماں اجرت حضانہ نہیں لے سکتی۔ (۵۳۴)

☆☆

(۵۳۲) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، بحولہ سابقہ، ص ۴۰۳ ج ۵۔

(۵۳۳) ردالمحتار: علامہ شامیؒ، بحولہ سابقہ، ۶۴۰ ج ۲۔

(۵۳۴) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، بحولہ بالا، ص ۴۰۴ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کے لیے حقِ مہر

اسلام نے عورت کی دلجوئی کے لیے مرد کے ذمہ مہر واجب قرار دیا۔ یہ دونوں کے ایک فطری جذبہ کی تسکین کا بہترین ذریعہ ہے۔ مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ مال کماؤں تو اس میں سے محبوب کے لیے بھی کچھ خرچ کروں اور خود بخود صنف نازک پر مال خرچ کرنے کے لیے طبیعت میں ایک جذبہ ابھرتا ہے اور اس جذبہ کے ذریعہ وہ اپنی پسندیدہ خاتون کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ میں اس کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں، اس مال کے خرچ کرنے کے ذریعے اس کو تسکین قلب میسر آتی ہے۔ دوسری جانب صنف نازک کے اندر وہ اوصاف بدرجہ کمال موجود ہوتے ہیں کہ وہ اگر غلط راستہ پر پڑ جائے تو جسم کے ناجائز استعمال کے ذریعے مرد کی ہوس ناکی کو تسکین بخش کر صرف ایک شب کے ہزاروں روپے کما سکتی ہے، لیکن اس نے اپنے قیمتی اثاثے کو مرد کی ہوسناکی سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنے جذبات کو پاکیزہ رکھا اور اپنی عفت کو سلامت رکھا اور مردوں کی شہوت کی بھینٹ نہ چڑھی تو اب یہ اپنا مکمل سراپا بنام خدا کسی اجنبی مرد کو ہمیشہ کے لیے سپرد کر رہی ہے تو اس ایثار اور قربانی کے بدلے شریعت نے اس کو مرد کی طرف سے ایک مالی عطیہ کا حقدار قرار دیا جس کو ہم ''مہر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ عورت کا ایک واجبی حق ہے، جو مرد کے ذمہ لازم ہے اور قرآن نے کہا ہے کہ عورتوں کو خوشی کے ساتھ ان کے مہر ادا کر دو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۵۳۵)

ترجمہ: ''اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کی خوشی سے۔''

مہر کی مقدار

یوں تو شادی کے تمام مراحل میں نبی اکرم ﷺ کا یہ زریں ارشاد سامنے رہنا چاہیے:

'انّ اعظم النكاح بركة ايسره مئونة''

''یعنی سب سے بابرکت اور مسعود شادی وہ ہے جس میں مالی بار کم سے کم ہو اور دشواریوں

☆☆

(۵۳۵) القرآن: ۴:۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔"

خاص طور پر مہر کے بارے میں اس پر ضرور عمل ہونا چاہیے۔حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خط کے اندر نہایت بلیغ انداز میں شریعت کی روح بیان فرمادی ہے،آپ نے فرمایا:

الا لا تغالوا بصدق النساء فانّها لو كانت مكرمة في الدّنيا او تقوىٰ عند الله كان اولكم بها النّبي ﷺ (۵۳۶)

ترجمہ: "خبردار غور سے سنو! عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کیا کرو،اگر یہ دنیا میں برتری کی بات ہوتی یا اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام ہوتا تو اللہ کے پیغمبرؐ اس کام میں سب سے زیادہ سبقت لیجاتے۔"

شریعت نے مہر عورت پر نہیں بلکہ مرد پر لازم کیا،کیوں کہ عورت کی عزت اس کی صنفی نزاکت مطلوب بنائے جانے کی مقتضی ہے،نہ کہ طالب بننے کی،مہر کا مرد پر لازم ہونا اس کے طالب ہونے کا عملی ثبوت ہے۔اس میں عورت کی دلجوئی بھی ہے۔

اگر چہ رسول اللہ ﷺ نے مہر کی کوئی ایسی آخری حد مقرر نہیں فرمائی جس کے بعد اجازت نہ رہتی ہو،لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بس اتنا مہر مقرر ہونا چاہیے جو بآسانی ادا کیا جاسکتا ہو اور اس کا کچھ حصہ جنسی تعلق قائم کرنے سے قبل ہی بیوی کی مزید دلجوئی کی خاطر ادا کردینا چاہیے۔نبی اکرم ﷺ نے اپنی اکثر ازواج مطہراتؓ کا (۵۰۰) سو درہم تقریباً ۱۳۱ تولہ چاندی مہر مقرر کیا۔ازواج مطہرات میں صرف حضرت ام حبیبہؓ کا مہر ۴۰۰۰ درہم مقرر ہوا تھا،جو حضورؐ نے نہیں بلکہ اصحمہ نجاشی شاہ حبش نے حضورؐ کی طرف سے ادا کیا تھا اور اتنا ہی مہر اپنی اکثر صاحبزادیوں کا متعین کیا۔نبی اکرمؐ کے اس طرز عمل سے جس طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ مہر کی مقدار اتنی زیادہ نہیں مقرر کرنی چاہیے کہ ادا کرنا ہی مشکل ہوجائے۔اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ مہر اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہیے جس سے عورت کی بے وقعتی بلکہ بے قیمتی کا احساس ہونے لگے۔اس بارے میں بھی اکثر لوگ افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں،کہ یا تو اتنا زیادہ مہر مقرر کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں جس کا ادا کرنا مشکل ہی نہیں بسا اوقات محال ہوتا ہے یا اتنی کم مقدار بعض برادریوں اور خاندانوں کے لوگ مقرر کرتے ہیں کہ سن کر ہنسی آجائے اور عورت کی کھلی توہین محسوس ہو۔شریعت نے اس سلسلہ میں بھی اعتدال کی راہ پسند فرمائی اور اس پر چلنا

☆☆

(۵۳۶) ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ،محولہ سابقہ،ص ۲۸۷ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر بتایا کہ وہ نہ بہت زیادہ ہو اور نہ عورت کی حیثیت سے اتنا کم کہ اسے ہم چشموں میں شرمندہ ہونا پڑے، اس زمانہ میں قوت خرید کے لحاظ سے درہم کی جو مالی حیثیت تھی کہ پانچ درہم میں عموماً ایک اچھی بکری آجاتی تھی، اس اعتبار سے پانچ سو درہم خاص مالیت ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر راجح یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا جس کا وزن تقریباً ۱۵۰ تولے ہوتا ہے۔(۵۳۷) تو اسی وقت کے اعتبار سے اس کی مالیت معلوم کر کے مہر فاطمی مقرر کی جاسکتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم تقریباً دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے اور زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں، بعض گھرانوں میں مہر شرع محمدیؐ بتیس روپے دس آنے دس پیسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اس کو مہر شرعی سمجھنا بالکل غلط ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے، اس قدر مالیت سے کم مہر رکھنا درست نہیں۔(۵۳۸)

اپنی اس فصل کا اختتام عورتوں کے بارے میں ایک نظم پر کرتا ہوں۔

خذ بالکتاب و بالحدیث
تم کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ
ثم سیرۃ السلف الثقاۃ
اور قابل اعتماد سلف صالحین کی سیرت سیکھو
وارجع الی سنن الخلیقہ
اور انسانوں کے طریقے سمجھو
ثم واتبع نظم الحیاۃ
اور دنیاوی زندگی کے نظام کی اتباع کرو
ھذا رسول اللہ
اللہ کے رسولؐ نے مومن

☆☆

(۵۳۷) معاشرتی مسائل: محمد برہان الدین سنبھلی، کراچی، ''مجلس نشریات اسلام'' ۱۹۹۶ء، ص ۵۲-۵۳۔
(۵۳۸) آپ کے مسائل اور ان کا حل: مولانا محمد یوسف لدھیانوی، کراچی ''مکتبہ لدھیانوی'' ۱۹۹۴ء، ص ۱۴۹، ۱۵۲، ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم ینقص حقوق المومنات
عورتوں کے حقوق میں کوئی کمی نہیں فرمائی

العلم کان شریعۃ
علم شریعت تھا ان فقیہ

لنائہ المتفقہات
اور سمجھدار عورتوں کے لیے

رص التجارۃ والسیاسۃ
وہ تجارت، سیاست

والشئون الاخریات
اور زندگی کی دوسری چیزوں کی ماہر تھیں

ولقد علمت بناتہ
اور آپ ان کی بیٹیوں کو

لجج العلوم الزاخرات
ٹھاٹھیں مارتے ہوئے علوم کے سمندر میں لہریں سمجھیں گے

کانت سکینۃ تملأ الدنیا
سکینہ دنیا کو علم سے مالا مال کرتی تھیں

وتھزأ بالرواۃ
اور رواۃ کا گویا ان کے سامنے مذاق ہوتا تھا

روت الحدیث وفسرت
انہوں نے علم حدیث کو نقل کیا

آی الکتاب البینات
اور کتاب اللہ کی آیات واضحات کی تفسیر کی

وحضارۃ الاسلام
اور اسلامی تہذیب و تمدن مسلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنطق عن مكان المسلمات

عورتوں کی علمی منزلت کو بیان کر رہی ہے

(۵۳۹)

تجزیہ: ایشیائی خواتین کی حالتِ زار

آج دنیا بھر میں خواتین کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی جا رہی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کے علاوہ ترقی پزیر ممالک میں بھی خواتین کے مساوی حقوق کی تقسیم پر زور دیا جا رہا ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ معاشرے کی ترقی و کامرانی کا دارومدار بڑی حد تک خواتین کے کردار پر منحصر ہوتا ہے۔ کیوں کہ خواتین ماں کے روپ میں صرف بچوں کی تربیت ہی نہیں کرتیں بلکہ مستقبل کے معمار تعمیر کرتی ہیں۔

لیکن مقام افسوس ہے کہ آج بھی خواتین اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ چناں چہ ایشیائی خواتین کی حالت زار کا اندازہ اس چارٹ کی مدد سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

جس میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی شرح تعلیم، روزگار کے مواقع، عمر کا تناسب، سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں ایگزیکیٹو اعلیٰ عہدوں پر فائز خواتین کا تناسب اور کابینہ میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد کا تناسب فی صد میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ترقی پزیر اور صنعتی ممالک سے موازنہ بھی کیا گیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

☆☆

(۵۳۹) اصلاح معاشرہ اور اسلام: شیخ محمد بن سالم، ترجمہ ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار، کراچی، ''دار التصنیف جامع بنوری ٹاؤن، ۱۴۱۱ھ، ص ۵۷۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	شرح خواندگی فیصد	اوسط عمر سال	روزگار کے مواقع فیصد	اعلی عہدوں پر فائز خواتین کی تعداد فیصد	قانون ساز اداروں میں تعداد	کابینہ میں تعداد فیصد
بنگلہ دیش	۵۱	۵۵٫۶	۳۷	۵	۱۰	۸
برما	۸۶	۵۹٫۳	۵۶	*	*	*
کمبوڈیا	*	۷۳٫۹	۷۹	*	۲۰	۸
چین	۷۹	۷۰٫۴	۸۱	۱۳	۲۱	۶
ہانگ کانگ	۹۰	۸۱٫۸	۶۲	۱۹	۵	۱۰
انڈیا	۵۵	۶۰٫۴	۳۴	*	۷	۳
انڈونیشیا	۸۶	۶۴٫۵	۴۴	۷	۱۲	۶
جاپان	*	۸۲٫۵۰	۶۴	۹	۷	۶
ملائیشیا	۸۶	۷۳٫۰	۵۵	*	۱۰	۷
پاکستان	۴۷	۶۲٫۶	۱۶	۳	۲	۴
فلپائن	۹۹	۶۸٫۳	۴۴	۳۸	۱۱	۸
سنگاپور	۸۸	۷۷٫۴	۵۸	۱۹	۴	*
جنوبی کوریا	۹۷	۷۴٫۹	۵۲	۴	۱	۴
سری لنکا	۹۲	۷۷٫۳	۳۶	۷	۵	۳
تھائی لینڈ	۹۵	۷۱٫۸	۷۷	۲۹	۴	*
ویتنام	۹۳	۶۷٫۳	۸۲	*	۱۸	۵
تمام ایشیا کا تناسب	۸۲	۶۹٫۹	۵۷	*	۹	۵
ترقی پذیر ممالک کے ہر ملک کا اوسط	۹۳	۶۲٫۹	۵۵	*	۱۰	۵
صنعتی ممالک کے ہر ملک کا اوسط	*	۷۹٫۴	۶۱	*	۱۲	۸ (۵۴۰)

نوٹ: * سے مراد ہے صحیح اعداد و شمار دستیاب نہ ہو سکے۔ (۵۴۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی خواتین اور معاشی ترقی

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے ۵۴ سالہ دور میں حکومت نے خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے بلند و بانگ دعوے کیے مگر تا حال اس ضمن میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہو سکی۔

موجودہ حکومت نے جن حالات میں زمام حکومت سنبھالی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، یقیناً ان نامساعد حالات اور قلیل وقت میں حکومت نے جو اصلاحات نافذ کیں وہ قابل ستائش ہیں مگر حقوق نسواں کے حوالے سے دیکھا جائے تو موجودہ حکومت سے وابستہ توقعات ہنوز تکمیل سے قدرے دور نظر آتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ مجموعی پیداوار اور محصولات کے حصول میں امید افزا پیش رفت ہوئی ہے مگر ابھی منزل قدرے دور ہے۔

۱۹۹۸ء کے اعداد و شمار کے تناظر میں دیکھا جائے تو طبی سہولتوں کی عدم دستیابی کے سبب ایک ہزار میں ۳۷ لڑکیاں موت کا شکار ہوئیں، جبکہ شرح پیدائش، جن میں ۱۵ سے ۱۹ سال کی مائیں شامل ہیں، ۱۰ فی صد بچے فی ہزار کے حساب سے سامنے آئے۔

خواندگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو ابتدائی تعلیم کی شرح ۲۹ فی صد جب کہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی میں شرح ۲۸ فی صد رہی۔

جبکہ مخلوط تعلیم کی شرح ۵۶ فی صد کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ پاکستان میں اگر عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد کا جائزہ لیا جائے تو ۱۰۰ خواتین پر ۱۰۵۰۸ مردوں کا تناسب سامنے آتا ہے۔ اس حوالے سے جنوبی ایشیا وہ واحد خطہ ہے جسے اب بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد زیادہ ہے۔

لیکن افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ اب بھی لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کو زیادہ مراعات و سہولتیں حاصل ہیں جن میں صحت و صفائی، غذائی ضروریات اور تعلیم جیسے بنیادی شعبے شامل ہیں۔

ہمارے ہاں آج بھی یہ روایات قائم ہیں کہ لڑکے کو بچپن ہی سے خاندان کا سربراہ اور لڑکی کو پرائی امانت تصور کیا جاتا ہے۔

وفاقی بجٹ ۲۰۰۰ء میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے مختص رقم میں واضح تبدیلی نظر آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پبلک سیکٹر ڈیولپمنٹ پروگرام" میں ۵۰ ملین (۲۰۰۰۔۱۹۹۹ء) روپے کی کمی کر کے ۴۶۰۷ ملین (۲۰۰۱۔۲۰۰۰ء) روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ تبدیلی یقیناً اثر انداز ہوگی۔

پاکستان میں زکوٰۃ کا نظام موجود ہے جو کہ اسلامی معاشرے کی اساس ہے، مگر اس کی تشکیل وترسیل کو ایمان داری اور اخلاص کی روشنی میں مزید مستحکم کرنا ہوگا تا کہ حقدار کو اس کا جائز حق مل سکے۔

اس کے علاوہ بیواؤں کے لیے "گزارہ الاؤنس" کا اجراء ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ جس کے مثبت اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس نظام کو بھی مزید فروغ دینے کی ضرورت ہے۔(۵۴۱)

☆☆

(۵۴۱) سنڈے میگزین: روزنامہ جنگ، ۳۰، جولائی ۲۰۰۰ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

بچوں کے حقوق کی کفالت کا اسلامی تصوّر

اقوام متحدہ نے ہر سال اکتوبر میں ''یوم اطفال'' کی تقریب کا اہتمام کر کے دراصل بچوں سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ اتفاق سے یہی دن بچوں کے حقوق کے منشور کا یوم منانے کا بھی ہے۔ بہر کیف یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے بچوں سے دلچسپی کی ابتداء کی تھی۔ اسلام نے محض بچوں کی پیدائش کے بعد سے ہی مسلسل اس میں دلچسپی نہیں لی بلکہ اس کی تولید سے پہلے ہی ''بچوں کے حقوق'' کی کھل کر وضاحت بھی کی ہے۔

اسلام میں بچپن کی تصویر کشی ایک ایسی خوب صورت دنیا کے طور پر کی گئی ہے جہاں مسرت ہے، حسن ہے، خواب کی باتیں ہیں، محبت ہے اور عجیب و غریب واقعات! قرآنی آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بچپن کو پسند فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کی قسم کھائی ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (۵۴۲)

ترجمہ: ''قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔ اور قسم ہے والدین کی اور بچوں کی۔''

یٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى (۵۴۳)

ترجمہ: ''اے زکریا! ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔''

قرآن نے بچوں کو آنکھ کی ٹھنڈک کہا ہے۔

☆☆

(۵۴۲) القرآن: ۹۰: ۱، ۲، ۳۔

(۵۴۳) القرآن: ۱۹: ۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ (۵۴۴)

ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری عورتوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمایئے۔''

نیز قرآن نے بچوں کو رونق دنیا قرار دیا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۵۴۵)

ترجمہ: ''مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے بچپن کو اس طرح پیش فرمایا ہے گویا یہ ایک جنت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

الاطفال دعاميص الجنة

ترجمہ: ''یعنی بچے جنت کی تتلیاں ہیں۔''

ایک مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ننھے بچوں کو ماں کا دودھ نہ پلایا جا رہا ہوتا، بوڑھے لوگ عبادت میں جھکے نہ ہوتے اور جانور میدان میں چر نہ رہے ہوتے تو یقیناً تم پر سخت عذاب نازل ہوتا۔

ایک دن آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس وقت آپؐ کے دونوں نواسے حضرت حسنؓ اور حسینؓ دوڑتے اور لڑکھڑاتے ہوئے تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے خطبہ روک دیا، پھر منبر سے اتر کر دونوں بچوں کے پاس تشریف لے گئے، انہیں نہایت محبت سے بازوؤں میں اٹھا لیا اور منبر پر تشریف لا کر یہ فرمایا:

اے لوگو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری شیفتگی کا باعث ہیں۔ میں نے اپنے دونوں بچوں کو دوڑتے اور لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا۔ لہٰذا میں خود پر قابو نہ پا سکا اور نیچے اتر کر انہیں گود میں لے لیا۔ (۵۴۶)

ایک روز آپؐ حضرت حسنؓ کو اپنی پشت پر سوار کیے ہوئے تھے تو کسی صاحب نے کہا کہ بیٹا بڑی بہترین سواری پر تم سوار ہوئے ہو تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ سوار ہونے والا بھی بہترین سوار

☆☆

(۵۴۴) القرآن: ۲۵: ۷۴۔

(۵۴۵) القرآن: ۱۸: ۴۶۔

(۵۴۶) جامع الترمذی: امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۱۸ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(۵۴۷) آپؐ جب نماز پڑھا رہے ہوتے اور اس وقت کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کر دیتے اور فرماتے: بچے کی ماں کو اذیت دینا مجھے پسند نہیں۔

ایک دن آپؐ حضرت فاطمہؓ کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ حضرت حسینؓ کے رونے کی آواز سنائی دی۔ آپؐ ان کا رونا برداشت نہ کر سکے۔ لہٰذا گھر میں داخل ہو کر حضرت فاطمہؓ کو تنبیہ کے انداز میں فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس کو روتا دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

آپؐ نے اولاد کی تعلیم و تربیت کی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے فرمایا:

لان یئودّب الرّجل ولدہ خیر من ان یتصدّق بصاع.(۵۴۸)

ترجمہ: ”کسی آدمی کا اپنے بیٹے کی تربیت کرنا ایک صاع خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

ما نحل والد ولدامن نحل افضل من ادب حسن(۵۴۹)

ترجمہ: ”کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔“

کیوں کہ گھر کا سربراہ جو تربیت اپنی اولاد کو دے گا تو اس کی نشو ونما اسی کے مطابق ہوگی۔ نیز تربیت کا مفہوم یہ ہے کہ عملی طور پر بچہ اپنے گھر کے ماحول سے اپنی زندگی گزارنے کے اطوار سیکھے گا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اذا کان ربّ البیت بالطبل ضارباً
فلا تلم الاولاد علی الرقص(۵۵۰)

ترجمہ: ”جب گھر کا سربراہ خود طبلہ سارنگی بجا رہا ہو تو اس کے بچوں کو رقص کرنے پر برا بھلا

☆☆

(۵۴۷) ایضاً: محولہ سابقہ،

(۵۴۸) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ محولہ سابقہ، ص ۶۱ ج ۲۔

(۵۴۹) ایضاً: حوالہ بالا۔

(۵۵۰) عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: مفتی ولی حسنؒ ٹونکی کراچی ”مجلس دعوت و تحقیق اسلامی“ ۱۴۰۶ھ، ص ۲۴۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مت کہو۔"

تو گھر میں بڑے جو کچھ کریں گے، چھوٹے وہی سیکھیں گے۔ لہٰذا ہم اپنی اولاد کو جس طرح دیکھنا چاہتے ہیں اسی طرح کا عمل ان کے سامنے کریں تو کل جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو اپنے عمل کا عکس ان میں نظر آئے گا۔

والطفل یحفظ ما یلقی الیہ ولا
ینساہ اذقلبہ کالجوھر الصافی
فانقش علی قلبہ ما شئت من خیر
فسوف یاتی بہ من حفظہ وافی

یعنی بچہ اس بات کو یاد کر لیتا ہے جو اس کے سامنے کی جائے اور اسے بالکل نہیں بھولتا اس لیے کہ اس کا دل صاف شفاف جوہر کی مانند ہوتا ہے۔ اس لیے آپ اس کے دل پر جو بات چاہیں کندہ کر دیں، وہ اس بات کو اپنی یادداشت کے ذریعے پورا پورا پیش کر دے گا۔(۵۵۱)

اور اگر کوئی باپ اپنی اولاد کے بارے میں غفلت برتتا ہے اور اس کی اچھی تربیت نہ کی ہو تو پھر ساری زندگی اس کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا ہے:

من لم یئودبہ الشّرع لا ادبہ اللّٰہ (۵۵۲)

ترجمہ: "یعنی جس نے شریعت کی تعلیم کے ذریعہ اپنی اولاد کی تربیت نہیں کی تو اللہ پاک بھی ایسوں کی تربیت نہیں فرماتے۔"

بچوں کے لیے قرآن کا معاشی نقطۂ نظر

اسلام کی آمد سے قبل قتل اولاد کا دستور عام تھا، لوگ غربت اور مفلوک الحال ہونے کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ زیادہ مشہور لوگوں میں یہ ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے، لیکن یہ کہنا درست نہیں بلکہ لوگ اولاد کو کھلانے پلانے کے ڈر سے بھی قتل کر دیا کرتے تھے۔ قرآن نے سختی کے ساتھ اس فعل قبیح کو منع کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا:

☆☆

(۵۵۱) اصلاح معاشرہ اور اسلام: شیخ محمد بن سالم، بحوالہ سابقہ، ص ۵۹۱۔

(۵۵۲) اسلام میں بچے کی نگہداشت: اسلامک ریسرچ کونسل جامع الازہر کے تحقیقی مقالات کا مجموعہ، اسلام آباد "دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی" ۱۹۹۹ء، ص ۶۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (۵۵۳)

ترجمہ: ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔'' دوسرے مقام پر اور شدید انداز میں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (۵۵۴)

ترجمہ: ''اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بھی۔ بیشک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔''

قرآن نے انسان کو رزق کا ٹھیکیدار بننے کے بجائے اللہ کا بندہ بننے کی ہدایت کی ہے اور یہ بتا دیا کہ آج جس بچے کو معاشی بوجھ سمجھ کر قتل کر رہے ہو کل گزشتہ تک تم بھی ایسے ہی ناتواں لاچار تھے، اس رزاق مطلق نے تمہیں بھی رزق دے کر اس عمر تک پہنچایا اور اب بھی بدستور تمہیں رزق مل رہا ہے۔ پھر تم اس رزاق کی ذات کو فراموش کر کے اپنے آپ کو رزاق سمجھ رہے ہو۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ

مخلوق تھے جو وہ خالق و خلاق ہو گئے
بھوکوں کو یوں ملا کہ وہ رزاق ہو گئے

یہاں سے ''فیملی پلاننگ'' یعنی خاندانی منصوبہ بندی والوں کے نظریات کی بھی یکسر تردید ہو جاتی ہے جنہیں افزائش نسل کا غم کھائے جا رہا ہے جو اپنے پیٹ کو بھرنے کے لیے دوسروں کی اولادوں کو قتل کرا رہے ہیں اور خاندانی منصوبہ بندی کا پرچار کر کے مغربی اور لادینی قوتوں سے خطیر رقم بٹور رہے ہیں۔ یہ منصوبہ بندی والے جو اولاد پر پیسے خرچ کرنے سے ڈرا رہے ہیں۔ دوسری طرف صرف ایک ٹیلی ویژن اشتہار کے ذریعہ لاکھوں روپے بلکہ مجموعی لاگت جو تمام اشتہاری پرچار پر خرچ کی جاتی ہے، کروڑوں روپے سے متجاوز ہے۔ اگر یہی رقم اپنی قوم کے ان افراد کی اولاد پر تقسیم کر دی جائے جو نادار ہیں تو کیا پھر بھی ''منصوبہ بندی'' کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ہرگز نہیں! یہی بہی خواہان ملت ہیں جو فضول اشتہارات پر کروڑوں روپے سالانہ خرچ کر رہے ہیں، لیکن اولاد کو کھلانے کے لیے ان کے پاس دو وقت کی روٹی نہیں ہے۔

☆☆

(۵۵۳) القرآن:۶:۱۵۱۔

(۵۵۴) القرآن:۱۷:۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیملی پلاننگ والوں کی تحریف

جب بات نکل ہی پڑی تو ایک تحریف منصوبہ بندی والوں کی واضح کرتا چلوں۔

اس وقت میرے سامنے ''فیملی پلاننگ'' کی طرف سے تقسیم شدہ کتاب ''اسلام میں بچے کی نگہداشت'' جس کو طبع کرانے میں ''ادارہ اطفال اقوام متحدہ پاکستان'' کا تعاون شامل ہے۔ اس میں انہوں نے یعنی صاحب مقالہ نے قتل نفس مطلق کی حرمت پر ''سورۂ نساء'' کی آیت نمبر ۲۹، ''سورۃ الانعام'' کی آیت نمبر ۱۵۱ پیش کی لیکن اس آیت کا فقط اتنا ٹکڑا جو استشہاد کے لیے مؤید تھا وہ پیش کیا۔

لا تقتلوا اولادكم ''کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو'' لیکن اس سے اگلا جملہ جو ''منصوبہ بندی'' کے منہ پر طمانچہ ہے یعنی ''**من املاق**'' کہ ان کا قتل مفلسی کی وجہ سے نہ ہو، پھر مزید اس سے اگلا ٹکڑا یعنی ''**نحن نرزقكم واياهم**'' کہ ہم ہی تم کو بھی اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں، اس پورے ٹکڑے کو غائب کر دیا۔ کیوں کہ اگر یہ ''کتمان'' نہ کیا جاتا اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے مفاد کے خلاف بات کو قرآن سے نہ چھپایا جاتا تو لاکھوں ڈالروں کا نقصان ہو جاتا اور داد تحسین ملنے کے بجائے زیر عتاب آنا پڑتا۔ اس لیے انہوں نے اس روش کو اپنایا کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو۔ **اعاذنا الله من ذالك.**

بچوں کے لیے حدیث کا معاشی نقطۂ نظر

قرآن کے بعد حدیث ہی ہدایت کا سرچشمہ ہے اور درحقیقت حدیث تفسیر اور تشریح ہے قرآن کی۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا گناہ بہت بڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔ سائل نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے آپؐ نے فرمایا:

ان تقتل ولدك خشية ان يأكل معك (۵۵۵)

ترجمہ: ''یعنی اس ڈر سے تیرا اپنے بیٹے کو قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔''

یعنی زمانہ جاہلیت سے ہی اولاد کو قتل کرنے کی بنیادی وجہ اس کو ایک معاشی بوجھ سمجھنا تھا۔

☆☆

(۵۵۵) بخاری: امام بخاریؒ محولہ سابقہ، ص ۸۸۶ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت قرآن وحدیث کا ''کھانے'' کو قتل کی وجہ بیان کرنا اس سے کنایہ ہے کہ اس کی معاشی ذمہ داریاں چوں کہ باپ پر ہی ہوتی ہیں تو لوگ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے قتل اولاد کا جرم کر بیٹھتے تھے۔

حدیث میں ماں کی مامتا کی تعریف وتمثیل

اللہ نے فطری طور پر ہر مخلوق کے دل میں اپنی اولاد کی محبت پیدا کی ہے، جس کی وجہ سے اس کا دل اپنی اولاد کی پرورش کرنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔ گویا کہ اللہ نے نظام کفالت میں اولاد کو یہ فضیلت بخشی ہے کہ بچہ چاہے انسان کا ہو یا حیوان کا دونوں کا نفقہ اُس کے ماں باپ کے ذمہ ہے اور وہ نفقہ سن بلوغ تک ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ پرندے اپنے گھونسلے میں جا جا کر اپنے ننھے بچوں کی چونچ سے چونچ ملا کر ان کے پپوٹے بھرتے ہیں اور تمام خطرات مول کر اپنے بچوں کے لیے ''معاشی کفالت'' کا انتظام کرتے ہیں۔ جب وہ بچے کچھ سمجھدار ہو جاتے ہیں تو ان کے ماں، باپ ان کو اڑنا سکھاتے ہیں، جب وہ بچے پوری طرح اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں جو علامت ہے اس بات کی کہ گویا یہ بچے اب سن بلوغ میں قدم رکھ چکے ہیں تو ان کے ماں باپ ان کی معاشی کفالت سے دستبردار ہو کر ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر کے آزاد کر دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ:

جعل اللہ الرحمة فی مائة جزء فامسک عندہ تسعة وتسعین جزءً، وانزل فی الارض جزءً واحداً فمن ذالک الجزء یتراحم الخلق حتی ترفع فرس حافرھا عن و لدھا خشیة ان تصیبه (۵۵۶)

ترجمہ: ''آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے ہیں، اس میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں اور ایک حصہ زمین پر اتارا ہے، اس ایک حصہ کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑی (مادیاں) اپنے بچے کو اپنا کھر نہیں لگنے دیتی، اٹھا لیتی ہے، کہیں اس کو تکلیف نہ پہنچے۔''

آپؐ نے پھر ایک موقع پر اس شفقت اور رحمت کا عملی مشاہدہ صحابہ کرامؓ کو کرایا جس کی تفصیل

☆☆

(۵۵۶) البخاری: امام بخاریؒ بحوالہ سابقہ، ص ۸۸۶ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں قیدی لائے گئے تو ان قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی کہ جس کے سینے میں دودھ بھرا ہوا تھا اور بہہ رہا تھا، وہ دوڑ رہی تھی اتنے میں ایک بچہ اس کو قیدیوں میں ملا اس نے جھٹ اپنے پیٹ سے لگالیا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ آپؐ نے ہم سے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں جھونک دے گی۔ ہم نے عرض کیا ہرگز نہیں، جب تک اس کو قدرت ہوگی وہ اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالے گی۔ آپؐ نے فرمایا بس یہ سمجھ لو! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔ (۵۵۷)

ان احادیث سے فطری طور پر ماں کے دل کی محبت کا اظہار ہوتا ہے کہ ہر ماں اپنے نومولود کے لیے اپنے جگر تر سے پرورش کرنے کو تیار ہے اور رہنا چاہیے۔

اولاد میں عطایا کی مساوات

نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر تھے جن کو اللہ نے حکمت و دانائی سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ آپؐ نے والدین کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اولاد کے درمیان کسی بھی پہلو سے ایسا عمل نہ کیا جائے جس کی وجہ سے دوسری اولاد کی دل شکنی ہو اور وہ احساس محرومی کا شکار ہو۔ کیوں کہ حق ولادت کے اعتبار سے تمام اولاد مساوی ہیں۔ اگر اس میں سے کسی کو ظاہراً کوئی ترجیح دی جائے گی تو یقیناً بقیہ اولاد کے دل میں والدین کی طرف سے قدرے رنجش پیدا ہوگی اور وہ احساس کمتری کا شکار ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ نعمان بن بشیرؓ کے والد نے اپنے بیٹے کو ایک غلام تحفہ میں دیا اور حضورؐ کو اس تحفہ پر گواہ بنانے کے لیے آئے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سارے بچوں کو اس طرح تحفہ دیا ہے جس طرح اس بچے کو دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا کہ اپنا تحفہ واپس لے لو۔ (۵۵۸)

امام ترمذیؒ اس حدیث کے ذیل میں اکابرین امت کے اختلاف کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک اولاد کے درمیان مساوات مستحب ہے۔ بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ بچے کو پیار کرنے میں بھی مساوات کی جائے گی اور بعض نے کہا ہے کہ تحفہ اور ہدایا

☆☆

(۵۵۷) البخاری: امام بخاریؒ بحوالہ سابقہ، ص ۸۸۷ ج ۲۔

(۵۵۸) جامع الترمذی: امام ترمذیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۲۵۳ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیٹا، بیٹی سب برابر ہوں گے۔ اس میں میراث کی طرح بیٹے کو دُہرا اور بیٹی کو اکہرا نہ دیا جائے گا۔ یہ قول حضرت سفیان ثوریؒ کا ہے جب کہ بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ میراث کی طرح ہدایا میں بھی بیٹے کو بیٹی سے دُہرا ملے گا اور یہ قول امام احمدؒ و اسحاقؒ کا ہے۔ (۵۵۹)

اولاد کی ابتدائی پرورش

نومولود بچہ کے ابتدائی دو سال دودھ پلانے کے ہوتے ہیں، دودھ پلانے کے احکام قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہتمام کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور اس سلسلہ میں والد اور والدہ دونوں پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں، اسے مختصر اور جامع الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۵۶۰)

ترجمہ: ”مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں، یہ مدت اس کے لیے ہے جو کوئی مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ قاعدہ کے موافق ان بچوں کی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دینا ہے۔ کسی کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی حیثیت اور برداشت کے مطابق، بچہ کی ماں کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہیے اس کے بچہ کی وجہ سے اور مثل طریق مذکور کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہے۔ پھر اگر والدین دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضامندی اور باہمی مشورے سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی دوسری عورتوں کا دودھ پلانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ ان کے حوالہ کر دو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے، قاعدہ کے موافق اور حق تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے

☆☆

(۵۵۹) ایضاً: محولہ بالا۔

(۵۶۰) القرآن: ۲: ۲۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں۔"

آیت مذکورہ سے جو احکام نومولود کے لیے مستفاد ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مائیں شیر خوار بچوں کو دودھ پلائیں اور اس کی آخری مدت زیادہ سے زیادہ دو سال تک ہے۔ اگر کسی مجبوری کی بناء پر اس سے قبل دودھ چھڑانے کی ضرورت ہو تو والدین ایسا کر سکتے ہیں۔

(۲) البتہ اگر ماں کا دودھ کافی نہ ہو تو اوپر کا دودھ یا غذا دے سکتے ہیں اور اس دودھ اور غذا کا خرچ باپ دے گا۔

(۳) بلا عذر یا کسی ناجائز وجہ کی بناء پر ماں کا دودھ نہ پلانا اور بچے کو نقصان پہنچانا سخت گناہ ہے۔

(۴) جب تک بچہ کی ماں، بچے کے باپ کے نکاح میں ہے، یا باپ نے طلاق دیدی لیکن ابھی تک بچہ کی ماں عدت میں ہے، بچے کو بلا معاوضہ دودھ پلانا اس پر واجب ہے، شوہر سے کسی اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ جب کہ ان حالات میں عورت کو بچے کا باپ سے نان نفقہ کا خرچہ ملتا ہے۔

(۵) بیوی کا نان نفقہ یا مطلقہ جو عدت میں ہے، اس کا خرچہ عدت گزرنے تک شوہر کی مالی حیثیت کے مطابق اس پر واجب ہے۔ اگر بچہ کی ماں مطلقہ ہوگئی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور شیر خوار بچے کی مدت ابھی تک ختم نہیں ہوئی تو ماں دودھ پلانے پر معقول اجرت اور معاوضہ کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ بغیر معاوضہ کے دودھ پلائے تو بہتر اور ثواب ہے، کیوں کہ ماں ہونے کے اعتبار سے ایک گونہ اس پر حق بھی ہے۔

(۶) دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت شرعاً (صحیح قول کے مطابق) دو سال ہے اور اس سے زائد بلا عذر دودھ پلانا گناہ ہے۔

(۷) عذر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۸) عذر کی صورت میں جب کہ بچہ کوئی اور غذا استعمال نہ کرتا ہو یا فوراً دودھ چھڑانے سے اس کے کسی شدید مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ڈھائی سال تک دودھ پلانے کی گنجائش ہے جو کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت ہے۔

(۹) دو سال کے اندر اندر دو سال کی مدت پوری کرنے سے قبل اگر ماں باپ دونوں باہمی مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو جائز ہے، جب کہ اس میں بچے کا فائدہ ہو یا کم از کم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۱۰) لیکن اگر بچے کو دودھ چھڑانے کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے تو دو سال کی مدت پوری ہونے سے قبل دودھ چھڑانا درست نہیں۔

(۱۱) دودھ کے علاوہ بچے کے دیگر اخراجات، دوا علاج وغیرہ سب باپ کے ذمہ واجب ہے۔

(۱۲) ماں کے مطلقہ ہونے کی صورت میں باپ پر صرف بچے کے دودھ کی اجرت کی ذمہ داری نہیں بلکہ بچے کے دوسرے تمام اخراجات کی ذمہ داری بھی ہے۔

(۱۳) ماں کے مطلقہ ہونے کی صورت میں بچے کی پرورش کا حق شرعاً ماں کو ہوتا ہے۔

(۱۴) سات سال کا لڑکا اور نو سال تک کی لڑکی ماں کی پرورش میں رہنے کا حکم ہے، اگر ماں کا کسی اجنبی شخص سے نکاح ہو گیا اور وہ بچہ کی پرورش کرنے پر راضی نہیں تو پھر بچے کی پرورش کا حق نانی یا پرنانی کو حاصل ہوتا ہے۔

(۱۵) اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو دادی کو پھر پھوپی اور پھر خالہ کو حق پہنچتا ہے، ماں کا حق سب پر مقدم ہے۔

نیز آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ:

''بچہ کی خاطر ماں کو تکلیف نہیں دی جائے گی اور نہ ہی باپ کو کسی امر پر مجبور کیا جائے گا۔(۵۶۱)

مدتِ رضاعت میں فقہاء کا اختلاف

جمہور علماء کا مدت رضاعت کی تحدید میں اختلاف ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ کل مدت رضاعت دو سال ہے، صاحبین کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو سال دو ماہ ہے۔

آپ سے اس بارے میں اور بھی متعدد روایتیں ہیں، ایک جمہور کے مطابق، دوسری ''حولان وشہر'' تیسری امام ابوحنیفہؒ کے مطابق چوتھی یہ کہ دو سال اور مزید اتنی مدت جس میں

☆☆

(۵۶۱) اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق: مفتی عبدالسلام چاٹگامی، کراچی، ''اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن''، (س۔ن)، ص۴۰۔۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچہ دوسری غذا کا عادی ہوسکے۔ (۵۶۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے۔ امام جعفرؒ کے نزدیک کل مدت رضاعت تین سال ہے۔ (۵۶۳)

جمہور کا استدلال فرمان باری تعالیٰ:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ (۵۶۴) سے ہے۔

نیز حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لا رضاع الاّ ماکان فی الحولین (۵۶۵)

امام ابوحنیفہؒ: "وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ" سے جمہور کے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ: "حولین" کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ "حولین" کے بعد رضاع درست نہ ہو بلکہ آگے "فَاِنْ اَرَادَا فِصَالاً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْھُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْھِمَا میں "فَاِنْ" کی فا تعقیب کے لیے ہے جو اس پر دال ہے کہ "فصال" بعد الحولین ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ حولین کے بعد بھی "رضاع" پایا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آیت مدت رضاعت کی تحدید کے لیے نہیں آئی بلکہ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ "مولود لہ" یعنی "اب" کے ذمہ "مرضعہ" کا نفقہ دو سال کے دائرہ میں لازم ہے، اس سے زائد میں نہیں۔

جمہور کا ایک استدلال اس آیت سے بھی ہے:

وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا (۵۶۶)

یعنی اقل مدت حمل چھ ماہ ہے، للفصال حولان (۵۶۷)

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال بھی اسی آیت سے ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس استدلال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ باری تعالیٰ نے اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر کر کے ان کی مدت بیان کی ہے، جس کا تقاضا یہ تھا کہ حمل اور رضاعت ہر ایک کے لیے تیس ماہ کی مدت ہوئی۔

☆☆

(۵۶۲) فتح القدیر: کمال الدین محمد بن الہمام، قاہرہ، "المطبعۃ الامیریہ": ۱۳۱۵ھ، ص ۳۰۷، ج ۳۔

(۵۶۳) فتح القدیر: ابن الہمام محولہ سابقہ، ص ۳۰۷، ج ۳۔

(۵۶۴) القرآن: ۲: ۲۳۳۔

(۵۶۵) سنن دار قطنی: ابوالحسن بن عمر دار قطنی، دہلی، "المطبعۃ الفاروقی"، (س۔ن)، ص ۴۷۱ ج ۴۔

(۵۶۶) القرآن: ۴۶: ۱۵۔

(۵۶۷) فتح القدیر: ابن الہمام محولہ سابقہ، ص ۳۰۹، ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كالا جل المضروب للدينين

لیکن حمل کے حق میں ایک منقص پایا گیا یعنی حضرت عائشہؓ کی روایت:

لايكون الحمل اكثر من سنتين قدر ما يتحول ظلّ المعزل (۵۶۸)

اس لیے اکثر مدت حمل دو سال ہوئی۔ لیکن حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا:

وما اجاب به صاحب الهداية ههنا فهور كيك جداً

اس لیے کہ اس میں حضرت عائشہؓ کے اثر سے آیت کا منسوخ ہونا لازم آرہا ہے، جو درست نہیں۔

لہٰذا صحیح جواب وہ ہے جو علامہ نسفیؒ نے دیا ہے کہ "حملہ" کا مطلب "حمل علی الایدی" ہے، گویا آیت میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ مدت رضاعت ڈھائی سال ہے جو عادتاً بچہ کو گود میں اٹھانے کا بھی زمانہ ہے۔ اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا" (۵۶۹) میں ظاہر ہے کہ حمل سے مراد "حمل فی البطن" مراد ہے، نہ کہ "حمل علی الایدی" جسکا تقاضا یہ ہے کہ "حمله وفصاله" میں بھی حمل فی البطن ہی مراد ہو، تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ دراصل اس آیت میں بچہ کی خاطر ماں کے مشقت اٹھانے کے مختلف مراحل کو بیان کیا گیا ہے یعنی: (۱) حملته امه كرهاً اى فى البطن (۲) ووضعته كرها، (۳) وحمله على الايدى (۴) وفصاله.

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ جمہور اور صاحبینؒ کا مسلک دلائل کی رو سے نہایت قوی اور راجح ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں: ولا يخفى قوة دليلهما (۵۷۰)

اس لیے کہ آیت وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ میں آگے "لمن اراد ان يتمّ الرّضاعة" کے الفاظ اس پر دال ہیں کہ حولین کے تمام ہونے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس پر اگر کوئی شبہ کرے کہ "فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا" کے الفاظ اس پر دال ہیں کہ حولین کے بعد فصال رضامندی اور مشورہ پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا کہ رضامندی نہ ہو تو حولین کے بعد بھی دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ اس کا

☆☆

(۵۶۸) سنن دار قطنی: امام دار قطنیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۲، ج ۳۔

(۵۶۹) القرآن: ۴۶:۱۵۔

(۵۷۰) البحر الرائق: ابن نجیمؒ بحوالہ سابقہ، ص ۲۲۳، ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب یہ ہے کہ تراضی اور تشاور حولین کے اندر اندر ہے، حولین کے بعد ان کی حاجت ہی نہیں بلکہ دودھ نہ پلانا متعین ہے۔(۵۷۱)

دو سال کے بعد بچے کا نفقہ

دو سال کے بعد جب بچہ غذا کھانے کے قابل ہو جاتا ہے، تو اب اس کی غذا کا بندوبست کرنا باپ کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ بچے کا باپ نان نفقہ کی تلاش میں اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا رہتا ہے، دن بھر تھکتا رہتا ہے اور رات کو بچے کی دیکھ بھال میں بچے کی ماں کا ہاتھ بٹاتا ہے، بچے کے جھولے کو ہلاتا ہے اگر وہ روئے تو اسے تھپتھپاتا ہے اور اپنی قوت وطاقت کے مطابق اس سے تکلیف ومشقت کو دور کرتا ہے حتیٰ کہ مکھی و مچھر سے بھی حتی الوسع اس کو بچاتا ہے۔

"ويخشىٰ عليه الثقل من وطاة الذّر" اور اس سے بھی خوف کھاتا ہے کہ کہیں اس پر چیونٹی کا بوجھ نہ پڑ جائے اور دونوں ملکر یوں کہتے ہیں:

وانّما اولادنا بيننا
اكبادنا تمشي علىٰ الارض
لو هبت الريح علىٰ بعضهم
لا متنعت من الغمض

"یعنی ہمارے درمیان ہمارے بچے زمین پر چلنے پھرنے والے ہمارے جگر گوشہ ہیں۔ اگر ان میں سے کسی پر ہوا چلنے لگے تو میری پلک جھپکنے سے رک جاتی ہے۔"(۵۷۲)

یہ ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ نے اپنی ہر مخلوق کے دل میں ودیعت کر دیا، اسی جذبہ کے تحت باپ اپنی اولاد کی غذا کا اچھے طریقے سے بندوبست کرتا ہے لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قانوناً اسلام نے باپ کو اپنی نابالغ اولاد کے نفقہ کا مکلّف بنایا ہے کہ وہ اپنی کوشش کے مطابق اپنی نابالغ نادار اولاد کا نفقہ برداشت کرے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

☆☆

(۵۷۱) درس ترمذی: مفتی تقی عثمانی، کراچی، "مکتبہ دار العلوم" ۱۴۱۵ھ، ص ۴۵ ج ۳۔

(۵۷۲) اسلام اور اصلاح معاشرہ: ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختارؒ، محولہ سابقہ، ص ۵۶۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولطفلہ الفقیر ای تجب النفقة والسکنیٰ والکسوة لولدہ الصغیر الفقیر (۵۷۳)

''یعنی باپ کے ذمہ اپنی نابالغ اور نادار اولاد کا نفقہ بھی واجب ہے۔''

اور یہ نفقہ اس طرح انفرادی طور پر باپ کے ذمہ واجب ہے کہ دوسرا کوئی اس نفقہ میں باپ کا شریک نہیں اور عبارت مذکورہ میں ''طفل'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے تو ''طفل'' کی حد آغاز پیدائش اور حد اختتام بلوغ ہے۔ اسی طرح طفل کے ساتھ ''فقیر'' یعنی نادار کی قید اس لیے ہے کہ اگر بچہ مالدار ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہوتا۔ اگر بچہ کی ملکیت میں زمین ہے یا چادریں، کپڑے وغیرہ ہیں، باپ ان اشیاء کو بیچ کر اس پر خرچ کر سکتا ہے اور اگر باپ، بیٹے دونوں ہی نادار ہوں تو ایسی صورت میں خصاف کے نزدیک باپ لوگوں سے مانگ کر اولاد کا خرچہ پورا کرے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہوگا۔ (۵۷۴)

بحرالرائق کے حاشیہ میں علامہ ابن عابدین شامیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ باپ اپنی اولاد میں سے لڑکیوں کو کمانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

ولیس له فی الانثی ذالک (۵۷۵)

اور رملی اس بارے میں کہتے ہیں کہ اگر لڑکی سلائی یا سوت کاتنے کے ذریعے پیسہ کما سکتی ہے تو اس صورت میں باپ پر ایسی لڑکی کا نفقہ واجب نہ ہوگا بشرطیکہ وہ لڑکی اپنی ضرورت کے مطابق کما لیتی ہو، لیکن اگر اس کی کمائی بقدر کفایت نہ ہو تو باپ پر بقدر کفایت اس کا نفقہ پورا کرنا واجب ہوگا۔ (۵۷۶)

اولاد کے لیے میراث

کبھی کوئی شخص اچھی نیت سے اپنی اولاد کے لئے ترکہ و میراث کو محفوظ رکھنے کی خاطر اولاد کے لئے ترکہ کو وقف کر جاتا ہے۔ لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی خاندان بڑھ جاتا ہے، اولاد میں

☆☆

(۵۷۳) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ سابقہ، ص ۲۰۱ ج ۴۔

(۵۷۴) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ بحولہ بالا، ص ۲۰۱ ج ۴۔

(۵۷۵) ایضاً: بحولہ سابقہ، ۲۰۱ ج ۴۔

(۵۷۶) حاشیہ البحر الرائق: ابن عابدین، بحولہ سابقہ، ص ۲۰۱ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافہ ہو جاتا ہے، اور رشتہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، اور نگراں و متولی ایک دوسرے سے منافقت کرنے لگتے ہیں، اور آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت ہوتی ہے، یا مقدمہ بازی شروع ہو جاتی ہے، اس لئے بہت سے مسلمان ممالک میں خاندانی وقف ختم کر دیئے گئے، اپنے بندوں کی ضروریات اور مصلحتوں کو اللہ تعالیٰ ہی خوب بہتر جانتے ہیں۔ میراث کے حصہ داروں (ذوی الفروض والعصبات) کے حصے اس لئے مقرر کئے گئے ہیں اور شریعت نے میراث کی تقسیم خود اپنے ذمہ اس لئے لی ہے تاکہ ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق مل جائے، اور لوگ اپنے مرنے والوں پر غم و اندوہ کے بجائے لڑکے لڑکیوں، والدین، بھائی بہنوں کی باہمی مخاصمت اور عدالت و مقدمہ بازی کے چکر میں نہ پڑ جائیں۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (۵۷۷)

ترجمہ: ”اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے اور اگر دو سے زائد بیٹیاں (ہی) ہوں تو ان کے لئے دو تہائی (حصہ) اس (مال) کا ہے جو عورت چھوڑ گئی ہے اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کے لئے نصف (حصہ) ہے“۔

یتیم پوتے کی دادا کے ترکہ میں میراث

ہمارے عائلی قوانین میں دادا کے ترکے سے یتیم پوتے کی میراث کا حصہ بھی دلایا جانا ثابت کیا گیا ہے لیکن یتیم کے لئے یہ کوئی معقول حق نہیں ہے کہ دوسرے وارثوں کا حق کاٹ کر زبردستی اس کو حصہ دلایا جائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق نبی کے قوانین سے صریح انحراف کیا جائے بلکہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ یتیم کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ نے جو صورتیں بتائی ہیں، ان کو اپنایا جائے اور نفقات کے بارے میں جو شریعت کا قانون ہے اس کو جاری کیا جائے۔ یاد رکھیے دادا کی میراث میں سے یتیم پوتے کو حصہ دلانا اس کی بے چارگی اور ناداری کا مداوا نہیں ہے، کیوں کہ اول تو ہر شخص میراث چھوڑ کے نہیں مرتا، دوسرے عام حالات میں اتنی

☆☆

(۵۷۷) القرآن: ۴:۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وافر نہیں ہوتی کہ یتیم کی کفالت اس سے ہو سکے۔ نفقہ کا قانون اگر جاری کر دیا جائے تو یہ ہر نادار اور مفلس کے درد کا واقعی درماں رہے گا۔

نفقہ کے بارے میں قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور فقہاء کی تصریحات نہایت وضاحت سے موجود ہیں۔ چند یہاں بھی ملاحظہ ہوں۔

وعلیٰ الوارث مثلُ ذالک

یعنی اگر باپ مر جائے تو بچہ کے وارثوں پر بھی یہی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ماں یا دایہ کے کھانے، کپڑے کا خرچ اٹھائیں اور تکلیف نہ پہنچائیں۔ آیت کریمہ سے صراحتاً معلوم ہو رہا ہے کہ بچہ کا نفقہ بھی وارثوں پر ضروری ہے۔ (۵۷۸)

امام ابوبکر جصاص رازی (المتوفی ۳۷۰ھ) اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وعلیٰ الوارث مثل ذالک یعنی النفقة والکسوة وان لا یضاره اذ کانت المضارة قد تکون فی النفقة کما تکون فی غیر ها فلما قال عطفاً علیٰ ذالک وعلی الوارث مثل ذالک کان ذالک مو جباً علی الوارث جمیع المذکور و قد روی عن عمرو زید بن ثابت والحسن وقبیصة بن ذویب و عطاء وقتادة فی قوله تعالیٰ وعلیٰ الوارث مثل ذالک، النفقة علیٰ الرّجال والنّساء علی قدر مواریثهم وهو قول اصحابنا. (۵۷۹)

ترجمہ: ”یعنی کھانا کپڑا وارث کے ذمہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی اس میں داخل ہے کہ وارث عورتوں کو تکلیف نہ دے، کیوں کہ تکلیف دینا کبھی نفقہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی اس کے علاوہ۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے ”علیٰ الوارث“ کو اس پر عطف کیا تو وارث پر بھی یہ سب ضروری ہوگا۔ حضرت عمر، زید بن ثابت، حسن، قبیصہ بن ذویب، عطاء، قتادہؒ سے آیت کریمہ وعلی الوارث مثلُ ذالک، کی تفسیر میں نفقہ ہی منقول ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ نفقہ مردوں اور عورتوں سب پر میراث کے اعتبار سے واجب ہوگا اور یہی ہمارے علماء (حنفیہ) کا قول ہے۔“ اور امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

المراد وارث الاب یجب علیه بعد موت الاب کلّ ما کان واجباً علیٰ الاب

☆☆

(۵۷۸) عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: مفتی ولی حسنؒ بحولہ سابقہ، ص ۱۰۷، ۱۰۸۔

(۵۷۹) احکام القرآن: ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی، لاہور، ”سہیل اکیڈمی“ ۱۴۰۰ھ، ص ۴۸۲ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وھذا قول الحسن وقتادہ وابی مسلم والقاضی. (۵۸۰)

ترجمہ: ''اس سے مراد یتیم بچے کے باپ کا وارث ہے کہ اس پر (اس یتیم کے حق میں) باپ کے انتقال کے بعد وہ سب کچھ واجب ہوگا جو باپ پر واجب تھا۔''

اور علامہ محمود آلوسیؒ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

والمراد بالوارث وارث الولد فانّه یجب علیه مثل ماوجب علی الاب من الرّزق والکسوة بالمعروف ان لم یکن للولد مال وھو التفسیر الماثور عن عمرو ابن عباس وقتادہ ومجاھد و عطاء و ابراھیم والشّعبی وعبداللّٰہ بن عتبة وخلق کثیر. (۵۸۱)

ترجمہ: ''وارث سے مراد لڑکے کا وارث ہے، کیونکہ اس پر وہی سب کچھ واجب ہے جو باپ پر ہوتا ہے یعنی کھانا، کپڑا، قاعدہ کے مطابق بشرطیکہ لڑکے کا خود اپنا مال نہ ہو۔ اس آیت کی تفسیر حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، قتادہؒ۔ مجاہدؒ، عطاءؒ، ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، عبداللہ بن عتبہؒ اور دوسرے بہت سے حضرات سے منقول ہے۔''

آیت کریمہ اور ائمہ تفسیر کی تصریحات سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) باپ کے انتقال کے بعد اس یتیم اولاد کی ساری ذمہ داریاں ورثاء کے ذمہ ہیں۔

(۲) یتیم کی صحیح تعلیم وتربیت اور نگہداشت اس کے ورثاء کا فریضہ ہے۔

(۳) اس کے نفقہ، لباس اور دیگر ضروریات کی کفالت اس کے دادا، چچا اور بڑے بھائی پر واجب ہے۔

(۴) نفقہ، لباس اور دیگر ضروریات کا تعین ہر ماحول میں شریعت کے دستور کے مطابق کیا جائے گا۔ (۵۸۲)۔

لاوارث بچوں کی کفالت

جن بچوں کا کوئی وارث نہ ہو کسی بھی وجہ سے ان کا نفقہ بیت المال کے ذمہ ہے۔ یعنی حکومت اس کا خرچہ برداشت کریگی۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہی ہوتا تھا کہ

☆☆

(۵۸۱) روح المعانی: علامہ آلوسیؒ محولہ سابقہ، ص ۱۴۷ ج ۳۔

(۵۸۲) عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: مفتی ولی حسنؒ محولہ سابقہ، ص ۱۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کوئی بچہ جس کا باپ نہ ہوتا یا جسے کسی گزرگاہ پر ڈال دیا جاتا۔ حضرت عمرؓ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کے لئے سو درہم مقرر کرتے اور اس کی خوراک اور دوسرے مصارف کے لئے جتنا مال درکار ہوتا تو حسب ضرورت اتنا مال مقرر فرماتے تھے۔ اس کا ولی مہینے کے مہینے اس کا وظیفہ وصول کر کے لے جاتا، اور خود امیر المومنین سال کے سال جا کر اس کا معائنہ فرماتے اور اس کے حق میں حسنِ سلوک کی ہدایت فرماتے اور بیت المال سے اس کی رضاعت اور پرورش کے اخراجات کا حکم دیتے۔ (۵۸۳)

لقیط شریعت مطہرہ میں اس بچے کو کہتے ہیں جسے عیالداری کے خوف سے یا تہمت سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے کہیں پھینک دیا جاتا ہے۔ صاحب بحر نے اس کی تعریف یوں نقل کی ہے:

هو فی الشّریعة اسم الحیّ مولود طرحه اهله خوفاً من العیلة او فرار من تهمة الرّیبة مضیعة آثم و محرزه غانم. (۵۸۴)

''یعنی شریعت میں لقیط ایسے زندہ بچے کا نام ہے جسے اس کے گھر والوں نے عیالداری کے خوف سے پھینک دیا ہو، یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لئے کسی نے راہ فرار اختیار کی ہو۔ اس کا ضائع کرنے والا گنہگار اور اس کی حفاظت کرنے والا ثواب کا مستحق ہے''۔

تو ایسے گمنام لاوارث بچے کی کفالت سرکاری بیت المال کے ذمہ ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لقیط ایک مسلمان ہے جو کمانے کے قابل نہیں اور نہ ہی اس کی ملکیت میں اپنا کوئی مال ہے اور نہ ہی کوئی رشتہ دار تو لقیط کو بھی ایسے لنجے شخص پر قیاس کیا جائے گا کہ جس کا کوئی مال ہو نہ قرابت دار تو جیسے اس لنجے معذور شخص کی کفالت بیت المال کے ذمہ ہے تو اسی طرح لقیط کی بھی کفالت بیت المال کے ذمہ ہوگی۔

ونفقته فی بیت المال، وهو المروی عن عمر وعلیؓ ولانّه مسلم عاجز عن الکسب، لا مال له ولا قرابة فاشبه المقعد الّذی لامال له ولا قرابة. (۵۸۵)

یہ بات ابھی گزر چکی کہ لقیط کو اٹھانے والا ثواب کا مستحق ہے۔ تو اصولاً تو یہ ذمہ داری حکومت

☆☆

(۵۸۳) فتوح البلدان: علامہ بلاذریؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۴۵۲۔
(۵۸۴) البحر الرائق: علامہ ابن نجیمؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۱۴۳ ج ۵۔
(۵۸۵) البحر الرائق: ابن نجیمؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۱۴۴ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کی ہے کہ ایسے بچوں کی کفالت کا باقاعدہ انتظام ہو۔ لیکن اگر کوئی انفرادی طور پر بھی اس خدمت کے لئے آمادہ ہو تو اس کو ثواب ملیگا۔

ندب التقاطه. لما فيه من احيائه وهو من افضل الاعمال.(۵۸۶)

"یعنی ایسے بچے کا اٹھالینا مندوب ہے، کیوں کہ اس سے اس کی زندگی وابستہ ہے اور (کسی کو زندگی دینا) بہترین عمل ہے۔"

اس سلسلے میں ملک کے معروف سماجی رہنما اور انسانی خدمت کے لئے وقف عبدالستار ایدھی صاحب کی کارکردگی نہایت قابل ستائش ہے، کہ انہوں نے جہاں دیگر خدمات کا بوجھ برداشت کر رکھا ہے، وہیں لاوارث بچوں کی کفالت کے لئے بھی معقول بندوبست کیا ہوا ہے۔ اس طرح سیکڑوں کی تعداد میں لاوارث بچے ہلاکت سے بچ جاتے ہیں۔

☆☆

(۵۸۶) البحر الرائق: ابن نجیمؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۴۳ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ سوم

حیوانات کے حقوقِ کفالت کا اسلامی تصوّر

اسلام نے اپنی تعلیمات کا دائرہ کار ہر شعبہ میں وسیع طور پر پیش کیا ہے۔ اور خصوصاً حقوق کے معاملہ میں جتنا اسلام باریک بین ہے دوسرے مذاہب کو اس کی ہوا تک نہیں لگی۔ چنانچہ حیوانات جو کہ انسانی خدمات کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، اسلام نے ان کو بھی اہمیت دی ہے۔
اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی سب سے بڑی اور دوسری سورت کا نام گائے کے نام پر رکھا گیا ہے، یعنی ''البقرہ''۔ اس کے علاوہ جگہ جگہ اللہ نے چوپایوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اونٹ کی طرف دعوت نظارہ دیتے ہوئے فرمایا ہے:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ (۵۸۷)

ترجمہ: ''بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے گئے ہیں۔''

غرضیکہ قرآن میں متعدد مقامات پر مختلف مویشیوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، جو کہ حیوانات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔

حیوانات کا معاشی تکافل

اللہ پاک نے تمام مخلوق کو پیدا فرمانے کے بعد اس کے معاش کا انتظام اپنے ذمہ لیا، یعنی معاش کا سامان مہیا کرنا خالق کا کام ہے اور اس کا اپنی ضرورت کے مطابق حاصل کرنا مخلوق کا کام ہے۔ اللہ پاک کا وعدہ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۵۸۸)

☆☆

(۵۸۷) القرآن: ۸۸: ۱۷۔

(۵۸۸) القرآن: ۱۱: ۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی۔''

یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو، اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے لازم کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے، یقیناً پہنچ کر رہیگی۔ لہذا تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے۔ لہٰذا یہاں سے معلوم ہوا کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو حیوانات کے معاشی تکافل کا ضامن ہے جب کہ دیگر مذاہب نے انسانوں کا کوئی نظام کفالت نہیں دیا تو حیوان کا کیا دینگے۔

آزاد جانوروں کے نفقہ کا ثواب

حیوانات دو قسم کے ہیں، ایک تو وہ جو اپنی ملکیت میں ہوں، جیسے گائے، بیل، اونٹ وغیرہ۔ دوسرے وہ ہیں جو آزاد جانور ہیں۔ مثلاً پرندے ہیں، کتے، بلیاں وغیرہ کہ ہماری ملکیت میں نہیں ہیں، لیکن بھوکے پیاسے ہیں تو ان دونوں قسم کے حیوانوں کا حکم تفصیل سے ہمیں حدیث و فقہ میں ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری المزارعۃ کا آغاز جس حدیث سے کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کا ارشاد ہے:

مـامـن مسلم يغرس غرساً او يزرع زرعاً فيأ كل منه طيرا وا نسان او بهيمة الّا كان له صدقه. (۵۸۹)

ترجمہ: ''کوئی بھی مسلمان جو باغ بانی کرے یا کاشتکاری کرے اور اس سے کوئی پرندہ، یا انسان، یا چوپایا کھالے تو یہ اس مالک کے لئے صدقہ ہے۔''

اس حدیث شریف سے عمومی طور پر تینوں قسم کے حیوانات پرندہ، انسان اور چوپایا سب کے لئے وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ ان کو اپنی کھیتی باڑی سے کھلانا ثواب ہے۔ کیوں کہ طبعی طور پر انسان کو ایک تکلیف ہوتی ہے کہ میرے باغ سے کوئی کچھ نہ کھائے۔ لیکن اس کے باوجود اضطراری طور پر وہ مجبور ہوتا ہے کہ چرند، پرند باوجود اس کے نہ چاہنے کے پھر بھی کھاتے پیتے ہیں تو اس میں تسلی ہے کہ ان کا کھانا پینا بھی اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔ اور اختیار میں ہوتے ہوئے بھی نہ کھلانا سخت عذاب کا باعث ہے۔

☆☆

(۵۸۹) البخاری: امام بخاریؒ بحولہ سابقہ، ص ۳۱۲ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک عورت کو محض اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو قید کیا جس کی وجہ سے وہ مرگئی، اس عورت نے اس بلی کو کچھ کھانے پینے کو نہ دیا اور نہ ہی اس بلی کو آزاد کر دیا کہ وہ خود کچھ کھا پی لیتی۔

اس کے برخلاف حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک شخص راستہ پر چلا جا رہا تھا ،اسے سخت پیاس لگی، اسے ایک کنواں مل گیا، وہ اس کنویں میں اترا اور پانی پی کر باہر نکلا، اس نے دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہانپ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ جیسے مجھے پیاس لگ رہی تھی، اسی طرح اس کتے کو بھی لگ رہی ہے۔ لہٰذا یہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا اور منہ سے پکڑا اور اوپر آکر کتے کو سیراب کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اس کو بخش دیا، یہ قصہ سن کر صحابہ کرامؓ کہنے لگے:

وانّ لنا فی البهائم اجراً؟

کیا چوپایوں (کو کھلانے پلانے) میں بھی ثواب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: فی کلّ ذات کبد رطبة اجر. (۵۹۰)

کہ ہر جگر تر والی مخلوق (کو کھلانے پلانے) میں ثواب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی کمر اس کے پیٹ سے چپکی ہوئی تھی تو اس کی لاغری دیکھ کر آپ ؐ نے فرمایا:

اتقو اللّٰہ فی هذا البهائم العجماء فارکبو ها و کلوا لحمها صالحة. (۵۹۱)

''یعنی ان چوپایوں کے متعلق اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو، تو اچھی حالت میں اور گوشت کھاؤ تو اچھی حالت میں۔''

آپ ؐ ہی کا ایک اور واقعہ ہے کہ آپ ؐ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیؓ کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ موجود تھا اس نے جب آپ کو دیکھا تو رونے لگا اور اس کے آنسو بہنے لگے۔ آپ ؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ آپ ؐ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے! تو انصار کے ایک نوجوان نے عرض کیا کہ یہ میرا اونٹ ہے، تو آپ ؐ نے ان سے فرمایا:

☆☆

(۵۹۰) البخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۸۸۸، ۸۸۹ ج ۲۔

(۵۹۱) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افلا تتقی اللّٰہ فی بھیمۃ الّتی ملک اللّٰہ ایّاہ ؟ فانّہ شکا الّی انّک تجیعہ . (۵۹۲)

یعنی ان چوپایوں کے معاملہ میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے، جنہیں اللہ نے تمہاری ملکیت میں دے دیا۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے، تم اس کو بھوکا رکھتے ہو۔

اسلم کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تازہ مچھلی کھانے کو میرا جی چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ کے غلام یرفاء نے اونٹنی کو دوڑایا اور مچھلی خرید کر لایا اور پھر اونٹ کو نہلایا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا ٹھہرو ذرا ہم اونٹ کا معائنہ کرلیں۔ آپؓ نے اونٹ کے کان کے نیچے کا پسینہ دیکھ کر فرمایا، تم اسے دھونا بھول گئے۔ آہ میں نے اپنی خواہش کے لئے اس غریب اونٹ کو تکلیف دی۔ اس حالت میں بخدا میں یہ مچھلی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اونٹ کی تکلیف دہی کے پیش نظر خواہش کی منگوائی ہوئی مچھلی تناول نہیں فرمائی۔ (۵۹۳)۔

یہ صرف حضور اکرم کی تعلیمات کا اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ کو حیوانات کی تکالیف کا بھی اسقدر احساس تھا اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کوشاں رہا کرتے تھے۔ سالم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ کو تھوڑے دنوں تک حضرت عمرؓ کی خیریت معلوم نہ ہوئی تو ایک عورت جس پر شیطان آتا تھا اس سے پوچھا، اس نے کہا جب شیطان آئے تو اس سے پوچھ لینا۔ چنانچہ اس پر شیطان آیا اور میں نے حضرت عمرؓ کی خیریت پوچھی تو اس آسیب زدہ عورت نے کہا میں ان کو اس حالت میں چھوڑ کر آئی ہوں کہ وہ ایک ازار (تہمند) پہنے ہوئے صدقات حکومت کے ایک فارسی اونٹ کو (قطران) کالا تیل مل رہے تھے۔ (۵۹۴)

حیوانات کی کفالت اور ائمۂ فقہ کا نقطۂ نظر

مذکورہ احادیث و روایات کو دیکھتے ہوئے فقہائے امت نے ان بے زبان جانوروں کے نفقات پر بھی کلام کیا ہے۔

چنانچہ قاضی شوکانیؒ نے بلی والی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے معلوم

☆☆

(۵۹۲) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۵۔

(۵۹۳) تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۳۱۔

(۵۹۴) ایضاً: محولہ بالا، ۱۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ بلی اور اسی طرح جو بھی حیوانات ہیں ان کو بغیر کھانے پینے کے قید رکھنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں اللہ کی مخلوق کو عذاب دینا ہے جب کہ شارع علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا استدلال یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حیوانات کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے۔ کیوں کہ یہ حیوان اپنے مالک کے ہاتھوں محبوس ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے رزق کے لئے سعی کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا جب تک یہ مقید ہے، اس کا نفقہ مالک کے ذمہ واجب ہے اور اگر مالک اس کو آزاد کر کے کھانے کے لئے چھوڑ دے، جہاں اس کو اپنی مطلوبہ خوراک مقدار کفایت میں میسر آسکتی ہے تو مالک سے نفقہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ (۵۹۵)۔

اس تفصیل کے بعد یہ اختلاف رونما ہوتا ہے کہ آیا یہ نفقہ حیوان فقط دیانتاً واجب ہے یا قضاءً اور اس حیوان کے نفقہ پر مالک حیوان کو مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ تو فتاویٰ عالمگیری میں حنفیہ کا مسلک یوں لکھا ہے:

ومن ملک بهيمة لزمه علفها وسقيها فان امتنع عن ذالک لم يجبر عليه ولا يجبر علىٰ بيعها الا انه يؤ مر ديانة فيما بينه و بين الله تعالىٰ على طريق الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر امّا بالا نفاق و امّا بالبيع. (۵۹۶)

ترجمہ: جو شخص کسی حیوان کا مالک ہو تو اس کے لئے لازمی ہے اس کا چارا اور اس کا پانی، اور اگر کوئی یہ خرچہ کرنے سے انکار کرے تو اس کو اس نفقہ پر یا اس جانور کے بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ البتہ اللہ اور بندے کے درمیان کے تعلق کی بناء پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طور پر دیانۃً اس کو یہ حکم دیا جائیگا کہ یا تو اس جانور کا خرچ برداشت کرے یا بیچ ڈالے۔

اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک نفقہ حیوان دیانۃً واجب ہے قضاءً نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حیوان کی طرف سے کوئی حق وصول کرنے والا نہیں جو اس کے لئے خصومت کر سکے۔ بخلاف غلام کے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے حقوق کی وصولیابی کے لئے کر سکتا ہے۔ امام اعظمؒ کے مذہب کی موافقت ابن رشد مالکیؒ نے بھی کی ہے۔ (۵۹۷)۔ فقہاء احناف

☆☆

(۵۹۵) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۴، ۱۰۵۔

(۵۹۶) عالمگیری: شیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند، محولہ سابقہ، ص ۵۷۳ ج ۱۔

(۵۹۷) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے قاضی ابو یوسفؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مالک حیوان پر اپنے حیوان کا نفقہ قضاءً واجب ہے اور اسکی ادائیگی پر مالک کو مجبور کیا جائیگا۔

روی عن ابی یوسفؒ انه یجبر علیها.(۵۹۸)

اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبلؒ نے اس بارے میں یہی فتویٰ دیا ہے کہ نفقہ حیوانات مالک پر قضاء واجب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات بھی قابل احترام ذی روح مخلوق ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کی بھی حفاظت ایسے ہی واجب ہے جیسے کسی انسان کی۔

امام طحاویؒ اور علامہ ابن الھمامؒ نے ائمہ ثلاثہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

وقال : انّ الحق ما علیه الجماعة ای الائمّة الثلاثة.(۵۹۹)

فقہائے کرام کی ان مختلف فیہ آراء سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مالک کی کیفیت کو دیکھ کر اس کے زمانے کے اعتبار سے اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے۔ یعنی اگر مالک متقی آدمی ہے جو سمجھانے سے دیانۃً نفقہ حیوان ادا کرنے لگ جائے یا اس حیوان کے کھانے پینے کے لئے اس کی مناسبت سے کسی جگہ پر چھوڑ دے تو ایسی صورت میں امام اعظمؒ کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر مالک تندخو ظالم آدمی ہے کہ وہ پیار و محبت سے نہ سمجھتا ہو تو اس کے لئے قضاء قاضی کی طرف رجوع کیا جائے اور قاضی اس کے نفقہ پر یا بصورت دیگر اس کو فروخت کرنے پر مجبور کرے۔

حیوانات سے متعلق دیگر تعلیمات

مالک حیوان پر اپنے جانور کا چند باتوں میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر جانور کو چارہ وغیرہ کم ملنے کی وجہ سے دودھ زیادہ نہ اترتا ہو تو اس کا سب دودھ نکال لینا جس کی وجہ سے اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اس کا الٹ ہو کہ دودھ نہ نکالنے کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو نہ نکالنا مکروہ ہے۔ اور دودھ نکالنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اس کے ناخن کٹے ہونے چاہییں تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ جب اس جانور کا بچہ دودھ پی لے اس کے بعد جو اضافی دودھ بچے وہ نکال لے۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ

☆☆

(۵۹۸) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی، محولہ سابقہ، ص ۴۰، ج ۴۔

(۵۹۹) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا بچہ دودھ کے علاوہ کوئی دوسرا چارا وغیرہ بھی نہ کھاتا ہو۔ اور جانور کو اس کی طاقت سے زیادہ مشقت دینا اور اس پر بوجھ لادنا بھی مکروہ ہے یا مسلسل اس کو چلاتے رہنا جس کی وجہ سے اس کو آرام نہ ملتا ہو یہ بھی مکروہ ہے (۶۰۰) ان اصولوں کی روشنی میں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ہمارے جانوروں کو جن چیزوں سے فطری سکون حاصل ہوتا ہو وہ بھی ان کو مہیا کی جائیں۔ مثلاً گدھا، تھک جانے کے بعد مٹی میں لوٹنے کا عادی ہے۔ اسی سے اس کی تازگی اور فطری تسکین وابستہ ہے تو اس کو کھلی مٹی میں چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنی تسکین حاصل کر لے۔ بھینس عموماً تالاب، نالے دریا میں نہانے کی عادی ہوتی ہے اور پورے پورے دن پانی میں رہتی ہے تو ان کو حسب سہولت ایسے مقام پر چھوڑ دیا جائے۔ پرندے ہیں، کبوتر، طوطے، دیگر چڑیاں انہیں اپنے گھونسلے بنانے کے لئے تنکوں کی ضرورت ہوتی ہے تو انہیں تنکے وغیرہ مہیا کئے جائیں تاکہ وہ اپنے فطری جذبہ کے تحت گھونسلہ بنا کر پرسکون زندگی گزار سکیں۔ یہ میری اپنی ذاتی گزارشات ہیں اس کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود نہیں لیکن ان کے وضع کردہ اصولوں کے تحت یہ سب چیزیں داخل کی جاسکتی ہیں۔

اس طرح احمد ابراہیم نے لکھا ہے کہ دنبہ کی اون کو اس کی کھال کی جڑ سے نوچنا جائز نہیں کیوں کہ اس میں اس کو تکلیف ہوگی۔ اسی طرح شہد کی مکھیوں کا مالک اس کے ذمہ ہے کہ جب چھتے سے شہد نکالے تو کچھ مقدار مکھیوں کے لئے چھتے میں رہنے دے، سارا شہد نہ نکالے۔ اور جو ریشم کا کیڑا پالتا ہو تو اس کو بھی چاہیے کہ ریشم کے کیڑے کو شہتوت کے پتے کھلائے یا اس کو پتے کھانے کے لئے درخت پر چھوڑ دے تاکہ وہ بلاوجہ بھوکا رہ کر مر نہ جائے۔ (۶۰۱)

اور جانور کے چہرے پر مارنا یا داغنا بھی حرام ہے سوائے اس کے کہ یہ داغنا کسی علاج کے لئے ہو اور چہرے پر نہ ہو تو گنجائش ہے۔ (۶۰۲)

پرندوں کو قید کرنا

یہاں پر یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ آیا آزاد جانور، پرندے قید کر کے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ تو فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا معقول

☆☆

(۶۰۰) عالمگیری: شیخ نظام محولہ سابقہ، ص ۵۷۳ ج ۱۔

(۶۰۱) نظام النفقات: احمد ابراہیم محولہ سابقہ، ص ۱۰۸۔

(۶۰۲) ایضاً: محولہ بالا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندوبست ہو تو اس وقت پرندوں کا پالنا جائز ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

قال فی المجتبی رامزًا: لا بأس بحبس الطیور والدّجاج فی بیته، ولکن یعلفها وهو خیر من ارسالها فی السکک.(٦٠٣)

ترجمہ: "پرندوں کو اور مرغیوں کو گھر میں قید کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ان کو گھر میں دانہ پانی ڈال کر دینا بہتر ہے۔ گلیوں میں چھوڑ دینے سے۔"

اس کے جواز کے استدلال کے لئے دار قطنی اور دیلمی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اتخذوا المقاصیص فانّها تلهی الجن عن صبیانکم.(٦٠٤)

ترجمہ: "تم خوب صورت پرندوں کو رکھا کرو تاکہ جنات ان میں مشغول رہیں اور تمہارے بچوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔"

اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ پرندے کو آزاد کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہے۔

واما اعتاقها فلیس فیه ثواب.(٦٠٥)

اگر کوئی موذی جانور ہو تو اسکے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسکو بھی بغیر تکلیف دیے مار دیا جاے

ولو کان الحیوان غیر معصوم الدّم کما اذا کان موذیاً و ذالک للحدیث الصحیح" اذا قتلتم فا حسنوا القتلة"فیقتل ذالک الحیوان الموذی کالافاعی وغیرها ولا یعذبه"(٦٠٦)

مفہوم اس کا یہ ہے کہ کسی بھی معصوم الدم وغیر معصوم الدم حیوان کو بھوکا پیاسا رکھ کر یا کسی طرح سے تڑپا تڑپا کر مارنا جائز نہیں۔ کیوں کہ حدیث شریف میں حکم ہے کہ جب تم کسی چیز کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو۔ یعنی بلاوجہ اس کو ایذا دینا پھر مارنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ عموماً لوگ گرگٹ وغیرہ کے ساتھ ایذا دہی کا معاملہ کر کے مارتے ہیں تو یہ جائز نہیں۔

☆☆

(٦٠٣) ردالمختار: ابن عابدین شامیؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۰۱ ج ٦۔

(٦٠٤) ردالمختار: ابن عابدین شامیؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۰۱ ج ٦۔

(٦٠٥) ایضاً: محولہ بالا۔

(٦٠٦) نظام النفقات: احمد ابراہیم، محولہ سابقہ، ص ۱۰۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

اسلامی نظامِ کفالت کے ذرائع

فصلِ اوّل

اموالِ ظاہرہ، اموالِ باطنہ، اموالِ فاضلہ، زکوٰۃ

اب تک ہم نے اسلامی تعلیمات کے ان پہلوؤں کو نکتہ بحث بنایا ہے جن میں بوقت ضرورت مال صرف کرنا چاہیے اور اہل حاجت کی کفالت کرنی چاہیے۔ یہ کفالت کہیں عام افراد کے ذمہ ہے اور کہیں سرکاری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ لیکن یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ اسلام نے ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کون سے ایسے ذرائع رکھے ہیں جن کی وجہ سے غریبوں کی حاجت روائی ہو سکے۔ چنانچہ اس کے لئے اسلام نے نئی مدات رکھی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں بتدریج بیان کرتے ہیں۔

اموالِ ظاہرہ وباطنہ کی تعریف

عام طور پر فقہاءؒ نے مفت چراگاہوں میں چرنے والے مویشوں، کھیتوں اور باغات کی پیداوار، اور اس مال تجارت کو جو شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہو، اموال ظاہرہ میں شمار کیا ہے اور نقدی، زیورات وغیرہ باقی تمام قابل زکوٰۃ اموال کو اموال باطنہ قرار دیا ہے۔(۶۰۷)

چنانچہ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

☆☆

(۶۰۷) بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم: محمد تقی عثمانی، کراچی، ''میمن اسلامک پبلشرز'' (س۔ن) ص۱۳۔۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فمال الزکاۃ نوعان ظاهر و هوا لمواشی والمال الّذی یمر به التاجر علی العاشر.

وباطن وهو الذّهب والفضة واموال التجارة فی مواضعها.(۶۰۸)

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں اموال ظاہرہ وباطنہ کی تفریق نہیں تھی۔ بلکہ دونوں قسم کے اموال سے زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جاتی تھی، لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں قابل زکوٰۃ اموال کی اکثریت ہوگئی اور آپ نے محسوس فرمایا کہ اگر عاملین زکوٰۃ لوگوں کے گھروں اور دکانوں میں پہنچ کران کی املاک کی چھان بین کرینگے تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی، اوراس سے ان کے مکانات، دکانوں، گوداموں اور محفوظ شخصی مقامات کی نجی حیثیت مجروح ہوگی تو آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ صرف ان اموال کی زکوٰۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جائے، جن کی زکوٰۃ وصول کرنے میں یہ مضرت لاحق نہ ہو اور جن کا حساب کرنے کے لئے گھروں اور دکانوں کی تلاشی نہ لینی پڑے۔ ایسے اموال اس زمانے میں صرف دو قسم کے تھے، یعنی مویشی اور زرعی پیداوار۔ چنانچہ صرف ان کی زکوٰۃ آپ نے سرکاری سطح پر وصول کرنے کا اعلان فرمایا اور باقی اموال کو اموال باطنہ قرار دے کران کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود مالکان کی ذمہ داری قرار دی۔ بعد میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آیا تو انہوں نے شہروں کے باہر ایسی چوکیاں مقرر فرمادیں کہ جب کوئی شخص مال تجارت لے کر وہاں سے گزرے تو اس سے وہیں زکوٰۃ وصول کرلی جائے۔ اس موقع پر شہر سے باہر جانے والے مال تجارت کو بھی اموال ظاہرہ شمار کرلیا گیا۔ کیوں کہ حکومت کو اس کے وصول کرنے اور اس کے حساب کرنے کے لئے مالکان کے گھروں، دکانوں اور نجی مقامات کی تلاشی کی ضرورت نہیں تھی۔ (۶۰۹)

مذکورہ بالا صورت حال کی وضاحت کے لئے حضرات فقہائے کرامؒ کی تصریحات درج ذیل ہیں:

علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

ظاهر قوله تعالیٰ خذ من اموالهم صدقةً (الآیة) توجب اخذا لزکاۃ مطلقاً

☆☆

(۶۰۸) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی، بحولہ سابقہ، ص ۳۵ ج ۲۔

(۶۰۹) بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم: محمد تقی عثمانی بحولہ سابقہ، ص ۱۴۔۱۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للامام وعلیٰ هٰذا کان رسول الله ﷺ والخلیفتان بعده، فلما ولی عثمانؓ و ظهر تغیر الناس کره ان یفتش السعاة علیٰ الناس مستور اموالهم، ففوض الدفع الی الملاک نیابةً عنه، ولم یختلف الصحابة فی ذالک علیه، وهٰذا لا یسقط طلب الامام اصلاً. ولهٰذا لو علم ان اهل بلدة لا یؤدون زکاتهم طالبهم بها. (۶۱۰)

امام ابوبکر جصاص تحریر فرماتے ہیں:

اما زکوٰة الاموال فقد کانت تحمل الی رسول الله ﷺ وابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ثم خطب عثمانؓ فقال" هذا شهر زکاتکم، فمن کان علیه دین فلیئوده، ثم لیزک بقیة ماله" فجعل لهم اداء ها الیٰ المساکین، وسقط من اجل ذالک حق الامام فی اخذها، لانه عقد عقده امام من ائمة العدل، فهو نافذ علیٰ الامة لقوله علیه السلام: ویقعد علیهم او لهم ولم یبلغها انه بعث سعاة علی زکاة الاموال کما بعثهم علیٰ صدقات المواشی والثمار فی ذالک، لان سائر الاموال غیر ظاهرة للامام، وانما تکون مخبوءة فی الدور والحوانیت والمواضع الحریزة ولم یکن جائزاً للسعاة دخول احرازهم ولم یجزان یکلفوهم احضارها. (۶۱۱)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ عہد رسالتؐ سے عہد خلافت عثمانیؓ تک تمام اموال کی زکوٰۃ سرکاری کھاتے میں جمع ہوتی رہی۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تمہارے زکوٰۃ ادا کرنے کا مہینہ آچکا۔ جس پر قرضہ ہو، اسے ادا کر کے بقیہ مال کی زکوٰۃ خود نکال دے۔ اب یہ فیصلہ ایک خلیفہ راشد کا ہے اور امت کے لئے واجب العمل ہے اس کے بعد سے حاکم کا اموال باطنہ سے وصولی زکوٰۃ کا اختیار ساقط ہوگیا۔ چنانچہ آپ مویشیوں اور باغات کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنے کارندے بھیجتے تھے۔ لیکن اس کے علاوہ جو اموال باطنہ تھے ان کے لئے عاملین کو نہیں بھیجا کیوں کہ وہ اموال گھروں میں دکانوں میں یا کسی جگہ پوشیدہ جگہوں پر چھپے ہوتے تھے اور سرکاری کارندوں کے لئے لوگوں کی خفیہ املاک کا جائزہ لینے

☆☆

(۶۱۰) فتح القدیر: ابن الهمام بحوالہ سابقہ، ص ۴۸۷ ج ۱۔

(۶۱۱) احکام القرآن: امام ابوبکر جصاصؒ بحوالہ سابقہ، ۱۵۵ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ان مقامات پر داخل ہونا بھی جائز نہیں اور نہ ہی عوام کو اپنی املاک ظاہر کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے اموال کی مذکورہ دو قسمیں قائم ہو گئیں۔

پھر مزید کچھ آگے چل کر امام جصاص لکھتے ہیں:

ولما ظهرت هذا الاموال عند التصرف بها في البلدان اشبهت المواشى فنصب عليها عمال ياخذون منها ما وجب من الزكاة، ولذالك كتب عمر بن عبدالعزيزؒ، الىٰ عماله ان ياخذوا ما يمربه المسلم من التجارات من كل عشرين ديناراً نصف دينار.(٦١٢)

”یعنی جب یہ پوشیدہ املاک خود ہی تصرف کے لئے شہروں میں اوپن ہو جائیں اور ان کا نقل وحمل کھلم کھلا ہو رہا ہو تو اس وقت ان املاک کو بھی مویشیوں پر قیاس کرتے ہوئے اموال ظاہرہ شمار کر لیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمال کو لکھا تھا کہ جو مسلمان تاجر محصول کی چوکیوں سے مال تجارت لے کر گزرے تو اس سے اس سال کی زکوٰۃ وصول کر لی جائے۔ اور ادھر بیس دینار میں سے نصف دینار زکوٰۃ وصول کی جائے۔“

اموال فاضلہ

مذکورہ دو قسموں کے علاوہ مال کی ایک قسم ”اموال فاضلہ“ بھی ہے، اموال فاضلہ میں مندرجہ ذیل قسم کی آمدنیاں آسکتی ہیں:

نمبر ا۔ مسلمان یا ذمی لاوارث کا ترکہ۔

نمبر ۲۔ (العیاذ باللہ) مسلم مرتد ہو جائے تو اس کی جائیداد۔

نمبر ۳۔ اوقاف۔

نمبر ۴۔ حربی کا مال جو مسلمان کو بطور تحفہ دے۔

نمبر ۵۔ ذمیوں کا وہ مال و دولت جسے وہ عقد ذمہ توڑ کر اور بھاگ کر جاتے ہوئے چھوڑ جائیں۔

نمبر ۶۔ تاوان جنگ۔

نمبر ۷۔ معادن کا ۱/۵۔

☆☆

(٦١٢) احکام القرآن: ابوبکر الجصاصؒ محولہ سابقہ، ص ۱۵۵ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر۸۔رکاز(دفینوں) کا ۱/۵

نمبر۹۔سمندر سے حاصل شدہ پیداوار کا ۱/۵۔

نمبر۱۰۔مال غنیمت کا ۱/۵۔

نمبر۱۱۔ضوائع اور لقطہ یعنی گراپڑا مال یا کسی مسلمان کی جائیداد جو لاوارث مرجائے یا صرف بیوی یا صرف خاوند چھوڑ کر مرے۔

زکوٰۃ

اسلامی ریاست کے بیت المال یا سرکاری خزانہ کے مالی ذرائع میں سے اہم ترین زکوٰۃ ہے۔زکوٰۃ نہ صرف اسلام کے نظام مالیات کا اہم ترین ستون ہے بلکہ وہ اسلام کے بنیادی ارکان میں دوسرا اہم ترین رکن بھی ہے۔قرآن مجید نے فرضیت زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے احکامات ۳۰ مقامات پر ذکر کیے ہیں۔جن میں سے ۲۷ مقامات پر زکوٰۃ کا ذکر فرض صلوٰۃ (نماز) کے ساتھ کیا گیا ہے۔احکام قرآن میں اس طرح صلوٰۃ وزکوٰۃ کے ایک ہی جگہ بیان ہونے سے زکوٰۃ کی اساسی اہمیت کا اندازہ بخوبی کرسکتا ہے۔(۶۱۳) مذکورہ بالا چار اقسام یعنی اموال ظاہرہ،اموال باطنہ،اموال فاضلہ اور زکوٰۃ پر ہم آئندہ صفحات میں تفصیلی تحقیق بالترتیب پیش کریں گے اور اس بات کا بھی تحقیقی تجزیہ کیا جائے گا کہ عصر حاضر کے نظام زکوٰۃ میں کون کون سی اشیاء اموال ظاہرہ وباطنہ وفاضلہ کی تعریف کے تحت داخل ہیں۔جس کے نتیجہ میں یہ نکتہ بآسانی تحلیل کے مراحل سے گزر سکے گا کہ کن اموال کی زکوٰۃ حکومت اسلامیہ وصول کرسکتی ہے اور کن کی نہیں کیوں کہ عصر حاضر کی بہت سی جدید مالی صورتیں ایسی وجود میں آئی ہیں کہ جن کی وجہ سے احکام میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔مثلاً حصص کا کاروبار،بینک اکاؤنٹس اور امپورٹ ایکسپورٹ وغیرہ۔اسی طرح سرکاری سطح پر زکوٰۃ وعشر آرڈیننس کے نفاذ نے بھی اہل تحقیق کو سر جوڑ کر بیٹھنے پر مجبور کردیا کہ آیا مسلم مملکت میں حکومت مسلمانوں کے اموال کی کٹوتی جبراً کرسکتی ہے یا نہیں اور اگر کرلی تو مالک کی طرف سے زکوٰۃ ہوگی یا نہیں۔چنانچہ دیگر پہلوؤں پر روشنی ڈالنے سے قبل اس بات کی تحقیق کرنی چاہیے کہ حکومت اسلامی کن اموال کی کن شرائط و اصول کے تحت کس وقت زکوٰۃ جبراً کاٹ سکتی ہے۔

☆☆

(۶۱۳) اسلام کا قانون محاصل: ڈاکٹر نور محمد غفاری، بحولہ سابقہ، ص ۵۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصولی زکوٰۃ اور حکومت کا دائرۂ اختیار

یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ حکومت اسلامیہ کو یہ اختیار تھا کہ وہ ہر قسم کے قابل زکوٰۃ اموال جبراً وصول کرلے اور عہد عثمانی تک ایسا ہوتا رہا کہ تمام اموال کی خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی ان کی زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آپؐ عاملین کو بھیجا کرتے تھے جب کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ مسلمان آکر خود آپؐ کے سپرد کر دیا کرتے تھے، جیسا کہ علامہ کاسانی نے شیخ ابومنصور ماتریدی سمرقندی کے حوالے سے لکھا ہے:

قل لم یبلغنا انّ النبی ﷺ بعث فی مطالبة المسلمین بزکاة الورق واموال التجارة ولکن النّاس کانوا یعطون ذالک(۶۱۴) "یعنی ہم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ آپؐ نے چاندی اور مال تجارت کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اپنے عاملین کو بھیجا ہو بلکہ لوگ ان کی زکوٰۃ آکر خود آپ کو دیتے تھے۔"

اب ہمارے دور میں مسئلہ یہ ہے کہ وہ اموال ظاہرہ کیا کیا ہیں جن سے زکوٰۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جا سکتی ہو؟ زرعی پیداوار اور مویشیوں کا معاملہ تو واضح ہے کہ وہ اموال ظاہرہ میں سے ہیں لیکن اس دور میں بہت سے اموال ایسے ہیں جن کو اموال ظاہرہ قرار دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً بینکوں یا دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھی ہوئی رقوم جن سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے گھروں کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ نقود کو فقہائے کرامؒ نے اموال باطنہ میں سے شمار کیا ہے۔ لہٰذا ان کو اموال ظاہرہ میں کیسے شمار کیا جائے؟ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ نقود سے فقہاء کی مراد وہ نقود ہیں جن کا حساب کرنے کے لیے لوگوں کے مکانات وغیرہ کی تلاشی لینی پڑے، مطلق نقود مراد نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ سے لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور تک تمام خلفاء کے بارے

☆☆

(۶۱۴) بدائع الصنائع: علامہ کاسانی محولہ سابقہ، ص ۳۵، ۳۶، ج۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ ثبوت موجود ہے کہ وہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور دوسرے باشندوں کو دیے جانے والے وظائف سے ادائیگی کے وقت ہی زکوٰۃ کاٹ لیتے تھے۔ (۶۱۵) اور اس پر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور دوسرے فقہاء نے نہ صرف یہ کہ کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس طریقے کی تصدیق وتائید فرمائی ہے۔

چنانچہ موطاء امام مالکؒ میں روایت ہے:

قال القاسم بن محمد : وكان ابوبكر الصديقؓ اذا اعطى النّاس عطياتهم سأل الرجل : هل عندك من مال وجبت عليك فيه الزكاة؟ فان قال نعم اخذ من عطائه زكاة ذالك المال وان قال : لا سلم اليه عطاءه ولم ياخذ منه شيئاً. (۶۱۶)

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ جب لوگوں کو (بیت المال سے ملنے والی) تنخواہ یا وظائف دیتے تو ہر شخص سے پوچھتے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو؟ اگر وہ کہتا کہ ہاں ہے، تو اس کی تنخواہ سے اس مال کی زکوٰۃ لے لیتے اور اگر وہ کہتا کہ "نہیں" تو اس کی تنخواہ پوری دیتے اور اس میں سے کچھ نہ لیتے۔

نیز امام ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ معمول نقل فرمایا ہے:

عن عبد الرحمٰن بن عبدالقاری، وكان على بيت المال فى زمن عمرؓ مع عبيدالله بن الارقم : فاذا خرج العطاء جمع عمرؓ اموال التجارة، فحسب عاجلها و آجلها، ثم ياخذ الزكاة من الشاهد والغائب. (۶۱۷)

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؒ جو حضرت عمرؓ کے دور میں عبیداللہ بن ارقم کے ساتھ بیت المال پر مقرر تھے، فرماتے ہیں کہ جب (سالانہ) تنخواہوں کی تقسیم کا وقت آتا تو حضرت عمرؓ تمام اموال تجارت کو جمع فرما کر ان کے نقد اور ادھار کا حساب فرماتے۔ پھر حاضر اور غائب ہر طرح کے مال سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے۔"

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اس روایت کے راویوں کی تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ: وسنده حسن

☆☆

(۶۱۵) درس ترمذی: تقی عثمانی بحوالہ سابقہ، ص ۳۹۹ ج ۲۔

(۶۱۶) موطاء امام مالک: مالک بن انس، مصر، "عیسیٰ الحلبی" ۱۳۷۰ھ، ۱۰۳،۱۰۴۔

(۶۱۷) مصنف ابن ابی شیبہ: ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، کراچی، "ادارۃ القرآن"، ص ۱۸۴ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۶۱۸)

یعنی اس روایت کی سند حسن ہے۔

پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان کے دور میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی کوئی تفریق نہ تھی، اس لیے وہ ہر قسم کے اموال سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ جنہوں نے یہ تفریق قائم فرمائی تھی ان کے دور میں بھی تنخواہوں سے زکوٰۃ وضع کرنے کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں آتا ہے:

عن عائشة بنت قدامة عن ابيها انه قال

كنت اذا جئت عثمان بن عفانؓ، اقبض عطائی، سألنی هل عندک من مال وجبت فيه الزكاة؟ قال: فان قلت: نعم اخذ من عطائی، زكاة ذالک المال، وان قلت: لا، دفع الی عطائی. (۶۱۹)

ترجمہ: ''عائشہ بنت قدامہ اپنے والد کا قول نقل کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا میں جب حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس اپنی تنخواہ وصول کرنے جاتا تو وہ مجھ سے پوچھتے کہ کیا تمہارے پاس کوئی مال ایسا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو؟ چنانچہ اگر میں یہ کہتا کہ ''ہاں'' تو میری تنخواہ سے اس مال کی زکوٰۃ وصول فرماتے اور میں کہتا کہ ''نہیں'' تو میری تنخواہ مجھے دے دیتے۔''

نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی تنخواہ سے زکوٰۃ وضع کرنے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ البتہ ان کے بارے میں یہ صراحت ملتی ہے کہ وہ صرف ان لوگوں کے اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے جن کی تنخواہیں یا وظائف بیت المال سے جاری ہوں۔ دوسرے لوگوں کی نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کا بھی یہی عمل تھا۔ (۶۲۰) نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ تنخواہیں تقسیم کرتے وقت خود تنخواہ کی زکوٰۃ بھی اسی تنخواہ میں سے وصول فرما لیتے تھے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

☆☆

(۶۱۸) اعلاء السنن: علامہ ظفر احمد عثمانی، ہند، ''اشرف المطابع تھانہ بھون'' ۱۳۵۶ھ ص ۳۳۰ ج ۱۲۔

(۶۱۹) کتاب الام: امام شافعیؒ، بیروت، ''دار الفکر'' ۱۴۱۰ھ، ص ۱۴۱ ج ۲۔

(۶۲۰) موطاء امام مالک: امام مالکؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۲۷۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن هبيرة قال: كان ابن مسعودؓ يزكي عطياتهم من كل الف خمسة وعشرين (٦٢١)

ترجمہ: ''حضرت ہبیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لوگوں کی تنخواہوں کی زکوٰۃ (اس حساب سے) وصول فرمایا کرتے تھے کہ ہر ہزار پر پچیس وصول کر لیتے تھے۔''

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اس روایت کے راویوں کی تحقیق کے بعد فرمایا ہے کہ:

فالا سناد حسن (٦٢٢)

یعنی یہ سند حسن ہے۔

البتہ چوں کہ یہاں زکوٰۃ ان تنخواہوں کی وصول کی جاتی تھی جو صاحب تنخواہ کی ملکیت میں قبضہ کرنے کے بعد آتی ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ پہلے تنخواہ دے دیتے پھر اس سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے۔ چناں چہ مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن هبيرة بن مريم عن عبدالله بن مسعودؓ قال: كان يعطي ثم يأخذ زكاته (٦٢٣)

ترجمہ: ہبیر بن مریم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ تنخواہ دے دیتے پھر اس کی زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔''

تنخواہوں اور وظائف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا سلسلہ خلفائے راشدینؓ کے بعد بھی جاری رہا، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہؒ میں روایت ہے۔

عن ابن عون محمد قال: رأيت الامراء اذا اعطوا العطاء اخذوا زكوٰته (٦٢٤)

ترجمہ: ابن عون حضرت محمد (غالباً ابن سیرینؒ) کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے امراء کو دیکھا ہے کہ جب وہ تنخواہ دیتے تو اس کی زکوٰۃ وصول کر لیتے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں اگرچہ اموال ظاہرہ و باطنہ کی تفریق قائم ہو چکی تھی، لیکن ان کے بارے میں بھی مروی ہے:

☆☆

(٦٢١) مصنف ابن ابی شیبہ: ابن ابی شیبہؒ بحولہ سابقہ، ص ۱۸۴ ج ۳۔

(٦٢٢) اعلاء السنن: علامہ ظفر احمد عثمانی بحولہ سابقہ، ص ۴۳۰ ج ۱۲۔

(٦٢٣) مصنف عبدالرزاق: عبدالرزاق ابوبکر ابن ہمام، کراچی، ''مجلس علمی پاکستان'' ۱۳۹۲ھ، ص ۸۷ ج ۴

(٦٢٤) مصنف ابن ابی شیبہ: ابن ابی شیبہؒ بحولہ سابقہ، ص ۱۸۵ ج ۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عمر بن عبدالعزیز انه کان یزکی العطاء والجوائز (۶۲۵)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ وہ تنخواہوں اور انعامات سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے۔''

یہ معاملہ صرف تنخواہوں اور وظائف کی حد تک محدود نہیں تھا، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال پر جس کسی مسلمان کا کوئی مالی حق ہوتا تو اس کی ادائیگی کے وقت زکوٰۃ وصول کرنے کا معمول قرون اولیٰ میں جاری تھا۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہؒ اور سنن بیہقی میں مروی ہے:

عن عمرو بن میمون قال: اخذالوالی فی زمن عبدالملک مال رجل من اهل الرقة یقال له ابو عائشه عشرین الفاً، فادخلت فی بیت المال فلما ولی عمر بن عبد العزیز اتاه ولده، فرفعوا مظلمتهم الیه فکتب الیٰ میمون: ادفعوا الیهم اموالهم وخذوا زکاة عامه هذا، فلولا انه کان مال ضماراً اخذنا منه زکاة ما مضیٰ (۶۲۶)

اہل رقہ کے ایک شخص ابو عائشہ سے ایک گورنر نے زبردستی بیس ہزار وصول کر کے بیت المال میں داخل کر دیے تھے، جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو اس شخص کے بیٹوں نے آکر دادرسی چاہی، اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے میمون کو لکھا کہ:

''ان کو ان کے اموال دے دو اور اس سے اس سال کی زکوٰۃ وصول کر لو، اس لیے کہ اگر یہ مال ضمار نہ ہوتا تو ہم اس سے پچھلے سالوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے۔''

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اس حدیث کی سند کی تحقیق فرما کر ثابت فرمایا ہے کہ اس کے رجال ثقات ہیں اور سند متصل ہے۔ (۶۲۷)

ان تمام واقعات میں نقد روپے کی زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی گئی اور وہ بھی عاشر پر گزرنے کی صورت میں نہیں، اور نہ مال کے شہر سے باہر ہونے کی حالت میں بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا طرز عمل تو یہ تھا کہ وہ تنخواہیں جاری کرتے وقت ان اموال کی زکوٰۃ

☆☆

(۶۲۵) ایضاً: محولہ بالا۔
(۶۲۶) السنن الکبریٰ: امام بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، بیروت، ''دارالفکر''، (س۔ن)، ص ۱۵۰ ج ۴۔
(۶۲۷) اعلاء السنن: علامہ ظفر احمد عثمانی محولہ سابقہ، ص ۹ ج ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تنخواہوں سے وصول فرماتے تھے جو تنخواہ دار کے گھروں، دکانوں یا دوسرے مقامات پر ان کی ملکیت ہوتے تھے۔ یہ حضرات واجب الاداز کوٰۃ تنخواہ سے کاٹ کر باقی تنخواہ لوگوں کے حوالے کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ انہی تنخواہوں کی زکوٰۃ وصول فرماتے تھے، کیوں کہ اگر مالک پہلے سے صاحب نصاب ہو تو تنخواہ کی اس رقم پر مال مستفاد ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہوتی تھی، البتہ یہ حضرات تنخواہوں سے زکوٰۃ کاٹنے کے بجائے پہلے تنخواہ حوالہ فرمادیتے پھر مالک سے زکوٰۃ وصول فرماتے تھے۔ بہر صورت! اس نقد رقم سے سرکاری طور پر زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی اور یہ سلسلہ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی تفریق قائم ہونے کے بعد بھی جاری رہا، بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان رقوم سے بھی زکوٰۃ وصول فرمائی جو بیت المال میں ظلماً داخل کردی گئی تھیں۔

اس طریق کار سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ کسی مال کے اموال ظاہرہ میں شمار ہونے اور اس سے سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے اس کا شہر سے باہر لے جانا ضروری نہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے نجی مقامات کی تلاشی یا تفتیش کی ضرورت پیش نہ آئے اور وہ فی الجملہ حکومت کے زیر حفاظت آگئے ہوں تنخواہوں وغیرہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا یہ طریقہ اس دور میں بھی بلانکیر جاری رہا ہے اور خود فقہاء نے بھی ان واقعات کو نقل کرکے اس کی تصدیق وتائید فرمائی ہے۔(۶۲۸)

جیسا کہ امام محمدؒ نے اپنی موطاء میں خلفائے ثلاثہ کا تنخواہوں اور وظائف سے زکوٰۃ وصول کرنا لکھا ہے اور فرمایا ہے:

قال محمد : وبھذا ناخذ، وھو قول ابی حنیفة رحمة اللہ (۶۲۹)

☆☆

(۶۲۸) بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم: مفتی محمد تقی عثمانی بحولہ سابقہ، ص ۵۶، ۵۷۔

(۶۲۹) موطاء امام محمدؒ: امام محمد بن الحسن الشیبانی، لاہور، "مسلم اکادمی محمد نگر" ۱۴۰۶ھ، ص ۱۷۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومتِ پاکستان کا موجودہ نظامِ زکوٰۃ وعشر اور اس کی شرعی حیثیت

تقریباً ۱۳۹۹ھ کو حکومت پاکستان نے زکوٰۃ آرڈیننس جاری کر کے پاکستانی باشندوں سے زکوٰۃ کی وصولی کا سرکاری سطح پر آغاز کیا تھا جس کے بارے میں رائے عامہ مختلف فیہ رہی۔ عوام الناس میں بھی مختلف قسم کے شکوک وشبہات پائے جاتے رہے۔ علماء ومحققین نے بھی اس آرڈیننس کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا اور اس کے تمام پہلوؤں پر شرعی نقطہ نظر سے اصلاح اور ترمیم کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ علماء ومحققین کی ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' نے جو اصلاح وترمیمات تجویز کیں وہ درج ذیل ہیں:

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ وعشر کا جو قانون نافذ کیا گیا ہے وہ شرعی اعتبار سے درست ہو اور اس میں شرعی لحاظ سے کوئی سقم باقی نہ رہے اور دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اس قانون کے مطابق عمل بھی درست ہو۔ جہاں تک قانون کا تعلق ہے ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے اجلاس میں زکوٰۃ وعشر آرڈیننس پر غور کیا گیا اور شرعی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل تبصرہ اتفاق رائے کے ساتھ منظور کیا گیا۔

اس آرڈیننس کی سب سے زیادہ سنگین غلطی یہ ہے کہ اس میں ہر اس شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم کردی گئی ہے جس کے بینک اکاؤنٹ میں زکوٰۃ منہا کرنے کے دن ایک ہزار روپے سے زائد رقم جمع ہو اور بینکوں کے علاوہ دوسرے مالیاتی اداروں میں یہ ایک ہزار روپے کی قید بھی نہیں ہے۔ بلکہ ان اثاثوں کے حامل افراد کو ان کے اثاثوں کی مالیت کا لحاظ کیے بغیر لازمی طور پر زکوٰۃ کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ شرعی لحاظ سے انتہائی سنگین غلطی ہے اور عملاً اس قانون سے بہت سے لوگوں کے ساتھ یہ زیادتی ہوسکتی ہے کہ ان پر شرعاً زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے باوجود ان سے زکوٰۃ وصول کرلی جائے۔

شریعت کی رو سے زکوٰۃ صرف اس شخص پر فرض ہے جو نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی (۵۲/۱-۲) یا اتنی مالیت کی نقدی یا سونے یا مال تجارت کا مالک ہو یا ان چاروں اشیاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے بعض یا سب کا مجموعہ ساڑھے باون (۲-۱/۵۲) تولہ چاندی کی قیمت کے برابر اس کی ملکیت میں ہو۔ البتہ اگر کسی شخص کے پاس سونے کے سوا کوئی چیز موجود نہ ہو تو اس کا نصاب ساڑھے سات (۲-۱/۷) تولہ سونا ہے۔ پھر اگرچہ شرعاً زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر رقم پر علیحدہ سال پورا ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ سال کی ابتداء میں اور آخر میں کم از کم بقدر نصاب مالیت کا مالک رہا ہو، آرڈیننس میں زکوٰۃ کی ان بنیادی شرائط کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔

لہٰذا اگر نظام زکوٰۃ کو واقعتاً شرعی اصولوں کے مطابق قائم کرنا ہے تو آرڈیننس میں ایسی ترمیم ناگزیر ہے، جس کی رو سے زکوٰۃ صرف انہی افراد سے وصول کی جاسکے جن کے ذمہ شرعاً زکوٰۃ فرض ہے۔ اور اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ دفعہ ۲ ذیل ۲۳ میں ''صاحب نصاب'' کی جو تعریف کی گئی ہے یعنی:

''صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کے ذمے اس آرڈیننس کی رو سے زکوٰۃ واجب الادا ہو۔''

اسے تبدیل کر کے ''صاحب نصاب'' کی تعریف اس طرح کی جائے:

''صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون (۲-۱/۵۲) تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ یا سونا یا سامان تجارت ہو یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون (۲-۱/۵۲) تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔''

پھر ہر سال تاریخ زکوٰۃ سے پہلے ساڑھے باون تولہ چاندی کی جو قیمت ہو اس کا اعلان کر کے اس کی قیمت کو وصولیٔ زکوٰۃ کا معیار مقرر کیا جائے، یعنی صرف ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے جن کی اتنی مالیت کی رقوم بینکوں یا دیگر مالیاتی اداروں میں جمع ہوں۔

سال گزرنے کا مسئلہ

زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مقدار صاب پر پورا سال گزر چکا ہو۔ پورا سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ صاحب نصاب ہو جائے اور سال کے اختتام پر صاحب نصاب رہے (درمیان سال میں اگرچہ نصاب سے کم رہ جائے، البتہ بالکل ختم نہ ہو) تو اس سال کے اختتام پر جتنی بھی رقم اس کی ملکیت میں ہوگی اس ساری رقم پر شرعاً زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے، خواہ اس رقم کا کچھ حصہ ایک دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ لہٰذا ہر رقم پر سال گزرنا ضروری نہیں ہے۔

موجودہ آرڈیننس کے تحت ایسی صورتیں عملاً ممکن ہیں کہ جس تاریخ میں کسی شخص کے اکاؤنٹ سے زکوٰۃ وضع کی جائے، اس سے صرف چند روز پہلے ہی وہ صاحب نصاب بنا ہو، ایسی صورت میں اس سال ایسے شخص سے جبراً زکوٰۃ وضع کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

لہٰذا آرڈیننس میں ایسی گنجائش موجود ہونی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ اسے مقدار نصاب کا مالک بنے ہوئے سال پورا نہیں ہوا تو اس کی زکوٰۃ وضع نہ کی جائے۔

قرضوں کا مسئلہ

آرڈیننس میں قرضہ جات کو قابل زکوٰۃ مالیت سے منہا کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ اس سلسلہ میں فقہائے امت کے مذاہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر طرح کے قرضے زکوٰۃ سے منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ کا قدیم قول بھی یہی ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک قرضے اموال باطنہ کی زکوٰۃ سے مانع ہیں، اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ سے نہیں اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا قرض زکوٰۃ سے منہا نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات ایسے ہیں کہ جس کسی شخص نے اپنی ضروریات زندگی کے لیے کوئی قرض لیا ہو، اس کو زکوٰۃ سے منہا نہ کرنا اس شخص پر زیادتی ہوگی۔ البتہ یہ مسئلہ ہمیشہ اہل علم کے نزدیک زیر غور رہا ہے کہ آج کل بڑے بڑے سرمایہ دار اپنی پیداواری اغراض کے لیے جو قرضے لیتے ہیں، اگر ان سب کو منہا کیا جائے تو ان پر بعض صورتوں میں شاید کبھی بھی زکوٰۃ واجب نہ ہو، جو مقاصد شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے ایسے قرضوں کے بارے میں اگر امام شافعیؒ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ زکوٰۃ سے منہا نہیں کیے جائیں گے تو یہ مناسب ہے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو زکوٰۃ آرڈیننس کے جس مسودے کو رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے مشتہر کیا گیا تھا، اس میں بھی قرضوں کی منہائی کی گنجائش موجود تھی اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' نے اس وقت بھی یہی رائے ظاہر کی تھی۔

لہٰذا مجلس کی رائے میں نصاب، حولان حول اور قرضوں کے بارے میں تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے آرڈیننس کی دفعہ ۳ مجوزہ ترمیم کے بعد اس طرح ہونی چاہیے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آرڈیننس کے دوسرے احکام کے تابع ہر مسلمان صاحب نصاب شخص سے شیڈول نمبرا میں دی ہوئی تفصیل کے مطابق ہر سال زکوٰۃ کے اختتام پر لازماً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ شرط یہ ہے کہ ہر شخص یہ ثابت کردے کہ تاریخ زکوٰۃ کے دن اس کی قابل زکوٰۃ جملہ مملوکات کو نصاب کی مقدار تک پہنچے ہوئے پورا سال نہیں گزرا تو اس کے مذکورہ اثاثوں سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی۔ مزید شرط یہ ہے کہ جو شخص یہ ثابت کردے کہ وہ مقروض ہے اور اس نے قرضہ کسی پیداواری غرض سے نہیں لیا تو اس کے قرضے کی رقم کو قابل زکوٰۃ رقم سے منہا کیا جائے گا۔" (۶۳۰)

دیگر تجاویز

نمبر۱۔ "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" کے علاوہ بھی علماء نے حکومت کو زکوٰۃ آرڈیننس کی اصلاح کے لیے شرعی تجاویز پیش کی ہیں جو واقعتاً اس نظام کو شرعی خطوط پر استوار کرنے کے لیے بیشک ناگزیر ہیں ان پر بھی حکومت پاکستان کو غور کرنا چاہیے۔ چنانچہ مفتی عبدالسلام چاٹگامی مدظلہ جواہر الفتاویٰ میں لکھتے ہیں: نظام زکوٰۃ پر عمل درآمد سے قبل بیت المال میں مختلف ذرائع آمدنی کے الگ الگ فنڈز رکھے جائیں۔ خصوصاً زکوٰۃ وصدقات کے فنڈ کو بالکل دوسرے فنڈ سے علیحدہ رکھا جائے تاکہ اس کی رقم صرف زکوٰۃ کے مصارف شرعیہ میں صرف ہوسکے، کسی اور مصرف میں خرچ نہ ہو بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان کے لیے تمام بینکوں کے علاوہ کسی ایک بینک کو مختص کردیا جائے جو صرف زکوٰۃ وصدقات اور عشر وغیرہ کی رقوم کو جمع کرے اور تقسیم کرے اور ہر علاقہ میں اس کے لیے شاخیں کھول دی جائیں۔

نمبر۲۔ نظام زکوٰۃ وصدقات کے متعلق تمام عملہ اور کارندوں کے لیے مسلمان ہونے کی شرط قرار دی جائے۔ غیر مسلم بے نماز اور فاسق وفاجر لوگوں کو اس کے لیے نااہل قرار دیا جائے۔

نمبر۳۔ وصول شدہ زکوٰۃ وصدقات کی رقوم کے بارے میں ضمانت دی جائے کہ کسی صورت میں انہیں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں بیان کردہ مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ نہیں کیا جائے گا اور جن مصارف میں زکوٰۃ صرف کی جاتی ہے، ان مصارف کا سالانہ اعلان کردیا جائے گا تاکہ مسلمانوں کو اعتماد حاصل ہو۔ (۶۳۱)

☆☆

(۶۳۰) بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم: مفتی محمد تقی عثمانی بحوالہ سابقہ، ص ۸ تا ۱۳۔
(۶۳۱) جواہر الفتاویٰ: مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی، بحوالہ سابقہ، ص ۸۳، ۸۴ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ

گزشتہ تمام تر تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف لوٹ کر آتے ہیں، یعنی کفالت کے ذرائع آمدنی، گزشتہ تحقیق میں یہ بات واضح کردی گئی کہ اموال ظاہرہ کون سے ہیں اور اموال باطنہ کون سے ہیں، پھر حکومت اسلامیہ کو ان میں سے کس مال کی کس حالت میں زکوٰۃ لینی جائز ہے اور کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ان تمام تفصیلات کو جاننے کے بعد ان اقسام کی یعنی ظاہری، باطنی کی زکوٰۃ کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

عُشر

اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ میں سرفہرست عشر کو شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہائے کرامؒ نے زمینی پیداوار کے عشر کو بھی زکوٰۃ ہی کی ایک قسم شمار کیا ہے اور اس کے وجوب کے ثبوت کے لیے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے استدلال فرمایا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (۶۳۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو، تم اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کیا کرو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمینی پیداوار نکالی۔''

امام ابوبکر الجصاصؒ کی صراحت کے مطابق اس آیت میں ''انفقوا'' سے مراد زکوٰۃ کی ادائیگی ہے اور یہ حکم زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کو بھی شامل ہے۔ (۶۳۳)

دوسرا استدلال آیت ذیل سے کرتے ہیں:

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (۶۳۴)

ترجمہ: ''اور تم دیدیا کرو (پیداوار) زمین کا حق کھیتی کاٹنے والے دن۔''

امام قرطبیؒ کے قول کے مطابق آیت مذکورہ میں زمین کی پیداوار یعنی عشر ہی مراد ہے۔

ابو جعفر طبریؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت سے مراد زمین کی

☆☆

(۶۳۲) القرآن: ۲: ۲۶۷۔

(۶۳۳) احکام القرآن: امام ابوبکر جصاصؒ، محولہ سابقہ، ص ۵۴۳ ج ۱۔

(۶۳۴) القرآن: ۶: ۱۴۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیداوار کی زکوٰۃ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ''حقہ'' سے مراد زمینی پیداوار کا عشر اور نصف عشر مراد ہے۔(۶۳۵)

اس آیت کی وضاحت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل کی ہے:

انّ النبی ﷺ قال : فیما سقت السماء والعیون او کان عثریاً : العشر وما سقیٰ بالنضح : نصف العشر (۶۳۶)

ترجمہ:''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کھیت کو برساتی پانی وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو تو اس میں پیداوار کا دسواں حصہ دینا ہوگا اور جس کھیتی کو پانی کھینچ کر خود سیراب کیا گیا ہو تو اس میں بیسواں حصہ دینا ہوگا۔'' یعنی یہاں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کھیتی کی آبیاری اگر قدرتی ذرائع سے یعنی برسات یا برساتی نالے ندیوں وغیرہ سے ہوگئی ہو تو اس میں پیداوار کا عشر ہے اور اگر سیراب کرنے میں مالک نے اپنی محنت صرف کی ہو، کنواں کھودا ہو یا جدید مشینری کے ذریعے پانی کی ترسیل کا انتظام کیا ہو تو اس میں نصف العشر ہوگا۔

سبزی پر عُشر

ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ ترکاری وغیرہ پر عشر واجب نہیں، ان کے نزدیک عشر صرف ان چیزوں پر ہے جو سڑنے والی نہ ہوں۔ ان کے برخلاف امام ابو حنیفہؒ ترکاریوں پر وجوب عشر کے قائل ہیں۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک یہ وجوب عشر دیانتاً ہے۔ فیما بینہ وبین اللہ اور عامل کی جانب سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہوگا۔(۶۳۷)

ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ کا استدلال ترمذی کی حدیث سے ہے جو باب ماجاء فی زکوٰۃ الخضروات کے تحت ذکر کی گئی ہے۔

عن معاذؓ انہ کتب الی النبی ﷺ یسالہ عن الخضروات وھی البقول فقال: لیس فیھا شیئ (۶۳۸)

☆☆

(۶۳۵) تفسیر طبریؒ: ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ بحوالہ سابقہ، ص ۵۸، ۱۶۱ ج ۱۲۔

(۶۳۶) البخاری: امام بخاریؒ بحوالہ سابقہ، کتاب الزکاۃ باب فیما یسقی من السماء، ص ۲۰۱ ج ۱۔

(۶۳۷) درس ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی بحوالہ سابقہ، ص ۴۵۶ ج ۲۔

(۶۳۸) ترمذی: امام ابو عیسیٰ ترمذی بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۸ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضورؐ کو خط لکھا اور پوچھا کہ ترکاریوں کے بارے میں کیا حکم ہے، آپؐ نے فرمایا کہ اس میں کچھ نہیں لیا جائے گا''

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (۶۳۹) اس کے اطلاق سے ہے جس میں ترکاریاں بھی شامل ہیں۔ نیز حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات بھی ان کا مستدل ہیں یعنی:

فیما سقت السماء والعیون العشر و فیما سقیٰ بالنضح نصف العشر

اور بخاری کی روایت: ''فیما سقت السماء والعیون او کان عثریاً العشر وما سقیٰ بالنضح نصف العشر''

ان دونوں روایات میں کلمہ ''ما'' عام ہے جو ہر قسم کی پیداوار کو شامل ہے اور ''عثری'' سے مراد وہ درخت ہیں جو کسی نہر وغیرہ کے کنارے یا ان کے قریب ہوتے ہیں اور زمین سے خود بخود پانی چوس لیتے ہیں اور انہیں سیراب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (۶۴۰) یہ لفظ ''عاثور'' سے نکلا ہے جس کے معنیٰ ''کاریز'' کے ہیں۔ (۶۴۱)

عشری زمین

فقہائے اسلام نے مندرجہ ذیل قسم کی زمینوں کو عشری قرار دیا ہے:

نمبر۱۔ تمام عرب کی زمین۔

نمبر۲۔ وہ ملک جن کے لوگ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے ہوں۔

نمبر۳۔ وہ زمینیں جو بزور شمشیر فتح ہو کر مجاہدین اسلام اور غانمین کے حصہ میں آئی ہوں۔

نمبر۴۔ بنجر اور غیر آباد زمین جسے کوئی مسلمان عشری پانی سے آباد کرے۔

نمبر۵۔ وہ خراجی زمین جس کا پانی منقطع ہو اور اسے عشری پانی سے سیراب کرے۔

نمبر۶۔ مسلمان جب اپنے گھر کے باغ کی زمین کو عشری پانی سے سیراب کرے۔ (۶۴۲)

☆☆

(۶۳۹) القرآن: ۶: ۱۴۱۔

(۶۴۰) درس ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی، محولہ سابقہ، ص ۴۵۶، ۴۵۷، ج ۲۔

(۶۴۱) معارف السنن: علامہ محمد یوسف البنوریؒ، کراچی، ''مکتبہ بنوریہ'' ۱۳۸۳ھ، ص ۲۳۴، ۲۳۵، ج ۵۔

(۶۴۲) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۷۱، ۷۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب

نمبرا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک کھیتوں کی پیداوار کا کوئی نصاب متعین نہیں ہے بلکہ ہر قلیل و کثیر پیداوار پر عشر واجب ہے۔

نمبر۲۔ قاضی امام ابو یوسفؒ کی رائے میں جب عشری زمین کی پیداوار پانچ وسق تک پہنچ جائے تب ہی عشر واجب ہے اور بخاری شریف کی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ آج تک تعامل پانچ وسق والی حدیث پر رہا ہے۔ کھیتوں کی زکوٰۃ ان کی فصل پکنے اور کاشت کے وقت واجب ہوتی ہے۔

نمبر۳۔ مختلف اناج مثلاً گندم، جو، چنا، دھان، وغیرہ کو ملا کر ایک نصاب بنایا جاسکتا ہے۔(۶۴۳)

باغوں کی پیداوار کا عشر

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہر قسم کے پھلوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جب کہ امام شافعیؒ صرف کھجوروں اور انگوروں میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل ہیں۔(۶۴۴)

فقہاء نے پھلوں پر عشر واجب ہونے کی دو شرطیں بیان کی ہیں:

نمبرا۔ جب پھل پک کر کھانے کے قابل ہو جائے اس سے پہلے اگر توڑے تو عشر ساقط ہو جائے گا۔ مگر زکوٰۃ کے ڈر سے توڑنا مکروہ ہے۔(۶۴۵)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج کل موجودہ حالات میں عموماً پھلوں کو پکنے سے پہلے ہی درخت سے اتار لیا جاتا ہے اور کیمیکل وغیرہ کے ذریعے مختلف طریقوں سے پکایا جاتا ہے تو اس صورت میں عشر ساقط نہ ہوگا۔

نمبر۲۔ پھلوں کی مقدار کم از کم پانچ وسق (۴۸ کلوگرام) ہو۔ پھلوں کا عشر اور نصف عشر اسی طرح دوسری زمینوں کی پیداوار آبی نہری ٹیوب ویل، کنوؤں وغیرہ سے سیراب کیے جانے والے باغوں کی پیداوار کا ۲۰/۱ اور بارش کے پانی سے سیراب ہونے والے کی پیداوار کا ۱۰/۱ لیا

☆☆

(۶۴۳) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری بحوالہ سابقہ، ص ۷۴، ۷۵۔

(۶۴۴) ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، مدینہ منورہ "مکتبہ علمیہ" (س۔ن)، ص ۱۱۲، باب نمبر ۱۱۔

(۶۴۵) الاحکام السلطانیہ: ماوردیؒ بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۳ باب نمبر ۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ (۶۴۶)

شہد پر عُشر

امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ اور اہل کوفہ کے ہاں شہد میں زکوٰۃ واجب ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور بعض محدثین کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کی دلیل کوئی مرفوع حدیث یا کسی صحابی کے اثر سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ باقی قول اول والوں کے پاس احادیث موجود ہیں۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فی العسل فی عشرۃ أزق زق (۶۴۷).

"یعنی آپ کا ارشاد ہے کہ ہر دس ازق شہد میں ایک زق واجب ہے۔ "زق" چمڑے کا ایک برتن مراد ہے۔"

لیکن امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کی سند میں صدقہ بن عبداللہ ہے جو متکلم فیہ راوی ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس کی تضعیف نقل کی ہے۔ (۶۴۸)

معارف السنن میں محدث العصر علامہ محمد یوسف البنوریؒ نے لکھا ہے کہ اگرچہ اکثر نے صدقہ کی تضعیف کی ہے لیکن کچھ دوسرے حضرات مثلاً ابو حاتم اور ابو زرعہ رازی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور ان کی روایات کے دیگر شواہد بھی موجود ہیں تو کم از کم یہ حدیث درجہ حسن کی ہے جو قابل استدلال ہوسکتی ہے۔ (۶۴۹)

چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت ابو سیارۃؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

قلت یا رسول اللہ : انّ لی نحلاً. قال : ادّ العشر. (۶۵۰) یعنی میرے پاس شہد کے چھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا عشر دیا کرو۔

☆☆

(۶۴۶) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۷۶، ۷۷۔

(۶۴۷) جامع الترمذی: امام ابو عیسٰی، محولہ سابقہ، باب ماجاء فی زکوٰۃ العسل، ص ۱۳۷ ج ۱۔

(۶۴۸) سنن الکبریٰ: امام بیہقی، محولہ سابقہ، ص ۱۲۶ ج ۴۔

(۶۴۹) معارف السنن: علامہ محمد یوسف بنوریؒ، محولہ سابقہ، ۲۱۶ ج ۵۔

(۶۵۰) سنن ابن ماجہ: محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، کراچی "نور محمد کتب خانہ" (س۔ن)، ص ۱۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز ابن ماجہ ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے:

عن النبی ﷺ انہ اخذ من العسل العشر (٦٥١)

یعنی حضورؐ نے شہد کا عشر وصول فرمایا۔

نیز مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں:

کتب رسول اللہ ﷺ الیٰ اہل الیمن ان یؤخذ من اہل العسل العشور (٦٥٢)

یعنی آپؐ نے اہل یمن کے لیے (وہاں کے عامل کو) لکھا تھا کہ شہد کے چھتے والوں سے عشور وصول کیے جائیں۔

اگر شہد عشری زمینوں میں پایا جائے تو اس پر عشر واجب ہوگا اور اگر یہ شہد خراجی زمینوں میں یا پہاڑوں، جنگلوں، باغوں وغیرہ میں ملے تو اس میں کچھ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس صورت میں وہ جنگلی پھل کی مانند ہوگا۔ (٦٥٣)

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شہد کا نصاب یہ ہے کہ قیمتاً پانچ وسق ہو اور حضرت امام ابو حنیفہؒ تو ہر قلیل وکثیر مقدار پر واجب قرار دیتے ہیں۔ (٦٥٤)

مویشیوں کی زکوٰۃ

جس طرح زمینی پیداوار پر زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے، اسی طرح مسلمان جو مویشی پالتے ہیں تو ان پر بھی چند شرائط کے پائے جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے۔

مویشیوں پر زکوٰۃ اسی حال میں عائد ہوگی جب مندرجہ ذیل چند شرائط پائی جاتی ہوں:

نمبر ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جانور چرنے والے ہوں اور وہ سال کا بیشتر حصہ جنگل میں چرتے

☆☆

(٦٥١) ایضاً: محولہ بالا۔

(٦٥٢) مصنف عبدالرزاق: عبدالرزاق، محولہ سابقہ، ص ٦٣ ج ۴۔

(٦٥٣) فتاویٰ عالمگیری: شیخ نظام، محولہ سابقہ، ص ٩٦٧ ج ۱۔

(٦٥٤) کتاب الخراج: امام ابو یوسفؒ، محولہ سابقہ، ص ٧٠۔

(٦٥٥) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ٨٣۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں تاکہ محنت و مشقت کم اور نفع و نسل کشی زیادہ ہو۔ گھر پر بندھے ہوئے اور مول کا گھاس دانہ وغیرہ کھانے والے مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں۔(۶۵۵) یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کی رائے ہے۔ البتہ امام مالکؒ ہر قسم کے مویشیوں پر زکوٰۃ فرض قرار دیتے ہیں۔(۶۵۶)

نمبر۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ان جانوروں کو کسی خاص شخص کی ملکیت میں رہتے ہوئے پورا سال گزر جائے تاکہ اس دوران نسل پوری ہو جائے۔ اس کی بنیاد نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس میں آپؐ نے فرمایا سال گزرنے سے پہلے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

نمبر۳۔ وہ جانور کھیتی باڑی میں کام نہ آتے ہوں۔ کیوں کہ کھیتی باڑی کی پیداوار پر جو عشر یا نصف عشر لاگو ہے، اس میں کھیتی باڑی میں کام کرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ بھی شامل ہوتی ہے۔(۶۵۷)

☆☆

(۶۵۶) الاحکام السلطانیۃ: الماوردیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۱۱۔

(۶۵۷) کتاب الاموال: ابوعبید قاسم بن سلام، محولہ سابقہ، ص ۳۸۱۔۳۸۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اونٹوں کی زکوٰۃ

اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ درج ذیل جدول اونٹوں کی مختلف تعداد پر زکوٰۃ ظاہر کرتی ہے:

اونٹوں کی تعداد	زکوٰۃ
۱ تا ۴	کوئی زکوٰۃ نہیں
۵ تا ۹	ایک بکری
۱۰ تا ۱۴	دو (۲) بکریاں
۱۵ تا ۱۹	تین بکریاں
۲۰ تا ۲۴	چار (۴) بکریاں
۲۵ تا ۳۴	ایک بنت مخاض (وہ اونٹنی جو اپنی عمر کے دوسرے سال میں ہو۔
۳۵ تا ۴۵	ایک بنت لبون (جو تیسرے سال میں ہو)۔
۴۶ تا ۶۰	ایک حقہ (وہ جو چوتھے سال میں ہو)۔
۶۱ تا ۷۵	ایک جذعہ (وہ جو پانچویں سال میں ہو)۔
۷۶ تا ۹۰	دو بنت لبون
۹۱ تا ۱۲۰	دو (۲) حقے
۱۲۰ تا ۱۲۴	ہر ۵ اونٹ پر ایک بکری۔ ۲ حقے (۱۲۰) اونٹوں پر
۱۲۵ تا ۱۲۹	دو (۲) حقے ایک بنت مخاض
۱۵۰ اونٹوں پر	تین (۳) حقے
۱۵۰ تا ۱۷۴	۳ حقے ایک بکری (ہر ۵ ویں اونٹ پر ۱۵۰ اونٹوں کے بعد)۔
۱۷۵ تا ۱۸۵	تین حقے ایک بنت لبون
۱۹۴ تا ۲۰۰	چار حقے یا اگر صاحب نصاب چاہے تو ۵ بنت لبون بھی دے سکتا ہے۔ (۶۵۸)

☆☆

(۶۵۸) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری بحولہ سابقہ، ۸۳، ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ

بھیڑ اور بکریوں دونوں کو زکوٰۃ کے مسئلہ میں ایک ہی جنس تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا دونوں مل کر بھی ایک نصاب بن سکتی ہیں۔ چالیس (۴۰) سے کم بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں اور چالیس (۴۰) ہونے پر ایک بکری فرض ہے۔ بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل جدول ملاحظہ فرمائیں:

اسی طرح اس کے بعد ہر سو (۱۰۰) پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا واجب ہے اور کسور کو نظر انداز کیا جائے گا۔

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں البتہ چھوٹی بکریاں قبول کی جائیں گی۔ امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مطابق ایک سال کی بکری قبول کی جائے گی۔ (۶۵۹)

تعداد	مقدار زکوٰۃ
۴۰ تا ۱۲۰	ایک بکری
۱۲۱ تا ۲۰۰	دو بکریاں
۲۰۱ تا ۳۹۹	تین بکریاں
۴۰۰ تا ۴۹۹	چار بکریاں
۵۰۰ تا ۵۹۹	پانچ بکریاں

گھوڑوں کی زکوٰۃ

گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہائے کرامؒ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں غلاموں اور گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ (۶۶۰)

☆☆

(۶۵۹) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۸۵۔

(۶۶۰) الاحکام السلطانیۃ: ماوردیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۱۱، باب نمبر ۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں گھوڑے صرف جہاد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ یہی صورت حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں رہی، لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق وشام کے مرغزار فتح کیے گئے جہاں گھوڑے نسل کشی اور محض شکار اور سواری کے لیے پالے جاتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو ان مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے گھوڑوں کی زکوٰۃ پیش کی تو آپ۔ نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ صحابہ کی مشاورت کے بعد آپ نے گھوڑوں پر محصول لگانے کا ارادہ کیا۔ (۶۶۱)

فقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہ گھوڑوں پر زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ جب کہ جنگل میں چرنے والے ہوں اور ہر گھوڑی میں ایک دینار واجب کرتے ہیں۔ (۶۶۲) گھوڑی گھوڑے کی قیمت کا اندازہ لگا کر زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"اگر گھوڑے گھوڑیاں جنگل میں چرنے والے (سوائم) ہوں تو ان کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ فی گھوڑی، گھوڑا ایک دینار ادا کرے اور چاہے تو ان کی قیمت کا اندازہ لگا کر دوسو درہم پر پانچ درہم دے اور قیمت کا اندازہ لگانا حضرت عمرؓ سے منقول ہے۔ (۶۶۳)

گائے اور بھینسوں کی زکوٰۃ

عرب میں بھینسوں کا رواج تو (۹۲ھ، ۷۱۱ء) میں شروع ہوا جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو ہزاروں بھینسیں عراق وشام کے لیے روانہ کیں۔ بعد میں فقہائے کرامؒ نے ان کی زکوٰۃ کو گائے پر قیاس کیا۔

گائے اور بھینس کا ابتدائی نصاب تیس (۳۰) ہے، ہر تیس گایوں، بھینسوں میں ایک سال کا نر یا مادہ بچھڑا لیا جائے گا اور ہر چالیس (۴۰) میں دو سال کا نر یا مادہ بچھڑا لیا جائے گا۔ (۶۶۴)

اختلاطِ مویشی کی صورت میں زکوٰۃ

یہاں یہ صورت بھی قابل وضاحت ہے کہ اگر کسی کی ملکیت میں مویشی مخلوط ہوں ایک قسم

☆☆

(۶۶۱) کتاب الخراج: امام ابویوسفؒ محولہ سابقہ، ص ۷۷۔

(۶۶۲) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری محولہ سابقہ، ص ۸۶۔

(۶۶۳) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری محولہ سابقہ، ص ۸۶۔

(۶۶۴) ایضاً: محولہ سابقہ، ص ۸۶، ۸۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نہ ہوں مثلاً بھیڑ بکریاں یا گائیں بھینسیں اور بختی وعرب اونٹ تو اگر ان میں مشابہ جانوروں کو ملانے سے نصاب مکمل ہو جاتا ہو تو ہم جنس جانوروں یا متقارب الجنس مویشیوں کو ایک ہی جنس شمار کیا جائے گا۔ چنانچہ بھیڑ بکری کے حکم میں ہوگی اور بھینس گائیں کے حکم میں اور بختی اونٹ عرب اونٹ کے حکم میں ہوں گے کیوں کہ جنس ایک سی متحد ہے مگر اونٹ کو گائے کے اور گائے کو بکری کے حکم میں شامل نہ کیا جائے گا۔ ان کی جنس ایک سی نہیں ہے۔ (٦٦٥)

مشترکہ ملکیت والے مویشیوں کی زکوٰۃ

ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی مال دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے تو زکوٰۃ ہر شخص کے الگ الگ حصے پر نہیں، بلکہ مجموعہ پر واجب ہوتی ہے۔ مثلاً اگر اسی (۸۰) بکریاں دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہیں تو زکوٰۃ اسی (۸۰) بکریوں پر واجب ہوگی، یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ یہ اسی (۸۰) بکریاں ایک ہی شخص کی ملکیت ہیں اور چوں کہ اسی (۸۰) بکریوں پر نصاب نہیں بدلتا، بلکہ وہی ایک بکری واجب رہتی ہے جو چالیس (۴۰) پر واجب تھی، اس لیے صرف ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہوگی۔ حالاں کہ اگر دونوں کے حصوں کا الگ الگ اعتبار کیا جائے تو ہر شخص کے حصے میں چالیس (۴۰) بکریاں آتی ہیں۔ اس صورت میں ہر شخص پر ایک ایک بکری واجب ہونی چاہیے۔ لیکن دونوں کے اشتراک کی وجہ سے ہر شخص سے ایک ایک بکری وصول کرنے کے بجائے مجموعے سے صرف ایک بکری وصول کر لی جائے گی اور اس سے دونوں کا فریضہ ساقط ہو جائے گا۔

پھر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس اشتراک کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں شخص مال کی ملکیت میں شریک ہوں، اور مال دونوں کے درمیان مشاع ہو، اس کو ''خلطۃ الشیوع'' کہا جاتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں اشخاص ملکیت میں تو باہم شریک نہ ہوں بلکہ دونوں کی ملکیتیں جدا جدا ہوں، لیکن دونوں کا باڑا ایک ہو اور ان کی کم از کم چار چیزیں مشترک ہوں۔

(۱) چرواہا (۲) چراگاہ (۳) دودھ دوہنے والا (۴) اور بیاہنے والا نر (راعی، مرعیٰ، حالب، فحل) اس صورت کو ''خلطۃ الجوار'' کہتے ہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک ''خلطۃ الجوار'' کا بھی اسی طرح اعتبار ہے جس طرح ''خلطۃ الشیوع''

☆☆

(٦٦٥) کتاب الخراج: امام ابو یوسفؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا۔ چنانچہ ''خلطۃ الجوار'' کی صورت میں بھی زکوٰۃ دونوں اشخاص کے مجموعی مال پر واجب ہوگی۔(٦٦٦) اس کے برعکس حنفیہ کے نزدیک نہ ''خلطۃ الشیوع'' کا اعتبار ہے اور نہ ''خلطۃ الجوار'' کا بلکہ ہر صورت میں زکوٰۃ ہر شخص کے اپنے حصے پر واجب ہوگی مجموعے پر نہیں۔ چنانچہ اگر اسی (۸۰) بکریاں دو افراد کے درمیان نصف نصف مشترک ہوں (خواہ ملکاً۔ وشیوعاً، خواہ جواراً) تو ہر شخص پر ایک ایک بکری الگ الگ واجب ہوگی۔ حنفیہ کا استدلال ابوداؤد میں حضرت علی بن معاویہؓ کی مرفوع حدیث سے ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

وفی الغنم فی کلّ اربعین شاۃً شاۃ، فان لم یکن الا تسع وثلاثون فلیس علیک فیھا شیئ (٦٦٧)

''یعنی ہر چالیس (۴۰) بکریوں میں ایک بکری واجب ہے اور اگر بکریاں انتالیس (۳۹) ہوں تو تم پر کچھ واجب نہیں۔''

نیز ابوداؤد ہی کے مذکورہ باب میں حضرت صدیق اکبرؓ کا وہ مکتوب مروی ہے جو انہوں نے حضرت انس کو مصدق بناتے ہوئے دیا تھا، اس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فان لم تبلغ سائمۃ الرّجل اربعین، فلیس شیئ (٦٦٨)

''یعنی اگر کسی شخص کے مویشیوں کی تعداد چالیس (۴۰) تک نہ پہنچے تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔''

ان دونوں احادیث میں انتالیس (۳۹) بکریوں پر زکوٰۃ کی مطلقاً نفی کی گئی ہے، خواہ حالت اشتراک کی ہو یا انفرادی کی۔ اب اگر دو آدمیوں کے درمیان اٹھتر (۷۸) بکریاں مشترک ہوں تو امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک مجموعے پر ایک بکری واجب ہو جائے گی۔ حالاں کہ کوئی شخص انتالیس (۳۹) سے زائد کا مالک نہیں۔ اور اس سے حدیث مذکور کے اطلاق کی نفی ہوگی۔

☆☆

(٦٦٦) درس ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی محولہ سابقہ، ص ۳۱۸، ۳۱۹ ج ۲۔

(٦٦٧) ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ محولہ سابقہ، ص ۲۲۰، ۲۲۱ ج ۱۔

(٦٦٨) ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ محولہ سابقہ، ص ۲۱۸، ۲۱۹ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموال باطنہ اور زکوٰۃ

زکوٰۃ کی حقیقت اور مفہوم

نماز کے بعد جس کا اصل تعلق خالق ومخلوق کے باہمی سلسلہ اور رابطہ سے ہے اور جس کا ایک بڑا فائدہ نظام جماعت کا قیام ہے، اسلامی عبادت کا دوسرا رکن زکوٰۃ ہے جو آپس میں انسانوں کے درمیان ہمدردی اور باہم ایک دوسرے کی امداد اور معاونت کا نام ہے اور جسکا اہم فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لیے مالی سرمایہ باہم پہنچانا ہے۔ زکوٰۃ کا دوسرا نام صدقہ ہے، جس کا اطلاق تعمیم کے ساتھ ہر مالی اور جسمانی امداد اور نیکی پر بھی ہوتا ہے لیکن فقہی اصطلاح میں ''زکوٰۃ'' صرف اس مالی امداد کو کہتے ہیں جو ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو دولت کی ایک مخصوص مقدار کا مالک ہو۔(۶۶۹)

زکوٰۃ ٹیکس ہے یا عبادت؟

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (۶۷۰)

ترجمہ: ''آپ ان کے مال میں سے صدقہ (خواہ فرض ہو یا نفل) لیجیے جس کے ذریعے آپ ان کو پاک وصاف کریں گے اور ان کے لیے دعا کیجیے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ خوب سنتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔''

آیت مذکورہ میں زکوٰۃ کو صدقہ کہہ کر اس کی تعبدی حیثیت کی تنصیص کر دی گئی ہے۔

کیوں کہ صدقہ اس مال کو کہا جاتا ہے جس مال کو کسی دنیاوی غرض کے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی

☆☆

(۶۶۹) سیرۃ النبیؐ: علامہ شبلی نعمانی محولہ سابقہ، ص ۱۰ اج ۵۔

(۶۷۰) القرآن: ۹: ۱۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربت حاصل کرنے کی غرض سے کسی غریب کو مالک بنا دیا جائے۔ نیز جمہور مفسرین کے نزدیک آیت میں صدقہ عام ہے خواہ فرض صدقہ (زکوٰۃ) ہو یا نفل صدقہ ہو جس سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ خالص عبادت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کی جاتی ہے۔ نیز آیت میں تطہرھم و تزکیھم کا جملہ بڑا معنی خیز ہے کہ ایک میں زکوٰۃ کو سبب تطہیر قرار دیا تو دوسرے جملہ میں اس کو سبب تزکیہ قرار دیا گیا۔ جس کا مطلب یہ نکلا کہ مال زکوٰۃ ادا کرنے سے تطہیر مال اور تطہیر قلب کے ساتھ ساتھ تزکیہ مال اور تزکیہ قلب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں ہے۔ کیوں کہ ٹیکس ادا کرنے سے نہ تطہیر مال ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے دل پاک وصاف ہوتا ہے۔

اور جو لوگ زکوٰۃ کو مالی ٹیکس سمجھتے ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ (۶۷۱)

ترجمہ: ''ان دیہاتیوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو مالی جرمانہ سمجھتے ہیں اور تم مسلمانوں کے لیے گردشوں کے منتظر رہتے ہیں''۔

لہٰذا زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھنا یا ٹیکس کو زکوٰۃ سمجھنا شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کی بین دلیل ہے۔

زکوٰۃ کا آغاز اور تدریجی ارتقاء

جس طرح عام نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ آ کر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی، اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب بھی ابتدائے اسلام سے شروع ہوئی۔ لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ بعض مورخوں اور محدثوں کو اس بناء پر کہ ۸ھ میں زکوٰۃ کی فرضیت کی تصریح ملتی ہے۔ اس سے پہلے کے واقعات میں جو زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے اس سے پریشانی ہوئی ہے۔ حالانکہ شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کے مترادف تھا۔ اس کی مقدار، نصاب، مال اور دوسری خصوصیتیں جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد کو رفتہ رفتہ مناسب حالات کے پیدا ہونے کے ساتھ تکمیل کو پہنچیں، محمد رسول اللہ ﷺ کا پیغام صرف دو لفظوں سے مرکب ہے، خدا کا حق اور بھائیوں کا حق، پہلے لفظ کا مظہر اعظم

☆☆

(۶۷۱) القرآن:۹:۹۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نماز'' اور دوسرے کا ''زکوٰۃ'' ہے۔ اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت حق جب بلند ہوئی تو اس کی پکار کی ہر آواز ان ہی دو لفظوں کی تفصیل و تشریح ہے۔ آنحضرت ﷺ جس طرح بعثت سے پہلے غار حرا میں خدا کی یاد (نماز) میں مصروف رہتے تھے، اسی طرح بے کس اور لاچار انسانوں کی دستگیری (زکوٰۃ) بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے بعثت کے وقت آپؐ کی نسبت فرمایا، آپؐ قرابتداروں کا حق پورا کرتے ہیں، قرض داروں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریب کو کماتے ہیں، مہمان کو کھلاتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں مدد دیتے ہیں، غور کرو کیا زکوٰۃ ان ہی فرائض کے مجموعہ کا نام ہے؟ اس بناء پر یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ نماز اور زکوٰۃ توام ہیں اور ان ہی دو اجمالی حقیقتوں کی تشریح کا نام اسلام ہے۔ (٦٧٢)

نصابِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کی مقدار و نصاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ جو کچھ بچے، وہ خدا کی راہ میں خیرات کر دیں۔ آئندہ کے لیے کچھ بچا کر نہ رکھیں کہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی حالت اسی کی مقتضی تھی کہ کچھ دنوں کے بعد جب مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئیں، زمینیں ملیں اور جاگیریں ہاتھ آئیں، تجارت کی آمدنی شروع ہوئی تو حکم ہوا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (٦٧٣)

ترجمہ: ''اے مسلمانو: اپنی کمائی میں سے کچھ اچھی چیزیں اور جو ہم تمہارے لیے زمین سے پیدا کریں اس میں سے کچھ خیرات میں خرچ کیا کرو''۔

مسلمانوں نے اس کی تعمیل کی تو خدا نے ان کی تعریف کی کہ:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (٦٧٤)

ترجمہ: ''اور جو ہم نے ان کو روزی دی اس میں سے وہ کچھ خرچ (خیرات) کرتے ہیں''۔

صحابۂ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ وہ بھی جن کے پاس کچھ نہ تھا، خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ دینے کے

☆☆

(٦٧٢) سیرۃ النبیؐ: علامہ شبلی نعمانی، محولہ سابقہ، ص ۱۱۳ ج ۵۔

(٦٧٣) القرآن: ۲: ۲۶۷۔

(٦٧٤) القرآن: ۲: ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بے قرار رہتے تھے۔ چنانچہ جب یہ حکم ہوا کہ ہر مسلمان پر صدقہ دینا فرض ہے تو غریب و نادار صحابہؓ نے آ کر عرض کی کہ اے خدا کے رسولؐ! جس کے پاس نہ ہو وہ کیا کرے، فرمایا وہ محنت مزدوری کر کے اپنے ہاتھ سے پیدا کرے، خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی صدقہ دے، انہوں نے پھر گزارش کی کہ جس میں اس کی طاقت نہ ہو وہ کیا کرے، فرمایا کہ وہ فریاد خواہ حاجتمند کی کرے۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو؟ ارشاد ہوا تو وہ نیکی کا کام کرے اور برائی سے بچے یہی اس کا صدقہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ان تعلیمات اور نصیحتوں کا صحابہؓ پر یہ اثر ہوا کہ وہ اس غرض کے لیے بازار جا کر بوجھ اٹھاتے تھے اور اس سے جو کچھ ملتا تھا اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

لیکن بایں ہمہ اب تک تمام عرب اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں ہوا تھا اور اس لیے اس کا کوئی مرتب قومی نظام بھی قائم نہ تھا، رمضان ۸ھ میں مکہ کی فتح نے تمام عرب کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا اور اب وہ وقت آیا کہ اسلام اپنا خاص نظام قائم کرے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (۶۷۵)

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کریں کہ اس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک وصاف کر سکیں''۔

چنانچہ اس کے بعد نئے سال ۹ھ محرم میں زکوٰۃ کے تمام احکام وقوانین مرتب ہوئے، اس کی وصولیابی کے لیے تمام عرب محصلوں اور عاملوں کا تقرر ہوا اور باقاعدہ ایک ''بیت المال'' کی صورت پیدا ہوئی۔ یہ تمام احکام وقوانین سورہ برأت میں مذکور ہیں، جو ۸ھ کے آخر میں نازل ہوئی۔ (۶۷۶)

نصاب

سونے اور چاندی میں زکوٰۃ کا 1/40 حصہ ہے، سونے کا نصاب ۲۰ مثقال ہے اور چاندی کا ۲۰۰ دراھم یعنی سونے کے ۲۰ مثقال میں سے نصف مثقال سونا اور چاندی کے ۲۰۰ دراھم میں سے پانچ

☆☆

(۶۷۵) القرآن: ۹: ۱۰۳۔

(۶۷۶) سیرۃ النبیؐ: علامہ شبلی نعمانی، محولہ سابقہ، ص ۱۱۵، ۱۱۶ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراہم چاندی زکوٰۃ کے لیے ہیں۔

بیس مثقال سونے کے بعد ہر چار (۴) مثقال پر دو قیراط سونا اور چاندی کے ۲۰۰ دراہم کے بعد ہر چالیس دراہم پر ایک درہم چاندی بطور زکوٰۃ دی جائیگی۔ اور اگر بیس مثقال سونے اور دو سو دراہم چاندی پر اضافہ مندرجہ بالا مقادیر سے کم ہوگا تو اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ (۶۷۷)

دراہم ودنانیر کا معتبر وزن

اس پر اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو دراہم ہے۔ پھر اکثر علماء ہند نے دو سو دراہم کو ساڑھے باون تولہ چاندی کے مساوی قرار دیا ہے۔ البتہ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی اور بعض دیگر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ دو سو درہم صرف چھتیس تولے ساڑھے پانچ ماشے کے برابر ہیں۔ اس اختلاف کی بناء یہ ہے کہ علامہ لکھنوی نے ایک درہم کو ماشہ ڈیڑھ رتی کے مساوی قرار دیا ہے جب کہ جمہور علمائے ہند نے اسے تین ماشہ ایک رتی اور ایک بٹہ پانچ رتی (ایک رتی کا پانچواں حصہ) کے مساوی قرار دیا ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر علامہ لکھنوی اور جمہور علمائے ہند کے نزدیک نصاب زکوٰۃ کی تفصیل میں کافی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر اموال سے متعلقہ تمام احکام شرعیہ پر بہت زیادہ پڑتا ہے اس لیے اس مسئلہ کی مفصل تحقیق کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے پورا فرمایا اور اپنے رسالہ "ارجح الاقاویل" میں جمہور کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ علامہ لکھنوی سے اس مسئلہ میں تسامح ہوا ہے اور غلطی کا منشاء یہ ہے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق ایک درہم ستر دم بریدہ اور غیر مقشورہ جو کا ہوتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے غالباً ستر جو کا وزن ایک ساتھ کرنے کے بجائے جو کے چار دانوں کا ایک مرتبہ وزن کیا اور انہیں ایک رتی کے برابر پا کر آگے حساب لگالیا۔ اور یہیں سے غلط فہمی کی ابتداء ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر چار جو کا وزن کیا جائے تو اس میں اور رتی میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن ستر جو تک پہنچ کر وہ معمولی سا فرق کافی زیادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ستر جو کا ایک ساتھ وزن کیا جائے تو یہ فرق ظاہر اور بین ہو جاتا ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ "میں نے پوری احتیاط کے ساتھ ستر جو کا وزن کیا کہ حسب تصریح فقہاء جو بھی متوسط لیے جو سب دم بریدہ غیر مقشورہ تھے، ان کا خود بھی چند بار وزن

☆☆

(۶۷۷) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری بحوالہ سابقہ، ص ۸۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور متعدد صرافوں سے وزن کرایا تو انہیں میں نے جمہور علماء ہند کے قول کے موافق پایا۔ لہٰذا جمہور کی تحقیق مفتی بہ اور راجح ہے۔(۶۷۸)

سونے چاندی کے نصاب میں تفاوت کی وجہ

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک چاندی اور سونے کی قیمت میں تقریباً اسی قدر تفاوت تھا جس قدر ان کے نصاب میں تفاوت ہے۔ اس زمانہ میں ایک دینار سونے کا دس نقرہ کی قیمت کے برابر تھا۔ اس حساب سے سونا تقریباً دس روپے تولہ ہوتا تھا۔(۶۷۹)

علامہ شامی لکھتے ہیں: وفی الهداية كلّ دينار عشرة دراهم فی الشّرع.(۶۸۰)
اور اس سے پہلے ہے:

وحاصلہ انّ الدينار اسم للقطعة من الذّهب المضروبة المقدّرة بالمثقال فاتحاذ هما من حيث الوزن.(۶۸۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو قیمت بیس مثقال سونے کی تھی، وہی قیمت دوسو درہم کی بھی تھی۔ اب بہت تفاوت ہے۔ حکم میں چونکہ صراحت ہے، اس لیے کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا۔

کاغذی نوٹ سے ادائیگی زکوٰۃ:

کرنسی نوٹ اور کاغذی سکے باتفاق ائمہ مذاہب اربعہ ذہب وفضہ (سونا وچاندی) کے قائم مقام اور اس کا بدل ہیں۔ اسی وجہ سے ماہرین معاشیات نے بھی کاغذی سکوں کو حقیقی زر کے قائم مقام اور حکمی زر قرار دیا ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ ماہرین معاشیات کے نزدیک بھی کرنسی نوٹ (زر) ثمن ہے کیوں کہ کاغذی زر جسے حکومت کا بینک جاری کرتا ہے، عامۃ الناس کو اس بارے میں حکومت پر اعتماد ہے جس کی بناء پر وہ حقیقی زر کے بدلہ میں کاغذی زر کو بطور ثمن

☆☆

(۶۷۸) درس ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی، محولہ سابقہ، ص ۴۰۶، ۴۰۷، ج ۲۔

(۶۷۹) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: مفتی عزیز الرحمٰن، کراچی "دار الاشاعت" ۱۹۷۶ء، ص ۱۰۷، ج ۶۔

(۶۸۰) رد المحتار: علامہ شامیؒ، محولہ سابقہ، ص ۴۲، ج ۲۔

(۶۸۱) رد المحتار: علامہ شامیؒ، محولہ سابقہ، ص ۳۹، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کر لیتے ہیں اور حقیقی ثمن (سونا و چاندی) کے تمام اوصاف یعنی (۱) قبولیت عامہ، (۲) انتقال پذیری، (۳) پائیداری، (۴) شناخت پذیری، (۵) یکسانیت کے ساتھ تقسیم پذیری، (۶) ثبات بدل ثمن (کاغذی سکوں) میں پائے جاتے ہیں اور بہترین نظام زر کی یہی خوبیاں ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، نیز قیمتوں میں استحکام برقرار رہنا، شرح مبادلہ مستحکم رہنا، نظام زر سادہ اور قابل فہم ہونا، نظام لچکدار ہونا کامل روزگار کی سطح برقرار رکھنے میں معاون ہونا بھی کرنسی نوٹ اور کاغذی سکوں میں موجود ہیں۔

الغرض اصول فقہ اسلامی اور قانونی دستور کی رو سے مختلف ممالک کے کاغذی سکے قائم مقام ثمن ہیں، جس طرح تمام معاملات میں اسے بحیثیت ثمن و حقیقی زر تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عبادات، زکوٰۃ و عشر و دیگر صدقات میں بھی اسے اصطلاحی ثمن اور قائم مقام ثمن تصور کیا جائیگا اور جو احکام حقیقی ثمن سونا چاندی اور دینار و دراھم کے ہونگے، وہی احکام کاغذی سکوں کے ہونگے۔ (۶۸۲)

کمپنی پر زکوٰۃ کا مسئلہ

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں ''شرکت'' کی ایک نئی قسم رائج ہے جسے ''کمپنی'' کہتے ہیں۔ پہلے ''شرکت'' محدود پیمانے پر صرف چند افراد کے درمیان ہوتی تھی، جو آپس میں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ لیکن اب کمپنیوں کا جو نظام رائج ہے اس میں ہوتا یہ ہے کہ چند افراد یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم فلاں کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں، اس میں اتنے سرمایہ کی ضرورت ہوگی۔ جو شخص چاہے اس کاروبار میں ہمارے ساتھ حصہ لے کر شامل ہو جائے۔ اس غرض کے لیے وہ ایک حصہ کی رقم بھی متعین کر دیتے ہیں۔ مثلاً کاروبار میں کل سرمایہ دس لاکھ روپے درکار ہے تو وہ کہتے ہیں کہ سو روپے کا ایک حصہ ہوگا اور کل دس ہزار حصے ہونگے، اب جو شخص جتنے حصص چاہے، لے لے۔ چنانچہ کئی لوگ پیسے دیکر یہ حصہ لے لیتے ہیں (ان حصوں کو عربی میں ''اسھم'' اور انگریزی میں ''شیئرز'' کہتے ہیں) اور کاروبار کا منافع ان حصص کے مالکان میں بقدر حصص تقسیم ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک کمپنی میں سیکڑوں افراد شریک ہوتے ہیں، جو بسا اوقات ایک دوسرے کو

☆☆

(۶۸۲) جواہر الفتاویٰ: مفتی محمد عبدالسلام، بحوالہ سابقہ، ص ۶۵، ۶۷، ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے بھی نہیں ہیں۔ پھر چونکہ کمپنی کے مشترک امور کی انجام دہی کے لیے ان سب افراد کا جمع ہونا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے عملی سہولت کی غرض سے آج کل کے قانون میں کمپنی کو "شخصی قانونی" کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ کمپنی قانونی اعتبار سے ایک فرد کے حکم میں ہوتی ہے اور اس پر وہ تمام احکام عائد ہوتے ہیں جو ایک فرد پر ہوتے ہیں۔

پھر کمپنی کے یہ حصص بازار میں فروخت بھی ہوتے ہیں اور کاروبار کے نفع بخش ہونے کے اعتبار سے ان حصص کی بازاری قیمتیں گھٹتی بڑھتی بھی رہتی ہیں۔ بعض اوقات سو روپے کا حصص ڈیڑھ سو روپے میں فروخت ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کی قیمت کل اسی روپے رہ جاتی ہے۔

شرکت کی اس نئی قسم سے متعلق فقہی طور پر کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ شریعت میں "شخص قانونی" معتبر ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ اس کمپنی پر بحیثیت کمپنی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ کمپنی کے حصہ داروں پر انفرادی طور سے زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

چوتھے یہ کہ اگر انفرادی حصوں پر زکوٰۃ واجب ہے تو حصے کی پوری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا اس حصے کے صرف اتنے حصے پر جو اموال قابلِ زکوٰۃ کے مقابل ہے؟

پانچویں یہ کہ اگر انفرادی حصوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے تو زکوٰۃ میں حصے کی اصل قیمت معتبر ہوگی یا اس وقت کی بازاری قیمت؟

ان سوالات کے جواب میں یہاں صرف اتنا خلاصہ سمجھ لیجیے کہ حنفیہ کے نزدیک چونکہ "خلطۃ الشیوع" معتبر نہیں ہے، اس لیے ان کے یہاں شرکت میں "شخص قانونی" کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگرچہ وقف زمین کی زرعی پیداوار پر حنفیہ کے نزدیک عشر واجب ہے اس کو زکوٰۃ کے معاملے میں "قانونی شخص" کی ایک مثال کہا جا سکتا ہے، لیکن مشترک مال پر "شخص قانونی" کی حیثیت سے زکوٰۃ کا وجوب حنفیہ کے نزدیک نہیں ہوتا، اس لیے کمپنی پر بحیثیت کمپنی ان اصولوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ البتہ حصہ داروں میں سے جو لوگ صاحب نصاب ہونگے، صرف ان کے انفرادی حصوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی، غیر صاحب نصاب حصہ داروں کے حصوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

پھر چونکہ "کمپنی" کا شیئر دراصل پورے کاروبار کے مشاع حصے سے عبارت ہے، اس لیے اس شیئر میں کچھ حصہ کاروبار کی عمارت، مشینری اور ان غیر نامی اثاثوں کا بھی ہے جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ اور کچھ حصہ نقد رقم، مال، تجارت، خام مال اور دوسرے نامی اثاثوں کا بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو قابل زکوٰۃ ہیں۔ اس لیے اصولی طور پر ایک حصے کی پوری قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ اس شیئر کے بھی صرف اس حصے پر زکوٰۃ ہے جو نامی اثاثوں کے مقابل ہو۔ لہٰذا اصلاً ہر حصہ دار کو یہ حق ہے کہ وہ معلوم کرے کہ کاروبار کا کتنا حصہ غیر اثاثوں پر اور کتنا نامی اثاثوں پر مشتمل ہے اور اسی تناسب سے اپنے شیئر کے صرف اتنے حصے کی زکوٰۃ ادا کرے جو نامی اثاثوں کے مقابل ہے۔ مثلاً کسی کاروبار کے نامی اثاثے پورے کاروبار کا ۷۵ فی صد ہیں اور حصہ سو روپے کا ہے تو ہر حصے کے صرف پچھتر روپے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن چونکہ ہر حصہ دار کو اس بات کا معلوم کرنا اور حساب لگانا مشکل ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ پورے حصے کی قیمت کی زکوٰۃ ادا کرے۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حصے کی اصل قیمت معتبر ہوگی یا بازاری قیمت؟ سو چونکہ حصص کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کاروبار کی مجموعی قیمت کے اعتبار سے ہوتا ہے، یعنی کاروبار میں نفع زیادہ ہوتا ہے تو حصص کی قیمت بڑھ جاتی ہے، نقصان ہوتا ہے تو گھٹ جاتی ہے، اس لیے ہر حصے کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو جوب زکوٰۃ کے دن بازار میں طے ہوئی ہو۔ اور اسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مثلاً اگر سو روپے کا حصہ بازار میں ایک سو بیس روپے کا بک رہا ہے تو حصہ ایک سو بیس روپے کا ہی سمجھا جائیگا۔ اور اسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے سامان تجارت شروع میں ایک ہزار روپے میں خریدا ہو، اور سال کے ختم ہونے تک اس کی قیمت بارہ سو روپے ہوگئی ہو تو اب زکوٰۃ بارہ سو روپے آئیگی نہ کہ ایک ہزار روپے پر۔

مصر کے بعض علماء مثلاً ابوزہرہ وغیرہ نے کمپنی کے حصص کے بارے میں یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ چونکہ حصص کی عام خرید وفروخت ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک مستقل مارکیٹ بازار حصص کے نام سے ہوتی ہے۔ اس لیے یہ حصص بذات خود ''عروض تجارت'' بن گئے ہیں۔ اور محض احتیاط کی بناء پر نہیں بلکہ اصل مسئلے کی رو سے ان کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ بات قابل غور تو ہے، لیکن حنفیہ کے عام اصول کے لحاظ سے حصص پر عروض تجارت کی حیثیت میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب کسی شخص نے ان کو تجارت کی نیت سے خریدا ہو، ورنہ نہیں۔ یہ ساری تحقیق حنفیہ کے اصول کے مطابق ہے۔ (۶۸۳)

☆☆

(۶۸۳) درس ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی بحوالہ سابقہ ص ۴۴۴ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموال تجارت کی زکوٰۃ:

فقہائے اسلام نے اپنی کتب فقہ میں اموال تجارت کے لیے ''عروض التجارۃ'' کا نام استعمال کیا ہے۔ اس لیے ان کی مراد نقود، سونا، چاندی اور نقد روپیہ کے سوا تمام وہ سامان ہے جو تجارت کی نیت سے خریدا اور بیچا جائے۔ یہ سامان آلات، مشینری، کپڑوں، اشیائے خورد ونوش، زیوارات، حیوانات، درختوں، اراضی، گھروں، تجارتی حصص، تمسکات سامان، سرمایہ پر مشتمل ہے۔

نصاب

اموال تجارت کا نصاب وہی ہے جو نقد کا ہے یعنی اگر سال گزرنے کے بعد کسی تاجر کا مجموعی مال اور نقد سرمایہ ملا کر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس سے 2-2/1 فیصد شرح سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ (۶۸۴)

مال یتیم کی زکوٰۃ

امام ترمذی نے حضورؐ کا ایک خطاب نقل فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

انّ النبی ﷺ خطب الناس: فقال االامن ولّی یتیماًله مال فلیتجر فیه ولا یترکه حتّٰی تاکله الصدقة(۶۸۵)

''یعنی آپؐ نے لوگوں سے فرمایا خبردار تم میں سے جو شخص بھی کسی یتیم کا سرپرست ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یتیم کے مال کو تجارت میں لگائے، اس کے بغیر نہ چھوڑے، تاکہ اس کا مال سب زکوٰۃ کی نظر نہ ہو جائے''۔

اس حدیث کی بناء پر ائمہ ثلاثہؒ اس بات کے قائل ہیں کہ نابالغ کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ یتیم سے مراد اصطلاح شرع میں وہ بچہ ہے جو نابالغ ہو، اس کے باپ کا انتقال ہو جائے لیکن مذکورہ حدیث میں یتیم سے ہر وہ نابالغ بچہ مراد ہے جس کی ملکیت میں کچھ مال ہو، چاہے

☆☆

(۶۸۴) اسلام کا قانون محاصل: نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۹۲۔

(۶۸۵) جامع الترمذی: امام ابو عیسیٰ ترمذی، محولہ سابقہ، ص ۱۳۹ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے والدین حیات ہوں۔

المراد من اليتيم ههنا الصبى الذى لم يبلغ الحلم وان لم يمت ابواه(٦٨٦)

ائمہ ثلاثہؒ کا استدلال حضرت عائشہؓ کے اثر سے بھی ہے۔

عن عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابيه انه قال كانت عائشةؓ تلينى انا واخالى يتيمين فى حجرها فكانت تخرج من اموالنا الزكوٰة(٦٨٧)

وہ بھی یتیموں کے مال کی زکوٰۃ دیتی تھیں۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عائشہؓ کے ان آثار سے بھی استدلال ہے جو نصب الرأیۃ میں مذکور ہیں (٦٨٨)

جب کہ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوری اور عبداللہ بن المبارک کے نزدیک بچے کے مال پر زکوٰۃ نہیں۔ ان حضرات کا استدلال نسائی (٦٨٩) اور ابو داوٗد (٦٩٠) وغیرہ (٦٩١) کی معروف روایت سے ہے کہ:

رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتّٰى يستيقظ وعن الصغير حتّٰى يكبر وعن المجنون حتّٰى يعقل او يفيق

''یعنی تین افراد مرفوع القلم ہیں، سویا ہوا جب تک کہ نیند سے بیدار نہ ہوجائے اور نابالغ جب تک کہ بڑا یعنی بالغ نہ ہوجائے اور دیوانہ جب تک اسے افاقہ نہ ہوجائے''۔

اس میں نابالغ کو صراحۃً غیر مکلف قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس پر نماز وغیرہ دوسرے واجبات کی طرح زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں حضرت عبداللہ بن

☆☆

(٦٨٦) معارف السنن: علامہ یوسف بنوریؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۳۶ ج ۵۔

(٦٨٧) موطاء امام مالک: امام مالکؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۸۲۔

(٦٨٨) نصب الرایۃ: جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعیؒ الحنفی، ہند، ''المجلس العلمی'' (س۔ن)، ص ۳۳۲۔۳۳۳ ج ۲۔

(٦٨٩) سنن النسائی: ابوعبدالرحمٰن، احمد بن شعیب النسائی، کراچی، ''نور محمد کتب خانہ''، (س۔ن)، ص ۱۰۳ ج ۲

(٦٩٠) سنن ابوداوٗد: امام ابوداوٗد، محولہ سابقہ، ص ۶۰۴ ج ۲۔

(٦٩١) صحیح البخاری: امام بخاریؒ، محولہ سابقہ، ص ۹۴ ج ۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ (۶۹۲)

اس روایت میں اگرچہ لیث بن ابی سلیم آئے ہیں جو بعض حضرات کے نزدیک ضعیف ہیں، لیکن ان کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ وہ رواۃ حسان میں سے ہیں۔ جہاں تک ائمہ ثلاثہؒ کی مستدل روایت کا تعلق ہے تو وہ مثنّیٰ بن الصباح کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

ضعیف اختلط مآخذہ (۶۹۳)

زکوٰۃ کے چند اہم پہلو:

رہائشی جائیداد، مکان، پلاٹ وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ چیزیں ضروریات میں شامل ہیں۔ اسی طرح کرایہ پر دیا ہوا مکان، دکان، گودام کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں کیوں کہ یہ ذرائع آمدنی ہیں، ایسی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں آتی۔ لیکن ان چیزوں کے مالک پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے اور حج بھی، البتہ کرایہ سالانہ اخراجات کے بقدر نصاب بچتا ہے، یا دوسرے مال کے ساتھ نصاب بن جاتا ہے تو اس کے کرایہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔

خرید و فروخت اور تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی جائیداد، پلاٹ اور فروخت کر کے سرمایہ بڑھانے کے ارادے سے خریدا ہوا مکان، دکان، دفتر وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ چیزیں آلات حرفت اور ذرائع آمدنی ہیں ثمن اور زر میں شامل نہیں۔ البتہ کارخانے، ملوں، فیکٹریوں کی آمدنی، خام مال، تیار مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور قیمت وفروخت کے اعتبار سے زکوٰۃ دی جائیگی۔ اسی طرح کارخانے، مل، فیکٹری وغیرہ کی ضرورت میں استعمال میں ہونی والی گاڑیوں کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں، خواہ گاڑیاں ضرورت سے زائد بھی ہوں لیکن ضرورت سے زائد گاڑیوں کی بناء پر قربانی، صدقہ فطر، حج لازم ہو جاتا ہے۔ (۶۹۴)

☆☆

(۶۹۳) تقریب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانی، گوجرانوالہ ''دار النشر کتب اسلامی،'' ۱۳۹۰ھ، ص ۲۲۸ ج ۲

(۶۹۴) جواہر الفتاوی: محمد عبد السلام چاٹگامی، بحولہ سابقہ، ص ۵۶، ۵۷ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کا مطلب

آدمی قمری ماہ کی جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوا ہے، اب ہمیشہ وہی تاریخ زکوٰۃ کے حساب کے لیے متعین رہیگی۔ اس تاریخ میں اس کے پاس جتنا سونا، چاندی، مال تجارت اور نقدی وغیرہ جو کچھ بھی ہو خواہ ایک ہی روز قبل ملا ہو سب پر زکوٰۃ فرض ہوگی، زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ اس تاریخ میں ہوگا، ادا جب چاہیں کریں، اگر درمیان سال میں بقدر نصاب مال نہیں رہا مگر متعین تاریخ میں نصاب پورا ہو گیا تو بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ البتہ اگر درمیان میں مال بالکل نہ رہا، اب جس تاریخ میں صاحب نصاب ہوگا وہ تاریخ متعین ہوگی۔ اگر صاحب نصاب بننے کی قمری تاریخ یاد نہ ہو تو غور وفکر کے بعد جس تاریخ کا ظن غالب ہو وہ متعین ہوگی۔ اگر کسی تاریخ کا بھی ظن غالب نہ ہو تو خود کوئی قمری تاریخ متعین کر لیں۔ (۶۹۵)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ سے مراد وہ رقم ہے جو حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہ میں سے تھوڑی سی بہ جبر کاٹ لیتی ہے اور ملازمین کی سبکدوشی یا موت کی صورت میں اسی قدر اپنی طرف سے بطور انعام اضافہ کے ساتھ ادا کرتی ہے۔ اس رقم کا مالک تو خود ملازم ہوتا ہے وہ اس میں درمیان ملازمت حسب خواہش تصرف کا مجاز نہیں ہوتا۔ گویا قبضہ اس کو حاصل نہیں ہوتا اور اس کی یہ رقم حکومت کے ذمہ ''دین'' ہوتی ہے۔ (۶۹۶)۔ لیکن گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ اور پرائیوٹ کمپنیوں کے پراویڈنٹ فنڈ کی نوعیت میں کچھ فرق ہے جس کی وجہ سے احکام میں بھی فرق ہوگا۔ گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ میں حکومت مستاجر ہے اور ملازم اجیر ہے، فنڈ کی رقم مستاجر (حکومت) کے قبضہ میں رہتی ہے، اس پر اجیر کا قبضہ نہیں ہوتا، قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بدستور حکومت پر دین ہے۔ لہذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی اس پر گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ نہیں، بلکہ آئندہ کے لیے زکوٰۃ فرض ہوگی۔

☆☆

(۶۹۵) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد لدھیانوی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۶۸ ج ۴۔

(۶۹۶۔الف) جدید فقہی مسائل: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، لاہور ''مکتبہ فارقلیط'' (س۔ن)، ص ۱۰۹

(۶۹۶۔ب) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد لدھیانوی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۷۰ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانہ دین ضعیف کدین المھر ولا یقاس علی دین اجرۃ الارض والدار والعبد فانّہ دین متوسط لانّ منفعۃ المال مال من وجہ والحرلیس بالمال فدین اجرتہ لیس بمقابل للمال الحقیقی ولا الحکمی علی انّ الدین المتوسط ایضاً کالدّین الضعیف فی عدم وجوب الزکاۃ علی الراجح

البتہ اگراس فنڈ میں سے ملازم نے کسی انشورنس کمپنی میں حصہ لیا تو اب بیمہ کمپنی کا قبضہ اجیر کی طرف منسوب ہوگا اور کمپنی بمنزلہ وکیل ہوگی اور وکیل کا قبضہ موکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے۔ لہذا اجیر کی ملک میں آجانے کی وجہ سے ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ پرائیویٹ کمپنی کا پراویڈنٹ فنڈ ایک مستقل کمپنی کی تحویل میں دیدیا جاتا ہے جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، یہ کمپنی چونکہ ملازمین کی وکیل ہے۔ لہذا کمپنی کا قبضہ ملازم کا قبضہ شمار ہوگا۔ اس لیے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ صاحبینؒ دین قوی، ضعیف، اور اوسط کی تقسیم کے قائل نہیں ہیں اور قبضہ سے پہلے ہی تمام پر زکوٰۃ واجب قرار دیتے ہیں۔ (۶۹۷) اس رائے کے مطابق پراویڈنٹ فنڈ کی رقم وصول ہونے کے بعد پوری مدت ملازمت کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ گوفتویٰ اس پر نہیں ہے مگر احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے۔ (۶۹۸)۔

اموالِ فاضلہ

مذکورہ مدات کے علاوہ جو متفرق آمدنیاں بیت المال کی ملک قرار دی جائیں، ان سب کو ''اموال فاضلہ'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مسلمان یا ذمی کا انتقال ہو جائے اور وہ لاوارث ہو تو اس کا مال بیت المال کا حق ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب کو فرار ہو جائے تو اس کا تمام مال ضبط ہو کر بیت المال کی ملکیت ہو جاتا ہے۔ (۶۹۹)

☆☆

(۶۹۷) المبسوط: امام سرخسیؒ بحولہ سابقہ، ص ۱۹۰ ج ۲۔

(۶۹۸) جدید فقہی مسائل: بحولہ بالا۔

(۶۹۹) اسلام کا اقتصادی نظام: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ بحولہ سابقہ، ص ۱۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ دوم

ذرائع آمدنی کی دیگر مدات

کفّارات۔صدقات۔اوقاف،وصیت

میراث،ودیعت،ہبہ،قرضِ حسنہ،بیع بالاقساط

اسلام نے غریب پروری کے لیے جو تعلیمات دی ہیں اس کے لیے تقسیم دولت کا ایک ایسا جال پھیلایا ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے مال و دولت کی گردش ہو اور اس سے معاشرے کے ہر فرد کو خصوصاً پسماندہ افراد کو فیض پہنچتا رہے۔اس کے لیے اسلامی شریعت میں جو مدات ہمیں ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کفارات۔ صدقاتِ واجبہ، صدقاتِ نافلہ۔ اوقاف، قرضِ حسنہ، وصیت،عاریت، ہبہ،امانت،میراث۔

مذکورہ بالا چند وہ مدات ہیں جن کے ذریعے گردش دولت کا عمل دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔اس سے متعلق تفصیل درج ذیل ہے۔

کفّارات

اسلام نے مختلف غیر مشروع کام کے انجام دینے پر کچھ مالی جرمانہ عائد کیا ہے، جس کو ''کفارہ'' کہا جاتا ہے۔مثلاً قصداً نقض صوم کا کفارہ، حانث یعنی قسم توڑنے والے کا کفارہ، کفارۂ ظہار، حالت احرام میں جنابت کرنے کا کفارہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقضِ صوم کا کفارہ

قصداً اگر کوئی شخص رمضان کے روزے کی حالت میں کچھ کھا پی لے یا جماع کر لے تو اس پر کفارہ کرنا واجب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے اور کہنے لگے! اے اللہ کے رسول: میں تو ہلاک ہو گیا! آپؐ نے پوچھا کس چیز نے تمہیں ہلاک کر دیا! تو انہوں نے بتایا کہ رمضان کے مہینے میں یعنی روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کر بیٹھا، آپؐ نے دریافت کیا کہ ایک غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں! پھر آپؐ نے پوچھا کہ اچھا لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! آپؐ نے فرمایا! اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں! آپؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کھجور کا تھیلا بھرا ہوا آیا آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مدینہ کے فقراء پر صدقہ کر دو یعنی کفارہ ادا کر دو، وہ صاحب کہنے لگے کہ اس وقت اس پورے شہر میں مجھ سے زیادہ فقیر کوئی نہ ہو گا۔ آپؐ مسکرا دیئے اور ان سے کہا کہ اچھا یہ لے جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (۷۰۰)

اس حدیث سے کفارہ صوم معلوم ہوا۔ اس کی ترتیب یہی ہے کہ اولاً غلام آزاد کرے، یہ نہیں کر سکتا ہے تو لگاتار ساٹھ روزے رکھے، اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دے، ان کا کفارہ بصورت نقد یا بصورت غلہ ادا کرنا جائز ہے۔

ساٹھ روزوں کے کفارہ کا غلہ فی روزہ پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے ادا کیا جائے یا اتنی مقدار کی قیمت دی جائے۔

ایک روزہ توڑنے کا کفارہ گیہوں کی صورت میں دو من پچیس سیر گیہوں ہوئے۔ ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک دن میں پونے دو سیر گیہوں دیئے جائیں یا ایک مسکین کو ہر روز پونے دو سیر گیہوں دے دیا جائے۔ ساٹھ دن تک دیتے رہیں۔ (۷۰۱)

اگر کوئی شخص ایسی صورتحال سے دوچار ہو اور تینوں کاموں میں سے کسی ایک کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے حسب استطاعت صدقہ کر دینا چاہیے۔ لیکن جب تینوں میں سے کسی ایک کام

☆☆

(۷۰۰) جامع الترمذی: امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ، محولہ سابقہ، ص ۱۵۴ ج ۱۔

(۷۰۱) کفایت المفتی: مفتی محمد کفایت اللہ، ملتان، ''مکتبہ حقانیہ'' (س۔ن)، ص ۲۲۹ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بھی استطاعت حاصل ہو جائے تو کفارہ ادا کرنا لازمی ہوگا۔(۷۰۲)

کوئی شخص اگر یہ نذر مان لے کہ میں مرتے دم تک ہمیشہ روزہ رکھوں گا، اب یہ شخص مرض اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا ہو تو فدیہ دیتا رہے۔ فدیہ کی بھی استطاعت نہ ہو تو استغفار کرتا رہے۔(۷۰۳)

فدیہ کی مقدار

کسی شخص کو دائمی مرض لاحق ہو اور صحت کی کوئی امید نہ رہی ہو اور آخری دم تک روزہ رکھنے کی طاقت لوٹنے سے بالکل مایوس ہو۔ چھوٹے اور ٹھنڈے ایام میں بھی روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو ایک روزے کے عوض ۲۵ء۲ کلو گیہوں کی قیمت کسی مسکین کو دیدے۔(۷۰۴)

قسم کا کفّارہ

عربی میں قسم کو "یمین" کہتے ہیں اور اس کی جمع "ایمان" آتی ہے۔ اس کی چند اقسام ہیں جن میں سے قابل کفارہ "یمین منعقدہ" ہے، یعنی کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالی جائے اور پھر بعد میں اپنی قسم کو توڑا جائے تو اس پر بھی کفارہ دینا ہوگا۔ اس کے کفارہ کا قرآن حکیم میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ(۷۰۵)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری بیکار قسموں پر (یعنی ان پر دنیا میں کفارہ نہیں) لیکن گرفت فرماتے ہیں اس پر جس "قسم" کو تم نے مضبوط باندھا۔ تو اس کا کفارہ کھانا کھلانا ہے

☆☆•

(۷۰۲) روزوں کے مسائل: محمد اقبال گیلانی، ریاض، "دار السلام للنشر" ۱۹۹۶ء، ص ۵۶۔

(۷۰۳) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، محولہ سابقہ، ص ۴۷۷ ج ۵۔

(۷۰۴) ایضاً: محولہ بالا، ص ۴۴۲ ج ۴۔

(۷۰۵) القرآن: ۵:۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دس مسکینوں کو درمیانی درجہ کا کھانا، ایسا کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔

یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنادو۔ یا ایک گردن آزاد کردو، پھر جس کو میسر نہ ہو (مذکورہ کفارات) تو اسے روزے رکھنے ہیں تین دن، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو۔"

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے قسم کے کفارہ کی نیت سے دس مساکین کو ایک دن میں ایک وقت کھانا کھلایا تو کفارہ ادا ہو جائے گا یا کہ دس مساکین کو ایک ہی دن میں صبح و شام کھلانا ضروری ہے؟ تو ایک روایت کے مطابق ایک ہی دن میں صبح و شام کھلانا شرط ہے مگر راجح یہ ہے کہ شرط نہیں، اگر ایک کھانا ایک دن اور دوسرا کھانا دوسرے دن کھلا دیا تو کفارہ ادا ہو جائیگا بشرطیکہ دوسرے دن انہی مساکین کو کھلائے جن کو پہلے دن کھلایا تھا۔ (۷۰۶)

ایلاء کا کفّارہ

اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ خدا کی قسم میں چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک تم سے مقاربت و صحبت اختیار نہیں کروں گا، اس کو اصطلاح شرع میں "ایلاء" کہتے ہیں۔ از روئے شرع درحقیقت یہ "قسم" ہے بیوی سے زن و شوہر کے تعلقات قائم نہ کرنے کی چار مہینے تک۔ چنانچہ اگر اس شخص نے چار مہینے کی مدت کے اندر اندر اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی تو اس شخص کی قسم ٹوٹ گئی اور اس پر اس "قسم" کا کفارہ واجب ہے۔ (۷۰۷)۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے:

فان وطئها فى الأربعة الاشهر حنث فى يمينه ولزمته الكفارة (۷۰۸)

ترجمہ: "اگر اس نے چار مہینے کے اندر اندر ہمبستری کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ گئی اور اس پر کفارہ لازم ہے۔"

یہ کفارہ بھی "کفارہ یمین" ہے، اسی ترتیب سے ادا کر دینا کافی ہے۔

☆☆

(۷۰۶) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، بحوالہ سابقہ، ص ۴۹۷ ج ۵۔

(۷۰۷) خلع و تنسیخ نکاح کے شرعی احکام: مفتی عمران الحق کلیانوی، بحوالہ سابقہ، ص ۶۔

(۷۰۸) فتح القدیر: علامہ ابن الہمامؒ، بحوالہ سابقہ، ص ۱۸۱ ج ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجی کے شکار کرنے کا کفّارہ

قرآن حکیم میں احرام کی حالت میں خشکی کا جانور شکار کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس پر کفارہ لاگو ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا (۷۰۹)

ترجمہ: ”اے ایمان والو نہ مارو شکار جس وقت کہ تم احرام کی حالت میں ہو۔ اور جو کوئی تم میں سے اس کو مارے جان بوجھ کر تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے۔ جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جائے کعبہ تک یا اس پر ”کفارہ“ چند محتاجوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر روزے۔“

حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑا تو فرض ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور اگر مار دیا تو دو صاحب بصیرت اور تجربہ کار معتبر آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگوائے۔ اسی قدر قیمت کا مویشی میں سے ایک جانور لے کر (مثلاً بکری، گائے، اونٹ وغیرہ) کعبہ کے نزدیک یعنی حدود حرم میں پہنچا کر ذبح کرا دے اور خود اس میں سے نہ کھائے یا اسی قیمت کا غلہ لے کر محتاجوں کو فی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کر دے۔ یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا ہوا تنے ہی دنوں کے روزے رکھ لے۔ (۷۱۰)

صدقۃ الفطر

شریعت اسلامیہ میں عید الفطر کے موقع پر صاحب حیثیت مسلمانوں پر صدقۂ فطر نکالنا واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ اس خوشی کے موقع پر معاشرے کے پسماندہ، نادار، مفلس غرباء کی

☆☆

(۷۰۹) القرآن: ۵: ۹۵۔

(۷۱۰) تفسیر عثمانی: علامہ شبیر احمد عثمانی بحولہ سابقہ، ص ۱۶۵، ۱۶۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امداد ہو سکے اور وہ لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ خوشی میں شریک ہو سکیں۔

اس کا نصاب یہ ہے کہ سونے، چاندی، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جائے، ان پانچوں کے مجموعہ یا ان میں سے بعض ۹۷۹ء۸۷ گرام سونے یا ۳۵ء۶۱۲ گرام چاندی کے برابر ہو جائے تو صدقہ فطر واجب ہے۔ تین جوڑے کپڑوں سے زائد لباس اور ریڈیو اور ٹی وی انسانی حاجات میں داخل نہیں ہیں اس لیے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔ (۷۱۱)

چنانچہ علامہ شامیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وصاحب الثياب الاربعة لو ساوىٰ الرابع نصاباً غني وثلاثة فلا، لانّ احدها للبذلة والآخر للمهنة والثالث للجمع والوفد والاعياد (۷۱۲)

اگر اجناس کے ذریعے صدقہ فطر منصوص اشیاء میں سے جو چیز دی جائے اس کی مقدار متعین نہیں بلکہ وہ اتنی دی جائے کہ اس کی قیمت نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کے برابر ہو۔ گیہوں کا آٹا صدقہ فطر میں دیا سکتا ہے اور نصف صاع آٹا کافی ہے۔ (۷۱۳) لیکن اگر آٹے کی قیمت گیہوں سے کم ہو تو آٹا یا اس کی قیمت دینے سے صدقۃ الفطر ادا نہ ہوگا۔ (۷۱۴) احتیاطاً دیسی سیر سے پونے دو سیر اور انگریزی سیر سے پورے دو سیر صدقہ فطر ادا کرنا بہتر ہے۔ (۷۱۵)

صدقاتِ نافلہ

اسلام کے معاشی نظام میں ''انفرادی صدقات'' کو بھی اہمیت حاصل ہے اور زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی اسلام نے حاجتمندوں کی وقتی حاجت کے لیے انفرادی عطایا کو ''عمل خیر'' کہہ کر اس کے لیے ترغیب دی ہے اور دنیا و آخرت کے اجر و ثواب کو نعم البدل بتا کر

☆☆

(۷۱۱) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، محولہ سابقہ، ص ۳۷۴ ج ۴۔

(۷۱۲) ردالمختار: علامہ شامیؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۱۹ ج ۵۔

(۷۱۳) کفایت المفتی: مفتی محمد کفایت اللہ، محولہ سابقہ ص ۲۹۶ ج ۴۔

(۷۱۴) احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد، محولہ سابقہ، ص ۳۸۴ ج ۴۔

(۷۱۵) بوادر النوادر: مولانا اشرف علی تھانویؒ، لکھنؤ ''مطبع یونائیٹڈ انڈیا'' ۱۳۲۶ھ، ص ۵۱۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن عزیز اور احادیث نے اس کے متعلق جگہ جگہ خرچ پر آمادہ کیا ہے اور چوں کہ اس کا تعلق انفرادی عطاء سے ہے اور یہ اخلاق حسنہ اور اعمال فاضلہ کی ایک کڑی ہے اس لیے اس میں دو اخلاقی خطرات کے پیش آجانے کا اندیشہ تھا ایک یہ کہ معطی اپنی عطاء کا احسان جتائے اور حاجتمند کو نادم اور شرمسار کر کے اس کو اذیت پہنچائے۔ دوسرے یہ کہ اس کا یہ انفاق رضائے الٰہی اور غرباء کی حاجت روائی کے لیے نہ ہو بلکہ دکھاوے اور نمائش کے لیے ہو۔ (۷۱۶)

چنانچہ ان دونوں کے انسداد کے لیے نفس امارہ کی زجر و توبیخ اور انانیت و خودی پر تہدید کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا گیا:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۷۱۷)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر ضائع مت کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر یقین رکھتا ہے اور نہ ہی آخرت کے دن پر۔''

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا محض انفاق ہی نجات کے لیے کافی نہیں بلکہ وہ انفاق نجات دہندہ ہوگا جو حصول رضائے الٰہی کے لیے کیا ہو، ایسا مال جہاں دنیا میں غریب کی کفالت کا ذریعہ ہے وہیں خرچ کرنے والے کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جب انسان مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا چھوڑا؟ پس اگر زندگی میں مال خرچ کر کے، آخرت کا کچھ ذخیرہ جمع کر لیا تھا تو مرتے وقت خوش ہوگا کہ بھیجا ہوا مال وصول کرنے کا وقت آگیا ورنہ رنجیدہ ہوگا اور اس پر مرنا بہت شاق گزرے گا۔ یہ حدیث کا مضمون ہے اب آپ خود ہی سوچیں کہ جس کو رسول خدا ﷺ ایسی بد دعائیں دیں اس کا کہاں ٹھکانہ؟ (۷۱۸)

پس جس نے خیرات کرنے سے جی چرایا اور بخل اختیار کیا تو اس نے اپنی قبر میں کانٹے بچھو بھیج دیے اور اگر کسی نے خیرات تو کی مگر دکھاوے اور نمود کی غرض سے کی ہے تو بچھو گویا سانپ

☆☆

(۷۱۶) اسلام کا اقتصادی نظام: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، محولہ سابقہ، ص ۳۱۹۔

(۷۱۷) القرآن: ۲: ۲۶۴۔

(۷۱۸) تبلیغ دین: امام غزالی، مترجم مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ، لاہور، ''مکتبہ مدنیہ'' (س۔ن)، ص ۱۰۵، ۱۰۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی غذا بنا دیا اس صورت میں بچھو سے تو نجات ہو گئی مگر سانپ کی زہریلی قوت اور زیادہ ہو گئی کیوں کہ بخل کا منشاء پورا ہوا تو بچھو کا زور بڑھے گا اور ریاء کا منشاء ہوا تو سانپ کا زور زیادہ ہو گا۔(۷۱۹)

اسی طرح مذکورہ بالا آیت میں ''من'' کا جو لفظ آیا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''اور میرے نزدیک یہ ہے کہ ''من'' کی ایک جڑ اور بنیاد ہے جو دل کے احوال وصفات میں سے ہے، پھر اس سے زبان اور اعضاء پر احوال متفرع ہوتے ہیں پس اصل اس ''من'' کی یہ ہے کہ اپنے آپ کو سمجھے کہ میں نے فقیر پر احسان اور انعام کیا ہے، حالاں کہ اس کو یہ سمجھنا چاہیے کہ فقیر نے مجھ پر احسان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق مجھ سے وصول کر لیا۔ جس سے میری طہارت اور دوزخ سے نجات ہو گی اگر بالفرض وہ قبول نہ کرتا تو میرا گلا اس حق میں پھنسا رہتا۔ تو زیبا یہ ہے کہ فقیر کا احسان اپنے اوپر خیال کرے کہ فقیر نے اپنے ہاتھ خدا کا حق وصول کرنے کے لیے اس کی طرف سے قائم مقام کر دیا۔(۷۲۰)

اوقاف

انفاق فی سبیل اللہ کے اخلاقی وسائل میں سے ایک بہترین وسیلہ ''وقف'' بھی ہے، اس لیے اسلام کے معاشی نظام نے اس کے اجراء اور توسیع کے لیے بہت زیادہ ترغیب دی ہے اور صحابہؓ کرامؓ نے اس کا عملی مظاہرہ کر کے اس کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا۔ وقف کی حکمت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی پیدا کردہ یا دوسرے جائز ذرائع سے حاصل کردہ دولت کو اپنی ضروریات سے فاضل سمجھتا ہے لیکن دولت کی محبت اور سرمایہ کی فراہمی کا عشق اس کو حاجت مندوں کی اعانت اور جماعت کے غریب افراد کی جانب کسی طرح متوجہ نہیں ہونے دیتے اور دولت کو بڑھاتا ہی جاتا ہے لیکن جب اس کا آخری وقت آتا ہے اور وہ موت کے فولادی پنجہ کی گرفت میں آ کر مغلوب ہو جاتا ہے تو با حسرت و یاس اس دولت سے منہ موڑنے پر مجبور ہوتا ہے۔

مگر اس صبح و شام پیش آنے والے منظر کے باوجود دولت میں سرشار دولت مندوں کو وقت

☆☆

(۷۱۹) ایضاً: محولہ بالا: ص ۲۲۔

(۷۲۰) الارشاد: ترجمان جمعیت اہلحدیث، جنوری ۱۹۹۹ء، جلد نمبر ۲۷، شمارہ نمبر ۱، ''کراچی''، ص ۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں آتا اور یتامیٰ، بیوگان اور دوسرے حاجتمندوں کی فریادیں اس کی ہوس کے مستحکم قلعوں کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔

لہٰذا اسلام کہتا ہے کہ موت کے فولادی پنجہ سے قبل اپنی محبوب دولت میں سے کچھ خدا کے نام پر دے دیا جائے۔(۷۲۱) اس کا بہترین ذریعہ ''وقف'' ہے کہ یعنی صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی جائیداد یا زمین وغیرہ بنام خدا وقف کردے تو اس کو بعد از مرگ بھی ثواب پہنچتا رہے گا اور غریبوں کا بھلا ہو جائے گا۔ چنانچہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے وقف کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''وقف کسی چیز کو خدا کی ملکیت میں کر دینا ہے کہ اس سے بندوں کو منفعت پہنچے۔ پس وہ چیز واقف کی ملک میں نہیں رہتی بلکہ خدا کی ملک ہو جاتی ہے کہ نہ اس کی بیع درست ہے، نہ ہبہ، نہ رہن، نہ اس میں وراثت ہے۔''(۷۲۲)

وصیت

وصیت بھی شرعی اعتبار سے ان ذرائع سے تعلق رکھتی ہے کہ جس میں کوئی ایک شخص دوسرے شخص کا مال بغیر کسی محنت کے اور بلا کسی معاوضہ محض وصیت کی بناء پر جائز اور حلال طریقے سے پالیتا ہے۔ وصیت کا تعلق ترکہ کے اس مال سے ہے جو ان قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچ گیا ہو جن کی ادائیگی متوفی پر واجب تھی اور اس کے بعد بھی تہائی حصہ سے ہے پورے مال سے نہیں، اس کی کچھ مزید وضاحت یہ ہے کہ مرنے والے نے اپنے پیچھے جو مال چھوڑا اگر وہ اتنا ہی تھا جس سے بمشکل قرضے ادا ہوئے تو اس صورت میں نہ وصی کو کچھ ملتا ہے اور نہ وارث کو، دونوں محروم رہتے ہیں گویا کہ مرنے والے نے کچھ چھوڑا ہی نہیں مفلس و نادار مرا ہے۔ اور اگر مرنے والے کے ذمہ کوئی دین و قرض تھا ہی نہیں تو اس صورت میں اس کا چھوڑا ہوا پورا مال، اور اگر اس کے ذمہ دین و قرض تھا تو ادائیگی قرض سے بچا ہوا مال وصیت اور وراثت کی گرفت میں آتا ہے ایک تہائی حصہ وصیت کی گرفت میں اور دو تہائی حصہ وراثت کی گرفت میں آتا ہے۔(۷۲۳)

☆☆

(۷۲۱) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، محولہ سابقہ، ص ۳۱۹، ۳۲۰۔

(۷۲۲) مجموعۃ الفتاویٰ: علامہ عبدالحیؒ فرنگی، کراچی، ''ایچ۔ ایم سعید کمپنی'' (س۔ن)، ص ۱۰۰ ج ۲۔

(۷۲۳) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: مولانا محمد طاسینؒ، محولہ سابقہ، ص ۲۰۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہائے کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں، کیوں کہ اس کا حصہ قرآن میں مقرر ہو چکا۔ البتہ ایسے رشتہ داروں کے لیے وصیت بالکل جائز ہے جن کے متعلق متوفی یہ جانتا ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ''ترکہ'' سے ان کو کچھ نہیں ملے گا اور وہ چاہتا ہو کہ ان کو بھی کچھ ملے اور فائدہ پہنچے، مثلاً اس کے کچھ بیٹے زندہ ہوں اور کچھ اس کی زندگی میں مر گئے لیکن ان کے یتیم بچے زندہ رہ گئے ہوں، چوں کہ اس صورت میں دادا کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کے زندہ بیٹے قرار پاتے ہیں، یتیم پوتوں کو کچھ نہیں ملتا، لہٰذا دادا پر (اخلاقاً) لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے یتیم پوتوں کے لیے وصیت کرے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ''ترکہ'' میں سے وصیت کی بناء پر ان کو کچھ ملے اور وہ بالکل محروم نہ رہیں۔ اسی طرح ہمدردی اور صلہ رحمی کے جذبہ سے دوسرے قرابتداروں کے لیے بھی وصیت کی جاسکتی ہے، جو کسی وجہ سے محتاج و ضرورت مند ہوں۔ (۷۲۴)

میراث

میراث وہ مال و جائیداد ہے جو کسی کے مرنے پر خواہ شرعاً اس کے وارثوں پر تقسیم ہو یا وصیت کے ذریعے سے کسی اور کو ملے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جانا بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ انہیں نادار چھوڑا جائے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔''

چونکہ میراث کے قواعد مرنے والے اور زندہ رہنے والے دونوں کے لیے اہمیت رکھتے ہیں، اسی لیے رسول اللہؐ نے ان قاعدوں کے سیکھنے کے لیے زور دے کر فرمایا ہے کہ:

تعلموا الفرائض وعلّموها النّاس فانّها نصف العلم

''یعنی وراثت کے قواعد سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیوں کہ وہ نصف علم ہے۔ (۷۲۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے میراث کی اہمیت کو اپنے ایک مقالہ میں جو حجۃ اللہ البالغہ کی زینت ہے، اجاگر کرتے ہوئے بڑے مفید ارشادات نقل کیے ہیں۔ بعض لوگ اپنی فکرِ ناقص کے تابع ہوتے ہیں اور کما ینبغی صلہ رحمی کو قائم نہیں کرتے اور بسا اوقات غیر ضروری

☆☆

(۷۲۴) اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات: مولانا محمد طاسینؒ، بحولہ سابقہ، ص ۲۰۴۔

(۷۲۵) اسلام کے معاشی نظریے: ڈاکٹر یوسف الدین، بحولہ سابقہ، ص ۲۷۵ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان پر ان میں سے بعض چیزوں کے واجب کرنے کی حاجت پڑی، خواہ وہ اس سے خوش ہوں یا انکار کریں، جیسے مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیت کا لینا اور جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو اس کا آزاد ہو جانا اور علاوہ ان کے اور بہت سے امور ہیں، اور سب چیزوں سے زیادہ اس قسم کی ضرورت اس مال میں ہے جس سے قریب الموت ہونے کے سبب سے مالک کو استغناء ہوگئی ہے، ایسے وقت ضروری یہ ہے کہ اس کا مال اس کے سامنے ایسی چیز میں صرف کیا جائے جو معاونت خانگی میں نافع ہو یا اس کے بعد اس کے اقارب میں خرچ کیا جائے اور جان لو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب وعجم کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق سب لوگوں سے زیادہ اس کے اقارب اور ذوی الارحام ہیں۔ (۷۲۶) اسلامی قانون وراثت میں ''تقسیم دولت'' کا جو طریقہ ہے وہ ایسا معتدل اور مدبرانہ ہے کہ اگر صحیح طور پر اس کو اختیار کیا جائے اور سوسائٹی میں اس کا رواج عام ہو جائے تو نہ اس سے سرمایہ دارانہ دولت پیدا ہونے کا امکان باقی رہتا ہے کہ جن سے تعلق اور اسٹیٹ بنتے ہیں اور نہ افراد واشخاص کے درمیان افلاس وفاقہ مستی کو فروغ ہو سکتا ہے۔

کیوں کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے مال ودولت ہر وقت گردش میں رہتے اور ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھ میں پہنچتے رہنے کی وجہ سے کم وبیش ہر ایک فرد کو فائدہ بخشتے رہتے ہیں۔ (۷۲۷)

ودیعت

ودیعت ایک معاہدہ ہے جس کے ذریعے ایک شخص اپنی کسی چیز کو حفاظت کی غرض سے کسی بعد کی تاریخ میں بجنسہ واپسی کے لیے کسی اور شخص کے سپرد کرتا ہے۔ صرف زر ہی ودیعت کے طور پر نہیں رکھوایا جاتا بلکہ ہر ایسی شے جو مال شمار ہوتی ہے اور اس پر قبضہ ثابت ہو سکے ودیعت کے طور پر رکھوائی جاسکتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں تو نہ صرف پائیدار اشیاء ہی ودیعت رکھوائی جاتی ہیں بلکہ خراب ہونے والی اشیاء مثلاً پھل، ترکاریاں، گوشت اور مکھن وغیرہ کی فاضل

☆☆

(۷۲۶) حجۃ اللہ البالغہ: شاہ ولی اللہ، لاہور، ''مکتبہ رحمانیہ'' (س۔ن)، ص ۵۵۶۔

(۷۲۷) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، محولہ سابقہ، ص ۳۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیداواریں بھی برف دان (برآدے Cold Storage) میں ودیعت رکھوائی جاتی ہیں۔(۷۲۸)

اگرچہ ظاہر بیں نگاہوں میں اس کا تعلق معاشی نظام سے نظر نہیں آتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی بعض حالات میں اہم معاشی ضرورت کو پورا کرنے کی کفیل ہے۔ایک شخص اگر نقد یا مال کسی دوسرے شخص کے پاس امانت رکھتا ہے اور امین کو اس کی ضرورت کے وقت امانت میں تصرف کرنے کی اجازت دیدیتا ہے تو کیا اس سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ اس طرح کس قدر اہل حاجات کی ضروری حاجات کو پورا کیا جاسکتا ہے؟ اور جب کہ امانت کے معاملہ میں خیانت کا ہر وقت خوف رہتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ دونوں جانب اخلاقی دباؤ ڈالا جائے۔ذاتی ضرورت سے زائد فاضل مال رکھنے والوں کو جہاں انفاق فی سبیل اللہ کے دوسرے طریقے کی ترغیب دی جائے، وہاں ''امانت'' کی بھی ترغیب دی جائے تاکہ اس بہانہ سے اہل حاجت کی حاجت پورا ہونے کی ایک اور سبیل پیدا ہو اور امین کو خائن نہ بننے کی ترغیب دی جائے اور عذاب الٰہی اور دنیا کی رسوائی کا خوف دلا کر صحیح معنیٰ میں ''امین'' رہنے پر آمادہ کیا جائے۔(۷۲۹)

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا(۷۳۰)

عاریت

کسی شخص کا اپنی ملکیت کے منافع کو بغیر معاوضہ کے دوسرے کی ملک بنا دینا اسلامی نقطہ نظر سے ''عاریت'' کہلاتا ہے۔عاریت کا سسٹم کس لیے ہے، اس کا جواز اسلامی فقہ میں اس طرح دیا جاتا ہے:

واجتمعت الامة علی جوازها واستحبابها واستحسانها لما فيها من اجابة المضطر واغاثة الملهوف (۷۳۱)

☆☆

(۷۲۸) اسلام کے معاشی نظریے: محولہ سابقہ، ص ۵۳۶ ج ۲۔

(۷۲۹) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، محولہ سابقہ، ص ۳۲۷۔۳۲۸۔

(۷۳۰) القرآن: ۴:۵۸۔

(۷۳۱) اسلام کا اقتصادی نظام: محولہ سابقہ، ص ۳۲۶، ۳۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے، اس لیے کہ اس میں مضطر کی حاجت روائی اور نادار کی اعانت و امداد ہے۔''

ہبہ

اجتماعی معاشی نظام میں ''ہبہ'' بھی ایک مفید طریق کار ہے بشرطیکہ واہب کا مقصد نیک ہو اور حقوق اللہ (زکوٰۃ صدقات) اور حقوق العباد (دوسرے انسانوں کے عائد شدہ حقوق) میں سے کسی کی حق تلفی پیش نظر نہ ہو، اس لیے اس کی افادیت کی شکل یہ ہے کہ ایک متمول شخص اگر اپنے ذاتی حقوق اور اجتماعی حقوق سے سبکدوشی کے بعد بھی فاضل مال پاتا ہے تو اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ اس فاضل پونجی کو حاجت مندوں کی حاجت میں صرف کرے اور اخلاقی راہ سے بھی اجتماعی خدمت سے منہ نہ موڑے اور اس ''انفاق'' کی ... ان اور مختلف راہیں ہیں، ان میں سے ایک راہ یہ ہے کہ وہ ''نقد'' یا ''مال'' کسی ضرورت مند کو ہبہ کر دے۔ (۷۳۲)

قرضِ حسنہ

انفاق فی سبیل اللہ اور ''تعاون باہمی'' کے وسائل میں سے ایک مفید اور کارآمد وسیلہ ''قرض حسنہ'' ہے، یہ حاجت مند کی وقتی حاجت روائی کا بھی ذریعہ ہے اور غریب اور بے مایہ انسان کے تجارتی، زراعتی یا صنعتی کاروبار کے لیے بھی موثر وسیلہ ہے۔

قرض حسنہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک دولت مند کسی ضرورت مند کی ضرورت کے تکمیل اور اس کی حاجت روائی کے لیے اس طرح اپنی رقم سے اس کو فائدہ پہنچائے کہ اس کا کوئی بدل (سود) اس سے حاصل نہ کرے اور چونکہ یہ اخلاقی مسئلہ ہے اس لیے احادیث میں قرض خواہ کو قرض دار کی دعوت قبول کرنے سے بھی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ عوض خواہی کا قطعاً سد باب ہو جائے، کیوں کہ بہت ممکن ہے کہ قرض دار اس لیے قرض خواہ کی دعوت کرتا یا ہدیہ پیش کرتا ہے کہ وہ اپنے قرض کا جلد مطالبہ نہ کرے اور اس حالت میں یہ بھی ایک قسم کا ''ربوا'' ہو جائے گا۔ اِلّا یہ کہ ان دونوں کے درمیان اس معاملہ سے قبل بھی اس قسم کے تعلقات ہوں۔ (۷۳۳)

☆☆

(۷۳۲) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، بحولہ بالا، ص ۳۲۲۔

(۷۳۳) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، بحولہ بالا، ص ۳۲۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیع بالاقساط

اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز نقد کے بجائے ماہوار ادھار پر دی جائے، بظاہر اس میں تعاون باہمی کے پہلو کم اور ظلم کے پہلو زیادہ محسوس ہوتے ہیں لیکن یقیناً موجودہ زمانے میں یہ بھی کم آمدن والے افراد کے لیے ایک امداد کا ذریعہ ہے، کیوں کہ وہ شخص یکمشت کسی چیز کی قیمت ادا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ لیکن تھوڑی تھوڑی قیمت ادا کر سکتا ہے تو اس طرح وہ اپنی ضرورت کی چیز حاصل کرنے پر قادر ہو جائے گا۔

قسطوں پر بیع کا مطلب وہ ''بیع'' ہے جس میں بیچنے والا اپنا سامان خریدار کو اسی وقت دیدے، لیکن خریدار اس چیز کی قیمت فی الحال ادا نہ کرے۔ بلکہ وہ طے شدہ قسطوں کے مطابق اس کی قیمت ادا کرے، لہٰذا جس ''بیع'' میں مذکورہ بالا صورت پائی جائے اس کو ''بیع بالتقسیط'' کہیں گے، چاہے اس چیز کی طے شدہ قیمت اس کی بازاری قیمت کے برابر ہو یا کم زیادہ ہو لیکن ''بیع بالتقسیط'' میں عام معمول یہ ہے کہ اس میں چیز کی قیمت بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کی جاتی ہے۔

لہٰذا اگر خریدار اس چیز کو نقد خریدنا چاہے تو وہ اس چیز کو مقررہ قیمت سے کم قیمت پر بازار سے خرید سکتا ہے، لیکن اگر خریدار اس چیز کو ادھار خریدنا چاہے گا تو بیچنے والا اس وقت اس کے بیچنے پر تیار ہوگا جب اس کو نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت وصول ہو، اس لیے عام طور پر ''بیع بالتقسیط'' میں نقد بیع کے مقابلے میں زیادہ قیمت مقرر کی جاتی ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ادھار فروخت کرنے کی صورت میں نقد فروخت کے مقابلے میں قیمت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ پر قدیم وجدید دونوں قسم کے فقہاء نے بحث کی ہے۔

چنانچہ بعض علماء اس زیادتی کو ناجائز کہتے ہیں، اس لیے کہ ثمن کی یہ زیادتی ''مدت'' کے عوض میں ہے اور جو ثمن ''مدت'' کے عوض میں دیا جائے وہ سود ہے، یا کم از کم مشابہ ضرور ہے۔ یہ زین العابدین علی بن الحسین اور الناصر المنصور باللہ اور ہادویہ کا مسلک ہے اور علامہ شوکانی نے ان فقہاء کا یہی مسلک نقل فرمایا ہے۔ (۷۳۴)

☆☆

(۷۳۴) نیل الاوطار: علامہ شوکانی، قاہرہ، ''دارالحدیث'' ۱۹۹۳ء ص ۱۷۲ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اور محدیثن کا مسلک یہ ہے کہ ادھار بیع میں نقد بیع کے مقابلے میں قیمت زیادہ کرنا جائز ہے بشرط یہ کہ عاقدین عقد کے وقت ہی بیع موجل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں قطعی فیصلہ کر کے کسی ایک ثمن پر متفق ہو جائیں۔ لہٰذا اگر بائع یہ کہے کہ میں نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں بیچتا ہوں اور اس کے بعد کسی ایک بھاؤ پر اتفاق کیے بغیر دونوں جدا ہو جائیں تو یہ بیع ناجائز ہے، لیکن اگر عاقدین مجلس عقد میں ہی کسی ایک شق اور کسی ایک ثمن پر اتفاق کرلیں تو یہ بیع جائز ہوگی۔ (۷۳۵)

☆☆

(۷۳۵) قسطوں پر خرید وفروخت: مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی، ''میمن اسلامک پبلشرز'' ۱۹۹۳ء، ص ۸،۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ بحث

واضح ہو کہ اسلامی معاشیات کا نقطہ نظر اس باب میں یہ ہے کہ دولت کا بہت سے لوگوں میں گردش کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ چند کے پاس محدود رہے۔ چنانچہ قرآنی آیت ہے کہ:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ (۷۳۶)

ترجمہ: "تاکہ (دولت) کی گردش صرف تمہارے مالداروں میں ہی محدود نہ ہوا کرے۔"

اسلامی معاشرے میں دولت کی گردش کس اصول پر ہونی چاہیے۔ اس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی معاشیات کے پیش نظر یہ چیز رہی ہے کہ دولت ملک کے ہر طبقے میں تقسیم عمل میں آئے اور وہ یک جا اکٹھی نہ ہو بلکہ گردش کرتی رہے۔ معیار سے زائد دولت پر لازمی محصول (یعنی زکوٰۃ) وصیت کرنے کے اختیارات کی تحدید اور کسی شخص کی جائیداد سے اس کی وفات پر اس کے قریبی رشتہ داروں کو لازمی طور سے حصہ ملنا نیز غریبوں اور محتاجوں کے لیے حکومت کی آمدنی میں لازمی طور سے حصہ مقرر کیا جانا۔ یہ اور اس کے مماثل قاعدے قرآن مجید نے مقرر کیے ہیں جن سے تقسیم و گردش دولت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور ساتھ ہی انفرادی ملکیت پر کسی قسم کی قید عائد نہ ہونے سے ہر شخص کو اپنے قوائے فطری سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کی ترغیب بھی ہوتی رہتی ہے اور سود کی ممانعت اور قرضہ ہائے حسنہ کا انتظام جو قرآن مجید نے کیا ہے، وہ اسلامی معاشیات کے قواعد کو ایک مکمل نظام کی حیثیت دیتے ہیں جو نہ تو سرمایہ داری ہیں اور نہ اشتراکیت، بلکہ اس میں ان دونوں کی خوبیاں ہیں اور ساتھ ہی دونوں کی برائیوں سے بھی اس نظام کو محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ (۷۳۷)

☆☆

(۷۳۶) القرآن: ۵۹: ۷۔

(۷۳۷) عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، کراچی، "اردو اکیڈمی"، ۱۹۸۷ء، ص ۱۴۲ ج ا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

منتخب ادیان و مذاہب کے نظامِ کفالت کا تحقیقی تجزیہ

فصلِ اوّل

الہامی مذاہب اور ان کا تعارف و تقابل

توحید پر عقیدہ رکھنے والے تینوں مذہبوں میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے صحیفوں کا مجموعہ موجود ہے۔ تینوں مذاہب کے پیروکاروں کے لیے خواہ وہ یہودی ہوں، خواہ نصرانی اور خواہ مسلمان، یہ صحیفے ان کے عقیدے کی بنیاد ہیں، وہ ان کے لیے الہام وتنزیل کی تحریری شکلیں ہیں۔ خواہ یہ الہام براہ راست ہوا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا معاملہ ہے کہ انہیں خود باری تعالیٰ سے احکامات ملے۔ خواہ بالواسطہ طور پر ہوا ہو جس طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کے سلسلہ میں ہوا۔

جن میں سے اول الذکر نے بیان کیا کہ وہ آسمانی باپ کی جانب سے ہمکلام ہو رہے ہیں اور موخر الذکر نے انسانوں کو وہ پیغام پہنچایا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے آپ کو ملا تھا۔

اگر ہم مذہبی تاریخ کے حقائق پر معروضی طور سے غور کریں تو ہمیں عہد نامہ عتیق، انجیل اور قرآن کو وحی کے تحریری مجموعوں کی حیثیت سے ایک ہی سطح پر رکھنا پڑے گا۔ اگرچہ اس طرز عمل کو اصولی طور پر مسلمان اختیار کیے ہوئے ہیں، لیکن مغرب کے مذہبی حلقے یہودی و نصرانی اثرات کے تحت قرآن کو ایک الہامی کتاب کا درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، اس طرح کے طرز عمل کی وضاحت اس نقطہ نظر کی روشنی میں کی جا سکتی ہے جو ہر مذہبی فرقہ صحیفوں کے اعتبار سے باقی دو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاہب کے متعلق رکھتا ہے۔

یہودیت کی اپنی مقدس کتاب عبرانی بائبل کی شکل میں ہے۔ یہ عیسائیوں کے عہد نامہ جدید سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ موخر الذکر میں کئی ایسی کتابیں شامل ہیں جو عبرانی میں موجود نہیں تھیں۔ اس اختلاف سے عملاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہودیت اپنے سوا بعد کی کسی بھی تنزیل و وحی کو تسلیم کرنے کے لیے آمادہ نہیں۔ عیسائیت نے عبرانی بائبل کو اپنا لیا ہے اور اس میں چند ضمیمہ جات کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن اس نے تمام شائع شدہ تحریروں کو تسلیم نہیں کیا جن کا مقصد ہی انسانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشن سے آگاہ کرنا تھا۔ کلیسا نے ان کتابوں کی اشاعت میں قطع و برید سے کام لیا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور تعلیمات کا ذکر ہے۔ اس نے عہد نامہ جدید میں صرف ایک محدود تعداد تحریروں کو محفوظ رکھا ہے۔ جن میں اہم ترین وہ چار اناجیل ہیں جن کو شرعی حیثیت حاصل ہے۔

عیسائیت کسی ایسی وحی کو تسلیم نہیں کرتی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے حواریوں کے بعد نازل ہوئی۔ لہٰذا وہ قرآن کو مسترد کر دیتی ہے۔ (۴۳۸)

الہامی کتب اور تحریفات

میں اپنے موضوع ''کفالت'' کی تحقیق میں جانے سے قبل ایک مختصر سا خاکہ تحریفات سے متعلق پیش کرنا چاہوں گا تا کہ اہل کتاب ''یہود و نصاریٰ'' کے مذاہب اور نظام کی جو بنیادی کتب ہیں ان کی صحیح حیثیت اجاگر ہو سکے اور اسی کے تناظر میں مزید تحقیق کی جا سکے۔ اگر ابتداء سے اب تک بائبل کے تراجم پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''خدا کی یہ کتاب'' سیکڑوں مرتبہ ''روائزڈ'' (Revised) ہو چکی ہے۔ اکثر بائبل کے نسخوں پر اتھارائزڈ ورژن (Authorised Version) ''ریوائزڈ ورژن'' (Revised Version) اور ''ریوائزڈ اسٹینڈرڈ ورژن'' (Revised Standard Version) لکھا ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ''تصدیق الفاظ'' کس کی اتھارٹی سے کس کے حکم سے اور کیوں کر

☆☆

(۴۳۸) بائبل، قرآن اور سائنس: موریس بوکائیے، مترجم ثناء الحق صدیقی، کراچی۔ ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' ۱۹۹۳ء، ص ۱۲، ۱۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھے گئے؟

عام مسیحیوں کو تو یہی یقین دلایا جاتا ہے کہ بائبل میں موجود کتب "خدا کے کلام" "ورڈ آف گاڈ" پر مبنی ہیں اور خدا اور روح القدس کے الہام ہی سے انہیں لکھا گیا ہے تو پھر جب یہ "کتب بائبل" خدا کی طرف سے ہیں تو بائبل کے نسخوں میں یہ "ورژن" کیسے؟ پھر اس کے ترجموں میں کاٹ چھانٹ کیسی؟ اور اس کا مجاز کون ہے؟

ابتداء سے اب تک بائبل کے تراجم پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے کے بعد یہ معلوم کرنا مشکل نہیں رہتا کہ یہ کتاب سیکڑوں مرتبہ "ریوائزڈ" ہو چکی ہے۔(۷۳۹) "۱۹۴۸ء" تک مکمل بائبل کے جو صرف انگلش زبان میں ترجمے ہوئے، وہ پچاس سے زائد بار "ریوائزڈ" ہو چکے ہیں۔(۷۴۰)

واضح رہے کہ بائبل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل پر مشتمل ہے۔عیسائی توریت کو عہدنامہ قدیم اور انجیل کو عہد نامہ جدید کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا مختصر سی تحقیق کے بعد اب ہم ان الہامی مذاہب کے "نظام کفالت" کا تحقیقی تجزیہ پیش کرتے ہیں:

یہودیت اور عیسائیت کا نظام کفالت

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ "زکوٰۃ" بھی ان عبادات میں سے ہے جو تمام آسمانی مذاہب کے صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیروؤں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام بھی نظر نہیں آتا۔ حالاں کہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے اور اس کی تائید مختلف آسمانی صحیفوں سے ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ہر مذہب کی جزو لاینفک تھی۔اسی طرح "زکوٰۃ" بھی تمام مذاہب کا ہمیشہ ضروری "جزو" رہی ہے۔بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں تھیں۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (۷۴۱)

☆☆

(۷۳۹) الدعوۃ: ماہنامہ مجلہ، لاہور، ستمبر ۲۰۰۰ء، ص ۳۱۔

(۷۴۰) انسائیکلوپیڈیا کولیئری: ۱۹۵۶ء، ص ۳۹۸ ج ۳۔

(۷۴۱) القرآن: ۲: ۴۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ''اور (ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا) کہ نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا''
دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ (۷۴۲)

ترجمہ: ''(اے بنی اسرائیل) اگر تم قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ''

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ تھا۔ (۷۴۳) نیز ہر بیس برس یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب تھا۔ (۷۴۴) ساتھ ہی گرا پڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے، جو مال کی زکوٰۃ تھی اور یہ عملاً ہر تیسرے سال واجب الادا ہوتی تھی۔ یہ رقم بیت المقدس کے خزانہ میں جمع کی جاتی تھی۔ اس کا ساٹھواں حصہ مذہبی عہدہ دار پاتے تھے، دسواں حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد (لادیین) قومی خاندانی کاہن ہونے کی حیثیت سے لیتی تھی اور ہر تیسرے سال میں دسواں حصہ بیت المقدس کے حاجیوں کی مہمانی کے لیے رکھا جاتا تھا۔ اسی مد سے عام مسافروں، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کو روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا اور نقد آدھے مثقال والی زکوٰۃ کی رقم، جماعت کے خیمہ (یا مسجد بیت المقدس) اور قربانی کے ظروف و آلات کی خریداری کے لیے رہتی تھی۔ (۷۴۵) توراۃ کے زمانے میں چوں کہ دولت زیادہ تر صرف زمین کی پیداوار اور جانوروں کے گلوں تک محدود تھی اس لیے ان ہی دونوں چیزوں کی زکوٰۃ کا زیادہ ذکر آیا ہے۔ سونا چاندی اور ان کے سکوں کی چوں کہ قلت تھی اس لیے ان کی زکوٰۃ کا ذکر ایک دو جگہ ہے۔ اسی بناء پر یہودیوں نے نقد زکوٰۃ کی اہمیت محسوس نہیں کی، علاوہ بریں زکوٰۃ کی مدت تعین کہ وہ ہر سال یا دوسرے سال یا تیسرے سال واجب الادا ہے۔ تصریحاً معلوم نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ اس زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے، یعنی وہ کہاں خرچ کی جائے، اس کی تفصیل بھی خود توراۃ کی زبان سے کم سنائی دیتی ہے۔ عیسوی مذہب میں بھی زکوٰۃ مشروع تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا صراحتہً ذکر ملتا

☆☆

(۷۴۲) القرآن: ۵: ۱۲۔

(۷۴۳) احبار: ۲۷، ۳۰، ۳۲۔

(۷۴۴) خروج: ۳۰، ۱۳، ۱۵۔

(۷۴۵) ایضاً: محولہ بالا ۳۰، ۳۸، ۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاَوۡصَانِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمۡتُ حَیًّا (۷۴۶)

ترجمہ: ’’اور خدا نے مجھ کو زندگی بھر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے۔‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے ان ظاہری قواعد میں کوئی ترمیم نہیں کی، بلکہ ان کی روحانی کیفیت پر زیادہ زور دیا۔ انجیل لوقا میں ہے کہ جو ’’اپنا عشر (زکوٰۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لیے دیتا ہے، اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے۔‘‘ (۷۴۷)

اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے:

’’اگر کوئی دولت مند ہیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے، اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوص دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دولتمند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ کر ہے۔‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ خدا کی راہ میں لٹا دے۔ ’’کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے مگر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ (۷۴۸) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی۔ (۷۴۹)

عیسوی مذہب میں گو سب کچھ دینے کا حکم تھا، مگر یہ حکم ہر ایک کے لیے موزوں نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہر شخص اس پر عمل کر سکتا تھا، دوسرے مذہبوں میں بھی اگرچہ خیرات اور زکوٰۃ ادا کرنے کے احکام موجود تھے۔ تاہم ان کے لیے کوئی نظام اور اصول مقرر نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہر شخص پر قانوناً رقم واجب الادا تھی جس کے ادا کرنے پر وہ مجبور ہو سکتا تھا۔ اسلام سے قبل دیگر مذاہب میں ’’زکوٰۃ‘‘ کے تعین اور مدت کے بارے میں کوئی صریح حکم نہیں ملتا۔ جب کہ یہ مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ توریت میں جس عشر یعنی دسویں حصہ کا حکم ملتا ہے تو وہ فقط تین سال میں

☆☆

(۷۴۶) القرآن: ۱۹: ۱۳۔

(۷۴۷) انجیل لوقا: ۱۸: ۱۰۔

(۷۴۸) متی: ۱۹: ۲۴۔

(۷۴۹) متی: ۱۷: ۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ ہی واجب الادا ہوتا تھا۔ (۷۵۰) جب کہ انجیل میں یہ مدت بھی نہ تھی نہ مدت تعین، نہ ہی زمانہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ''زکوٰۃ'' کی مقدار پیداوار کا دسواں حصہ تھا اور نقد میں آدھا مثقال جو امیر وغریب سب پر یکساں فرض تھا، لیکن زمین کی قسمیں ہوتی ہیں، کہیں زمین صرف بارش سے سیراب ہوتی ہے اور کہیں نہر کے پانی سے، جہاں مزدوری اور محنت کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ نقد دولت کے بھی مختلف اصناف ہیں، بعض مرتبہ دولت بے محنت مفت ہاتھ آجاتی ہے اور بعض اوقات سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے سب کا یکساں حال نہیں ہوسکتا، انجیل نے حسب دستور اس مشکل کا کوئی حل نہیں کیا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کاملہ نے علم اقتصاد سیاسی (پولیٹیکل اکانمی) کے نہایت صحیح اصول کے مطابق دولت کے فطری اور طبعی ذرائع کی تعیین کی اور ہر ایک کے لیے زکوٰۃ کی مناسب شرح مقرر کی۔ (۷۵۱) اسی طرح مویشیوں کی کوئی مخصوص تعداد پر توراۃ میں زکوٰۃ نہیں تھی بلکہ ہر قسم کے جانوروں میں دسواں حصہ زکوٰۃ (۷۵۲) اور نقد کی زکوٰۃ دیتے وقت تو یہاں تک حکم دیا گیا کہ:

''خداوند کے لیے نذر کرتے وقت آدھے مثقال سے امیر زیادہ نہ دے اور غریب کم نہ دے۔'' (۷۵۳)

واضح ہو کہ موجودہ عیسائیت کو حضرت مسیح سے بہت دور کا تعلق ہے۔ موجودہ مذہب اور عقائد تو سینٹ پال کے تخیلات ہیں۔ سینٹ پال نے تو حضرت مسیح کو دیکھا اور نہ ان سے کوئی استفادہ کیا۔ ابتداء میں سینٹ پال تو خود اس وقت کے مختصر سے عیسائی گروہ پر ہر ستم ڈھانے میں پیش پیش تھے بعد میں چل کر عیسائیت اختیار کرلی۔ ان کا نام پہلے ''سال'' تھا۔ عیسائیت اختیار کرنے کے بعد ''پال'' اپنا نام رکھ لیا۔

''سینٹ پال'' اس زمانے کی یہودیت، ایران کی آتش پرستی اور اسکندریہ کے مذہب سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے ان مذاہب کے بہت سے عقائد اور تصورات انجیل مقدس کے مذہب میں خلط ملط کرلیے اور دنیا میں اس کو عیسائیت کے نام سے پیش کیا۔ (۷۵۴) سینٹ

☆☆

(۷۵۱) سیرت النبیؐ: شبلی نعمانی بحولہ سابقہ، ص ۱۱۷ ج ۵۔

(۷۵۲) احبار: ۲۷: ۳۲۔

(۷۵۳) خروج: ۳۰۔ ۱۵۔

(۷۵۴) اسلام کے معاشی نظریے: یوسف الدین، بحولہ سابقہ، ص ۱۲۲، ۱۲۳ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پال کی عیسائیت ایک مختلف عقائد پر مبنی عقائد کا مجموعہ تھی اور اس میں جو نظام معاش پیش کیا گیا ہے وہ ''ایجابی'' نہیں بلکہ ''سلبی'' ہے اس کے مذہب کی بنیاد ترک دنیا اور ترک لذات پر قائم تھی۔ انجیل، میں پولس کا ایک خط جو قرتینیوں کے نام لکھا گیا ہے اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ ''سینٹ پال خدائی بادشاہت کی جستجو میں بھوک پیاس ناداری، فاقہ مستی، محنت و مشقت، شب بیداری، ٹھنڈک اور برہنگی کو برداشت کرتا تھا۔(۷۵۵) کیوں کہ عیسائیوں کے ہاں جسم کی خواہش روح کے مخالف ہے اور روح کی خواہش جسم کی، اور یہ ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔(۷۵۶) انجیل والے تو ساری دنیا میں اسی نظریے کا پرچار کرتے رہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے مگر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔(۷۵۷) اور جب کلیسائی اصلاح کی فضاء قائم ہوئی تو اس وقت بھی کوئی خاطر خواہ نظریاتی فرق عیسوی مذہب میں پیدا نہ ہوا۔ ایک جگہ لوتھر کہتا ہے:

''اللہ میاں معمولاً دولت انہیں ٹھیٹھ گدھوں کو دیتا ہے جن میں وہ کچھ اور ارزانی نہیں فرماتے۔''

کلیسائی حلقوں میں بہت دنوں تک تجارت سے مخالفت کی روش جاری رہی۔ بنیادی تصور یہ تھا کہ ہر قسم کی منفعت کو سود یا بیاج قرار دیا جائے۔

بعض مورخوں نے نہایت بے رحمانہ شدت کے ساتھ اس نظریے کو ترقی دی کہ معاملہ کاروبار چاہے کسی قسم کا ہو، ناجائز ہے۔ تیرہویں صدی (عیسوی) کے ابتدائی سالوں کی تالیف میں ہر تاجر کو ''سودخور'' قرار دیا گیا ہے اور ہر مالدار تاجر کے بیٹے کے متعلق یہ تصور کر لیا جاتا تھا کہ وہ مال حرام پر جی رہا ہے۔ اس کتاب کا مولف ''روبیرڈ کورسون'' ہے جو نو آیوں کا صدر پادری تھا۔ پھر ''کارڈنیل'' بنا بظاہر ایک انگریز معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اس برائی کا ایک علاج ہونا چاہیے اور وہ علاج یہ ہے کہ ایک عمومی مجلس شوریٰ مذہبی منعقد ہو جہاں ''اسقف'' اور ''حکمراں'' یہ فیصلہ کریں کہ ہر قسم کی ثروت کو بلکہ تمام زائد از استعمال چیزوں کو ممنوع قرار دیا جائے، اور عیسائی دنیا میں یا تو پادری زندہ رہیں یہ تنخواہ یاب نوکر جن میں سے ایک طبقہ اپنی

☆☆

(۷۵۵) انجیل: ۱۱: ۲۶۔

(۷۵۶) انجیل: ۱۵: ۱۷۔

(۷۵۷) انجیل: ۱۸: ۱۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روحانی خدمات کے معاوضہ پر بسر بردکرے تو دوسرا کشوری خدمات کی تنخواہ پر(۷۵۸) غرض عیسائیوں کے ہاں تجارتی اور ہر طرح کا کاروبار عرصہ تک حرام رہا۔ رفتہ رفتہ ضروریات زندگی گیہوں اور پھر شراب وغیرہ کی اجازت ملی۔ اکونیاس کے سینٹ ٹامس نے ان زیادتیوں پر رد عمل کیا۔ چنانچہ اس کی نظروں میں اگر چہ تجارت میں بذات خود ایک حد تک نفرت آمیز عنصر پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اسے اصولاً کوئی دیانت دارانہ مقصد نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ وہ محض ایک انفرادی نفع اندوزی ہے لیکن بہر حال اس ممتاز ہستی نے یہ تسلیم کرلیا کہ تجارت کے ذریعے سے جو نفع حاصل ہو وہ کسی جائز مقصد کے تحت بھی ہوسکتا ہے اور اس صورت میں تجارت جائز ہوگی۔ اب دوسرے مولف اس کی پیروی کرنے لگے چنانچہ گیہوں، شراب اور دیگر تمام ضرویات زندگی کی تجارت کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔ شرط صرف یہ رہی کہ نفع معتدل ہو۔(۷۵۹) بہر حال عیسوی مذہب کی بنیادی کتب یوحنا، متی، مرقس، لوقا ان چاروں انجیلوں کی تعلیم کو بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ ان کتب میں ابتدا ہی سے معاشی کفالت اور اس کے ذرائع کو کبھی اہمیت نہیں دی گئی۔ مذہبی حیثیت سے اس میں تحقیق کرنے کے لیے کوئی خاص مواد موجود نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیمات سے جو تاثر ہمیں ملتا ہے وہ یہ کہ مذہب اپنے پیروکاروں کو رہبانیت یعنی ترک لذات جس کو ہم اپنی زبان میں جوگی پن سے تعبیر کرسکتے ہیں، کا بار بار درس دیتا ہے۔ چنانچہ انجیل متی میں لکھا ہے کہ:

''تم خدا اور دولت کی خدمت نہیں کرسکتے، اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے۔؟ کیا پیئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں۔''

ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ جوتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں، نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں، تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے۔(۷۶۰) اسی طرح انجیل لوقا میں ایک مقام پر لکھا ہے:

''اور اس نے کہا خبردار، اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو، کیوں کہ کسی کی

☆☆

(۷۵۸) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین محولہ سابقہ، ص ۱۲۳، ۱۲۴ ج ۱۔

(۷۵۹) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۲۴، ۱۲۵ ج ۱۔

(۷۶۰) انجیل متی: ۲۴ تا ۲۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی اس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے خزانے جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیں۔ (۷۶۱)

عہد نامہ جدید (اناجیل اربعہ) کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ مسیحیت "سرمایہ داری" کو ناپسند کرتی ہے لیکن اقتصادی نظام کے نقطہ نظر سے اس میں ترغیب و تلقین کے علاوہ کوئی قانونی عملی حیثیت مذکور نہیں کہ جس کو سامنے رکھ کر اقتصادی اور کفالتی نظام عادلانہ طریقوں پر مرتب کیا جا سکے اور ایک دیندار کو صحیح دنیا دار بنا کر جماعتی زندگی کا مفید جزء بنایا جا سکے بلکہ اس کے برعکس اس سے صرف "رہبانیت" اور "دنیا کشی" کی تعلیم نکلتی ہے اور بس۔ اور ایک دیندار اور خدا رسیدہ انسان کو بہترین دیندار بنانے اور جماعتی زندگی میں کسی بہتر مالی نظام قائم کرانے کی اس میں مطلق گنجائش نظر نہیں آتی۔ (۷۶۲) افسوس کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہلت نہ ملی اور ڈھائی سال کی مدت پریشانیوں میں گزار کر یہ کہتے ہوئے آپ رخصت ہوئے کہ "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی "سچائی کی روح" آئے تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی کیوں کہ وہ اپنی نہ کہے گی بلکہ جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔ (۷۶۳) پر اب اس پاس جس نے مجھے بھیجا ہے جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے؟ بلکہ اس لیے کہ میں نے تمہیں یہ باتیں کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہے، میں اگر نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (۷۶۴)

ذات پات، بھائی چارہ

حضرت عیسیٰ نے اپنے زمانے میں "خدا کی بادشاہت" اور "انسان کی برادری" کا نظریہ پیش کیا لیکن خود انجیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بھائی چارہ کا دائرہ خاص بنی اسرائیل کے

☆☆

(۷۶۱) انجیل لوقا: ۱۵۔۲۱۔

(۷۶۲) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن، محولہ سابقہ، ص ۳۳۲۔

(۷۶۳) یوحنا: باب نمبر ۱۲، ۱۳۔

(۷۶۴) ایضاً: محولہ بالا، ۵ تا ۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے لیے ہی محدود تھا۔ چنانچہ ان کو حضرت یسوع نے یہ فرما کر بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ۔ (۷۶۵)

اور ایک جگہ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ "میں اسرائیل کے گھروں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (۷۶۶) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی طرف بعض عجیب وغریب کلمات بھی منسوب کیے ہیں۔ مثلاً کہ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں، صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔ کیوں کہ میں آدمی کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کرنے آیا ہوں۔ (۷۶۷)

عملی حیثیت سے بھی عیسائیت کے بھائی چارہ کا دائرہ کار محدود ہے۔ جو لوگ عملی مشاہدہ کرنا چاہیں ان کے لیے بھی خاصے نظائر موجود ہیں کہ عیسائی اگر وہ یورپی ہے تو اس کا گرجا علیحدہ ہے اور غیر یورپی اقوام کے گرجا علیحدہ۔ اور ہندوستان میں کوئی ہندو عیسائیت قبول کر لے تو اس کے بعد بھی اس کے ساتھ ذات پات کا تفرقہ، نیچ قوم اور اعلیٰ ذات کا امتیاز، گرجا کی کرسیوں تک برقرار رہتا ہے۔

عملی مشاہدے سے ہٹ کر بھی جو لوگ انسائیکلوپیڈیا یا سلطنتوں کے دساتیر میں نسلی امتیاز دیکھنا چاہیں تو اس کی بھی کمی نہیں ہے۔ مارشل اسموٹس نے ایک مرتبہ انگلستان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "کالے اور گورے نہ صرف رنگ میں مختلف ہیں بلکہ دماغ میں بھی مختلف ہیں۔"

نیز مارشل موصوف نے یہ بھی کہا کہ:

"بجائے اس کے کہ گوروں اور کالوں کو ملایا جائے جیسا کہ ہم نے کیا ہے اور ہر چیز میں ابتری پھیلائی ہے اور اس طرح کالوں کو سرفراز نہیں کیا بلکہ گوروں کا درجہ گھٹایا ہے حتی الامکان اب ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں اپنے اداروں سے زمین کی ملکیت سے حکومتی انتظام سے اور دیگر گوناگوں حیثیتوں سے علیحدہ رکھا جائے ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو علیحدہ رکھا جائے۔ اس طرح ہم ایک ایسی پالیسی کی بنیاد رکھ رہے ہیں جو روبہ عمل ہونے میں ایک سو سال

☆☆

(۷۶۵) انجیل متی: باب نمبر ۱۰: ۵۔

(۷۶۶) ایضاً: محولہ بالا، باب نمبر ۱۷: ۲۴۔

(۷۶۷) ایضاً: محولہ بالا، نمبر ۱۰: ۳۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے گی۔" (۷۶۸)

ممالک متحدہ امریکہ میں بھی "کلیسا اور حکومت میں گورے اور کالے کے درمیان مساوات نہیں برتی جاتی۔" نہ صرف یہ بلکہ "رنگ کا امتیاز ہر ایک پیشے اور نوکری میں کیا جاتا ہے۔"

خود یورپ میں جہاں صرف گورے آباد ہیں، نسلی امتیازات زور وشور سے کارفرما ہیں۔ (۷۶۹)

نوکروں، غلاموں کے ساتھ برتاؤ

عیسائیوں میں نوکروں کے ساتھ برہمنی مت اور یہودیت کی طرح برابرتاؤ تو نہیں لیکن نوکر اس قابل بھی نہیں کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے (۷۷۰) غلاموں کو آزاد کرنے کی بابت انجیل خاموش ہے، بلکہ عیسائیت کے آنے پر غلاموں کی حالت یورپ میں پہلے سے بھی بدتر وابتر ہوگئی۔

عیسائی مولف مسٹر ایل۔ڈی۔آگیٹ (L.D.Agate) لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح کی تعلیمات میں غلامی کی صاف طور پر کہیں بھی مذمت نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غلامی کا مخالف گروہ اپنی تائید کے لیے انجیل کی کسی آیت کو بھی پیش نہیں کرسکتا اس کے برخلاف غلامی کا حامی گروہ اپنی تائید میں انجیل کے اصل متن کے الفاظ سے استدلال کرسکتا ہے۔" (۷۷۱)

انجیل میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم کہیں بھی نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ حسن معاشرت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس غلاموں کو جگہ جگہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اپنے آقاؤں کی اطاعت کریں اور ان کے حکم سے سرمنہ منحرف نہ ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری پولس نے اپنے ایک خط میں غلاموں کے متعلق لکھا ہے:

"تم اپنے آقاؤں کی اطاعت ایسی ہی کرو جیسے حضرت عیسیٰؑ کی کرتے ہو۔" (۷۷۲)

☆☆

(۷۶۸) اسلام کے معاشی نظریے: ڈاکٹر یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۲۵، ۱۲۶ ج ۱۔

(۷۶۹) ایضاً: محولہ بالا

(۷۷۰) انجیل لوقا: باب نمبر ۱۷: ۷ تا ۹۔

(۷۷۱) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی محولہ سابقہ، ص ۴۶۹۔

(۷۷۲) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپی دنیا میں غلامی:
اعداد و شمار کے جائزے میں

۱۷۵۰ء تک برطانوی امریکہ میں تقریباً ڈھائی لاکھ غلام تھے اور اعلان آزادی کے وقت ان کی تعداد دگنی ہوگئی تھی۔ آزادی کے بعد شمال میں غلام داری بتدریج ختم ہوگئی لیکن جنوب میں یہ زندگی کی لازمی ضرورت بنی رہی اور 1860ء تک چودہ ریاستوں میں چالیس لاکھ افریقی غلام تھے۔ (۷۷۳)

۱۷۸۰ء میں غلام داری کے خاتمہ کے لیے قوانین منظور کیے گئے، تاہم اس وقت تک بھی اور اعلان آزادی کی واضح صراحت کہ:

''تمام انسان برابر پیدا کیے گئے ہیں'' کے فلسفہ کے باوجود ۱۷۹۰ء تک جنوب میں چھ لاکھ سے زائد غلام تھے۔ (۷۷۴) ۱۸۶۰ء میں ساڑھے تین لاکھ گورے خاندانوں کے پاس غلام تھے۔ (۷۷۵) ۱۶ اپریل ۱۹۳۵ء کے اخبار نیشنل کانگریس کے مطابق ۱۹۲۸ء تک مہذب یورپی دنیا جن میں امریکہ بھی شامل تھا، کم از کم پانچ ملین یعنی پچاس لاکھ غلام موجود تھے۔ (۷۷۶)

۱۸۱۱ء سے ۱۸۷۰ء تک کے درمیان ۹ء ۱ ملین افریقی گھر بار سے محروم ہو کر جانوروں کی طرح فروخت ہوئے۔ غلاموں کی اس تجارت میں انگریز، فرانسیسی، ہسپانوی، پرتگیزی، جرمنی اور ولندیزی سب ہی شامل تھے۔ (۷۷۷)

انگریز مورخ فرانسس کرونے مارچ ۱۶۸۷ء کو غلاموں کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس جگہ سب سے بڑی تجارت ان غلاموں کی ہے جن کو یہاں لایا جاتا ہے۔ یہ لوگ بالکل مادرزاد برہنگی کے ساتھ آتے ہیں اور ان کے گاہک ان کا منہ کھول کھول کر دیکھتے ہیں اور ان کا

☆☆

(۷۷۳) امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم، کراچی، ''بساط ادب'' ۱۹۹۶ء، ص ۲۱۴۔
(۷۷۴) ایضاً: محولہ بالا، ص ۲۰۹۔
(۷۷۵) ایضاً: محولہ بالا۔
(۷۷۶) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ۵۸۔
(۷۷۷) غلامی اور نسل پرستی: مبارک علی، لاہور، ''تخلیقات'' ۱۹۹۳ء، ص ۵۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتحان گھوڑوں اور جانوروں کی طرح کرتے ہیں۔(۷۷۸)

عورت کے حقوق اور عیسائیت

عیسائیت میں عورت کے متعلق یہ غلط نظریہ قائم کرلیا گیا ہے کہ عورت آدم کو جنت سے نکالنے کی ذمہ دار ہے۔ عیسائیت میں عورت کو بہکانے والی نظر سے دیکھا گیا ہے کہ یہ آدم کو زمین پر لانے والی اور اس کی ذمہ دار ہے اور دوسرے درجہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بائیبل میں آدمؑ وحواؑ کے قصے کے متعلق یوں تحریر ہے کہ حوا کو شیطان نے بہکایا اور اس نے آدم کو۔ اس بناء پر عیسائیت میں عورت کو گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا ہے، ہر مصیبت کا محرک، شیطان کے آنے کا دروازہ اور دوزخ کا راستہ بتایا گیا ہے، عورت کو دنیا کی ہر مصیبت، بدی کی جڑ، دنیا پر لعنت ملامت نازل کرنے والی قرار دیا گیا ہے۔(۷۷۹)

عیسائیت کے ابتدائی دور کی ممتاز شخصیت ترتولیون (Tirtulion) عورت کے متعلق نظریہ ظاہر کرتا ہے کہ:

''وہ شیطان کا دروازہ، شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی، خدا کے خلاف ورغلانے والی، مرد کو غارت کرنے والی ہے۔''(۷۸۰)

ایک اور عیسائی عالم کرائی سوسٹم (Chrysostem) کہتا ہے:

عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، غارت گر دلربائی ایک راستہ مصیبت ہے۔(۷۸۱) مسیحیت نے مرد وعورت کے جائز تعلق شادی اور نکاح کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجرد کی زندگی پر زور دیا۔ ممتاز عیسائی پادریوں کے متعلق تاریخ شاہد ہے انہوں نے عورت سے دوری اور تجرد کے باعث ماؤں تک سے راہ فرار اختیار کرکے جنگلوں میں پناہ لی اور ماؤں سے صرف اس بنیاد پر کہ وہ عورت ہیں، دوری اختیار کرلی۔(۷۸۲)

☆☆

(۷۷۸) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد، محولہ سابقہ، ص ۵۵۔

(۷۷۹) عودۃ الحجاب المرأۃ: محمد بن احمد بن اسماعیل المقدم: ریاض، ''دار طیبہ'' ۱۴۱۲ھ، ص ۵۲۔

(۷۸۰) المرأۃ بین الفقہ والقانون: مصطفیٰ سباعی، محولہ سابقہ، ص ۲۰۔

(۷۸۱) عودۃ الحجاب: محمد بن احمد بن اسماعیل المقدم محولہ سابقہ، ص ۵۲۔

(۷۸۲) المرأۃ بین الفقہ والقانون: مصطفیٰ سباعی، محولہ سابقہ، ص ۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائی کلیسا کی ایک مجلس جو ۵۸۶ء میں مشہور عیسائی ہستی ''ماکون'' کی زیر سرپرستی منعقد ہوئی۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ عورت نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور وہ روح نہیں رکھتی۔(۷۸۳) ان مسیحی تعلیمات کے بعد جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے تو اس کی کچھ تفصیل پہلے گزر چکی۔ یہودیت کا نظام معاشی عیسائیت کے برعکس سرمایہ دار دولت مندوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ ''یہودی قانون کے لفظی معنی میں جو توضیح کی جاتی ہے، اس کی شدت کے لحاظ سے یہودیت ایک دولت مند شخص کا مذہب ہے، اس کے جو مطالبات ہیں، اس کو ایک غریب شخص پورا نہیں کرسکتا...... مذہبی پیشوا غربت کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا سے لولگانے میں مانع ہے۔''

یہودی خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ان میں نہ صرف ایک علیحدہ قومیت پیدا ہوئی بلکہ وہ دیگر لوگوں سے نفرت وعداوت بھی رکھنے لگے اور یہ کہ ان کے سماجی ادارے اور ان کا مذہب اوروں کے مقابلے میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے، اسی عداوت ونفرت کی بناء پر حضرت عیسیٰ کے زمانے میں رومی، یہودیوں کو نسل انسانی کا دشمن قرار دیتے تھے۔(۷۸۴) انجیل سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہودی غیر یہودیوں کے ساتھ کھانا وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ سامریہ کی اس عورت نے اس سے کہا کہ کیوں کہ تو جو یہودی ہے مجھ سے جو سامریا کی عورت ہوں، پانی پینے کو مانگتا ہے، کیوں کہ یہودی سامریوں سے محبت نہیں رکھتے۔(۷۸۵)

خواتین کے حقوق اور یہودیت

یہود جو اپنی پوری تاریخ میں اخلاقی انحطاط کے ساتھ حرص وطمع کے لیے ہمیشہ سے مشہور چلے آرہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ انصاف کیسے کرسکتے تھے، جب کہ عورت پر کسی مالی نفع کی بجائے اس پر خرچ ہی کیا جاتا ہو۔ اس لیے ان کے ہاں بیٹیوں کا درجہ بیٹوں سے کم بلکہ نوکر چاکر سے بھی بدتر تھا، بھائیوں کی موجودگی میں اسے میراث کا حق نہ تھا، حتیٰ کہ باپ اسے

☆☆

(۷۸۳) عودۃ الحجاب: محولہ سابقہ، ص ۵۲۔

(۷۸۴) اسلام کے معاشی نظریئے: یوسف الدین محولہ سابقہ، ص ۱۱۹ ج ۱۔

(۷۸۵) انجیل یوحنا: باب نمبر ۴: ۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروخت بھی کرسکتا تھا۔

''لغزش آدمؑ اور خمار گندم کا سارا خمیازہ یہودیوں کی تاریخ میں عورت ہی کو بھگتنا پڑا، وہ عورت کو گناہ اور غلطیوں کا سرچشمہ قرار دیتے تھے۔ ان کے خیال میں (نعوذ باللہ) حوا شیطان کی آلہ کار اور ازل کی گناہ گار تھیں۔ جن کی وجہ سے آدمؑ کو جنت ابدی چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا۔''

ٹرٹیلین (Tirtulion) ایک موقع پر عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے!

''کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم سب حوا کی بیٹی ہو، اسی لیے خدا کا حکم تم پر آج بھی قائم رہے گا اور تمہارا جرم باقی رہے گا، تم بھی شیطان کا دروازہ اور شجر ممنوعہ کو استعمال کرنے والی خدا کی پہلی مخالفت کرنے والی ہو تم ہی وہ ہو جنہوں نے خدائی مرقع اس آسانی کے ساتھ میٹ دیا۔'' (۷۸۶)

یہودیوں کی نگاہ میں ہر عورت شیطان کی سواری اور وہ بچھو ہے جو ضروری طور پر ہر انسان کو ڈنک مارنے کی فکر میں رہتی ہے، عورتوں کے بارے میں ان کے یہ افکار و تصورات ان کے عقیدہ کا جزو بن چکے تھے۔ وہ اپنی مجلسوں میں سوال کرتے تھے کہ کیا عورتوں کو بھی مردوں کی طرح خدا کی عبادت کا حق ہے؟ کیا وہ بھی جنت اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو سکتی ہیں؟ کیا ان میں انسان کی ابدی روح پائی جاتی ہے؟ یہ سوالات آگے بڑھ کر مستحکم عقیدہ کی شکل اختیار کر گئے، جس کے نتیجے میں ان کا یہ خیال بن گیا کہ وہ انسان نہیں بلکہ خدمت کے لیے ایک انسان نما حیوان ہے۔ لہٰذا اسے ہنسنے، بولنے اور عام مواقع پر گفتگو سے بھی روک دینا چاہیے۔ اس لیے کہ وہ شیطان کا دروازہ ہے۔ (۷۸۷) یہودیوں کی مستند ''جیوش انسائیکلوپیڈیا'' میں ہے کہ معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی ہے، لہٰذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم اور اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ۔ (۷۸۸)

یہودیت اور غلاموں کے حقوق

یہودی شریعت کی رو سے ایک عبرانی دوسرے عبرانی کو غلام بنانے کے لیے ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرسکتا تھا!

☆☆

(۷۸۶) محسن انسانیت اور انسانی حقوق: ڈاکٹر محمد ثانی، محولہ سابقہ، ص ۳۴۰۔

(۷۸۷) مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز، محولہ سابقہ، ص ۱۸۸، ۱۸۹۔

(۷۸۸) ایضاً: محولہ سابقہ، ص ۱۹۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر۱۔ کوئی شخص غربت کے باعث قرض ادا نہیں کر سکتا، اس صورت میں ایک امیر کو یہ حق حاصل تھا کہ اس مقروض غریب کی طرف سے اس کا قرض ادا کرے اور اس کو اپنی غلامی میں لے لے۔

نمبر۲۔ کسی نے چوری کی اور وہ چوری کا مال اس کے مالک کو واپس نہیں کر سکتا تو اس شخص کو یہ حق تھا کہ اپنے تئیں کسی امیر کے ہاتھ فروخت کر دے اور وہ اس کی طرف سے چوری کا مال ادا کر کے اس شخص کو اپنی غلامی میں لے لے۔

نمبر۳۔ والدین کسی بناء پر اپنے بیٹے یا بیٹی کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دوسری اقوام کی نسبت یہودیوں کے ہاں غلاموں کو کچھ مراعات حاصل تھیں۔ (۷۸۹) تاہم ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ غلاموں کو معاشرتی اعتبار سے کتنا پست اور ذلیل سمجھتے تھے گویا ان کے نزدیک غلام، بحیثیت غلام ہونے کے نہ تو اس قابل تھا کہ کسی شریف عورت سے نکاح کرے اور نہ اس لائق تھا کہ کسی مجمع کے سامنے کسی مذہبی کتاب کی تین آیتیں پڑھے، اور نہ اس کا حقدار تھا کہ اس کے سر پر ازراہ شفقت و محبت کوئی تعویذ آقا کے ہاتھ سے رکھا جائے۔ (۷۹۰)

یہودیوں کا معاشی تکبر

یہودیوں میں ابتدا ہی سے اونچ نیچ، ذات پات مردوں کی حکمرانی، عورتوں کی تذلیل اور دولت کی کثرت وقلت پر شرف وامتیازات کا گھمنڈ پایا جاتا تھا۔ ان کے ہاں دینی ودنیوی شرف واعزاز مالداری میں منحصر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے جب ایک موقع پر یہود کے اپنے مطالبہ پر حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ بنا دیا گیا تو یہود کو اس درویش انسان کی حکمرانی سخت ناگوار گزری اور وہ کہنے لگے!

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (۷۹۱)

☆☆

(۷۸۹) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۸۔

(۷۹۰) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، محولہ سابقہ، ص ۳۱۔

(۷۹۱) القرآن: ۲: ۲۴۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ’’کیونکر ہوسکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں کشایش مال میں۔‘‘

اشیاء سے عدمِ افادیت

گو یہودیت میں عیسائیت، برہمنیت اور بدھ مت کی طرح رہبانیت کی تعلیم تو نہیں دی گئی تاہم یہودی مذہب کا جو موجودہ نظام ہے اس کی بنیاد پر دنیا کی اکثر چیزوں کی عدم افادیت کا نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے۔ یہاں ہم دو چار مثالیں توضیحاً پیش کرتے ہیں:

’’تیرے گائے، بیل، بھیڑ بکری کے پہلے جو نر بچے پیدا ہوں ان سب کو خداوند اپنے خدا کے لیے مخصوص کر دے تو اپنے بیل کے پہلے بچے سے کام نہ لے اور نہ ہی اپنی بھیڑ کے پہلے بچے کے بال کتر (۷۹۲) اپنے تاکستان میں کئی طرح کے بیج نہ بو، ایسا نہ ہو کہ تیرے بوئے ہوئے بیج کی پیداوار اور تاکستان کا حاصل دونوں ناپاک ہو جائیں۔ (۷۹۳) تو مختلف بناوٹوں کا کپڑا جیسے ادنی اور مخمل ملا ہوا مت پہن۔ (۷۹۴)

’’اگر کوئی بیل کسی مرد یا عورت کو سینگ چبھو دے جس سے وہ مر جائے تو وہ بیل سنگسار کیا جائے، لیکن اس کا گوشت نہ کھایا جائے۔ (۷۹۵)

یہودی سور کے علاوہ اونٹ اور خرگوش کا گوشت بھی نہیں کھاتے اسکے ماسوا بیل، بھیڑ، بکری کی چربی بھی استعمال نہیں کرتے۔ (۷۹۶) چربی و گوشت کے عدم استعمال سے صرف معاشی نقطہ نظر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس محلے میں فقط یہودی ہی یہودی آباد ہوں گے، وہاں ان اشیاء کی نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ ان کی دکانیں نظر آئیں گی۔ گناہوں کے کفارہ میں بیل، بھیڑ بکری یا ان کی عدم دستیابی میں کبوتر وغیرہ کو جلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو ان کے ہاں جلانے کی بھینٹ، گناہوں کی بھینٹ وغیرہ کہا جاتا ہے تو ہمارے ہاں بھینٹ کے بجائے یہی

☆☆

(۷۹۲) بائبل استثناء: باب نمبر ۱۵: ۱۹۔

(۷۹۳) ایضاً: محولہ بالا، باب نمبر ۲۲: ۱۹۔

(۷۹۴) بائبل استثناء: باب نمبر ۲۲: ۹۔

(۷۹۵) بائبل ہجرت: باب نمبر ۲۱: ۲۸۔

(۷۹۶) بائبل استثناء: باب نمبر ۱۴: ۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا ہے کہ محتاجوں میں تقسیم کرو۔ اس طرح کسی بھی غریب آدمی کی عارضی ''کفالت'' ہو سکتی ہے۔

ان تمام گزارشات کے بعد یہ بات بھی قابل توضیح ہے کہ قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت اور نصرانیت اپنے عہد اولین سے ''کفالتی'' ذمہ داریوں سے آزاد تھے اور اپنی معاشی ''کفالت'' انبیاء کے کاندھوں پر ڈالی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہود کے لیے من وسلویٰ آسمان سے اترتا تھا اور نصاریٰ کے لیے مائدہ تیار آتا تھا۔ یہ تمام تفصیلات قرآن میں موجود ہیں تو جس قوم کے پاس کھانے پینے کی اشیاء غیب سے آتی ہوں تو اس کو ''معاشی تکافل'' کے لیے بھاگ دوڑ کی ضرورت کیوں کر ہو سکتی ہے اور پھر اس کے لیے قواعد وضوابط کے مرتب کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصلِ دوم

غیر الہامی مذاہب کا نظامِ کفالت

آج ہی نہیں بلکہ تاریخ کے نا معلوم زمانے سے انسان اس سوال کے حل میں مصروف ہے کہ معاشی مشکلات کا اگر بالکلیہ خاتمہ نہ ہو سکے تو کم از کم ممکنہ حد تک ان دشواریوں میں کیا آسانیاں پیدا کی جا سکتی ہیں؟ مختلف قوموں نے مختلف زمانوں میں اس کے مختلف حل پیش کیے اور آج تک دنیا اسی ادھیڑ بن میں لگی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک نے اپنے الہامی مذہب یا غیر الہامی مذہب کے حوالے سے کوئی نہ کوئی معاشی تکافل کو حل کرنے کے لیے نظریہ پیش کیا ہے۔

(۱) ایک نقطہ نظر تو یہ ہے کہ اپنی زندگی کی مثالوں سے دنیا کی جس جس چیز کو اپنے لیے بے کار ثابت کر دیا جائے، اسی قدر مذہبی کمال ہے۔ کھانے پینے اوڑھنے پہننے کی چیزیں تو درکنار، ہوا جس میں سانس لی جاتی ہے حبس دم وغیرہ کی مشقتوں سے جو حواس تک کو بے کار قرار دے، وہی سب سے زیادہ کامل انسان ہے۔

(۲) دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان مادہ پرست اور خونخوار درندہ ہو جائے، یہ کہ حق سب میرا ہے اور فریضہ مجھ پر کوئی عائد نہیں۔

(۳) ان دونوں انتہا پسندوں کے بین بین ایک اور نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان تو خدا کے لیے ہو لیکن خدا کی پیدا کی ہوئی ہر چیز انسان کی خدمت گزار ہو۔ چنانچہ زمین اور زمین میں جو کچھ ہے جس قدر اس کی ایک ایک چیز کو انسانیت کے لیے مفید ثابت کیا جائے اسی قدر آسمانی کتاب کی صداقت واضح ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک جس مذہب کو پیش کرتا ہے، وہ کھلے لفظوں میں اپنے ماننے والوں پر یہ فریضہ عائد کرتا ہے کہ زمین اور زمین میں جو کچھ ہے، جب تک اس کی ہر ہر چیز کے متعلق یہ تحقیقات نہ کر لیں کہ وہ انسان کی کسی نہ کسی ضرورت میں کام آتی ہے، ان کی آسمانی کتاب کی تفسیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ پھر اسی باب میں بھائی چارے کے معاشی اثرات سے بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ باہمی قربانیوں اور برادرانہ الفتوں کے ذریعے سے چاہا جائے تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صارفین اور پیدا کنندوں کے درمیان خود غرضیوں کی جو خلیج حائل ہے، اسے بہ آسانی اسلامی اصول معاشیات کی پابندی کر کے لوگ پاٹ سکتے ہیں، ورنہ جب تک موجودہ حالات ہیں خطرات سے معاشرے کو بچانے کی مشکل ہی سے کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور ہمیشہ وہی کساد بازاری، خوف و ہراس اور بے روزگاری کا دور دورہ رہے گا۔ (۷۹۷)

اس فصل میں ہم الہامی مذاہب اور غیر الہامی مذاہب کے معاشی تکافل سے متعلق نظریات کی تحقیق پیش کریں گے۔

ہندومت

سب سے پہلے غیر الہامی مذاہب میں ہندومت سے بحث کرتے ہیں۔ اس مذہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندومت کا سارا نظام ''برہمنیت'' کے گرد گردش کرتا ہے جس کے اندر برہمن انسان ہوتے ہوئے بھی مافوق الانسانی حقوق واختیارات کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ جتنی بھی اقوام ہیں ان کا فریضہ منصبی یہی ہے کہ وہ مختلف حیثیتوں اور مختلف مراتب میں اس کی خدمت گزاری کا فرض انجام دیتی رہیں۔ اس لیے ہمیں ''منوسمرتی'' کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ جسے ہندومت کے مستند ترین قانونی ماخذ ہونے کی حیثیت حاصل ہے اور جو اپنے کو ہندومت کے قدیم ترین ماخذ یعنی ویدوں کی شارح اور ان کے محافظ کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔

طبقاتی تقسیم اور ہندومت کی مذہبی تعلیمات

''منوسمرتی'' یوں تو انسانی زندگی سے متعلق تقریباً سب ہی گوشوں کے سلسلہ میں احکام و ہدایات پیش کرتی ہے، لیکن اس کا سب سے نمایاں عنصر اس کا ذات پات کا نظام، درن آشرم اور طبقاتی امتیاز کی تعلیم ہے کہ اس سے متعلق اشلوکوں کو اگر کوئی شخص نقل کرنا بھی چاہے تو تھک کر اسے چھوڑنے کے لیے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مقصد تدوین ہی اندرون ملک برہمنوں کی اجارہ داری کا استحکام اور حکومت کے ادارے سے لیکر اس کے عوام تک ہر ایک کو ان کی خدمت گزاری اور ان کی وفاداری کے لیے تیار کرنا ہے۔ (۷۹۸)

☆☆

(۷۹۷) اسلام کے معاشی نظریے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ۱۰۹، ۱۱۰ ج ۱۔

(۷۹۸) اسلام کا تصور مساوات: سلطان احمد اصلاحی، لاہور، ''اسلامک پبلیکیشنز''، ۱۹۸۶ء، ص ۲۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندو مت کی مذہبی کتاب یجروید (5/30) میں لکھا ہے!

''وید'' کے لیے برہمن، ''حکومت'' کے لیے چھتری، ''کاروبار'' کے لیے دیش اور ''دکھ'' کے لیے شودر کو پیدا کیا گیا ہے۔

ہندوؤں کی قانونی کتاب ''منوشاستر'' میں مندرجہ بالا ذاتوں کے لیے حقوق و فرائض کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے!

ہندو مت کا معروف مقنن اور مذہبی پیشوا ''منو'' لکھتا ہے!

اس دنیا کے تحفظ کے لیے اس (خالق) نے ان میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض مقرر کیے۔(۷۹۹)

برہمنوں کے لیے وید کی تعلیم از خود اپنے اور دوسروں کے لیے دیوتاؤں کے چڑھاوے دینا اور دان لینے دینے کا فرق قرار دیا۔(۸۰۰) چھتری کو اس نے حکم دیا کہ مخلوق کی حفاظت کرے، دان دے، چڑھاوے چڑھائے، وید پڑھے اور شہوات نفسانی میں نہ پڑے۔(۸۰۱) دیش کو اس نے حکم دیا کہ مویشی کی سیوا کرے، دان دے، چڑھاوے چڑھائے، تجارت اور زراعت کرے۔(۸۰۲) جب کہ ''شودر'' کے لیے خالق نے صرف ایک ہی فرض قرار دیا کہ ان تینوں (برہمن، چھتری، دیش) کی خدمت کرے۔(۸۰۳)

اس مذہبی فلسفہ کے پیش نظر برہمن کے لیے ویدوں کی تعلیم کا جاننا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ دوسری تمام اقوام پر برہمن کو امتیازی تفوق اور تقدس حاصل تھا، یہ لوگ انسان نہ تھے بلکہ دیوتا تھے۔(۸۰۴)

برہمن کے لیے جو کام مقرر ہیں وہ علم حاصل کرنا، تعلیم دینا، قربانی کرنا اور کرانا۔

چھتری کے فرائض درج ذیل ہے:

☆☆

(۷۹۹) منوسمرتی: باب اول، ۸۷۔

(۸۰۰) ایضاً: محولہ بالا، ۸۸۔

(۸۰۱) منوسمرتی: باب اول، ۸۹۔

(۸۰۲) ایضاً: محولہ بالا، ۹۰۔

(۸۰۳) ایضاً: محولہ بالا، ۹۱۔

(۸۰۴) راجپوت تاریخ کے آئینہ میں: غلام اکبر ملک، لاہور، ''العقاب پبلیکیشنز'' ۱۹۹۶ء، ص ۲۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہمن کی خدمت کرنا، ملک کی حفاظت کرنا اور غرض کے لیے لوگوں سے اجرت وصول کرنا اور بدکاروں سے جرمانہ لینا، بدکاروں کو سزا دینا، مال جمع کر کے ضرورت کے وقت خرچ کرنا، جانوروں اور خادموں کی خبر رکھنا، سوال نہ کرنا، نیکوں کا اعتبار زیادہ کرنا۔

دیش کے فرائض درج ذیل ہیں:

علم حاصل کرنا، خدمت کرنا، کھیتی باڑی کرنا، تجارت کرنا بیل چرانا۔

شودروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ برہمنوں، کھتریوں اور ویشوں کی خدمت کریں، ان کے اترے ہوئے کپڑے پہنیں اور ان کا جھوٹا کھائیں۔ (۸۰۵)

عورت اور ہندوستانی تہذیب

ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔ لڑکی کی پیدائش کا ذکر تہذیب و تاریخ کے ساتھ ساتھ مذہبی کتب ''یجروید'' اور ''اتھروید'' میں نہایت حقارت سے کیا گیا ہے، اور ادب و شعر میں اس کی بے وفائی، متلون مزاجی اور ہرجائی پن کا ذکر عام ملتا ہے۔ معاشی میدان میں جو اس کے حقوق تھے، اس کے متعلق ''انسائکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

''عورت کبھی آزاد نہیں ہو سکتی، وہ میراث نہیں پا سکتی، شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہوگی۔ (۸۰۶) بعض حالات میں ایسی عورت پر معاشی دباؤ بھی ڈالا جاتا تھا۔ ''نکولا کونٹی'' نے ایسے واقعات نقل کیے ہیں جن میں بیوہ کو (ستی) نہ ہونے کی صورت میں جہیز واپس نہ کرنے کی شرط عائد کی گئی۔ موخر الذکر حالت میں اس کے لیے اپنے بچوں کو چھوڑ کر تمام جہیز اس کے متوفی شوہر کے رشتہ داروں کو دیا جاتا تھا۔ (۸۰۷) برہمن عورت کو ستی ہونے کی ترغیب اس لیے دیتے تھے کہ اس کے جل مرنے کے بعد اس کے زیورات اور متروکہ سامان انہیں کو ملتا تھا۔ (۸۰۸)

☆☆

(۸۰۵) تحفۃ الہند: مولانا عبید اللہ سندھی، کراچی، ''صدیقی ٹرسٹ''، ۱۹۹۴ء، ص ۲۰۱، ۲۰۲۔

(۸۰۶) انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن: محولہ سابقہ، ص ۲۷۱۔

(۸۰۷) ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں: محمد اشرف، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۴، ۲۵۵۔

(۸۰۸) روایات تمدن قدیم: سید علی عباس جلال پوری، محولہ سابقہ، ص ۲۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندو مؤرخ ''راما شنکر ترپاٹھی'' اپنی کتاب ''قدیم ہندوستان کی تاریخ'' میں ''شودروں اور عورتوں کا درجہ'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''عورتوں کا درجہ سماج میں ہر حیثیت سے اونچا نہیں تھا۔ عورت باپ کی جائیداد کی وارث ہو سکتی تھی نہ اپنی کسی ذاتی جائیداد کی مالک بن سکتی تھی، اگر وہ تھوڑا بہت کچھ کماتی تو وہ باپ یا شوہر کے حق کے اندر واگزار ہو جاتا۔ لڑکی کی ولادت بد نصیبی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔'' (۸۰۹)

ہندو مت کی مختلف معاشی تعلیمات

گیتا کا ایک اشلوک ہے کہ: جیسے دھویں میں آگ چھپی رہتی ہے اور غبار سے آئینہ ڈھکا رہتا ہے اور جھلی میں بچہ پوشیدہ رہتا ہے، اسی طرح انسان خواہشوں سے لپٹا رہتا ہے۔ (۸۱۰) نیز منوجی نے اپنی سمرتی میں لکھا ہے کہ:

جس چیز کی خواہش من یعنی دل کو ہوتی ہے، اس کے مل جانے پر بھی من آسودہ نہیں ہوتا، بلکہ خواہش اور زیادہ ہوتی ہے، جس طرح گھی ڈالنے سے آگ تیز ہوتی ہے۔ (۸۱۱) ان خواہشات کے حل کا اس نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ انسان اپنے بشیون (خواہشات) سے اندیوں (حواس خمسہ) کو روکے، اس طرح جیسے رتھ بان گھوڑے کو لگام سے روکتا ہے (۸۱۲) یعنی آنکھ کو دیکھنے سے، زبان کو ذائقے سے، ناک کو سونگھنے سے، کان کو سننے سے، بدن کو چھونے سے روکے اور ایک خاص عمر میں پہنچ کر بن باس اختیار کرے اور چمڑا یا کپڑے کا ٹکڑا پہن کر صبح و شام اشنان کرے۔ داڑھی، مونچھ، بال اور ناخن بڑھائے یعنی حجامت نہ بنوائے۔ (۸۱۳) گرمی میں آگ تاپے، برسات میں میدان میں رہے اور جاڑے میں گیلا کپڑا پہنے رہے۔ (۸۱۴) یہی نہیں بلکہ سکھ (راحت) کے واسطے کوشش اور تدبیر نہ کرے، برہم چاری ہو کر زمین پر سوئے

☆☆

(۸۰۹) قدیم ہندوستان کی تاریخ: راما شنکر ترپاٹھی، دھلی، ''ترقی اردو بیورو'' ۱۹۸۲ء، ص ۸۹۔

(۸۱۰) بھگوت گیتا: ادھیائے سوم منتر نمبر ۳۸، ص ۹۵۔

(۸۱۱) منو سمرتی: ۲، ۹۴۔

(۸۱۲) ایضاً: محولہ بالا ۲، ۸۸۔

(۸۱۳) ایضاً: محولہ بالا ۲، ۶۔

(۸۱۴) ایضاً: محولہ بالا ۶، ۲۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور درخت کی جڑ میں قیام کرے، قیام گاہ سے محبت نہ رکھے۔ (۸۱۵)

''منو'' کا قانون جس پر ہندوستان کے مشہور قدیم مذہب کے نظام تمدن کی بنیاد قائم ہے، ایک حد تک ''سود'' کی اجازت دیتا ہے۔ وراثت میں تقسیم دولت کے بجائے مشترک خاندان کے نام سے ''کنز'' اور جمع دولت کو جائز قرار دیتا ہے اور اس طرح ''مذموم سرمایہ داری'' کو دھرم کی پناہ مل جاتی ہے۔ اس کی شہادت موجود ہے کہ ''سودی'' قرض دینے کا کام ویدوں کے عہد میں یعنی اب سے تقریباً چار ہزار سال پہلے بھی کیا جاتا تھا۔ پانچویں صدی قبل مسیح سے ایسے پیشہ ور بینکروں کے بارے میں پکی شہادتیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں جو روپیہ قرض دیتے تھے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ''ہنڈیاں'' روانہ کرتے تھے۔ ان بینکروں کو ''سریستھی'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ (۸۱۶) یہ بات بھی واضح رہے کہ برہمن معاشرے میں خالص معاشی معاملات میں بھی امتیاز رکھا گیا ہے۔ مثلاً قرض کی شرح سود برہمن سے دو روپے چھتری سے تین روپے، دیش سے چار روپے اور شودر سے پانچ روپے سود ماہوار لیا جائے۔ (۸۱۷) مختصراً یہ کہ ہندو معاشرہ میں ذات پات، اونچ نیچ کی اس غیر فطری تقسیم نے تمام انسانوں کی صلاحیتوں کو ملیا میٹ کر دیا اور چھوت چھات کے اس بدنما نظام کی وجہ سے کتنے صاحب صلاحیت انسان اپنی صلاحیتوں کا گلا گھونٹ کر افلاس اور غربت کی زندگی گزار رہے ہیں اور جو پڑھی لکھی خواتین ہیں وہ بیوہ ہو جانے کے بعد لعنت زدہ زندگی گزارنے کے بجائے اپنے معاشرے سے چھٹکارا پانے کے لیے غیر ممالک میں منتقل ہونے کو ترجیح دیتی ہیں۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ کوئی اس میں کامیابی پالیتی ہے اور کوئی اسی معاشرے میں ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتی ہے لیکن اس کی بے بسی کا کوئی مداوا نہیں۔ اس بیوہ کا کوئی سہارا نہیں، اس کی اپنی سگی اولاد اپنی ماں کو معاشی کفالت دینے کو تیار نہیں۔

بدھ مت

مہاتما بدھ نے بھی معاشی مشکلات کو حل کرنے کا وہی طریقہ اختیار کیا جو برہمیت نے پیش کیا بلکہ وہ برہمیت سے بھی آگے بڑھ گیا۔ چنانچہ مہاتما بدھ کی طرف یہ خیال منسوب کیا جاتا

☆☆

(۸۱۵) ایضاً: محولہ بالا ۶، ۲۶۔

(۸۱۶) اسلام کا اقتصادی نظام: حفظ الرحمن سیوہاروی، محولہ سابقہ ص ۳۴۳، ۳۴۴۔

(۸۱۷) منو سمرتی: ۸، ۱۴۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ''نروانا اور نجات کا استحقاق کسی کو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی فطرت کو ''بے مدعا'' بنانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔'' یعنی ہر طرح کی آرزوؤں اور تمناؤں سے خود کو خالی کر لے۔ ظاہر ہے کہ انسانی فطرت پر ''بے مدعائی'' کا یہ آپریشن اگر کامیاب ہو جاتا ہے تو جن معاشی مشکلات کو حل کرنے کی راہ باہر تلاش کی جا رہی ہے کتنی آسانی کے ساتھ خود آدمی کے اندر اس ترمیم کے ذریعے نکل آتی ہے، اس کے بعد آدمی آدمی نہیں، بلکہ قریب قریب وہ فرشتہ اور فرشتوں جیسا ''بے حاجت وجود'' بن جاتا۔

دنیا کے بعض اور مذاہب کی طرح بدھ مت میں بھی دنیاوی ترقی کی مذمت کی گئی ہے۔ کسی نے عالم کے موجودہ نظام کو ''مایا'' یا دام کا وہ دانہ قرار دیا ہے کہ جسے شکاری نے خوب صورت اور پوشیدہ پھندوں کے درمیان بکھیر دیا ہے، گویا جس نے اس پر منہ مارا وہی پھنسا۔ لہٰذا انسان ''دنیا'' کو سراب، پانی کا بلبلہ اور ''خواب'' سمجھے اور اس سے کنارہ کش ہو جائے۔ (۸۱۸)

مہاتما بدھ نے تو چھوت چھات دور کرنے کے لیے آواز بلند کی لیکن ''بدھا'' نے درجہ بندی مٹانے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے نیک چلنی کے ذریعے روحانی مساوات پر زور دیا، تا کہ نجات حاصل ہو۔ (۸۱۹)

زرتشت

زرتشتی مذہب کے متعلق مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

زرتشتی تعلیم کی مبینہ الہامی کتابیں ''ژند اور اوستا'' کا اگرچہ میں نے مطالعہ نہیں کیا لیکن اس مذہب کے عقیدے کے مطابق بانی مذہب (زرتشت) کے علاوہ نبیوں اور رسولوں کے صحیفے جو ''دساتیر آسمانی'' کے نام سے موسوم ہیں، فارسی اور پہلوی زبان میں نہ صرف میری نظر سے گزرے ہیں بلکہ عرصہ دراز تک زیر مطالعہ رہے ہیں۔ مگر توراۃ اور انجیل کی طرح یہاں بھی اس سلسلہ میں مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور ظالمانہ طریق پر حصول دولت و ثروت کی ہجو و مذمت کے باوجود بصورت احکام و قوانین اقتصادی نظام کی ترتیب میں مطلق کوئی مدد نہیں ملتی۔ (۸۲۰)

☆☆

(۸۱۸) اسلام کے معاشی نظریے: یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۱۸، ج ۱۔

(۸۱۹) انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا: ص ۹۷۸، ج ۴۔

(۸۲۰) اقتصادی نظام: حفظ الرحمٰن محولہ سابقہ، ص ۳۳۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغا خانیت

عصر حاضر میں دنیا کے گوشے گوشے میں آغا خانیوں کی انسانی ہمدردی کی داستانیں زبان زد عام ہیں، لوگ ان کو انسانیت کا بہترین دوست سمجھتے ہیں لیکن ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' اس مذہب کی بھی ایک جھلک دیکھتے چلیے۔ چنانچہ آغا خانی مذہب ترک کر کے مذہب اسلام میں داخل ہونے والے نومسلم جناب اکبر علی غلام حسین لکھتے ہیں:

اسماعیلی زکوٰۃ (رسوند) جماعت خانے میں جمع کراتے ہیں تا کہ وہ اجتماعی طور پر ''حاضر امام'' کو پہنچ جائے، ہمیں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ رسوند (زکوٰۃ) کا حق دار صرف اور صرف ''حاضر امام'' ہے۔ زکوٰۃ کی رقم کے متعلق ان سے کوئی بھی حساب طلب نہیں کر سکتا، جب کہ ''حاضر امام'' خود کو نبی پاک ﷺ کا بالواسطہ نسل سے ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ اسماعیلی روزمرہ اخبارات میں اور درسی کتب میں جب یہ پڑھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کے اپنے منہ میں رکھ لی جس پر نبی ﷺ نے ان کو منع کرنے اور کھجور پھینک دینے کے لیے بطور تنبیہ ''کخ کخ'' کہا اور پھر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ''کیا تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ صدقہ و زکوٰۃ نہیں کھاتے۔'' اور یہ بات کس طور پر سمجھائی جائے کہ نبی کریم ﷺ تو اپنے اہل و عیال یعنی اہل بیت پر صدقہ اور زکوٰۃ کی ممانعت فرماتے ہیں۔ لیکن حاضر امام بذریعہ فرمان باقاعدہ طور پر زکوٰۃ (رسوند) بچت کی بجائے یومیہ (ہر روز کی) آمدنی پر طلب کرتے ہیں جو بلا تفریق پوری برادری کے تمام افراد سے جن میں معذور، اپاہج، لاچار، بے سہارا اور بیمار بھی ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ انتہا یہ کہ اگر کسی آغا خانی نے اپنی روزانہ کی آمدنی سے اپنے کسی قریبی دوست کو ایک چائے کی پیالی پلا دی تو بھی اس کی قیمت کی رقم پر بحساب ایک روپیہ ساڑھے بارہ پیسے کے حساب سے از خود رسوند جماعت خانے میں جمع کرانا لازمی ہوگا۔ اسی طریقے کے عین مطابق دیگر ''رسوند'' جبراً وصول کی جاتی ہے، خواہ صاحب نصاب ہو یا بے روزگار و بے سہارا، بیوہ و یتیم بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ جب کہ اسلام زکوٰۃ کے مصرف کو غیر صاحب نصاب افراد معاشرہ کی مدد کے وسائل کے طور پر امداد فراہم کرنے کا ذریعہ بنانے کی تلقین کرتا ہے۔ (۸۲۱)

☆☆

(۸۲۱) آغا خانی مسلمان کیسے: اکبر علی غلام حسین، کراچی، ''ادارہ مطبوعات اسماعیلی نمازی مرز'' ۱۴۱۲ھ، ص ۱۱۹، ۱۲۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقہ یا خیرات سے متعلق کسی قسم کا کوئی تصور آغا خانیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ بھارت میں مقیم آغا خانی اس کارِ خیر سے متعلق کیا رجحان رکھتے ہیں ذرا سنیئے!

کسی آغا خانی کی دکان یا مکان پر اگر کوئی جوگی یا جوگن بھیک مانگنے والا ہندو آ جائے تو اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ الفاظ سن کر جوگی یا جوگن بھیک منگا ہندو چلا جائے گا اور اگر بھیک مانگنے والا مسلمان فقیر ہو تو اسے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم آغا خانی ہیں، یہ سن کر فقیر سمجھ جاتا ہے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ جب کہ پاکستان میں خاص کر شہر کراچی میں چوں کہ سب مسلمان ہی ہیں، اس لیے فقیر کو کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم آغا خانی ہیں، جس پر فقیر سمجھ جاتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ (۸۲۲)

سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد اس تصور پر تھی کہ انسان ''سرمایہ'' کا خود مختار مالک ہے، روزمرہ کی ضروریات کے علاوہ ذرائع پیداوار پر بھی اس کی ملکیت بے قید آزاد ہے، وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال کرے، جس کام میں چاہے، انہیں لگائے، جس طریقے سے چاہے ان سے نفع حاصل کرے، اپنے تیار شدہ مال کی جو قیمت چاہے مقرر کرے، جتنے آدمیوں سے جن شرائط پر چاہے کام لے۔ غرض اپنے کاروبار کے بارے میں اسے کھلی آزادی ہے اور ریاست اس کی ملکیت میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتی۔ اگرچہ رفتہ رفتہ مختلف تجربات سے دوچار ہونے کے بعد اس آزاد ملکیت پر تھوڑی تھوڑی پابندیاں عائد کر دی گئیں، لیکن یہ تصور اب بھی پوری طرح برقرار ہے کہ انسان سرمایہ کا ''مالک'' ہے اور چند قانونی حد بندیوں سے قطع نظر سرمایہ سے سرمایہ پیدا کرنے کا ہر طریقہ اس کے لیے جائز ہے، اسی تصور کی بنیاد پر سود، قمار، سٹہ اور اکتناز کو اس نظام میں شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے اور یہ چیزیں اس نظام کے عناصر اربعہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نظام کے جو نتائج بد دنیا نے دیکھے اور اب تک دیکھ رہی ہے، وہ یہ ہیں کہ معاشرے میں دولت کی گردش نہایت ناہموار اور غیر متوازن ہوتی چلی جاتی ہے۔ سرمایہ دار سود، قمار، سٹہ اور اکتناز کے ذریعے چاروں طرف ہاتھ مار کر روپیہ اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور دولت کے اس ذخیرے کے بل پر پورے بازاروں کا حکمراں بن بیٹھتا ہے، قیمتوں کو مصنوعی طور پر چڑھایا

☆☆

(۸۲۲) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۰۷۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور گرایا جاتا ہے اور غیر ضروری بلکہ مضر اشیاء کو زبردستی معاشرے پر ٹھونسنے کے لیے ان کی فراوانی کردی جاتی ہے اور قوم کی حقیقی ضروریات کا مصنوعی قحط پیدا کردیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس نظام میں بارہا یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ عین اس وقت جب کہ معاشرے کے سیکڑوں افراد بھوک سے بے تاب ہوتے ہیں۔ غلے اور اشیائے خوردونوش کے لدے ہوئے جہاز جان بوجھ کر غرق کردیے جاتے ہیں۔ ان کے ذخیروں کو آگ لگادی جاتی ہے تاکہ یہ اشیاء افراط کے ساتھ بازار میں آکر سستے داموں ضرورت مند افراد تک نہ پہنچ سکیں، اور قیمتوں کا جو معیار سرمایہ دار نے مقرر کرلیا ہے، اس میں کوئی کمی نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے کہ سرمایہ دار کی اس کاروباری آنکھ مچولی میں ایک عام آدمی کو پنپنے کا موقع نہیں مل سکتا، اس کی آمدنی محدود اور اخراجات زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کی زندگی چند گنے چنے افراد کے ذاتی مفادات کے تابع ہوکر رہ جاتی ہے، دولت کے اس سمٹاؤ کا اثر پوری قوم کی صرف معیشت ہی پر نہیں، بلکہ اخلاق و کردار اور طرز فکر و عمل پر بھی پڑتا ہے اور ملکی و بین الاقوامی سیاست بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ (۸۲۳)

اشتراکیت

اشتراکیت میدان میں آئی تو اس نے سرمایہ دارانہ نظام کی ان خرابیوں کو تو دیکھا، لیکن مرض کے اسباب کی ٹھنڈک دل و دماغ سے تشخیص نہ کرسکی اور معاملہ کی دوسری انتہا پر جا کھڑی ہوئی، سرمایہ دار نے کہا تھا کہ انسان بحیثیت فرد ذرائع پیداوار کا ''مالک'' ہے اور اشتراکیت نے کہا کہ کوئی فرد کسی ذریعہ پیداوار کا مالک نہیں، زمینوں اور کارخانوں کو جاگیردار اور سرمایہ دار کے تصرف سے نکال دو تو وہ بانس ہی نہ رہے گا جس سے ظلم کی بانسری بجتی ہے اس کی عملی شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ محنت کش عوام کے انتخاب سے ایک کمیٹی بناؤ، اور ملک کی تمام زمین اور ساری بنیادی صنعتیں انفرادی ملکیت سے نکال کر اس کے حوالے کردو، یہ پارٹی ایک حکومت کی تشکیل کرکے ایک منصوبہ بند معیشت (Planned Economy) کی بنیاد ڈالے گی، وہی یہ فیصلہ کرے گی کہ کیا چیز پیدا کرنی ہے؟ پھر وہی محنت کش عوام کو مختلف کاموں میں لگا کر پیداوار حاصل کرے گی اور وہی حاصل شدہ پیداوار کو محنت کرنے والوں کے درمیان ایک خاص تناسب

☆☆

(۸۲۳) ہمارا معاشی نظام: مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی ''مکتبہ دارالعلوم'' ۱۴۱۸ھ، ص ۱۰، ۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تقسیم کرے گی۔ یہ تجویز بڑے زور وشور کے ساتھ پیش کی گئی اور کہا گیا کہ اس طریقہ کار میں مزدور اور کسان کے ہر دکھ کا علاج ہے۔ لیکن نتائج پر غور کیجیے تو اس نظام معیشت نے نہ صرف یہ کہ کچھ نئی مشکلات کھڑی کر دیں بلکہ مزدور کی پرانی مصیبتیں بھی تقریباً اسی طرح برقرار رہیں، تھوڑی دیر کے لیے اس بات سے قطع نظر کر لیجے کہ اس تجویز کو عملی طور پر نافذ کرنے میں کتنی مشکلات ہیں؟ اس بحث کو بھی جانے دیجیے کہ یہ نظام شدید ترین ڈکٹیٹر شپ کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اس پہلو کو بھی کچھ دیر کے لیے چھوڑ دیجیے کہ اس سے بسا اوقات مزدور اور کسان کو اس کام پر مجبور ہونا پڑتا ہے جو وہ اپنی افتادِ طبع کے تحت نہیں کرنا چاہتا۔ اس واقعہ کو بھی بالائے طاق رکھیے کہ اس نظام میں ''جبری محنت'' اور ''بیگار کیمپ'' مزدور پر کیا ظلم ڈھاتے ہیں؟ اس بات کو بھی مت سوچیے کہ اس نظام میں مذہب و اخلاق کا کیا حشر ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس نظام میں بھی...... جو خالص مزدور اور کسان ہی کے نام پر ابھرا ہے۔ ملک کی دولت سے عام آدمی کو کتنا حصہ مل سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ حکومت کرنے والی یہ پارٹی جس میں محنت کش عوام کے بمشکل پانچ فی صد افراد شریک ہوتے ہیں، کوئی فرشتوں کی جماعت تو نہیں ہوتی۔ اگر سرمایہ دارانہ نظام میں ایک انفرادی سرمایہ دار کی نیت مزدور کے حق میں خراب ہو سکتی ہے تو اس پارٹی کی نیت کیوں خراب نہیں ہو سکتی؟ اگر ایک شخص بڑے کارخانے کا صرف مالک ہو کر اپنے زیر دستوں پر ظلم ڈھا سکتا ہے تو یہ پارٹی ملک کی ساری زمینوں، کارخانوں اور ساری دولت پر قابض ہو کر اپنے زیر دستوں کے حق پر کیوں ڈاکہ نہیں ڈال سکتی۔

واقعہ یہ ہے کہ اس صورت میں چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار تو بے شک ختم ہو جاتے ہیں، لیکن ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آجاتا ہے جو دولت کی اس وسیع جھیل کو من مانے طریقے سے استعمال کر سکتا ہے۔ چنانچہ پیداوار کا بہت تھوڑا حصہ محنت کش عوام میں تقسیم ہوتا ہے اور باقی ساری دولت حکمراں جماعت کے رحم وکرم پر ہوتی ہے، بیرونی دنیا تو یہی دیکھتی ہے کہ اشتراکی ملک کی صنعت وتجارت دنیا پر چھا رہی ہے، وہاں مصنوعات اور ایجادات کی بہتات ہے اور وہاں کے مصنوعی سیارے ستاروں پر کمندیں ڈال رہے ہیں، لیکن اس بات کو سوچنے والے کم ہوتے ہیں کہ وہاں محنت کش عوام کو ان ترقیات کی کیا قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے اور دولت کے عظیم الشان ذخیروں میں سے انہیں کتنا حصہ مل رہا ہے؟ ورنہ قیمت یہی ہے کہ جس طرح سرمایہ دار ممالک میں ''ترقی'' کا مطلب چند سرمایہ داروں کی ترقی ہے، اسی طرح اشتراکی نظام میں بھی ''ترقی'' ایک خاص طبقے کی ''ترقی'' سے عبارت ہے۔ رہا بے چارہ عام مزدور اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسان، سو وہ دونوں جگہ صرف اتنی اجرت کا مستحق ہوتا ہے جتنی اس کے "آقا" اسے دینا چاہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں اگر اسے اجرت کم محسوس ہوتی ہے تو وہ ہڑتال، احتجاج اور پیشے کی تبدیلی کے ذریعے اپنے آنسو دھونے کی کوشش کر لیتا ہے، لیکن یہاں اسے اپنی کسی حق تلفی پر کراہنے کی بھی اجازت نہیں۔ (۸۲۴) شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے اسی لیے کہا تھا:

زمام کار گر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

نظامِ انشورنس

انشورنس جسے اردو میں بیمہ اور عربی میں تامین کہا جاتا ہے۔ (۸۲۵) انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا کا مقالہ نگار اس کے متعلق لکھتا ہے:

"انشورنس کا سادہ ترین اور عام فہم تصور ایسی ضمانت ہے جو لوگوں کا ایک ایسا گروہ دیتا ہے جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی خطرہ میں ہوتا ہے جس کے اثرات قبل از وقوع نہیں جانچے جاسکتے کہ ایسا خطرہ جب کبھی واقع ہوگا، وہ اس سارے گروہ پر تقسیم کر دیا جائے گا۔" (۸۲۶)

بیمہ کئی قسم کا ہوتا ہے، چند اہم اقسام یہ ہیں:

(۱) زندگی کا بیمہ (۲) جائیداد کا بیمہ (۳) ذمہ داریوں کا بیمہ (۴) کاغذات، سندات اور نوٹوں کا بیمہ (۵) اجتماعی انشورنس (۶) تبادلی انشورنس۔

شرائطِ بیمہ

(۱) بیمہ دار کو دو سال تک متواتر اقساط ادا کرنے پر اس کا اہل سمجھا جاتا ہے کہ اسے کم شرح سود پر انشورنس کمپنی قرضہ دے۔

(۲) اگر کوئی شخص سود نہ لینا چاہے تو انشورنس کمپنی اسے مجبور نہیں کرتی کہ وہ ایسا کرے اور

☆☆

(۸۲۴) ہمارا معاشی نظام: مفتی محمد تقی عثمانی، محولہ سابقہ، ص ۱۰ تا ۱۳۔

(۸۲۵) موجودہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام تکافل اجتماعی: ڈاکٹر نور محمد غفاری، کراچی، "دائرۃ المعارف" ۱۴۰۳ھ، ص ۱۔

(۸۲۶) انسائیکلوپیڈیا: محولہ سابقہ، ص ۶۵۶، ج ۱۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے اس کی رقم مقررہ شرائط کے مطابق واپس مل جاتی ہے، البتہ اس کی اپنی ادا کردہ رقم کو کمپنی سودی کاروبار میں لگاتی ہے۔

(۳) بیمہ دار کو ایک مقررہ رقم بالاقساط ادا کرنی پڑتی ہے جسے پریمیم کہتے ہیں۔ اگر بیمہ دار چند اقساط ادا کرنے کے بعد ادائیگی بند کر دے تو اس کی جمع شدہ رقم سوخت ہو جاتی ہے۔ لیکن کمپنی اسے اتنی اجازت دیتی ہے کہ اگر وہ چاہے تو درمیانی تمام اقساط ادا کرنے کے بعد دوبارہ بیمہ دار بن سکتا ہے۔ (۸۲۷) اس کے فوائد ظاہری کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں اگر فرائض کا بیمہ ہے تو اس کے ذریعے بچوں کی تعلیم، شادی اور دیگر فرائض کی انجام دہی بیمہ کمپنی کے ذمہ ہوتی ہے۔ کثیر العیال کے لیے ورثاء کا تکافل بعد از موت، اولاد نافرمان ہو تو بڑھاپے کی عمر میں معاشی کفالت سے بے فکری۔

یہ بیمہ کا رواج جو آج خود غرضی، جوا، سٹہ، مذموم سرمایہ داری اور دھوکہ دہی کی صورت اختیار کر کے سامنے آیا ہے اور جسے مغرب کا نظام فلاح اور خیر خواہی سمجھ کر یہ نسلیں قبول کر رہی ہیں اور اس کے دام فریب میں غول کے غول اپنے پیروں چل کر آ پڑ رہی ہیں۔ اس کے اصل بانی و موسس عرب مسلمان تھے، جنہوں نے اس کی بنیاد موجودہ انشورنس کی غلاظتوں سے پاک محض باہمی ہمدردی، مستقبل کے خطرات سے تحفظ اور نقصانات کی تلافی پر رکھی۔ بحری تجارت میں حصہ لینے والے مسلمانوں نے تجارتی بیمہ کی بنیاد ڈالی جو زمانیہ (ضمانیہ) کے نام سے متعارف تھی۔ جوں جوں مسلمانوں میں ملوکیت بڑھتی گئی، یہ کام بلقانی یہودیوں نے سنبھال لیا اور جوں ہی مسلمانوں نے قسطنطنیہ سے آگے قدم بڑھائے وہ لوگ جنوبی یورپ چھوڑ کر شمال کی طرف روانہ ہوئے اور انہی لوگوں نے انگلستان پہنچ کر وہاں موجودہ نظام انشورنس کو رواج دیا، جس نے بعد میں (Lloyds) کے نام سے شہرت پائی۔ یورپین محققین نے بالاتفاق اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمانان اندلس نے تجارت کے تحفظ اور ارتقاء کے لیے بحری بیمہ کی بنیاد رکھی۔ (۸۲۸)

☆☆

(۸۲۷) موجودہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام تکافل اجتماعی: ڈاکٹر نور محمد غفاری، محولہ سابقہ، ص ۸۔

(۸۲۸) بیمہ اور اسلام: چوھدری محمد بلال، لاہور "چوھدری اینڈ کمپنی" (س۔ن) ص ۷، ۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیمہ کی شرعی حیثیت

بیمہ کے اغراض ومقاصد کے پیش نظر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ موجودہ نظام انشورنس ظاہراً ایک سودمند اسکیم ہے جس میں کم از کم بیمہ داروں میں حوادث کے شکار افراد کی امداد تو ضرور ہوجاتی ہے مگر ان کی آخرت خراب ہوتی ہے جب کہ غیر نقصان پزیر حضرات کے دنیا وآخرت دونوں خراب ہوتے ہیں، پھر اس میں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیمہ اور انشورنس کی موجودہ صورت قرآن کی رو سے جائز بھی ہے یا نہیں، تو اس بارے میں قرآن وحدیث کی رو سے شرعی جواب یہ ہے کہ بیمہ کی موجودہ صورت میں دینی ودنیاوی دونوں قسم کے مفاسد پائے جاتے ہیں تو بیمہ کی اس موجودہ صورت کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ ان مفاسد میں سے چند مفاسد یہ ہیں:

(۱) سود (۲) قمار (۳) غیر شرعی شرائط (۴) سٹہ بازی اور دھوکہ دہی وغیرہ۔(۸۲۹)

(۱) سود کی دونوں صورتیں ربا النسیۃ اور ربا الفضل دونوں پائی جاتی ہیں۔(۸۳۰)

(۲) انشورنس کی یہ شرط کہ اگر بیمہ شدہ شخص یا شے اس معینہ مدت جس پر بیمہ ہوا ہے، سے پہلے مرجائے یا تلف ہوجائے تو اصل رقم کے ساتھ جو بونس ملے گا اس کی شرح زیادہ ہوگی اور مدت کے بعد بھی وہ زندہ رہتا ہے یا جائیداد باقی رہتی ہے تو شرح کم ہوگی۔ اس شرط کے تحت انشورنس کا کاروبار قمار (جوا) سے مشابہ ہے۔(۸۳۱)

(۳) موجودہ نظام انشورنس میں سٹہ بازی اور دھوکہ دہی بھی ہے، دھوکہ دہی دونوں اطراف، بیمہ دار اور انشورنس کمپنی سے ہوتی ہے۔ بیمہ دار ایسا بھی کرتا ہے کہ دھوکہ دے کر اپنی جائیداد کی مالیت زیادہ ظاہر کردے اور جب بیمہ ہوگیا تو سود کی رقم جو اس کی مملوک شے کی مالیت سے زائد تھی، وصول کرنے کے لیے اس شئے کو مخفی طریقے سے تلف کردیا۔(۸۳۲)

☆☆

(۸۲۹) موجودہ نظام انشورنس اور بیمہ کی اسلامی حیثیت کا فقہی جائزہ: مفتی عبدالرحمن مردانی، کراچی، ''غزالی برادرز'' ۱۴۱۳ھ ص ۵۔

(۸۳۰) حکم الشریعۃ الاسلامیۃ فی عقود التامین، دکتور حسین حامد حسان، قاہرہ، ''دار الاعتصام'' ۱۳۲۹ھ ص ۸۰، ۸۱۔

(۸۳۱) موجودہ نظام انشورنس: ایضاً محولہ بالا، ص ۲۱۔

(۸۳۲) بیمہ زندگی: مفتی محمد شفیع ومحمد ولی حسن، محولہ بالا سابقہ، ص ۱۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) تینوں قسم کے بیموں، بیمہ زندگی، بیمہ املاک، بیمہ فرائض میں جو شرط ہے کہ جو شخص کچھ رقم بیمہ پالیسی کی جمع کرانے کے بعد باقی اقساط کی ادائیگی بند کر دے۔ اس کی جمع شدہ رقم سوخت ہو جاتی ہے۔ یہ شرط خلاف شرع اور ناجائز ہے۔ (۸۳۳)

جدید یورپین اقوام

غربت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی، تاریخ میں ایسے ادوار آسکتے ہیں جہاں یہ کم ہو جاتی ہے مگر کلیتاً ختم نہیں ہوتی، اس کو کم کرنے کی پہلی اینٹ حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی، جو تیرہ سو سال گزرنے کے بعد مغربی ملکوں میں فلاحی ریاست کے روپ میں جلوہ گر ہوئی۔ برطانیہ میں اس کا پہلا منصوبہ کیمبرج کے عربی کے پروفیسر ٹیلر نے بنایا جو وزیر اعظم اٹلی کے معاشی مشیر تھے اور انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ انہوں نے یہ تخیل حضرت عمرؓ سے اخذ کیا۔

ان خوش حال معاشروں میں جن کی فی کس قومی آمدنی ہم سے دس بارہ گنا زائد ہے، غربت اپنی پوری توانائی سے موجود ہے، فرق صرف یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں کے غریب ہمارے غریبوں سے نسبتاً بہتر ہو سکتے ہیں مگر وہ خود اپنے آسودہ حال معاشرے کے لحاظ سے بہت سی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔

نیویارک، لندن، پیرس اور ٹوکیو جیسے مادی ترقی کے عظیم شہروں میں سیکڑوں افراد ایسے ہیں جن کے پاس رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں، وہ فٹ پاتھوں اور زمین دوز ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارموں پر اپنی راتیں بسر کرتے ہیں، برطانوی وزیر اعظم کے ایک حالیہ بیان کے مطابق برطانیہ میں اس وقت ایک لاکھ پچیس ہزار افراد کے پاس مکان نہیں، پینتیس ہزار افراد سڑکوں پر یا لندن میں کنگز وے یا دوسری بڑی شاہراہوں کی عالیشان عمارتوں اور اسٹوروں کے سامنے گتے بچھا کر سوتے ہیں۔ فلاحی تنظیموں کا دعویٰ ہے کہ تین میں سے ایک بچہ غربت میں پروان چڑھتا ہے۔

امریکہ جیسے ملک کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں، قصبوں اور دیہی علاقوں میں ہزاروں بچے اپنا جیب خرچ نکالنے کے لیے برف باری اور ٹھٹھرتی سردی میں صبح چھ بجے اخبارات تقسیم کرنے کے لیے گھر سے نکل پڑتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے پاس گرم کپڑے اور

☆☆

(۸۳۳) ایضاً: بحولہ بالا، ص ۱۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائیکل ہوتی ہے۔ گداگروں کی بھی وہاں کمی نہیں صرف طلب کے انداز مختلف ہیں۔ (۸۳۴)
عالمی سطح پر معیشت وتجارت کو انسانی بنیادی حقوق سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ امریکہ عالمی طاقت ہونے کے ناتے انسانی حقوق کی صورت حال کی آڑ لے کر مختلف ممالک پر عالمی تجارت کے حوالے سے پابندیاں عائد کرنے کے عمل کا اعادہ کرتا رہتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے دنیا کو تسخیر کرنے کے منصوبے پر عمل درآمد کا آغاز کرتے ہوئے دو عالمی کانفرنسیں منعقد کیں۔ ایک کانفرنس فرانسسکو میں ہوئی جس میں اقوام متحدہ کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ جب کہ دوسری کانفرنس بھی امریکہ ہی میں ایک مقام بریٹین ووڈز میں ہوئی، جس میں عالمی بینک اور آئی ایم ایف کا قیام عمل میں آیا۔ اس طرح امریکہ نے دنیا کو سیاسی اور معاشی طور پر قابو کرنے کی راہ ہموار کر لی۔ گزشتہ پچاس برس کی عالمی سیاسی تاریخ شاہد ہے کہ امریکہ، اقوام متحدہ اور عالمی مالیاتی اداروں کو اپنے مفادات کے لیے آلہ کار کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے۔

آج امریکہ اپنے داخلی قوانین کی خلاف ورزی یا اپنے مفادات پر ضرب لگنے کے خدشات کے بہانے اقوام متحدہ کے ۱۸۷ رکن ممالک میں سے جس پر چاہے پابندیاں عائد کروا سکتا ہے مگر اقوام متحدہ کے ۱۸۷ ممالک مل کر بھی امریکہ پر پابندیاں عائد کروانے سے قاصر ہیں۔
اگرچہ چائلڈ لیبر، انسانی حقوق کی پامالی، خواتین پر جبر وتشدد (امریکہ میں ۴۰ دہشت گرد تنظیموں کا وجود ثابت ہے) امریکہ میں عام ہے۔ تاہم امریکی محکمہ خارجہ ہر سال دنیا بھر کے ممالک میں انسانی حقوق کی پامالی کے بارے میں رپورٹس مرتب کرتا ہے اور دنیا کے مختلف ممالک کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے یہاں انسانی حقوق کی صورت حال بہتر بنائیں۔ چائلڈ لیبر کا سدباب کریں۔ خواتین کے حقوق بحال کریں، جمہوریت کے فروغ کو ممکن بنائیں اور اس امریکہ کا خود یہ حال ہے کہ ہر سال تقریباً پچاس ہزار خواتین، نوعمر لڑکیاں اور بچے امریکہ اسمگل کیے جاتے ہیں اور انہیں جسم فروشی، بیگار خانوں یا دیگر مقامات پر کم اجرت پر کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اسمگل شدہ انسانوں کی باقاعدہ منڈی لگتی ہے اور ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ یہ تجارت اربوں ڈالر سالانہ ہے۔

بحوالہ:

(HAROLDHONCJU KOH, U.S. ASSISTANT

☆☆

(۸۳۴) روزنامہ جنگ کراچی: کالم نویس محمد احمد سبزواری، ۲۲ اگست ۲۰۰۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

SECRETARY OF STATES FOR DEMOCRACY, H.R. AND LABOR'S TESTIMONY BEFORE HOUSE COMMITTEE DATE SEPT. 14TH 1999)

ان اسمگل کیے جانے والوں میں بیشتر وہ خواتین، لڑکیاں اور بچے ہوتے ہیں جن کے خاندان غربت کے باعث ان کی دیکھ بھال سے قاصر رہتے ہیں۔ ایشیائی ولاطینی اور مشرقی یورپ کے وہ خاندان جو قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوتے ہیں ان کو متذکرہ قرضوں سے نجات دلانے کا جھانسا دے کر بیرون ملک لے جا کر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ امریکی حکام غیر قانونی طور پر امریکہ میں جاری انسانوں کی متذکرہ تجارت کو بند کرنے کے زبانی کلامی دعوے تو کرتے ہیں مگر اس ضمن میں عملی اقدامات کرنے سے گریزاں ہیں۔ کیوں کہ ارزاں لیبر کی فراہمی امریکی معیشت کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ امریکہ میں طویل عرصے تک غلامی رائج رہی ہے اور اب بھی عملی طور پر افریقی امریکیوں کے ساتھ زیادتی کرنے کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا انسانوں کی اس تجارت کی روک تھام سے صرف نظر کرنا امریکیوں کے لیے کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ نے 5 جون تا 9 جون 2000ء کو اقوام متحدہ میں ہونے والی خواتین کی عالمی کانفرنس میں خواتین کے حقوق کی حمایت میں بڑی زوردار تقریر کی، مگر امریکہ میں اس منڈی پر کوئی تبصرہ کرنے سے گریز کیا جہاں خواتین بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت ہوتی ہیں۔ جنسی استحصال کی مارکیٹ میں فروخت ہونے والی خواتین کی تجارت ایک اندازے کے مطابق ۷ ملین ڈالر ۱۲ بلین امریکی ڈالر سالانہ بتائی جاتی ہے۔ تاہم خود امریکی اس حقیقت سے انکار نہیں کرتے کہ جسم فروشی غیر رسمی معیشت کا ایک سیکٹر بن گئی ہے۔ (۸۳۵)

مغرب اور اولڈ ہومز

مغرب میں مشترکہ خاندانی نظام کا تصور تو کبھی کا رخصت ہو چکا ہے اور وہاں کے لوگ ماں باپ کو بوجھ سمجھتے ہوئے انہیں ''اولڈ ہومز'' میں منتقل کروا دیتے ہیں۔

بنیادی طور پر اولڈ ہومز کا تصور ہی روح فرسا ہے ''اولڈ ہومز'' سے مراد ٹھکرائے ہوئے بوڑھوں کو ایک سائبان مہیا کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی معاشرہ بوڑھوں کو ٹھکرا دے تو اس کا

☆☆

(۸۳۵) جنگ سنڈے میگزین: یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح مطلب یہ ہے کہ وہ کسی اور کی نہیں بلکہ خود ان کی نفی کرنے پر آمادہ ہے۔ بوڑھے لوگوں کو ٹھکرا دینے کے پیچھے یہ سوچ کارفرما ہے کہ ایسے افراد خرچ کا وسیلہ تو بن سکتے ہیں آمدنی کا ذریعہ نہیں۔ پیداوار کو استعمال تو کر سکتے ہیں پیداکار نہیں بن سکتے۔ بالفاظ دیگر بوڑھے لوگ معاشرے پر بوجھ ہیں۔ اگرچہ مغرب میں ضعیف العمر افراد کو ممکنہ حد تک بہترین سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ نجی اور سرکاری ہر دو سطح پر ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جاتا ہے۔ علاج معالجے کی مفت سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جسے بہت سے ممالک میں نیشنل سروس کا نام دیا گیا ہے۔ مگر اتنی سہولتوں کے باوجود مغرب کے ضعیف العمر افراد روحانی طور پر خود کو بالکل تنہا محسوس کرتی ہیں کیوں کہ ان کی دل جوئی کرنے والے ان کے رشتہ دار نہیں بلکہ حکومت کے عہدے دار ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا المیہ ضعیف العمری نہیں بلکہ حقیقی اور سچے رشتوں کا کچے دھاگوں کی مانند ٹوٹ جانا ہے۔ وہاں اولاد اپنے مادی سکون کی خاطر ماں باپ کو بوجھ سمجھتے ہوئے ''اولڈ ہومز'' کی مصنوعی اور کمزور چھت کے نیچے پہنچا کر خود ''فارغ البالی'' محسوس کرتے ہے۔(۸۳۶) جس طرح اہل مشرق اپنے مذہبی اور قومی تہوار بہت تزک واحتشام سے مناتے ہیں بالکل اسی طرح اہل مغرب بھی اس روش میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ان کے یہاں بھی مختلف نوعیت کے ایام منائے جاتے ہیں جیسے نیو ایئر، ویلنٹائن ڈے اور کرسمس وغیرہ لیکن اکثر و بیشتر تہواروں کے مواقع پر ان کے بزرگ اپنے بچوں کی تصاویر یا ان کی یادوں سے ہی دل کو بہلا لیتے ہیں کیوں کہ وہاں کی تہذیب میں عموماً اولاد سن بلوغت کے بعد اپنی دنیا آپ بسا لیتی ہے۔ مدرز ڈے، کہنے کو ماں اور باپ کے لیے منائے جانے والے دن ہوتے ہیں مگر ان دنوں میں بھی ان کی اولاد اپنے والدین کو یا تو تہنیتی کارڈ روانہ کر دیتی ہے یا ٹیلی فون پر انہیں مبارکباد دے دیتی ہے اور ''اولڈ ہومز'' میں مقید بوڑھے والدین کی آس بھری نظریں دروازے پر اپنی اولاد کا چہرہ تلاش کرتے کرتے پتھرا جاتی ہے۔ اہل مغرب کے ماہرین نفسیات نے تنہائی کا شکار مرد و خواتین کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ تنہائی دور کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی جانور پالیں اور ان سے محبت کریں کیوں کہ جانور محبت کے جواب میں محبت پیش کرتا ہے، جب کہ اولاد محبت سے زیادہ غرض کی طلب گار ہوتی ہے۔(۸۳۷)

☆☆

(۸۳۶) جنگ سنڈے میگزین: یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء

(۸۳۷) جنگ سنڈے میگزین: یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مذاہب عالم کی تعلیمات کا اسلامی تعلیمات سے تقابل

گزشتہ فصلوں میں دیگر منتخب ادیان و مذاہب اور نظام ہائے معیشت کی تعلیمات کا تجزیہ پیش کیا گیا کیوں کہ بنیادی طور پر ''کفالت'' کا مترادف ''معیشت'' ہے یعنی کمائی کرنا پھر اس کو مختلف مرحلوں میں مخلوق کی فلاح کے لیے خرچ کرنا لیکن بدقسمتی سے ہر مذہب اور ہر نظام نے انسان کو یا تو عضو معطل کی طرح کمانے سے روک دیا اور بھوک، پیاس، فقر و افلاس کو زندگی کی معراج قرار دیا یا فقط کما کما کر دولت کے انبار لگانے کی ترغیب دی اور دوسروں کی ہمدردی میں خرچ کرنے کو قطعاً گوارا نہ کیا بلکہ دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر سود پر دولت بڑھانے کی تعلیمات دی گئیں اور مخلوق کو ایک سے اکیس بنانے کی ترغیب دی گئی۔ عورتوں کو حقوق نسواں کے نام پر دھوکہ دیا گیا اور اس نعرہ کی آڑ میں ان کے حقوق کا ملیا میٹ کر دیا گیا اور ان کا استحصال کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی گئی۔ خلق خدا میں معاش کے لیے فرق مراتب قائم کیے۔ گورے کالے کی تفریق ڈالی گئی، ذات، پات، اونچ نیچ کے بیج بوئے گئے، آزاد انسان کو غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا۔ مقروض کا قرض ادا کر کے اسے اپنا دائمی غلام بنا لیا۔ انسان کو غلام کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا۔ مقروض کا قرض ادا کر کے اسے اپنا دائمی غلام بنا لیا۔ آزاد انسانوں کو خصوصاً عورتوں کو منڈی میں لا کر بھیڑ بکریوں کی طرح بیچا گیا، والدین کو لاوارث خانوں (اولڈ ہومز) میں ڈال دیا گیا، بچوں کو نرسری میں داخل کرا دیا گیا، بیوی کو خود کما کر اپنی معاشی کفالت پر مجبور کیا گیا۔ غرض یہ کہ باپ بیٹے کی کفالت کا ذمہ دار نہیں، بیٹا والدین کی کفالت کا ذمہ دار نہیں۔ شوہر بیوی کی معاشی کفالت سے دستبردار، بیوی اپنی معاشی کفالت کی خود مختار، غرض تمام مذاہب یا نظاموں نے ''معاشی کفالت'' کے بارے میں افراط اور تفریط کا رویہ اپنایا۔ لیکن واحد اسلام وہ مذہب ہے جس نے دولت کمانے سے زیادہ لوگوں پر خرچ کرنے کی تعلیم دی ہے اور ''اکتناز دولت'' کو جرم عظیم قرار دیا ہے۔ بخل کی جگہ جگہ مذمت کی گئی ہے اور صرف اسی پر اکتفا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا گیا بلکہ عملی طور پر لوگوں میں جذبہ ایمانی کی وہ لہریں موجزن کیں کہ اب تک مسلمان اپنی دولت کو راہ خدا میں لٹا کر مسرت محسوس کرتے ہیں۔ کروڑوں روپے کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے جب کہ دیگر صدقات، عطیات، ہدایا کسی شمار میں نہیں۔ یہ سب اسلامی تعلیمات کی برکتیں ہیں۔

زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف کا بڑا حصہ غریبوں اور حاجت مندوں کی امداد ہے۔ انسانیت کا یہ وہ طبقہ ہے، جس کے ساتھ تمام مذہبوں نے ہمدردی کی ہے اور اس کی تسلی اور تسکین کے لیے دوسری دنیا کی توقع اور امید کے بڑے بڑے خوش آئند الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی زندگی کی یہ تلخی محض اہل مذاہب کی شیریں کلامی سے دور نہیں ہوسکتی، محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پہلے اور آخری پیغمبر ہیں جنہوں نے اس طبقہ کے ساتھ اپنی عملی ہمدردی کا ثبوت دیا اور اس کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو کم کرنے کے لیے عملی تدبیر جاری اور نافذ فرمائی۔ خود اپنی زندگی غریبوں اور مسکینوں کی صورت سے بسر کی اور دعا فرمائی کہ ''خداوند! مجھے مسکین زندہ رکھ، مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے زمرہ میں میرا حشر کر۔'' آپؐ کے گھر کا چبوترہ ''صفہ'' غریبوں اور مسکینوں کی پناہ کا سایہ تھا، وہی آپؐ کی بزم قدس کے مقرب درباری اور اسلام کے معرکوں کے مخلص جانباز تھے۔ آپؐ کی نظر میں کسی انسان کی غربت اور تنگدستی اس کی ذلت اور رسوائی کے ہم معنی نہ تھی، نہ دولت و امارت، عزت و وقار کے مترادف تھی، بلکہ صرف نیکی اور پرہیزگاری، فضیلت و بزرگی کا اصل معیار تھی جبکہ حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ ''مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیوں کہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔'' (۸۳۸)

آنحضرتؐ نے اس سے زیادہ اختصار و ایجاز کے ساتھ اس مفہوم کو ادا فرمایا:

انّ المکثرین هم المقلون (۸۳۹) ''یعنی جو دولت مند ہیں وہی غریب ہیں۔''

اس کے دوسرے معنیٰ یہ ہوئے کہ جو غریب ہیں، وہی دولت مند ہوں گے۔ پھر انہیں خوشخبری دی کہ غریب (جن کو خدا کے آگے اپنی کسی دولت کا حساب نہیں دینا ہے۔ دولت والوں سے ۴۰ سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (۸۴۰)

☆☆

(۸۳۸) متی: ۵: ۳۔

(۸۳۹) صحیح البخاری: امام بخاری محولہ سابقہ، ص ۹۵۳، ج ۲۔

(۸۴۰) جامع الترمذی: امام ترمذی محولہ سابقہ، ص ۶۰، ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے ان روحانی تسلیوں اور بشارتوں کے ساتھ مزید کام کیا۔ وہ ان کی دنیاوی تکلیفوں اور مصیبتوں کو کم کرنے کی عملی تدبیریں ہیں، جن کا نام صدقہ اور زکوۃ ہے، اس کی تعلیم نے اس عملی ہمدردی اور اعانت کو صرف اخلاقی ترغیب وتشویق تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لیے دو قسم کی تدبیر اختیار کیں، ایک یہ کہ ہر مسلمان کو نصیحت کی جس سے جتنا ہو، اپنی دولت سے ان کی مدد کرے، یہ اخلاقی خیرات ہے، جس کا نام قرآن کی اصطلاح میں ''انفاق'' ہے لیکن چونکہ یہ اخلاقی خیرات ہر شخص کو اس ضروری نیکی پر مجبور نہیں کرتی، اس لیے ایک مقدار معین کے مالک پر ایک ایسا قانونی محصول عائد کیا جس کا سالانہ ادا کرنا اس کا مذہبی فرض ہے اور اس مجموعی رقم کا بڑا حصہ غریبوں اور محتاجوں کی امداد واعانت کے لیے مخصوص کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس تعلیم کو ایک نا قابل تغیر دستور العمل کے طور پر اپنی امت کو ہمیشہ کے لیے سپرد فرمایا۔ (۸۴۱) پھر غریبوں کی امداد میں قرابت داروں کو ترجیح دی گئی۔ یہ سمجھنا بھی کہ اگر قرابت داروں کو ترجیح دی جائے، تو دوسرے غریبوں کا حق کون ادا کرے گا ایک قسم کا مغالطہ ہے، دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی کا رشتہ دار ضرور ہے، اس بناء پر اگر ہر شخص اپنے رشتہ داروں کی خبر گیری کرے تو کل انسانوں کی خبر گیری ہو جائے۔ (۸۴۲) قرابت داروں کے بعد سب سے اہم مصرف یہ ہے کہ اس سے لنگڑے، لولے، اندھے، بوڑھے، کوڑھی، مفلوج اور دوسرے معذور لوگوں کی امداد کی جائے، نادار یتیموں، بیواؤں اور ان لوگوں کی خبر گیری کی جائے جو اپنی کوشش اور جدوجہد کے باوجود روزی کا سامان نہیں کر پاتے۔ (۸۴۳)

طبقۂ فقراء کی اصلاح

اب دوسری طرف فقراء کا گروہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے تمام شارعین مذاہب نے انسانوں کے اس قابل رحم فرقہ کی جانب ہمدردی اور ترحم کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس کی طرف امداد واعانت کا ہاتھ بڑھایا ہے، مگر درحقیقت ان پر رحم، ہمدردی اور محبت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پھوڑا یا زخم ہو اور اس کا دوست اس کی محبت اور خیر خواہی کی بناء پر ہمیشہ اس کے

☆☆

(۸۴۱) سیرت النبی: شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، محولہ سابقہ ص ۱۳۰، ۱۳۱، ج ۵۔

(۸۴۲) سیرت النبی: شبلی نعمانی محولہ سابقہ ص ۱۲۵، ج ۵۔

(۸۴۳) ایضاً: محولہ بالا، ص ۱۲۷ ج ۵۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھوڑے اور زخم کی حفاظت کرتا ہے کہ اس کو ٹھیس نہ لگنے اور وہ پھوٹنے نہ پائے اور نہ کسی جراح کا نشتر اس کو چیرے کہ ان باتوں سے اس کو تکلیف ہوگی کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ اس نادان دوست کا یہ عمل اس کے ساتھ دوستی کا ثبوت ہوگا۔ گزشتہ مصلحین نے عموماً اس میں افراط وتفریط سے کام لیا ہے، بعض نے تو اس زخم میں صرف نشتر ہی لگایا ہے اور مرہم کا کوئی پھایہ نہیں رکھا، چنانچہ زرتشتی مذہب میں سوال قطعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے اور اس کے بالمقابل بدھ مذہب میں اس زخم کو سرتاپا مادہ فاسد بننے دیا گیا ہے اور بھکشوؤں کا ایک مذہبی گروہ ہی سوال اور بھیک کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

لیکن اسلام نے نہایت حکمت کے ساتھ اس زخم کو بھرنے اور اس پھوڑے کو دور کرنے کے لیے ایک تجربہ کار اور ماہر جراح کی طرح دونوں عمل کیے ہیں۔ اس نے اس غمگین اور دردمند طبقہ کے زخم میں نشتر بھی لگایا ہے اور اس پر مرہم بھی رکھا ہے، یہ مرہم اس کی وہ مہربانیاں، تسلیاں، بشارتیں اور عملی امداد واعانت کی تدبیریں ہیں، جو اس کے دل کی ڈھارس اور اس کی امیدوں کا سہارا ہیں اور نشتر اس کی وہ اصلاحات ہیں جو اس نے اس طبقہ کو دنائت، پستی، کم ہمتی، لالچ دوسروں کی دست گیری اور ان کے سہارے جینے کی ذلت سے بچانے کے لیے جاری کیں، اس لیے اہل حاجت کے لیے دوسروں سے سوال اور مانگنے کی قانونی ممانعت نہیں کی، ہر اخلاقی طریق سے ان کو اس ذلت سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے اور ان کی کفالت کا بار خود جماعت کے سر پر ڈالا ہے۔

عام طور سے اس قسم کا وعظ جیسا کہ عیسائیت میں ہے کہ جو کچھ ہے، لٹادو اور غریبوں اور مسکینوں کو دے ڈالو، نہایت اعلیٰ اخلاقی تعلیم اور رحم ومحبت کا نہایت بلند مظہر نظر آتا ہے، لیکن غور سے تصویر کا دوسرا رخ دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ جس شدت سے آپ دولت مندوں کو سب کچھ غریبوں اور مسکینوں کو دے دینے کی ترغیب دے رہے ہیں اور اس سے دینے والوں کے جذبہ ایثار اور ان کے جود وسخا اور فیاضی کے جوہر کو ترقی دے رہے ہیں، اسی شدت سے آپ انسانیت کے کثیر التعداد طبقے کو، گداگری کی لعنت، بھیک مانگنے کی پستی اور دوسرے کے سہارے جینے کی ذلت کا خوگر بنا رہے ہیں اور بے محنت کھانے اور بے تلاش پانے کا سبق پڑھا رہے ہیں، اس طرح ان کے لیے گداگری، دنائت، پستی، ذلت، سفلہ پن، کم ہمتی، نامردی اور تمام رذیل و پست اخلاق کا گڑھا تیار کر رہے ہیں، جہاں یہ تمام نجاستیں آکر جمع ہوں گی، کیا یہ انسانیت کے ساتھ رحم ہے؟ کیا یہ نوع بشر کے ساتھ محبت ہے؟ کیا یہ جنس بنی آدم کے ساتھ ہمدردی ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام علیہ السلام کی بعثت صرف کسی ایک طبقہ کی اصلاح کے لیے نہیں ہوئی، وہ انسانوں کے ہر طبقے کے مصلح اور معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں، غریب و امیر اور مسکین و دولتمند آپ کی نگاہ میں یکساں ہیں، اس لیے آپ نے کسی ایک ہی طبقہ کی اصلاح کا فرض انجام نہیں دیا بلکہ دونوں طبقوں کو ترازو کے دونوں پلڑوں میں رکھ کر باٹ سے ناپا ہے اور اپنی تعلیمات اور اصلاحات میں سے دونوں کو مساوی حصہ دیا ہے۔ (۸۴۴)

اسلام اور اجتماعی معاشی اصلاحات

معاشرہ افراد سے قائم ہوتا ہے اور ہر فرد اپنے طور پر معاشی حیثیت سے معاشرے کی اصلاح یا فساد میں موثر ہوتا ہے۔ اسلام نے فقط انفرادی معاشی اصلاحات نہیں کیں بلکہ ہر اس مفسدہ کی بیخ کنی کی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں معاشی ناہمواریاں پیدا ہوں اور معاشرے کے چند افراد دولت وثروت کے ٹھیکیدار بن جائیں اور باقی اکثریت بھوک، افلاس، فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی بسر کرے، جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام یا اشتراکی نظام کا خاصہ ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کی جتنی خرابیوں اور اس کی جتنی ناانصافیوں پر آپ نظر ڈالیں گے، بنیادی طور سے ان کے چار ہی سبب نظر آئیں گے۔ سود، قمار، سٹہ اور اکتناز، سرمایہ دار ایک طرف تو سود، قمار، اور سٹہ کے ذریعے ساری قوم کی دولت کھینچ کھینچ کر اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے، دوسری طرف اس کے کھانے میں کسی غریب، مفلس، اپاہج یا بے سہارا انسان پر لازمی طور سے کچھ خرچ کرنے کی کوئی مد نہیں۔ وہ خود اپنی شرافت سے کسی کو کچھ دیدے تو اس کا احسان ورنہ ایسے اخراجات کی کوئی پابندی اس پر نہیں ہے۔ اسلام نے اولاً تو آمدنی کے ناجائز ذرائع کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ سود، قمار، سٹہ کے ذریعے دولت حاصل کرنے کو بدترین جرم قرار دے کر صاف صاف اعلان کر دیا کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (۸۴۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے مت کھاؤ، الا یہ کہ

☆☆

(۸۴۴) سیرت النبیؐ: شبلی نعمانی، محولہ سابقہ ص ۱۴۰، ۱۴۱، ج ۵۔

(۸۴۵) القرآن: ۴: ۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہاری باہمی رضامندی سے کوئی تجارت ہو۔"

آمدنی کے ناجائز ذرائع پر پابندی لگانے کے علاوہ سرمایہ داروں سے غریبوں تک دولت پہنچانے کے لیے اسلام نے سرمایہ دار پر زکوٰۃ جیسے بہت سے اخراجات واجب کردیے ہیں جو اس کا احسان نہیں، بلکہ اس مال پر واجب ہونے والا حق ہے۔ جسے بزور قانون وصول کیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے علاوہ عشر، خراج، صدقہ فطر، قربانی، کفارات، نفقات، وصیت اور وراثت وہ چھوٹی بڑی مدات ہیں جن کے ذریعے دولت کے تالاب سے چاروں طرف نہریں نکلتی ہیں اور ان سے پورے معاشرے کی کھیتی سرسبز وشاداب ہوتی ہے۔

ان قانونی پابندیوں کے ساتھ اسلام بہ حیثیت مجموعی جس ذہنیت کی تعمیر کرتا ہے، اس کی بنیاد سنگدلی، کنجوسی، بے رحمی اور خود غرضی کے بجائے ہمدردی، فراخ حوصلگی، سخاوت اور سب سے بڑھ کر خوف خدا اور فکر آخرت پر استوار ہوتی ہے۔ اس کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے ذمہ عائد ہونے والے فرائض کی ادائیگی پر بس کرلے اور اس کے بعد دوسروں کے دکھ درد سے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائے، اس کو زندگی کے ہر مرحلہ پر تعلیم ہی یہ دی گئی ہے کہ یہ دنیا چند دنوں کی بہار ہے، عیش ومسرت روپے پیسے کے اس ڈھیر کا نام نہیں ہے جو یہاں جمع کرلیا جائے، بلکہ روح کے اس سکون اور ضمیر کے اس اطمینان کا نام ہے جو اپنے کسی بھائی کے چہرے پر خوش حالی کی مسکراہٹ دیکھ کر پیدا ہوتا ہے اور جس سے آخرت کی آنے والی زندگی میں مسرتوں کے سدا بہار پھول کھلتے ہیں۔ چنانچہ قرآن وحدیث کو دیکھیے، ان کی تعلیمات "انفاق فی سبیل اللہ" کی ہدایت سے بھری پڑی ہیں اور ان میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (۸۴۶)

ترجمہ: "لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو۔"

غرض ایک طرف سرمایہ دار کی آمدنی کی ناجائز مدات کو ختم کر کے اور دوسری طرف اس کے اخراجات میں اضافہ کر کے اسلام نے دولت کے بہاؤ کا رخ عام معاشرے کی طرف پھیر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کی دنیا میں یہ ساری باتیں نرا "نظریہ" ہو کر رہ گئیں ہیں اور عملی طور سے معیشت کا یہ بے داغ اور صاف ستھرا نظام دنیا میں کہیں نافذ نہیں ہے، لیکن اس نظام کے عملی

☆☆

(۸۴۶) القرآن:۲:۲۱۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتائج دیکھنے ہوں تو تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کا مطالعہ کیجیے جب صدقہ دینے والا ہاتھ میں روپیہ لے کر نکلا کرتا تھا تو کوئی اسے قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتا تھا۔ (۸۴۷)

سوشلزم اور معاشی مساوات

سوشلزم میں معاشی مساوات کا لفظ کوئی عملی حقیقت نہیں رکھتا، بلکہ خالص اشتراکی ممالک کی اجرتوں میں ایک سو دس اور تیس ہزار کا تفاوت موجود رہا ہے، یعنی چوٹی کے لوگوں کی تنخواہیں عام مزدوروں کے مقابلے میں تین سو گنا سے زائد ہوتی ہیں۔ اگر اسی کا نام معاشی مساوات ہے تو خدا جانے طبقاتی تفاوت کیا چیز ہوتی ہے؟ اس مختصر تشریح ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سوشلزم نے ''معاشی مساوات'' کا صرف نعرہ ہی لگایا ہے، ورنہ ٹھیٹھ اشتراکی ممالک میں بھی طبقات کا بدترین تفاوت موجود ہے۔

اس کے برخلاف اسلام کا یہ معاملہ ہے کہ اس نے کبھی بھی معاشی مساوات قائم کرنے کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ اسلام دین فطرت ہے اور یہ فطری حقیقت اس کی نگاہ سے کبھی اوجھل نہیں ہوئی کہ تمام انسانوں کی آمدنی کا برابر ہو جانا قطعی ناممکن ہے، جس طرح انسانوں کے درمیان ان کی صحت، خوبصورتی، عمر، ذہانت اور قوت کارکردگی میں قدرتی فرق موجود ہے، اس فرق کو دنیا کی کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ آج تک کوئی مشین ایجاد نہیں ہو سکی جو سب انسانوں کو جسامت، قوت، وزن میں برابر کر دے۔ جب انسانی افراد میں یہ تفاوت مٹانا ممکن نہیں تو ان کی آمدنی میں تفاوت کا پایا جانا قطعی ناگزیر ہے جب تک انسانوں کی ذاتی صلاحیتوں میں فرق موجود ہے، اس وقت تک ان کی آمدنی میں بھی تفاوت موجود رہے گا اور دنیا کا کوئی نظام اس تفاوت کو ختم نہیں کر سکتا اور کرنا بھی نہیں چاہیے کہ وہ صریح ظلم ہوگا۔ (۸۴۸)

سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں نے فطرت سے بغاوت کر کے معیشت کے پورے ڈھانچے کو مصنوعی طور پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے اعتدال اور توازن دونوں میں کہیں قائم نہیں رہ سکا۔ اشتراکیت خواہ کتنے صدق دل سے امارت و غربت کی اونچ نیچ کو ختم کرنے کے لیے چلی ہو، فطرت سے منہ موڑنے کے بعد بالآخر وہ بھی طبقاتی تفاوت کے اس

☆☆

(۸۴۷) ہمارا معاشی نظام: مفتی محمد تقی عثمانی، محولہ سابقہ ص ۱۴، ۱۵، ۱۶۔

(۸۴۸) ہمارا معاشی نظام: مفتی محمد تقی عثمانی، محولہ سابقہ، ص ۸۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام پر پہنچ گئی جہاں سے اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔(۸۴۹)

علامہ اقبال مرحوم نے غالباً اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزد کی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

مساواتِ اسلامی

گزشتہ فصلوں میں مذاہب منتخبہ کی روح فرسا تعلیمات پیش کی جا چکی ہیں جن میں گورے کالے، اونچ، نیچ، امیر و غریب کا امتیاز حد سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ ان تمام تعلیمات کے برخلاف اسلام نے انسانیت کے درمیان مساوات کی بنیاد ڈالی اور اس کو عملی جامہ پہنا کر اونچ، نیچ کا، حاکم، محکوم کا بیج ہی اکھاڑ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہترین نظام ہی وہ ہے جس میں ہر ایک کے حقوق یکساں ہوں۔ یہ نہیں کہ ملک کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر کے کسی کو مراعات و امتیازات سے نوازا جائے اور کسی کو محکوم بنا کر دبایا، پیسا اور لوٹا جائے۔ اسلامی نظام حکومت میں نسل، رنگ، زبان یا طبقات کی بناء پر کوئی امتیاز نہیں ہے۔ البتہ اصول اور مسلک کے اختلاف کی بناء پر سیاسی حقوق میں یہ فرق ہو جاتا ہے جو اس کے اصولوں کو تسلیم کرے، وہی زمام حکومت سنبھال سکتا ہے۔(۸۵۰) بہرحال اسلام نے اپنی اس مساوات کی تعلیم کو عملی جامہ بھی پہنایا اور طبقاتی تفاخر کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔

چنانچہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت:

(ترجمہ) ”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔“(۸۵۱)

یہ اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی کریم ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کے لیے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش سے پیغام نکاح دیا تھا۔

☆☆

(۸۴۹) ایضاً: بحولہ بالا، ص۹۱، ۹۲۔

(۸۵۰) محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق: محمد ثانی، بحولہ سابقہ، ص ۱۳۴۔

(۸۵۱) القرآن: ۳۳:۳۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زینبؓ کو اپنے نسلی اور خاندانی فخر کے باوجود اس حکم کے سامنے سر جھکانا پڑا اور اس طرح نسلی امتیاز کے بت کو توڑ کر انسانی مساوات کا بہترین عملی نمونہ کاشانہ نبوت سے سماج کے سامنے پیش کیا گیا۔(۸۵۲) غرض عالمگیر "انسانی برادری" قائم کرنے کے سلسلے میں اسلام نے جو اہم کارنامے انجام دیے ہیں، وہ یہودیت، مسیحیت، بدھ مت اور دیگر مذاہب نے ہزاروں سال میں بھی انجام نہیں دیے۔

مذہبی آزادی کا حق

اسلام نے مذہب میں جبر و تشدد کو ناپسند فرمایا ہے۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۸۵۳)

ترجمہ: "دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔"

یعنی حجت اور دلیل سے ہدایت و ضلالت کا فرق کھول کر رکھ دینے کا جو حق تھا، وہ تو پورا ادا کر دیا ہے۔اب رہا جبری ایمان تو یہ اللہ کو منظور نہیں۔اسلام میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی علاقہ مسلمانوں نے صلح سے نہیں بلکہ بزور شمشیر جنگ کے ذریعے فتح کیا ہو، وہاں کی زمینوں اور عمارتوں پر انہیں شرعاً مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے،اس اختیار میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ غیر مسلموں کی کسی عبادت گاہ کو ضرورتاً ختم کر دیں، یا مسجد میں تبدیل کر لیں۔اس کے باوجود مسلمان فاتحین نے اس شرعی اختیار کو بہت کم استعمال کیا،بعض مقامات پر کسی ضرورت یا مصلحت کے تحت کلیسا کو مسجد بنا دیا گیا،لیکن غیر مسلموں کی بہت سی عبادت گاہیں اپنے حال پر چھوڑ دی گئیں۔لیکن جو علاقہ صلح کے ذریعے فتح ہوا ہو بالخصوص جہاں غیر مسلموں کے ساتھ ان کی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھنے کا معاہدہ کر لیا گیا ہو،اس علاقہ کی عبادت گاہوں کو زبردستی ختم کرنے یا مسجد میں تبدیل کرنے کا کوئی ایک واقعہ بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔اس کے برعکس غرناطہ کو عیسائیوں نے جنگ سے نہیں بلکہ ایک تحریری معاہدے کے تحت صلحاً فتح کیا تھا۔جس وقت فرڈیننڈ اور ازبیلا نے ابوعبداللہ سے "الحمراء" کا قبضہ لیا،اس سے پہلے وہ ایک تحریری معاہدے

☆☆

(۸۵۲) محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق،محمد ثانی بحوالہ سابقہ،ص ۱۳۰۔

(۸۵۳) القرآن:۲:۲۵۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر دستخط کر چکے تھے جو ۶۷ دفعات پر مشتمل تھا۔ اس معاہدے کی شرائط میں مندرجہ ذیل امور پوری وضاحت کے ساتھ مذکور تھے۔

(۱) مسلمان خواہ غریب ہوں یا امیر، ان کے جان و مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور وہ جہاں چاہیں، سکونت اختیار کرنے کے لیے آزاد ہوں گے۔

(۲) مسلمانوں کے مذہبی امور میں عیسائی دخل نہیں دیں گے اور مذہبی قواعد کی ادائیگی میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔

(۳) مساجد اور اوقاف بدستور قائم رہیں گے۔

(۴) کوئی عیسائی مسجد میں گھسنے نہ پائے گا۔

(۵) مسلمانوں کے معاملات میں شرعی قوانین کی پابندی کی جائے گی۔

(۶) جو عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں، انہیں دوبارہ عیسائی بننے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان عیسائی ہونا چاہے تو ایک مسلمان اور ایک عیسائی حاکم اس کے حالات کی تفتیش کر کے یہ دیکھیں گے کہ اس کے معاملے میں اس پر کوئی جبر تو نہیں کیا گیا۔

ان شرائط پر دستخط کرنے کے بعد اس معاہدے کی حیثیت کاغذ کے ایک بے جان پرزے سے زیادہ نہیں سمجھی گئی۔ معاہدے کی کوئی شرط ایسی نہیں تھی جس کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ کھلم کھلا خلاف ورزی نہ کی گئی ہو۔ فرڈی ننڈ اور ازبیلا اور ان کے زمانے کے عیسائی پادریوں کی آنکھوں پر تو تعصب کی پٹی بندھی ہوئی تھی لیکن حیرت ان نام نہاد ''غیر جانبدار'' مورخین پر ہے جو حق و انصاف کی انسانیت سوز پامالی میں بھی معقولیت یا انصاف کی کوئی پرچھائیں تلاش کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ (۸۵۴) جن عیسائیوں نے اندلس کی سلطنت مسلمانوں سے چھینی تھی وہ انتہائی متعصب، تنگ نظر اور تاریک خیال عیسائی تھے۔ انہوں نے یہاں برسر اقتدار آنے کے کچھ ہی عرصے بعد یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ ملک کی ہر مسجد کو کلیسا میں تبدیل کر دیا جائے۔ (۸۵۵)

☆☆

(۸۵۴) اندلس میں چند روز۔ مفتی محمد تقی عثمانی، کراچی۔ ''ادارۃ المعارف'' ۱۴۱۸ھ، ص ۳۳، ۳۴۔

(۸۵۵) ایضاً: محولہ بالا، ص ۳۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفالت الاقارب اور اسلام

اسلام کے قانون نفقہ علی الاقارب سے متعلق علامہ یوسف القرضاوی نے بڑی ایمان افروز بات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں:

''اسلام نے دولت مند رشتہ داروں پر اپنے غریب اور نادار رشتہ داروں کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ (Social Security) کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام نے اسے محض مستحب قرار نہیں دیا بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے جس کے ادا کرنے کا حکم خود ذات باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ فقہ اسلامی میں کتاب النفقات کے تحت رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ قدیم شریعتوں میں کہیں ملیں گے اور نہ آج کے جدید قوانین میں اس کا خیال تک پایا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب و تنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر وخوش حال رشتہ داروں پر نان نفقے کا دعویٰ دائر کردے۔ یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرے میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں کیوں کہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جانا ہے اور بڑے بوڑھوں سے وراثت میں پایا ہے۔ مگر غیر مسلم قومیں جنہیں ہم تہذیب وثقافت کے میدان میں بہت ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے یہ بات بڑی حیرت انگیز اور باعث تعجب ہے۔ ڈاکٹر محمد یوسف موسوی اپنی کتاب ''اسلام اور انسانی دنیا کو اس کی ضرورت'' میں اسلام اور عائلی زندگی پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شاید یہ بہتر ہو اگر میں یہاں یہ ذکر کردوں کہ میں قیام فرانس کے دوران جس گھر میں کچھ عرصہ رہا ہوں ایک نوجوان لڑکی بحیثیت خادمہ کے رہا کرتی تھی جس کے چہرے سے خاندانی شرافت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے گھر کی مالکہ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیوں خادمہ بنی ہوئی ہے؟ کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں جو اس سے یہ کام چھڑوا دے اور اس کے لیے زندگی کی آسائشیں فراہم کردے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ لڑکی شہر کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، اس کا ایک چچا ہے جو بڑا مالدار ہے۔ مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے معاملے کو عدالت میں کیوں نہیں لے جاتی کہ وہ اسے چچا سے نان نفقہ دلوائے؟ میری یہ بات سن کر وہ صاحبہ حیران رہ گئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس کے تحت یہ لڑکی اپنے چچا سے مطالبہ کرسکے۔'' تب میں نے انہیں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں اسلام کا حکم سمجھایا۔ وہ کہنے لگیں! کون ہے جو ہمارے لیے ایسا قانون بنائے؟ اگر ہمارے یہاں یہ قانونی لحاظ سے جائز ہوتو کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہ ملے جو کسی کمپنی، کارخانے یا فیکٹری یا حکومت کے کسی محکمے میں کام کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔ (۸۵۶)

غلاموں پر اسلام کا احسان

یورپی دنیا کے مہذب ملک امریکہ کا ایک غلام جو اکیس برس کی عمر میں بھاگ کر آزاد علاقہ میں آیا تھا اس کی تحریر و تقریر نے اس نظام کی برائیوں کا خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''قانون مالک کو غلام پر لامحدود اختیارات دیتا ہے وہ اس سے جو کام چاہے لے سکتا ہے، اسے کوڑے لگا سکتا ہے، کرائے پر دے سکتا ہے، فروخت کرسکتا ہے اور بعض مواقع پر جان سے بھی مار سکتا ہے، مکمل آزادی کے ساتھ غلام انسان ہونے کے باوجود تمام حقوق سے عاری ہوتا ہے۔ کتے اور گھوڑے کی طرح ذاتی ملکیت ہوتا ہے۔ انسانی برادری سے باہر، اس کا نام مالک کے کھاتوں میں گھوڑوں، بھیڑوں اور سوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

قانون کی نظر میں اس کی کوئی بیوی نہیں ہوتی، اس کا کوئی بچہ نہیں ہوتا، کوئی جائیداد نہیں ہوتی، کوئی گھر نہیں ہوتا، وہ کسی شے کا مالک نہیں بن سکتا، وہ کسی چیز کو اپنے قبضہ میں نہیں کرسکتا اور کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔ (۸۵۷)

۱۸۹۰ء میں جنوبی کیرولینا (امریکہ) کی ایک عدالت نے فیصلہ سنایا:

''نوجوان غلام اسی طرح ہیں جیسے دوسرے مویشی۔'' (۸۵۸)

امریکی خانہ جنگی ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۵ء جاری رہی، اس میں ایک فریق شمالی ریاستیں اور دوسرا فریق جنوبی ریاستیں تھیں، جنگ کا سبب غلامی کا مسئلہ تھا، اس میں تین لاکھ آدمی شمالی ریاستوں کے اور پانچ لاکھ جنوبی ریاستوں کے مارے گئے۔ ۷۴ کروڑ پاؤنڈ خرچ ہوئے، اس رقم سے دنیا بھر کے غلام ایک قطرہ خون بہائے بغیر آزاد کرائے جاسکتے تھے۔ (۸۵۹)

☆☆

(۸۵۶) مشکلات الفقر وکیف عالجھا الاسلام۔ یوسف القرضاوی، بحولہ سابقہ، ص۲۳، ۲۴۔

(۸۵۷) امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم، بحولہ سابقہ، ص۲۱۹۔

(۸۵۸) ایضاً: بحولہ بالا، ص۲۲۰۔

(۸۵۹) اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی، بحولہ سابقہ، ص۵۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مغربی دنیا میں غلامی کا تقابلی جائزہ

اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کو غلامی کے حوالے سے ہدف تنقید بنانے والے مہذب یورپ کا غلاموں کے ساتھ سلوک اور ان کے معاشرے میں غلام کے معاشرتی، قانونی اور مذہبی مقام کے جان لینے کے بعد اسلامی دنیا خصوصاً عرب ممالک میں عین اسی عہد میں جب کہ غلام کی حیثیت یورپی دنیا میں سور اور جانوروں جیسی تھی، جہاں وہ ہر طرح کے بہیمانہ مظالم کا شکار تھا۔ اس کے برعکس اسی عہد کی ایک تصویر اسلامی دنیا کے غلاموں کی فرانسیسی عیسائی مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان کی زبانی سنیے!

مشرق کی غلامی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں!

''ہماری کتاب کے یورپی قارئین کے سامنے ''غلامی'' کے لفظ کے ساتھ ہی ایک ایسے گروہ کی تصویر سامنے آجاتی ہے کہ ''غلام'' زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، غذا کی جگہ چابک کھار ہے ہیں اور مکان کے بدلے تہہ خانوں میں محبوس ہیں۔ میں یہاں اس امر کی تحقیق نہیں کرنا چاہتا کہ یہ تصویر ان غلاموں کی ہے جو امریکہ کے انگریزوں کے پاس تھے، درست ہے یا غلط اور آیا یہ قرین قیاس ہے کہ ان غلاموں کے مالک اس درجہ بدسلوکی کرتے تھے...... مجھے اس قدر کہنا ہے کہ مسلمانوں میں غلامی کی حالت اس سے بالکل علیحدہ ہے جو عیسائیوں میں تھی، مشرق (اسلامی ممالک) میں غلاموں کی حالت یورپ کے خانگی ملازموں سے بہتر ہے، وہ ہمیشہ اپنے مالک کے خاندان کے جزو سمجھے جاتے ہیں اور جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے، وہ اپنے مالک کی صاحبزادی سے بھی شادی کر سکتے ہیں اور اعلیٰ درجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ (۸۶۰)

مشہور ہندو دانشور لالہ شیام ناتھ (ایم۔اے دہلی) اپنے مضمون ''حضرت محمد ﷺ اور انسداد غلامی'' میں تعلیمات نبوی ﷺ میں غلاموں کے حقوق اور اس حوالے سے اٹھائے گئے بے بنیاد الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

''بلاشبہ اسلام نے جہاں اور بے شمار اصلاحات کیں اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شفقت کا اظہار کیا وہاں انسداد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ (۸۶۱) کچھ آگے چل کر اپنے ہندوستانی غلاموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے

☆☆

(۸۶۰) تمدن عرب: ڈاکٹر گستاؤلی بان، محولہ سابقہ، ص ۳۵۵۔

(۸۶۱) محسنِ انسانیتؐ اور انسانی حقوق۔ محمد ثانی محولہ سابقہ، ص ۴۴۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں:

”ہندوستان کے غلام (اچھوت) جواب سماجی مسائی سے آزاد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہزاروں سال تک مصائب کا شکار اور دنیا کی ہر آسائش سے محروم رہے ہیں۔ آج بھی انہیں مندروں میں داخل ہونے کی اجازت ہے اور نہ ہی بعض سڑکوں تک سے گزرنے اور عام کنوؤں سے پانی بھرنے کی۔ غرض یہ کہ دنیا کے ہر ملک میں غلام طبقہ مصائب و آزار میں مبتلا تھا اور دنیا کے کسی گوشہ میں بھی کوئی شخص انہیں انسان سمجھنے اور ان کی آسائش کی پرواہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ زمین سخت تھی اور آسمان دور۔ آخر ایشور نے ان کی مظلومی، بے کسی پر ترس کھایا اور عرب کے گرم خطے میں حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے، جنہوں نے سب سے پہلے اس پست طبقے کی نجات کے متعلق قدم اٹھایا۔ (۸۶۲)

خواتین کی حالتِ زار اور تقابلِ ادیان

یورپ کا مشہور مورخ آرتھر گلیمن (Arthur Gilman) اپنی کتاب "History of the Islam" میں لکھتا ہے: ”میں کافی تحقیقات کے بعد لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) سے چھ سو برس بعد عورت کو نہایت حقیر و ذلیل سمجھ لیا گیا تھا، اس کی کوئی حیثیت نہ تھی اور اس کے کچھ حقوق نہ تھے ۶۱۱ء میں پیغمبر اسلامؐ نے عورتوں کو بلندی عطا کی۔ اور ان کو ذلت سے نکال کر عزت و عظمت کے عرش پر پہنچا دیا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کا جتنا احترام کیا ہے، دنیا کے کسی مذہب نے نہیں کیا اور پیغمبر اسلامؐ نے عورت کی جیسی حمایت کی ہے، دنیا کے کسی ریفامرز نے نہیں کی۔“ (۸۶۳)

والٹیر (Voltaire) اپنے مضمون بعنوان ”فلسفہ قرآن“ کے تحت ڈکشنری آف فلاسفی (Dictionary of Philosophy) میں لکھتا ہے:

”ہم اس سے ناواقف نہیں کہ قرآن، عورت کا وہ امتیاز مانتا اور بیان کرتا ہے، جو اس کو فطرت کی طرف سے ملا ہے۔ لیکن قرآن اس بارے میں تورات سے مختلف نظر آتا ہے کہ وہ عورت کی فطری کمزوری کو ”خدائی سزا“ نہیں مانتا جیسا کہ سفر التکوین احق میں نمبر ۱۶ میں

☆☆

(۸۶۲) محسنِ انسانیتؐ اور انسانی حقوق۔ محمد ثانی محولہ سابقہ، ص ۴۴۷۔

(۸۶۳) محسنِ انسانیتؐ اور انسانی حقوق۔ محمد ثانی محولہ سابقہ، ص ۳۹۹، ۴۰۰۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(۸۶۴)

اگر معاشرتی نقطہ نظر سے یورپ میں عورت ایک بلند مرتبہ و مقام پر پہنچ گئی ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی پوزیشن مذہبی و قانونی حیثیت سے چند سال پہلے تک (اور بعض مقامات پر اب تک) اپنے مرتبہ و مقام میں اس سے کم ہے جو مسلمان عورت کو عالم اسلام میں حاصل ہے۔(۸۶۵)

مشہور ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد ''عرب کا چاند'' میں اسلام سے قبل عورت کی معاشی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے!

انسان کی بہیمیت کی صفات اپنے اصلی رنگ میں نمایاں ہو گئی تھیں۔ عورتوں کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا...... پانچ پانچ سات سات سال کی نوعمر پھول سی بچیوں کو کھلا پلا کر اور خوبصورت کپڑے پہنا کر باہر لے جا کر کسی گڑھے میں دھکیل کر پیوند زمین کر دینا ان کے ظلم و ستم کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔(۸۶۶)

مشہور پارسی لیڈر سی۔اے۔سورما اپنے مضمون ''حضرت محمد (ﷺ) اور عورتوں کی ترقی'' میں لکھتے ہیں!

''اسلام نے عورت کا درجہ بہت بلند کیا ہے اور ان کی حالت میں جو اصلاح کی ہے، وہ کسی مذہب نے نہیں کی، اس لیے ہم حضرت محمد (ﷺ) کو عورتوں کے حقوق کا سب سے بڑا علمبردار کہہ سکتے ہیں۔(۸۶۷)

اسلام کے نظامِ وراثت کا دیگر نظاموں سے تقابل

وراثت کے قوانین ہر ملک اور ہر مذہب میں جداگانہ ہیں، ایک ہی چھوٹے سے ملک برطانیہ میں اسکاٹ لینڈ کے قوانین وراثت الگ ہیں اور انگلستان کے الگ، فرانس جو انگلستان کے ساحل کے مقابل واقع ہے، اس کے اور انگلستان کے قوانین وراثت میں زمین و آسمان کا

☆☆

(۸۶۴) ایضاً: بحوالہ بالا، ص ۴۰۱۔

(۸۶۵) کاروانِ زندگی۔سید ابوالحسن علی ندوی، کراچی، ''مجلسِ نشریاتِ اسلام'' ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۹، ۱۸۰، ج ۲

(۸۶۶) عرب کا چاند: سوامی لکشمن پرشاد، لاہور، ''مکتبہ تعمیر انسانیت'' (س۔ن) ص ۳۶، ۳۷۔

(۸۶۷) محسنِ انسانیت اور انسانی حقوق۔محمد ثانی بحوالہ سابقہ، ص ۴۰۲۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا فرق ہے۔ چنانچہ ''انگلستان کے قانون کی رو سے ایک انگریز اپنی آخری وصیت اور دستاویز کے ذریعے اپنی کل جائیداد جس کو دینا چاہے دے سکتا ہے۔'' اور فرانس میں قانون نپولین (نپولین کوڈ) کی رو سے اپنی اولاد کے لیے بھی کچھ نہ کچھ چھوڑ جانا ضروری ہے اور اولاد کی تعداد کے لحاظ سے وصیت گھٹتی بڑھتی ہے۔ روس میں وراثت ہی کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مشرقی ملکوں میں الگ الگ وراثت کے قوانین جاری ہیں اور ان سب باتوں پر بحث اور تنقید ایسی ہی مستقل خامہ فرسائی چاہتی ہے جیسی کہ اس زمانے میں سر جوشیا ویجوڈ نے صرف یورپی قوانین خاص کر انگلستان کے قانون وراثت اور تقسیم دولت پر اس کے اثرات کی بحث پر ایک پورا مقالہ لکھ کر داد نکتہ سنجی دی ہے۔

غرض ''وراثت کے متعلق یورپ میں بالعموم ''حق اولاد اکبر'' کا قانون رائج ہے یعنی بڑا لڑکا ورثہ کا مالک ہوتا ہے اور باقی اولاد کو اپنا سہارا خود پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کل دولت چند لوگوں کے پاس جمع رہتی ہے اور باقی محض اپنے قوت بازو سے دولت اور روزی کماتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ، افریقہ، اور آسٹریلیا میں نئی بستیاں بسانے والے اور کاروبار پھیلانے والے اکثر اونچے گھرانے کے اولوالعزم نوجوان ہیں جو ورثے سے محروم رہ کر آبرو برقرار رکھنے کی خاطر محنت اور جفاکشی پر مجبور ہو گئے۔ یہ طریق، کتنا ہی خلاف انصاف بلکہ خلاف انسانیت معلوم کیوں نہ ہو اس سے دولت میں اجتماع ضرور پیدا ہوتا ہے اور اگر اولوالعزمی ہو تو لوگ کاروبار میں کوشش کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، تاہم ظاہر ہے کہ یہ طریق تقسیم دولت میں عدم مساوات کا مؤید بلکہ بانی ہے۔

اس باب میں اسلامی قانون بہت جامع نظر آتا ہے اس کی رو سے ترکہ نہ صرف کل اولاد کو ملتا ہے بلکہ عزیز واقرباء تک پہنچ سکتا ہے جس قدر ''یورپ'' میں ورثہ کی تقید ہے اسی قدر اسلام میں اس کی تقسیم ہے، اس صورت میں وہ عدم مساوات جس سے یورپ روز بروز تنگ آ رہا ہے اور جس کو رفع کرنے کے لیے سوشلزم نمودار ہوا بہت کم جاگزیں ہو سکتی ہے، بڑی سے بڑی جائیداد حصوں میں تقسیم ہوتے ہوتے کچھ بھی نہیں رہتی اور بالآخر لوگ اپنی قوت بازو پر آ رہتے ہیں، اولوالعزمی شرط ہے، اس طریق میں بھی کاروباری ترقی کی دعوت دی گئی ہے مگر دوسری طرز پر یعنی سب کو محروم کر کے کل دولت ایک کے سپرد کرنے کے بجائے سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دینا تا کہ وہ اس پر قناعت بھی نہ کر سکیں اور اس کے سہارے سے کام بھی شروع ہو سکے اور کوئی شخص اجتماع دولت کی وجہ سے بیکاری اور عیش پرستی میں بھی مبتلا نہ ہو۔ کثرت تقسیم سے جو اندیشہ ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ بڑے پیمانے پر کاروبار چلانے دشوار ہوں گے مشترکہ سرمایہ دار کمپنیوں کے رواج سے وہ اندیشہ بھی رفع ہوگیا اور موقع اور ہمت ہو تو اس طریقہ میں کاروباری ترقی کی بہت تاکید اور گنجائش موجود ہے اور دوسرے اعتبار سے بھی جس قدر قرین انصاف و مروت ہے ظاہر ہے۔(۸٦۸)

ہندوؤں کے قانون وراثت یورپ کے بالکل برعکس ہیں، اس میں عدم مساوات کی بہت کچھ روک تھام کی گئی ہے اور جدید سوشلزم کی صاف جھلک نظر آتی ہے، موروثی ملکیت و جائیداد خاندان کا مشترکہ سرمایہ شمار ہوتی ہے۔ سب اراکین خاندان کی آمدنی اور خرچ بھی مشترکہ رہتا ہے۔ اس طرح اگرچہ ہونہار اور کارگزار اراکین پر زیادہ بار پڑتا ہے، لیکن بیکار اراکین کی بھی خاندان کے ساتھ گزر ہو جاتی ہے اور محتاج خانوں اور یتیم خانوں کی بہت کم ضرورت باقی رہتی ہے۔ ہندو قانون کے دو بڑے طریق ہیں۔ (۱) متکشرا اور (۲) دیا بھاگ۔ اول کے مطابق خاندان میں لڑکوں کا حق زیادہ ہے اور وہ با اثر اور خاص صورتوں میں تقسیم جائیداد کا بھی مطالبہ کرسکتے ہیں۔ دوسرے طریق میں باپ کا حق اور تصرف بہت وسیع ہے اور اس کے سامنے لڑکوں کی بہت کم چلتی ہے۔ متکشرا قانون ہندوستان کے اکثر حصوں میں رائج ہے اور دیا بھاگ خاص کر بنگال میں۔

ہندو قانون میں تقسیم دولت کا طریق کار تو برا نہیں لیکن اشتراکیت کی وجہ سے پیدائش دولت میں سستی اور بددلی کا احتمال ضرور ہے۔ اس کے برعکس یورپین قوانین ورثہ میں پیدائش دولت کے لیے تو کافی تحریک موجود ہے لیکن تقسیم دولت اطمینان بخش نہیں، اسی کی بدولت وہاں آئے دن طرح طرح کی بے چینی نمودار ہوتی رہتی ہے۔ اسلامی قانون نے تقسیم دولت کی مساوات اور پیدائش دولت کی آزادی کو ساتھ ساتھ نبھایا ہے یعنی جو کوئی جس قدر کمائے، وہی اس کا مالک ہے، دوسرے کو اس میں حصہ پانے کا حق نہیں لیکن بعد کو کل ملکیت وارثوں میں تقسیم ہو جانا یقینی ہے۔ گویا دولت ایک سمندر ہے بڑی بڑی موجیں اٹھتی ہیں اور پھر خود ہی گر کر سطح سے آملتی ہیں۔ یہی تموج اور چڑھاؤ اور اتار تمدن کی حیات اور صحت ہے۔ ورثہ میں لڑکوں کا حق تو کم و بیش ہر کسی کو تسلیم ہے لیکن اسلامی قوانین نے مستورات کو بھی اس قدر وسیع اور آزاد حقوق دیے ہیں کہ ان کی مثال کم نظر آتی ہے۔ غرض یہی ہے کہ دولت قوم میں بکثرت اور بہ سرعت گردش

☆☆

(۸٦۸) اسلام کے معاشی نظریئے۔ ڈاکٹر یوسف الدین بحوالہ سابقہ، ص ۲۸۹ تا ۲۹۱ ج ۱۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے، گویا کہ خون جسم میں رواں دواں ہے اور یہی صحت کی اول و آخر شرط ہے۔
غرض ''وراثت کے قاعدے جو اسلام نے مقرر کیے ہیں وہ تمام دنیا کے قواعد وراثت سے الگ ہیں اور ایسے دقیق اور نازک اصول پر مبنی ہیں جو اعلانیہ اس بات کی دلیل ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی ان احکام کا واضع نہیں ہوسکتا۔ وراثت کا اصلی اصول یہ ہے کہ متوفی اگر جائیداد کسی خاص شخص کو دے جاتا تو اسی کو ملتی لیکن جب اس نے کوئی ہدایت نہیں کی تو اس پر لحاظ ہوگا کہ اس کے فطری تعلقات کن کن لوگوں کے ساتھ کس کس تفاوت کے ساتھ تھے جو لوگ یہ تعلقات رکھتے تھے، وہ اسی تفاوت درجات کے ساتھ اس کی جائیداد کے مالک ہوں گے، گویا کہ متوفی کی یہ معنوی ہدایت ہے کہ لوگوں کو اسی مناسبت سے دیا جائے جس نسبت سے میرے تعلقات ان کے ساتھ تھے۔ (۸۶۹)

دوسرا اصول جو پولیٹیکل اکانمی کا عام اصول ہے، یہ ہے کہ '' دولت کا بہت سے اشخاص میں تقسیم ہونا اس سے اچھا ہے کہ وہ ایک شخص تک محدود رہے۔ یہ عمدہ اصول تمام اور قوموں کی نگاہ سے رہ گئے اور اس وجہ سے ان کا قانونِ وراثت بھی ناتمام اور محدود رہ گیا۔'' (۸۷۰)

غیر مسلم دانشوروں کا اعتراف

دنیائے اسلام کو اسلامی قانون وراثت کے ان معاشی پہلوؤں کو ابھی منکشف کرنا ہے جس کو قرآن کریم بے انتہا جدت آمیز شعبے سے تعبیر کرتا ہے۔
مسٹر ریمزے نے اپنی کتاب ''محمڈن لا'' کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے کہ ''اسلام کا قانون وراثت زیادہ معقول اور مکمل اصول پر جواب تک مہذب دنیا کو معلوم ہوئے مبنی ہے، اس کی خوبیاں اور اس کا تناسب ایسا ہے کہ نہ صرف مقننین کے لیے قابل تحصیل ہے جن کو آئے دن اس فن کی ضرورت ہوا کرتی ہے بلکہ ان کے لیے بھی جو علم کو تعلیم کی خاطر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور نیز ان لوگوں کے لیے بھی جن کا مطمع نظر عقلی تفریح ہے۔ (۸۷۱)
مذکورہ فصلوں میں تفصیلی تحقیق و تقابل سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ دنیا میں واحد

☆☆

(۸۶۹) اسلام کے معاشی نظریے۔ ڈاکٹر یوسف الدین، محولہ سابقہ، ص ۱۹۱ تا ۲۹۲ ج ا۔
(۸۷۰) سیرت النعمان۔ شبلی نعمانی، آگرہ، ''مفید عام مطبع'' ۱۸۹۱ء ص ۲۶۲ ج ۲۔
(۸۷۱) اسلام کے معاشی نظریے۔ ڈاکٹر یوسف الدین، محولہ سابقہ ص ۲۷۲، ج ا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب اسلام ہی ہے کہ جس نے تمام انسانوں کو ان کے فطری درجہ کے مطابق حقوق عطا کیے ہیں اور معاش کا وہ دریا رواں کیا ہے جس سے ہر فرد و بشر سیراب ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمام مخلوق کے حقوق کی پابندی کا سبق دیا ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو حاکم وقت کے حقوق بتاتے ہوئے کتے، بلی، گدھے، گھوڑے کے حقوق کی بھی آواز بلند کرتا ہے اور ان جانوروں کی حق تلفی کرنے والے کو بھی آخرت کی سزا سے ڈراتا ہے۔ لہٰذا جو مذہب جانوروں تک کے حقوق کی پاسداری کا سختی سے درس دیتا ہو، بھلا کسی انسان کے ساتھ زیادتی روا رکھنے کی اجازت دے سکتا ہے؟ اور خصوصاً حقوق معاش تو اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ اس نے معاشرے کے ہر ایک فرد کو کسی دوسرے کی معاشی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اولاد کی کفالت والد کے ذمہ، بیوی کی کفالت شوہر کے ذمے، بوڑھے والدین کی کفالت بالغ مالدار اولاد کے ذمے، دیگر نادار، یتیم، بیوہ، مسکین، غریب، مسافر، طلبہ، مجاہد، معذور افراد کی کفالت صاحب ثروت اور حکومت وقت کے ذمہ۔ اتنی جامع تعلیمات اور بالغ نظری اور ہمہ گیری کسی قوم کسی مذہب کسی معاشرے میں نہیں پائی جاتیں۔

دنیا کے لیے اگر کوئی راہ نجات ہے تو وہ صرف اسلام اور اسلام کا نظام ہے جو ہزار سال تک دنیا کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرتا رہا جس نے چشم فلک کو وہ نظارہ دکھایا کہ مال دینے والا، مال لینے والے کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ لیکن اس کا مال لینے والا کوئی نہیں ملتا۔ کاش مسلمان اپنے مذہب کے نظام کفالت کو نافذ کر کے مغربی دنیا کو دعوت تقلید دے سکیں۔

آج پوری دنیا عمرؓ بن الخطاب کے نظام کے لیے مضطرب ہے جس نے دنیا کے غریب طبقہ کے لیے وہ کچھ کیا جو بعد کے آنے والے سب مل کر بھی قیامت تک نہ کر سکیں گے۔

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اڑے بلبل بے پر کو مذاق پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
تو ذرا چھیڑ تو دے، تشنہ مضراب ہے ساز
نغمے بے تاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لیے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لیے۔(۸۷۲)

☆☆

(۸۷۲) شکوہ جواب شکوہ، علامہ اقبال مرحوم، کراچی "بیت التوحید" (س۔ن) ص ا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتامیہ

ہم نے اس تحقیقی مقالہ میں اسلام کے نظام کفالت کی جامعیت دلائل کی روشنی میں ثابت کردی ہے۔ اس نظام کی ہمہ گیری اور عمیق نظری نے ماضی میں ہمیشہ پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم رکھی ہے اور یہ کوئی ہماری ذاتی رائے نہیں بلکہ گزشتہ اوراق میں غیر مسلم مفکرین کے اقوال و تاثرات پیش کیے گئے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم مفکرین جنہوں نے انصاف کا دامن نہیں چھوڑا یا اگر چھوڑنا بھی چاہا تو حق وصداقت نے انہیں بھی اسلام کی جامعیت کی گواہی دینے پر مجبور کیا۔ یہ فقط اسلام کے نظام کفالت کی جامعیت ہے کہ اگر اس کو کسی خطہ پر مکمل طور پہ نافذ کردیا جائے تو اس خطے میں سڑکوں پر گداگروں کی بھیڑ نظر نہیں آئے گی۔ دفاتر اور فیکٹریوں میں خواتین معمولی اجرت پر تن، من، دھن جوتتی دکھائی نہ دیں گی۔ لاوارث خانے، یتیم خانے ویران ہوجائیں گے۔ لیکن افسوس کہ مغرب کی اندھی تقلید نے مسلم معاشرے کو بھی وہی کچھ کرنے پر مجبور کردیا جو مغرب کررہا ہے۔ باپ اپنی بیٹی کو تعلیم اس لیے دلوارہا ہے کہ بیٹی اپنے جہیز کا انتظام خود کرسکے۔ ان پڑھ اپنی اولاد کو تعلیم سے محروم کر کے معصومیت کی عمر میں محنت مزدوری اس لیے کرا رہا ہے تا کہ دو پیسے کا بھلا ہوسکے۔ لوگوں کا شعور مغربی ذہنیت کا دلدادہ ہوگیا۔ کروڑ پتی، ارب پتی بننے کے جنون میں ہے۔ دولت کے ذخائر جمع کرنے کے باوجود "ھل من مزید" کی ادھیڑ بن نے اس کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں۔ لیکن اگر اسلامی تعلیمات کو سرکاری سطح پر نافذ کردیا جائے تو یہ معاشی افراط اور تفریط چند ہی روز میں قصہ پارینہ ہوکر رہ جائے۔ ہماری معیشت کو سود، جوئے، سٹہ، ان تمام لعنتوں نے دیمک کی طرح چاٹ کر رکھ دیا۔

مغرب یہ طعنہ بھی دیتا ہے کہ اسلام میں کوئی معاشی نظریہ نہیں ملتا لیکن انہوں نے اسلام کی عملی تصویر شاید تاریخ کے اوراق میں نہیں دیکھی، مسلمانوں کی سنہری تاریخ کے حقائق ان پر منکشف نہیں وگرنہ کوئی بنظر غائر تعلیمات اسلامی کا جائزہ لے تو اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ اسلام وہ مذہب ہے جو حاکم کو تو بھوکا، فاقہ زدہ دیکھ سکتا ہے لیکن اپنی رعایا کے ایک ادنیٰ سے فرد کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ وہ مذہب ہے جو خود بھوکا رہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمن کو شکم سیر کرنے کا حکم دیتا ہے۔خود پیٹ پر پتھر باندھ کر غریبوں کی بھوک مٹانے کا درس دیتا ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

جب معاشرے میں اسلامی تعلیمات کا رواج ہوگا تو غریب کو امیر کے در پر دستک دینے کے بجائے امیر کو غریب کے در پر دستک دینی ہوگی اور رعایا کو حکمرانوں کے دروں کی ٹھوکریں کھانے کے بجائے حکمرانوں کی راتوں کی نیندیں غریب پروری کی فکر میں اڑ جائیں گی۔

اسلام نے مسلم معاشرے کے معاشی بوجھ کو اس حکیمانہ انداز میں تقسیم کیا ہے کہ خلوص دل سے اگر اس پر عمل کیا جائے تو کوئی فرد بے گھر نہ رہے۔کوئی ہنرمند بے روزگار نہ رہے،کوئی بیوہ دوسروں کے سامنے شرمسار نہ رہے،لیکن اسلام یہ تمام کفالتی ذمہ داریاں کسی ایک طبقے پر نہیں ڈالتا،کہیں یہ ذمہ داری خاندان کے افراد پر عائد کی گئی۔کہیں خاندان نہیں ہے تو معاشرے کے افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی اور ان سب میں اولین ذمہ داری حکومت اسلامیہ کی ہوگی کہ اس کے ملک میں رہنے والے ہر فرد و بشر خصوصاً امداد کے مستحقین کی ایسے معقول انداز سے کفالت کی جائے کہ جس کی وجہ سے وہ افراد تباہی و بربادی سے بچ سکیں اور ان افراد کی کفالت کے لیے اسلام میں ایک وسیع ذرائع آمدن رکھا ہے کہ اگر حکومت اسلامیہ صحیح معنوں میں اس ذریعہ آمدن کو رائج کر دے اور اپنی رعایا کو اعتماد میں لے سکے تو سرکاری بیت المال میں دولت کی اتنی وافر مقدار جمع ہو سکتی ہے کہ جس سے معاشرے کے تمام پسماندہ افراد کی بھرپور دیکھ بھال ہو سکتی ہے۔ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس نظام کی باگ ڈور ایسے قابل اعتماد افراد کے ہاتھوں میں ہو جن پر رعایا اندھا اعتبار کر سکے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم رعایا راہ خدا میں دینے کے لیے ہر لحہ تیار ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی بھی ملک میں جو افراد رفاہی کام کرنے والے ادارے چلا رہے ہوتے ہیں ایسے حضرات کو مسلم اور غیر مسلم سب ہی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ دیکھتے ہیں بلکہ دل کھول کر ان کا تعاون کرتے ہیں اور کروڑوں روپے ان لوگوں کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں۔

لہٰذا اگر حکومت ایسے قابل اعتبار اشخاص کی نگرانی میں شعبہ امداد مستحقین قائم کرے تو کیا وجہ ہے کہ عوام ان کے ساتھ تعاون نہ کرے گی۔

ہم نے اس مقالہ کے آخر میں دیگر مذاہب کے بھی نظام کا بالتفصیل تجزیہ پیش کیا ہے اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت کیا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب خواہ الہامی ہوں یا غیر الہامی ان سب نے ہمیشہ تعصب اور سنگدلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہر مذہب نے یا تو اپنے ماننے والوں کو خودغرضی کا سبق دیا یا خودکشی کا۔ حد اعتدال قائم نہ رکھی، خصوصاً عیسائیت نے جو ظلم انسانوں پر ڈھائے ہیں، وہ ایک تلخ داستان ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ رومن کیتھولک عیسائیوں کی روحانی شخصیت پوپ جان پال نے اپنے گناہوں کا برملا اعتراف کیا، انہوں نے ایک تقریب میں جو کہ اٹلی کے شہر ویٹی کن سٹی میں منعقد ہوئی تھی رب ذوالجلال کے حضور دعا کی اور کہا ''اے خالق کائنات! گزشتہ دو ہزار سال کے عرصے میں بہت سے مراحل پر ہم نے نیکی، بھلائی اور سچائی کی خدمت کے زعم میں ظلم وزیادتی کا ارتکاب کیا۔ ہم اس ظلم وزیادتی کا اعتراف کرتے ہوئے رحم کے طلب گار ہیں۔''

پوپ جان پال دوئم نے کہا، میں رومن کیتھولک عیسائیت سے تعلق رکھنے والے ہر بیٹے اور بیٹی کی طرف سے اس تباہی اور بربادی کے لیے معافی کا طلبگار ہوں جو مذہب کے نام پر روا رکھی گئی، دوسرے مذاہب سے ہونے والی زیادتیوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے خدا سے معافی اور رحم طلب کیا، کلیسا کی طرف سے قائم کی گئی عدالتوں کے فیصلوں پر بھی انہوں نے شدید ندامت کا اظہار کیا۔ پوپ جان پال دوئم نے صلیبی جنگوں کے دوران ڈھائے جانے والے مظالم پر خصوصی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی درخواست کی، انہوں نے رومن کیتھولک چرچ کے عقائد سے متصادم نظریات رکھنے والے اہل علم اور سائنس دانوں کے ساتھ چرچ کے بہیمانہ سلوک پر بھی سخت ندامت کا اظہار کیا اور انسانوں کے ساتھ محبت کرنے کی حضرت عیسیٰؑ نے جو تلقین کی ہے اس کی خلاف ورزی کرنے پر بھی پوپ جان پال نے بے حد شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔ بے بس، کمزور اور مجبور لوگوں پر رحم نہ کھانے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم نے اقتدار کے نشے اور طاقت کے زعم میں کمزور لوگوں کو جو حقارت سے دیکھا اس پر بھی اے اللہ ہم تجھ سے معافی کے طلب گار ہیں۔

پوپ جان پال دوئم کے بعد مختلف کارڈنیلوں نے عیسائیت کے اتحاد کو نقصان پہنچانے، یہودیوں سے ناروا سلوک کرنے، عورتوں پر مظالم ڈھانے اور ویتنام میں انسانی حقوق کو پامال کرنے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ (۸۷۳)

اس مختصر سی سرگزشت کے بعد یہ جان لینا کوئی مشکل نہیں کہ جو الزام ہم نے عیسائیت پر لگایا

☆☆

(۸۷۳) جنگ سنڈے میگزین، ۲۶ اگست ۲۰۰۰ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا وہ بے بنیاد نہیں بلکہ خود ان لوگوں کو بھی آخر احساس ہو چلا کہ ایک دو دن ہی نہیں بلکہ دو ہزار سال سے یہ مذہب کے نام پر انسانوں پر کیا کیا ظلم ڈھاتے رہے۔

خدا کرے کہ یہ اعتراف وہ لوگ بھی کریں، جو اس مذہب کے علاوہ ہیں کیوں کہ احساس ندامت بھی ایک اچھی صفت ہے لیکن ایسا ہونا ذرا دشوار ہے، بہر حال حقیقت کبھی ذی عقل پر مخفی نہیں رہتی۔ اسلام مذہب عدل وانصاف، مذہب مساوات، مذہب اخلاقیات، مذہب تعمیر انسانیت، مذہب ہمدردی ہے، تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کا ماضی بے داغ، حال تابناک، مستقبل روشن ہے۔ خدا اسلام کے نظام کفالت کو عالم اسلام میں خصوصاً اور پورے عالم میں عموماً نافذ العمل کرنا حکمرانوں کے لیے آسان فرما دے، تاکہ غریبوں کا استحصال ختم ہو اور تمام انسان پر آسائش زندگی گزار سکیں۔ (آمین)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات (مآخذ ومراجع)

عربی

''الف''

☆۔ احکام القرآن: امام ابوبکر الجصاص۔ قاہرہ ''مطبعۃ السلفیۃ'' ۱۳۲۵ھ

☆۔ الاحکام السلطانیۃ: علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی۔ قاہرہ ''مطبعۃ الجمہوریۃ التجاریۃ'' (س۔ن)

☆۔ الاحکام السلطانیۃ: ابویعلی۔ قاہرہ ''مطبع مصطفیٰ الحلبی'' ۱۳۵۷ھ۔

☆۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: علی بن ابی بکر ابن الاثیر الجزری۔ طہران ''مکتبہ اسلامیہ'' (س۔ن)

☆۔ الاشارۃ الی محاسن التجارۃ: ابوالفضل دمشقی۔ قاہرہ ''مکتبۃ الکلیات الازہریۃ'' ۱۹۷۷ء۔

☆۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: حافظ ابن حجر العسقلانی۔ مصر ''دار المعارف'' ۱۹۳۹ء۔

☆۔ اصول التشریع الاسلامی: علی حسب اللہ۔ کراچی ''ادارۃ القران والعلوم الاسلامیۃ'' (س۔ن)

☆۔ اعلاء السنن: علامہ ظفر احمد تھانوی عثمانی۔ ہند ''اشرف المطابع، تھانہ بھون'' ۱۳۵۶ھ

''ب''

☆۔ البحر الرائق: علامہ ابن نجیم۔ قاہرہ ''مطبع دار الکتب العربیۃ'' ۱۳۲۴ھ

☆۔ البدایۃ والنہایۃ: اسماعیل بن عمر ابن کثیر۔ قاہرہ ''مطبعۃ السعادۃ'' ۱۳۹۸ھ۔

☆۔ تاریخ الرسل والملوک، ابن جریر طبری۔ مصر ''المطبعۃ الحسینیۃ'' (س۔ن)

☆۔ تاریخ طبری: ابوجعفر محمد بن جریر طبری۔ مصر ''المطبعۃ الحسینیۃ'' ۱۹۶۱ء

☆۔ تاریخ یعقوبی: احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب۔ مطبوعہ لنڈن'' (س۔ن)

☆۔ تاریخ الفکر الاقتصادی: اریک رول۔ قاہرہ ''دار الکتاب العربی'' ۱۹۶۸ء۔

☆۔ تاریخ الجاہلیۃ: عمر فروخ۔ بیروت ''دار العلم'' ۱۹۶۴ء۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔تحفۃ المودود باحکام المولود: "العلامۃ ابن القیم الجوزیۃ۔ بمبئی "المطبعۃ الہندیۃ، عربیۃ" ۱۹۶۱ء۔
☆۔تحفۃ الاحوذی: القاضی محمد عبدالرحمٰن المبارک پوری۔ بیروت "دارالکتب العلمیۃ" ۱۴۱۰ھ
☆۔ترغیب المسلمین فی الرزق الحلال وطعمۃ الصالحین: موسیٰ خان روحانی بازی لاہور "ادارہ تصنیف وادب جامعہ اشرفیہ" ۱۴۱۸ھ
☆۔تفسیر طبری، محمد بن جریر طبری۔ مصر "مکتبۃ البابی الحلبی" (س۔ن)
☆۔تفسیر کبیر: الامام فخر الدین الرازی۔ مصر "المطبعۃ البھیۃ" ۱۹۳۸ء
☆۔تقریب التہذیب: حافظ ابن حجر العسقلانی۔ گجرانوالہ "دارالنشر کتب اسلامی" ۱۳۹۰ھ
☆۔التکافل الاجتماعی فی الاسلام، محمد ابوزہرہ۔ بیروت "دارالفکر العربی" ۱۹۶۴ء

"ح"

☆۔الحسبۃ فی الاسلام: علامہ ابن تیمیہ۔ قاہرہ "مطبع موید" ۱۳۱۸ھ
☆۔حقوق الانسان فی الاسلام: عبدالوحید وافی۔ مصر "دارنھضۃ" ۱۳۸۷ھ
☆۔حق الملکیۃ: عبدالمنعم فرج الصدۃ۔ مصر "مطبعۃ مصطفی الحلبی" ۱۹۶۴ء
☆۔حکم الشریعۃ الاسلامیۃ فی عقود التامین: حسین حامد حسان۔ قاہرہ "دارالاعتصام" ۱۳۹۶ھ
☆۔الحوار بین الدیان: ولیم سلیمان۔ مصر "الھیئۃ المصریۃ العامۃ الکتاب" ۱۹۸۶ء

"خ"

☆۔الخراج: امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم۔ قاہرہ "المطبعۃ السلفیۃ" ۱۳۸۲ھ
☆۔الخراج، یحییٰ بن آدم القرشی۔ قاہرہ "المطبعۃ السلفیۃ" ۱۳۸۴ھ
☆۔الخراج والنظم المالیۃ: محمد ضیاء الدین الدیس۔ بیروت "دارالمعارف" ۱۹۶۹ء
☆۔خطوط رئیسہ فی الاقتصاد الاسلامی: محمود ابو مسعود۔ بیروت "مطبعۃ معتوق" ۱۳۸۵ھ

"ر"

☆۔الربوٰ والمعاملات المصرفیۃ فی الاسلام: رشید رضا۔ قاہرہ "مکتبۃ القاہرۃ" ۱۹۰۶ء
☆۔ردالمختار: علامہ محمد امین الشامی۔ کراچی "ایچ ایم سعید کمپنی" (س۔ن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔رسائل ابن عابدین، ابن عابدین۔ لاہور "سہیل اکیڈمی" ۱۴۱۱ھ
☆۔روح المعانی: محمود بن عبداللہ الحسینی۔ قاہرہ "ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ" (س۔ن)
☆۔ریاض الصالحین: امام یحییٰ بن شرف النووی۔ لاہور "مکتبہ رحمانیہ" ۱۹۱۸ء

"س"

☆۔السنن الترمذی: امام ابوعیسیٰ الترمذی۔ کراچی "ایچ ایم سعید کمپنی" (س۔ن)
☆۔السنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید القزوینی، ابن ماجہ۔ کراچی "نور محمد کتب خانہ" (س۔ن)
☆۔السنن الدارقطنی: امام ابوالحسن علی بن عمرو دارقطنی۔ دہلی "المطبع الفاروقی" (س۔ن)
☆۔السنن النسائی: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی: کراچی "نور محمد کتب خانہ" (س۔ن)
☆۔ السنن الکبریٰ: امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی۔ بیروت "دارالفکر" (س۔ن)
☆۔السیاسۃ والاقتصاد فی التفکیر الاسلامی۔ احمد شلبی۔ مصر "مکتبۃ النہضۃ المصریۃ" ۱۹۶۷ء
☆۔السیر الکبیر: "امام محمد بن حسن الشیبانی۔ قاہرہ "شرکۃ مساہمۃ" ۱۹۷۵ء
☆۔سیرۃ عمر بن الخطابؓ: امام ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی۔ مصر "مطبعۃ السعادۃ" ۱۳۴۷ھ

"ش"

☆۔شرح الصغیر: احمد الاردبۃ۔ قاہرہ "مطبع مصطفی بابی" ۱۳۴۰ھ

"ص"

☆۔ الصحیح البخاری: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔ کراچی "قدیمی کتب خانہ" (س۔ن)

"ط"

☆۔طبقات الکبریٰ: علامہ ابنِ سعد۔ بیروت "دارصادر" ۱۹۵۷ء
☆۔العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، سیّد قطب شہید۔ لاہور "اسلامک پبلیکیشنز" ۱۹۶۶ء
☆۔عمدۃ القاری: العلامۃ بدرالدین العینی۔ مصر "مطبع منیریہ" ۱۳۴۸ھ
☆۔عودۃ الحجاب المرأۃ بین تکریم الاسلام واھانۃ الجاہلیۃ: محمد بن احمد بن اسماعیل۔ ریاض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دارطیبۃ''۱۴۱۲ھ

''ف''

☆۔فتح القدیر، العلامۃ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الھمام۔قاہرہ ''مطبعۃ الامیریۃ الکبریٰ''۱۳۱۵ھ

☆۔فتوح البلدان: العلامۃ یحییٰ بن آدم بلاذری۔مصر ''مطبعۃ البابی الحلبی ۱۳۱۹ھ

''ق''

☆۔قواعد الاحکام فی مصالح الانام : ابومحمد عزالدین۔ قاہرہ ''مکتبۃ الکلیات الازہریۃ'' ۱۳۸۸ھ

''ک''

☆۔الکامل: ابن الاثیر۔قاہرہ ''مطبعۃ حلبی''۱۳۰۳ھ

☆۔کتاب الام: الامام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی۔بیروت ''دارالفکر''۱۴۱۰ھ

☆۔الکشاف: علامہ زمخشری۔مصر ''المکتبۃ التجارۃ الکبریٰ''۱۳۵۴ھ

☆۔کنز العمال: العلامۃ علاء الدین المتقی الھندی۔ملتان ''ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ''(س۔ن)

''م''

☆۔ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین : العلامۃ ابوالحسن علی میاں ندوی۔ بیروت ''دارالسلام حلب''۱۳۹۸ھ

☆۔المبسوط: امام شمس الدین السرخسی۔قاہرہ ''مطبع السعادۃ''۱۳۳۱ھ

☆۔مجمع الزوائد: امام ابوبکر الہیثمی۔بیروت ''مکتبۃ المعارف''۱۹۸۶ء

☆۔المدخل الی النظریۃ الاقتصادیۃ فی المنھج الاسلامی، احمد النجار۔بیروت ''دارالفکر''۱۳۹۴ھ

☆۔المرأۃ بین الفقہ والقانون: مصطفی سباعی۔بیروت ''المکتب الاسلامی''۱۹۸۴ء

☆۔المرأۃ فی القرآن: عباس محمود عقاد۔بیروت ''دارالکتب العربی''۱۹۶۷ء

☆۔المرقاۃ المفاتیح: العلامۃ علی القاری۔کوئٹہ ''مکتبہ رشیدیہ''(س۔ن)

☆۔مسندِ امام احمد بن حنبل: الامام احمد بن حنبل۔مصر۔مطبعۃ بھیۃ''(س۔ن)

☆۔مصنف ابنِ ابی شیبۃ: الامام ابنِ شیبۃ۔کراچی ''ادارۃ القرآن''۱۴۰۶ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔معارف السنن: العلامۃ السید محمد یوسف البنوری الحسینی۔کراچی ''مکتبۃ بنوریہ'' ۱۳۸۳ھ
☆۔المغنی: ابن قدامۃ۔قاہرہ ''دارالمنار'' ۱۳۶۷ھ
☆۔المقدمہ ابنِ خلدون: العلامۃ ابن خلدون۔مصر ''مطبعۃ البھیۃ'' (س۔ن)
☆۔مکاید یہودیۃ عند التاریخ: عبدالرحمٰن جنکۃ المیدانی۔دمشق ''دارالقلم'' ۱۹۸۵ء
☆۔موجز احکام الاراضی والاموال الغیر منقولۃ: شاکر حنبلی۔دمشق ''مطبعۃ التوفیق'' ۱۳۴۶ھ
☆۔موطأ امام مالک: الامام مالک بن انس۔مصر ''مکتبۃ عیسیٰ الحلبی'' ۱۳۷۰ھ

''ن''

☆۔نصب الرأیۃ: العلامۃ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی۔مجلس علمی۔ہند
☆۔ النظام المالی الاسلامی المقارن : عبداللطیف عوض بدوی۔قاہرہ ''مطبع مصطفیٰ حلبی'' ۱۳۹۲ھ
☆۔نوادر الاصول: الامام ابوعبداللہ محمد حکیم الترمذی۔مدینۃ المنورۃ۔ ''مکتبہ علمیۃ'' (س۔ن)

''ہ''

☆۔الہدایۃ: العلامۃ برہان الدین مرغینانی۔کراچی ''قدیمی کتب خانہ'' (س۔ن)

''اردو''

آپ کے مسائل اوران کاحل، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ۔کراچی ''مکتبہ لدھیانوی'' ۱۹۹۴ء
☆۔آزادی نسواں کافریب: مفتی محمد تقی عثمانی۔کراچی ''میمن اسلامک پبلیشرز'' ۱۹۹۳ء
☆۔آغاخانی مسلمان کیسے: اکبر علی غلام حسین۔کراچی ''ادارہ مطبوعات اسماعیلی مرز'' ۱۴۱۶ھ
☆۔احسن الفتاویٰ: مفتی رشید احمد لدھیانوی۔کراچی ''ایچ۔ایم سعید کمپنی'' ۱۴۱۲ھ
☆۔ارتھ شاستر آچاریہ کوتلیہ چانکیہ: مترجم محمد اسماعیل ذبیح۔کراچی ''محمد اسماعیل ذبیح ٹکسا پرنٹرز'' ۱۹۹۱ء
☆۔ارشاد الشامزی: ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی۔مرتب ڈاکٹر مفتی عمران الحق۔کراچی ''مکتبہ کلیانوی'' ۲۰۰۰ء
☆۔ازالۃ الخفاء: علامہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔کراچی ''نور محمد کتب خانہ'' (س۔ن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔اسلام کا نظریہ ملکیت: نجات اللہ صدیقی۔لاہور ''اسلامک پبلیکیشنز'' ۱۹۶۸ء

☆۔اسلام کے معاشی نظریے: محمد یوسف الدین۔کراچی ''الائیڈ بک جامعہ کراچی'' ۱۹۸۴ء

☆۔اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نور محمد غفاری۔لاہور ''دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ'' ۱۹۹۴ء

☆۔اسلام کا قانونِ محاصل: ڈاکٹر نور محمد غفاری۔لاہور ''دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری'' ۱۹۸۹ء

☆۔اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات، مولانا محمد طاسین۔کراچی ''مجلسِ علمی فاؤنڈیشن'' ۱۹۹۷ء

☆۔اسلام میں سرمایہ داری اور جاگیرداری کا کوئی وجود نہیں: چوھدری افضل حق۔لاہور ''مکی دارالکتب'' ۱۹۹۷ء

☆۔اسلام میں عدلِ اجتماعی: سیّد قطب شہید۔مترجم نجات اللہ صدیقی۔لاہور ''البدر پبلی کیشنز'' ۱۹۷۱ء

☆۔اسلام میں بچے کی نگہداشت: مجموعہ مقالات الازہر یہ مترجم اردو۔اسلام آباد ''دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد'' ۱۹۹۹ء

☆۔اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق: مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔کراچی ''اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن'' (س۔ن)

☆۔اسلام کا نظامِ حکومت: مولانا حامد الانصاری غازی۔لاہور ''الفیصل ناشران وتاجران کتب'' (س۔ن)

☆۔اسلام میں عورت کی قیادت: ''ڈاکٹر ایم۔ایس ناز۔لاہور ''مکتبہ عالیہ'' ۱۹۸۹ء

☆۔اسلام میں غلامی کی حقیقت: سعید احمد اکبر آبادی۔لاہور ''مکہ بکس'' ۱۹۸۲ء

☆۔اسلام اور عربی تمدن: محمد کرد علی۔ہند ''دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا'' ۱۹۵۳ء

☆۔اسلام کا تصورِ مساوات: سلطان احمد اصلاحی۔لاہور ''اسلامک پبلیکیشنز'' ۱۹۸۶ء

☆۔اسلام کا نظامِ تقسیم دولت: مفتی محمد شفیع۔کراچی ''مکتبہ دارالعلوم کراچی'' (س۔ن)

☆۔اسلامی معیشت کے بنیادی اصول: مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی۔کراچی ''اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن'' ۱۴۱۳ھ

☆۔اسلامی ریاست کا مالیاتی اور بنکاری نظام: پروفیسر رفیع اللہ شہاب۔لاہور ''دوست ایسوسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایٹس'' ۱۹۹۶ء

☆۔اسلامی میراث میں خاندانی منصوبہ بندی: عبدالرحیم عمران۔پاکستان۔''اقوام متحدہ فنڈ برائے آبادی'' (س۔ن)

☆۔اسلامی انقلاب اور اس کا فکری لائحہ عمل: مولانا عبدالقیوم حقانی۔سرحد'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' ۱۴۱۳ھ

☆۔اسوۂ صحابہؓ: مولانا عبدالسلام ندوی۔انڈیا'' دارالمصنفین اعظم گڑھ'' ۱۹۵۰ھ

☆۔اصلاح معاشرہ اور اسلام: شیخ محمد بن سالم۔ترجمہ ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید'' کراچی ''دارالتصنیف جامعہ بنوری ٹاؤن'' ۱۴۱۱ھ

☆۔اقتصادی ترقی کا منظر و پس منظر، جان لینتھ کالبریتھ۔ترجمہ و تمہید۔حنیف رامے۔ لاہور'' مکتبہ جدید'' ۱۹۶۳ء

☆۔امریکہ جیسا میں نے دیکھا: قیصر سلیم۔کراچی'' بساط ادب'' ۱۹۹۶ء

☆۔اناجیل اربعہ کی حیثیت: بشیر احمد جالندھری۔کراچی'' صدیقی ٹرسٹ'' (س۔ن)

☆۔انسانیت موت کے دروازے پر: مولانا ابوالکلام آزاد۔لاہور'' ادارہ اسلامیات'' ۱۴۱۰ھ

☆۔انسانِ کاملؐ: خالد علوی۔لاہور'' الفیصل ناشران وتاجران کتب'' ۱۹۹۷ء

☆۔انسائیکلوپیڈیا کولیٹرسی۔۱۹۵۶ء

☆۔انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس۔نیویارک ۱۹۲۱ء

☆۔اندلس میں چند روز: مفتی محمد تقی عثمانی۔کراچی'' ادارۃ المعارف'' ۱۴۱۸ھ

☆۔ایران بعہد ساسانیان: آرتھر کرسٹن۔مترجم محمد اقبال۔دہلی۔'' انجمن ترقی اردو بورڈ'' ۱۹۴۱ء

''ب''

☆۔بائیبل، قرآن اور سائنس: موریس بوکائیے۔مترجم ثناء الحق صدیقی۔کراچی'' ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ'' ۱۹۹۳ء

☆۔بلوغ الارب فی احوال العرب: علامہ محمود شکری آلوسی۔مترجم پیر محمد حسن۔لاہور'' مرکزی اردو بورڈ'' ۱۹۶۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اسلام: حافظ محمد سعد اللہ۔لاہور ''اقبال پبلیشنگ کمپنی'' ۱۹۹۹ء
☆۔بوادر النوادر: مولانا اشرف علی تھانویؒ۔لکھنؤ ''المطبع یونائیٹڈ انڈیا'' ۱۳۶۲ھ
☆۔بیمہ زندگی: مفتی محمد شفیع و مفتی ولی حسن ٹونکی۔کراچی ''دار الاشاعت'' ۱۹۷۲ء
☆۔بیمہ اور اسلام: چوہدری محمد بلال۔لاہور چوہدری اینڈ کمپنی'' (س۔ن)
☆۔بینکوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم: مفتی محمد تقی عثمانی۔کراچی ''میمن اسلامک پبلیشرز'' (س۔ن)

''ت''

☆۔تاریخ الخلفاء: حافظ جلال الدین سیوطی۔کراچی ''نفیس اکیڈمی'' ۱۹۸۳ء
☆۔تاریخ ارض القرآن: علامہ سیّد سلیمان ندوی۔کراچی ''دار الاشاعت'' (س۔ن)
☆۔تبلیغ دین: امام غزالی۔مترجم مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی۔لاہور ''مکتبہ مدنیہ'' (س۔ن)
☆۔تجدید معاشیات: مولانا عبد الباری ندوی۔لاہور ''المکتبۃ الاشرفیۃ'' (س۔ن)
☆۔تحفۃ الھند: مولانا عبید اللہ سندھی۔کراچی ''صدیقی ٹرسٹ'' ۱۹۹۶ء
☆۔تعارف سماجی بہبود: محمد خالد۔کراچی ''کفایت اکیڈمی ۱۹۹۱ء
☆۔تفسیر عثمانی: شیخ الھند مولانا محمود الحسن و علامہ شبیر احمد عثمانی۔جدہ ''المملکۃ العربیۃ السعودیۃ'' ۱۹۸۹ء
☆۔تمدن عرب: گستاؤلی بان، مترجم سیّد علی بلگرامی۔ہند ''مطبوعہ مفید عام آگرہ'' ۱۹۹۶ء

''ج''

☆۔جدید فقہی مسائل: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔لاہور ''مکتبہ فارقلیط'' (س۔ن)
☆۔جگہت مہرشی: مسٹر بلد یوسھا۔لاہور ''مطبوعہ سیرت اکیڈمی'' ۱۹۳۰ء
☆۔جواہر الفتاویٰ: مفتی محمد عبد السلام چاٹگامی۔کراچی ''اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن'' ۱۴۲۱ھ

''ح''

☆۔حجۃ اللہ البالغہ: علامہ شاہ ولی اللہ۔لاہور ''مکتبہ رحمانیہ'' (س۔ن)

''خ''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔ خطبہ حجۃ الوداع: صبا ردانش۔ کراچی ”صدیقی ٹرسٹ“ (س۔ن)
☆۔ خطبات بھاولپور: ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ بھاولپور ”جامعہ اسلامیہ بھاولپور“ (س۔ن)
☆۔ خلع و تنسیخ نکاح کے شرعی احکام: ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی۔ کراچی ”غزالی برادرز“ سن ۱۴۱۳ھ
☆۔ خلفائے راشدینؓ: مولانا معین الدین ندوی۔ انڈیا ”دار المصنفین اعظم گڑھ“ ۱۹۵۴ء

”د“

☆۔ درسِ ترمذی: مفتی محمد تقی عثمانی ”مکتبہ دار العلوم کراچی“ ۱۴۱۵ھ
☆۔ دستورِ اسلام مع نظامِ اسلام: مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ لاہور ”مکتبہ عثمانیہ“ (س۔ن)
☆۔ دینِ رحمت: مولانا شاہ معین الدین ندوی۔ ہند ”دار المصنفین اعظم گڑھ“ سن ۱۹۶۷ء

”ر“

☆۔ راجپوت تاریخ کے آئینے میں: ملک غلام اکبر۔ لاہور ”العقاب پبلی کیشنز“ ۱۹۹۴ء
☆۔ رسولِ رحمتؐ: مقالات مولانا ابوالکلام آزاد۔ لاہور ”غلام علی اینڈ سنز“ (س۔ن)
☆۔ روایات تمدن قدیم: سیّد علی عباس جلال پوری۔ جہلم ”مکتبہ ندارد“ ۱۹۹۱ء

”س“

☆۔ سودی نظام کی خرابیاں: مفتی محمد تقی عثمانی۔ کراچی ”میمن اسلامک پبلیشرز“ ۱۹۹۴ء
☆۔ سیرۃ النبیؐ: علامہ شبلی نعمانی و سیّد سلیمان ندوی۔ لاہور مکتبہ مدنیہ“ ۱۴۰۸ھ
☆۔ سیرۃ النعمان: علامہ شبلی نعمانی۔ آگرہ ”مطبع مفید عام آگرہ“ ۱۸۹۰ء
☆۔ سیرۃ المصطفیٰؐ: ابوالقاسم رفیق دلاوری۔ ملتان ”کتب خانہ صدیقیہ“ (س۔ن)

”ش“

☆۔ شکوہ جوابِ شکوہ“ علامہ اقبال۔ کراچی ”بیت التوحید“ (س۔ن)

”ع“

☆۔ عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں: مفتی ولی حسن ٹونکی۔ کراچی ”مجلس دعوت و تحقیق اسلامی بنوری ٹاؤن“ ۱۴۰۶ھ
☆۔ عورت جنسی تفریق اور اسلام: لیلیٰ احمد، مترجم خلیل احمد، لاہور ”مطبوعہ مشعل“ ۱۹۹۵ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔عہدِ نبویؐ میں نظامِ حکمرانی: ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ کراچی ''اردو اکیڈمی'' ۱۹۸۷ء

''غ''

☆۔غلامی اور نسل پرستی: مبارک علی۔ لاہور ''ادارہ تخلیقات'' ۱۹۹۳ء

''ف''

☆۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: مفتی عزیز الرحمٰن۔ کراچی ''دارالاشاعت'' ۱۹۸۶ء

☆۔فتنۂ استشراق: علامہ شمس الحق افغانی۔ کراچی ''صدیقی ٹرسٹ'' (س۔ن)

''ق''

☆۔قدیم ہندوستان کی تاریخ: راما شنکر تریاٹھی۔ دہلی ''ترقی اردو بورڈ'' ۱۹۸۲ء

☆۔قسطوں پر خرید و فروخت: مفتی محمد تقی عثمانی۔ کراچی ''میمن اسلامک پبلیشرز'' ۱۹۹۳ء

☆۔قواعد الفقہ: سیّد عمیم الاحسان المجددی۔ کراچی ''الصدف پبلیشرز'' ۱۹۸۷ء

''ک''

☆۔کاروانِ زندگی: مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں ندوی۔ کراچی ''مجلسِ نشریات اسلام''

۱۹۸۸ء

☆۔کتاب الاموال (اردو) ابوعبید قاسم بن سلام۔ اسلام آباد ''ادارہ تحقیقات اسلامی'' ۱۹۸۶ء

☆۔کفایت المفتی: مفتی محمد کفایت اللہ۔ ملتان ''مکتبہ حقانیہ'' (س۔ن)

''م''

☆۔مجموعۃ الفتاویٰ: علامہ عبدالحیٔ لکھنوی۔ کراچی ''ایچ۔ ایم سعید کمپنی'' (س۔ن)

☆۔محسنِ انسانیتؐ اور انسانی حقوق: ڈاکٹر حافظ محمد ثانی۔ کراچی ''دارالاشاعت'' ۱۹۹۹ء

☆۔المختار شرح کتاب الآثار: امام محمد مترجم ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید۔ کراچی ''دارالتصنیف بنوری ٹاؤن'' (س۔ن)

☆۔مذاہب الاسلام: محمد نجم الغنی رامپوری۔ لاہور ''رضا پبلیکیشنز'' ۱۹۷۸ء

☆۔مسلمانوں کی ذمہ داریاں: محمد سمیع اللہ۔ کراچی ''صدیقی ٹرسٹ'' (س۔ن)

☆۔مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: شمس تبریز خان۔ لکھنؤ ''مجلسِ نشریاتِ اسلام''

۱۹۸۸ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆۔مسلمانوں کا نظم مملکت: حسن ابراہیم حسن۔ترجمہ مولوی علیم اللہ۔کراچی ''دارالاشاعت'' ۱۹۸۵ء

☆۔مشکلات الفقر و کیف عالجھا الاسلام: یوسف القرضاوی۔ترجمہ۔نجات اللہ صدیقی۔ لاہور ''البدر پبلیکیشنز''

☆۔مصباح اللغات: عبدالحفیظ بلیاوی۔دہلی ''مکتبہ برہان'' ۱۹۶۵ء

☆۔مظاہر حق جدید: مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری۔کراچی ''دارالاشاعت'' ۱۹۹۴ء

☆۔معارف القرآن: مفتی محمد شفیع۔کراچی۔''ادارۃ المعارف'' ۱۹۷۸ء

☆۔معاشیات اسلام: مظفر حسین ملاٹھوی۔کراچی ''غضنفر اکیڈمی'' ۱۹۸۴ء

☆۔معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں: مولانا محمد برہان الدین سنبھلی۔کراچی ''مجلس نشریات اسلام'' ۱۹۹۲ء

☆۔مغربی خواتین میں اسلام کا رجحان: مفتی محمد تقی عثمانی۔کراچی۔''میمن اسلامک پبلیشرز'' ۱۴۱۵ھ

☆۔موجودہ نظام انشورنس اور بیمہ کی اسلامی حیثیت کا فقہی جائزہ: مفتی عبدالرحمن ہزاروی۔ کراچی ''غزالی برادرز'' ۱۴۱۳ھ

''ن''

☆۔نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی: ڈاکٹر نور محمد غفاری۔اسلام آباد ''مکتبہ ابوذر غفاری'' ۱۴۱۰ھ

''ہ''

☆۔ہمارا معاشی نظام: مفتی محمد تقی عثمانی۔کراچی ''مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴۱۸ھ

☆۔ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں: محمد اشرف۔لاہور ''فکشن ہاؤس'' ۱۹۹۱ء

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دارالاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

تفسیر عثمانی مع تفسیر عنوانات جدید کتابت ۲ جلد ـــ مولانا شبیر احمد عثمانی، استاذ جناب محمد ولی رازی

تفسیر مظہری اردو ـــ ۱۲ جلدیں ـــ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی

قصص القرآن ـــ ۴ حصے در ۲ جلد کامل ـــ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

تاریخ ارض القرآن ـــ علامہ سید سلیمان ندوی

قرآن اور ماحولیات ـــ انجینئر شفیع حیدر دانش

قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن ـــ ڈاکٹر حقانی میاں قادری

لغات القرآن ـــ مولانا عبدالرشید نعمانی

قاموس القرآن ـــ قاضی زین العابدین

قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگریزی) ـــ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

ملکت البیان فی مناقب القرآن (عربی انگریزی) ـــ حسان بشیری

امثال قرآنی ـــ مولانا اشرف علی تھانوی

قرآن کی باتیں ـــ مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو ۳ جلد ـــ مولانا ظہور الباری اعظمی، فاضل دیوبند

تفہیم المسلم . . . ۳ جلد ـــ مولانا زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

جامع ترمذی . . . ۲ جلد ـــ مولانا فضل احمد صاحب

سنن ابوداؤد شریف . . ۳ جلد ـــ مولانا سرفراز احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند

سنن نسائی . . . ۳ جلد ـــ مولانا فضل احمد صاحب

معارف الحدیث ترجمہ و شرح ۴ جلد ۷ حصے کامل ـــ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب

مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات ۳ جلد ـــ مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، مولانا عبداللہ جاوید

ریاض الصالحین مترجم ۲ جلد ـــ مولانا جلیل الرحمن نعمانی مظاہری

الادب المفرد کامل مع ترجمہ و شرح ـــ از امام بخاری

مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ۵ جلد کامل اعلیٰ ـــ مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند

تقریر بخاری شریف ـــ ۲ حصے کامل ـــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

تجرید بخاری شریف ـــ ایک جلد ـــ علامہ حسین بن مبارک زبیدی

تنظیم الاشتات ـــ شرح مشکوٰۃ اردو ـــ مولانا ابوالحسن صاحب

شرح اربعین نووی ترجمہ و شرح ـــ مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی

قصص الحدیث ـــ مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دارالعلوم کراچی

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱، پاکستان، فون و فیکس (۰۲۱) ۲۶۳۱۸۶۱

اور مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز، قرآن پاک

دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں، بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے / فہرست کتب مفت ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواتین کے لئے دلچسپ معلوماتی اور مستند اسلامی کتب

تحفہ زوجین			حضرت تھانویؒ
بہشتی زیور	اردو	انگریزی	〃
اصلاح خواتین			〃
اسلامی شادی			〃
پردہ اور حقوق زوجین			〃
اسلام کا نظام عفت و عصمت	〃	〃	مفتی ظفیر الدین
حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح			حضرت تھانویؒ
خواتین کے لئے شرعی احکام	〃	〃	اہلیہ ظریف تھانوی
سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات	〃	〃	سید سلیمان ندوی
چھ گناہ گار عورتیں	〃	〃	مفتی عبدالرؤف صاحب
خواتین کا حج	〃	〃	〃
خواتین کا طریقہ نماز	〃	〃	〃
ازواج مطہرات			ڈاکٹر حقانی میاں
ازواج الانبیاء			احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام			عبدالعزیز شناوی
پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں			ڈاکٹر حقانی میاں
نیک بیبیاں			حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین			احمد خلیل جمعہ
دور نبوت کی برگزیدہ خواتین			〃
دور تابعین کی نامور خواتین			〃
تحفہ خواتین	〃	〃	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	〃	〃	〃
زبان کی حفاظت			〃
شرعی پردہ			〃
میاں بیوی کے حقوق	〃	〃	مفتی عبدالغنی صاحب
مسلمان بیوی			مولانا ادریس صاحب
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق			حکیم طارق محمود
خواتین اسلام کا مثالی کردار			نذیر محمد مکتبی
خواتین کی دلچسپ معلومات و نصائح			قاسم عاشور
امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں خواتین کی ذمہ داریاں			نذیر محمد مکتبی
قصص الانبیاء	مستند ترین	〃	امام ابن کثیرؒ
اعمال قرآنی	عملیات و وظائف	〃	مولانا اشرف علی تھانویؒ
آئینہ عملیات	〃	〃	صوفی عزیز الرحمٰن
اسلامی وظائف	قرآن و حدیث سے ماخوذ وظائف کا مجموعہ		

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں!!

ملنے کا پتہ: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی فون [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

خواتین کے مسائل اور ان کا حل ۲ جلد ——— جمع وترتیب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
فتاویٰ رشیدیہ مبوّب ——— حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ
کتاب الکفالۃ والنفقات ——— مولانا عمران الحق کلیانوی
تسہیل الضروری لمسائل القدوری ——— مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ
بہشتی زیور مُدلل مکمل ——— حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے ——— مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری
فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے ——— " " "
فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی ——— اورنگ زیب عالمگیر
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد ——— مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
اسلام کا نظام اراضی ——— " " "
مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں مذکور قرآنی احکام) " " "
انسانی اعضاء کی پیوندکاری ——— " " "
پراویڈنٹ فنڈ ——— " " "
خواتین کے لیے شرعی احکام ——— اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح
بیمہ زندگی ——— مولانا مفتی محمد شفیع رح
رفیقِ سفر سفر کے آداب و احکام " " "
اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت ——— فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
علم الفقہ ——— مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح
نماز کے آداب و احکام ——— انشاء اللہ خان مرحوم
قانونِ وراثت ——— مولانا مفتی رشید احمد صاحب
داڑھی کی شرعی حیثیت ——— حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
الصبح النوری شرح قدوری اعلیٰ ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
ہمارے عائلی مسائل ——— مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
تاریخ فقہ اسلامی ——— شیخ محمد خضری
معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ——— مولانا محمد حنیف گنگوہی
احکام اسلام عقل کی نظر میں ——— مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح
حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح " " "

دارالاشاعت — اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان ۲۱۳۱۸۶۱ — مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد — جمع و ترتیب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

فتاویٰ رشیدیہ مبوّب — حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ

کتاب الکفالۃ والنفقات — مولانا عمران الحق کلیانوی

تسہیل الضروری لمسائل القدوری — مولانا محمد عاشق الٰہی البرنیؒ

بہشتی زیور مدلل مکمل — حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے — مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری

فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے — 〃 〃 〃

فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی — اورنگ زیب عالمگیر

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد — مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل — مولانا مفتی محمد شفیع رح

اسلام کا نظام اراضی — 〃 〃 〃

مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں مذکور قرآنی احکام) — 〃 〃 〃

انسانی اعضاء کی پیوندکاری — 〃 〃 〃

پراویڈنٹ فنڈ — 〃 〃 〃

خواتین کے لیے شرعی احکام — اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح

بیمہ زندگی — مولانا مفتی محمد شفیع رح

رفیق سفر سفر کے آداب و احکام — 〃 〃 〃

اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت — فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

علم الفقہ — مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح

نماز کے آداب و احکام — انشاء اللہ خان مرحوم

قانون وراثت — مولانا مفتی رشید احمد صاحب

داڑھی کی شرعی حیثیت — حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

التصحیح النوری شرح قدوری اعلیٰ — مولانا محمد حنیف گنگوہی

دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور — مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

ہمارے عائلی مسائل — مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

تاریخ فقہ اسلامی — شیخ محمد خضری

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق — [illegible]

احکام اسلام عقل کی نظر میں — [illegible]

حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح — 〃

330
ک 551 ک
22286-EU-64

دارالاشاعت اردو بازار ۱۵ ایم اے جناح روڈ کراچی ۱، پاکستان ۲۶۳۱۸۶۱

Email : ishaat@digicom.net.pk